محبت دل پہ دستک

قسط نمبر 1

عفت سحر پاشا

بیزار بھی گلشن سے ہیں دیتے ہیں دُعا بھی
کس خاک کی تخلیق ہیں ہم اہلِ وفا بھی
آئے تھے گلستاں میں کہ پھولیں گے پھلیں گے
افسوس کہ راس آئی نہ گلشن کی ہَوا بھی

"ساری دنیا ایک طرف اور یہ لڑکا ایک طرف۔ منگنی کروا کے تو گویا ہم پر احسان کر رہا ہے۔" تائی جان واقعی عاجز دکھائی دے رہی تھیں۔

"سب دکھاوا ہے تائی جان۔ موصوف دل و جان بلکہ جگر و پھیپھڑوں سمیت اس منگنی پر راضی ہیں۔ یہ صرف اہمیت بڑھانے کی ادائیں ہیں جو یوں ہر بات پہ ناک بھوں چڑھائی جا رہی ہے۔" ضحیٰ نے چائے کا کپ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے حقیقت آشکار کی تو چچی جان نے تفکر سے پوچھا۔

"اب کیا کہہ رہا ہے وہ؟"

"وہی بے کار کی ضد کہ منگنی کا سارا انتظام کسی میرج ہال یا پھر لان میں ہونا چاہیے۔" تائی جان نے بے زاری سے کہا۔ تو ضحیٰ کو استعجاب نے آگھیرا۔

"گھر کا لان تو انہیں پسند نہیں، پھر یہ مرغزار کے لان کی فرمائش کیوں؟" اس کے سوال کا جواب تائی جان نے تو نہیں البتہ عماد کے ساتھ اندر داخل ہوتے اس نے خاصے شاہانہ انداز میں دیا تھا۔

"لڑکی پسند کرنے سے لے کر اب تک ان لوگوں نے مجھے کسی مشرقی دوشیزہ کی طرح چپ رکھا ہے لیکن اب میں صاحب اقتدار ہوں۔ لہٰذا میری ہر بات مانی جانی چاہیے۔"

"حالانکہ صاحب کردار ہوتے تو زیادہ مانی جاتی۔" عماد کے کڑوے کریلے جیسے لقمے نے ضحیٰ کو بہت محظوظ کیا تھا۔

"ایسے ہوتے ہیں آستین کے سانپ۔" انس نے کشن اٹھا کر عماد کو دے مارا تھا۔ پھر اٹل انداز میں بولا۔

"تم لوگ کچھ بھی کہو مگر میں کسی بھی قیمت پر گھر میں یہ تقریب نہیں کروانا چاہتا۔"

"اور میں کہیں بھی نہیں ہونے دینا چاہتا مگر وائے قسمت۔" عماد نے آہ بھری۔

"آخر تمہیں اعتراض کیوں ہے منگنی کی تقریب گھر میں کرنے پر؟" چچی جان ان سب کی غیر سنجیدگی سے سخت الرجک تھیں۔ سو انہوں نے فوراً بات کو اصل موضوع کی طرف پلٹا تو انس نے انہیں بڑے تاسف سے دیکھا۔ جیسے ان سے کبھی اس سوال کی توقع ہی نہ رہی ہو۔

"آپ تو یہ سوال مت پوچھیں چچی جان۔ اس گھر کی تاریخ گواہ ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک اس گھر کے وسیع و عریض لان میں جتنی بھی تقریبات منعقد ہوئی ہیں انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا ہمارے سر ہے مگر اس کی آرائش و زیبائش کے نتیجے میں ہمیں جن جگر پاش مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ان سے شاید آپ واقف نہیں۔ والد صاحب سر پر کھڑے رہ کر ایک ایک پھول پتے کی جھاڑ پونچھ کراتے ہیں۔ معاف کیجیے گا معزز خواتین میں اپنی منگنی جیسے عظیم موقع پر ایک معقول سا منگیتر دکھائی دینا چاہتا ہوں نہ کہ خاکروب۔"

اس کی جذباتی تقریر پر عماد اور ضحی نے تالیاں بجا کر داد دی۔ مگر تائی جان سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھی رہیں۔

"پر بیٹا جی ذرا سی محنت کے بعد لان کی شکل بھی تو نکل آتی ہے نا۔ سبھی ہمارے ہاں کی سجاوٹ کو سراہتے ہیں۔" چچی جان نے اسے گویا للچانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے مقام سے ایک آدھ انچ بھی نیچے آنے کو تیار نہیں تھا۔

"نہ صرف لان کی بلکہ ہماری بھی شکل نکل آتی ہے۔ اس پر تو کبھی کوئی دھیان نہیں دیتا۔ اتنی خواری مجھے منظور نہیں ہے۔" اس کے صفا جواب پر ضحی نے طنز کیا تھا۔

"میں نے زندگی میں پہلا مرد دیکھا ہے جو اپنی منگنی کے موقع پر اپنے حسن کے لیے اس قدر رنجی ہو رہا ہے۔"

"حالانکہ جو چیز ہے ہی نہیں اس کے لیے پریشانی چہ معنی دارد؟" عماد نے سراسر پرسنل اٹیک کیا تھا۔ مگر انس نے جواباً بہت ٹھنڈے پن کا مظاہرہ کیا تھا۔ آرام سے بولا۔

"اس بات پر میں تمہارے دانت بھی توڑ سکتا ہوں۔"

"یہ بات آپ کو ذرا غصے سے کہنی چاہیے تاکہ عماد بھائی پریشرائز ہو سکیں۔" ضحی نے اسے اکسایا تو عماد بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولا۔

"اس سے نہیں مجھ سے پوچھو۔ ابھی ابھی جینئس بیوٹی پارلر سے ٹپ لے کر آ رہا ہے کہ مسکراہٹ حسن کا زیور ہے۔"

تینوں خواتین کی ہنسی پر انس کی مسکراہٹ غائب ہونے میں پل بھر بھی نہیں لگا تھا۔

"بہت خبیث شخص ہو تم۔ ابھی آتے ہوئے تو مجھے کسی کو کچھ بتانے سے منع کر رہے تھے۔" اس نے دانت کچکچائے تو عماد نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"یوں مت کرو۔ ایک بھی دانت ادھر ادھر ہو گیا تو سمجھو بیوٹیشن کی ٹپ بیکار اور منگنی کا شو فلاپ۔"

ان کا ہنسی ٹھٹھول چچی جان کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ ایک انتہائی اہم مسئلے کو پس پشت ڈالے وہ خوامخواہ کی بحث میں الجھے ہوئے تھے مگر وہ بھی ان کی توقعات کے بالکل برعکس تھے۔

"کبھی تو کسی مسئلے کا سنجیدگی سے حل نکال لیا کرو۔ اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔" وہ چڑ گئی تھیں۔ ضحی نے انہیں تسلی دی۔

"امی! آپ پریشان مت ہوں۔ یہ انس بھائی تو بس ہوا بھرے غبارے ہیں۔ ابھی دیکھیے گا تایا جان کے آگے کیسے ان کی ہوا خارج ہوتی ہے۔ کل صبح اٹھتے ہی اگر باہر لان میں آپ کو کوئی مالی ٹائپ کا بندہ پودوں کی کتر بیونت کرتا دکھائی دے تو پریشان مت ہوئیے گا۔ وہ انس بھائی ہی ہوں گے جو کہ آپ کو پھر منگنی والے روز ہی شاید اپنی اصل شکل و

صورت کے ساتھ دکھائی دیں۔" ضحی نے اس قدر دلچسپ نقشہ کھینچا تھا کہ تائی جان کو بھی ہنسی آ گئی۔ مگر چچی جان نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"بکو مت ضحی، سنجیدگی سے بات کرنے دو۔ ان لوگوں کو بھی تو فائنل پروگرام بتانا ہے اور ادھر ہم لوگ ابھی تک جگہ ہی کا انتخاب نہیں کر پائے۔"

انس پہلے ہی ضحی کی بدتمیزانہ گفتگو سے تپ رہا تھا۔ ان کی بات سن کر اٹل انداز میں بولا۔

"میں یہ فنکشن گھر میں ارینج کرنے کے بالکل خلاف ہوں۔"

"اور میں تو سرے سے اس فنکشن ہی کے خلاف ہوں مگر میرے دوست ہر خواہش تو پوری نہیں ہوتی ناں۔" عماد نے آہ بھرتے ہوئے کارپٹ پر دراز ہو کر کشن سر کے نیچے رکھا تھا۔

"تمہارے ساتھ شروع ہی سے یہی مسئلہ رہا ہے۔ یعنی جیسا منہ ویسی ہی بات۔" انس نے تپ کر کہا تو وہ چہکا۔

"یعنی دونوں ہی خوب صورت۔"

"ہاں بالکل الٹے توے جیسی۔" وہ جل بھن کر بولا تو تائی جان کا پارہ ہائی ہونے لگا۔

"یہ تو حال ہے ان لوگوں کا کیا مجال ہے جو سنجیدگی سے کوئی بات کر لیں۔ ابھی اصل بات شروع ہوئی نہیں کہ انہوں نے چونچیں لڑانا شروع کر دیں۔"

"ابھی بھی وقت ہے بڑی مامی اگر یہ اس اعزاز کے قابل نہیں ہے تو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں اور بھی بہت سے لوگ لائن میں لگے کھڑے ہیں۔" عماد نے انہیں آفر کی تھی۔

"میر جعفر کو میں نے دیکھا تو نہیں مگر تمہارے کرتوت دیکھ کر مجھے ہمیشہ وہی یاد آتا ہے۔" انس نے دانت پیس کر کہا تو چائے پیتی ضحی کو اچھو لگ گیا۔

تائی جان کو انس کی غیر سنجیدگی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ان سب کی شوخیوں اور شرارتوں کی سب سے بڑی حامی تھیں مگر اب کی بار صورت حال سنجیدگی کی متقاضی تھی مگر یہ بات ان مسخروں کو کون سمجھاتا؟

"مجھے تو لگ رہا ہے کہ ناحق اتنی پیاری بچی کو اس نالائق کے پلے باندھ رہی ہوں۔" تائی جان کے مایوسی کے عالم میں کہے جملے سے ضحی اور عماد نے خوب حظ اٹھایا تھا۔

"والدہ صاحبہ! ذرا دھیان رہے، میں اس لیے پلے باندھ رہا ہوں تاکہ وہ میرے۔" انس خفا ہوا تھا۔

"پلے باندھے نہیں جا رہے بلکہ پلے پڑ رہے ہو۔" عماد کی زبان پھر چلی تو اب کی بار انس نے کشن سے اس کی تسلی بخش دھنائی کی تھی۔

"ان کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ میں ان سے نہیں نمٹ سکتی۔ اس کا تو باپ ہی اس سے بات کرے تو کوئی حل نکلے گا۔" تائی جان نے مایوسی سے کہا تو انس نے زچ ہو کر انہیں جواب دیا۔

"خدا کے لیے امی! بات سمجھنے کی کوشش کریں اس قدر اہم موقع پر کیا میں لان کی صفائی، کھدائی کرتا اچھا لگوں گا؟"

"اکیلے تو نہیں ہو تم اور پھر صفائی کیا کرنی ہے۔ اتنا صاف ستھرا لان ہے۔ بس ارینجمنٹ ہی کا مسئلہ ہے۔ عماد، معید، چاند، احمر اور نعمان، ماشاء اللہ سے اتنے سارے جوان ہو کام کرتے ہوئے پتا بھی نہیں چلے گا۔"

"چاہے کچھ بھی ہو میں کچھ نہیں کرنے والا۔ یہ لوگ سارا سیٹ اپ سنبھال لیں تو میں آ کر انگوٹھی پہن لوں گا۔" وہ بڑی بے نیازی سے بولا تو وہ جل کر رہ گئیں۔

"تو بیٹا جی اتنا احسان کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔"

"اب ہر معاملے میں تو آپ کا دل نہیں توڑوں گا۔ اگر آپ لوگوں نے میری نصف بہتر کو تلاش کر ہی لیا ہے تو میں اسے گم کر کے آپ کے ارمانوں کی بستی کو آگ نہیں لگانا چاہتا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بڑی نیاز مندی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"ان لوگوں سے بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے تو بہتر ہے کہ بھائی صاحب خود ہی اپنی پسند کا بندوبست کر لیں۔" چچی جان بھی اکتا گئی تھیں۔

"اور جب وہ کوئی بندوبست کر لیں تو مزدوروں کی لسٹ میں سے میرا نام خارج کروا دیجیے گا۔" انس نے پھر سے یاد دہانی کرائی۔ اس بار تو وہ واقعی کوئی مشقت کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ہمیشہ ہی ان کی حالت بدتر ہونے کے بعد لان کی حالت نکھرتی تھی۔ تمام آرائش سے لے کر لائٹنگ تک تایا جان اسی سے کرواتے تھے۔

"شرم کرو، ہینگ اور پھٹکری کے بغیر ہی چوکھا رنگ چاہ رہے ہو۔" عماد نے کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"تو میں کون سا اپنی پسند کی منگنی کرنے جا رہا ہوں۔ میری فرمانبرداری کا کچھ تو صلہ ملنا چاہیے۔"

"ابھی پسند کی منگنی نہیں تو یہ حال ہے کہ پیچھے پہ ہاتھ نہیں دھرنے دے رہے اگر خدانخواستہ ایسا کوئی حادثہ ہو جاتا تو پھر تو اللہ ہی مالک تھا۔" تائی جان نے طنز کیا تو وہ آرام سے بولا۔

"پھر تو میں سر جھکا کے سب کچھ برداشت کیے جاتا۔"

"کیونکہ انسان کو اپنی غلطیوں کا خمیازہ خود ہی بھگتنا پڑتا ہے۔" ضحی نے بڑی سمجھداری سے سر ہلایا تھا۔ چچی جان تو مزید بحث کو دردِ سر جان کر کچن میں چلی گئیں۔ تائی جان بھی سخت بدمزہ ہو کر اٹھی تھیں۔ ان کے جاتے ہی عماد نے فہمائشی انداز میں انس کو لتاڑا تھا۔

"بڑے لعنتی ہو یار، جب ایک کام گھر پر بہترین طریقے سے ہو سکتا ہے تو پھر عین ٹائم پر شوشے کیوں چھوڑ رہے ہو؟"

"کیونکہ اب میں مزدوروں جیسے کام نہیں کر سکتا۔ ادھر لائٹنگ ادھر فرنٹنگ ادھر خیمے تو ادھر شامیانے۔ یار میرا ریٹ بڑھ رہا ہے میں کسی کا منگیتر ہونے جا رہا ہوں۔ اب تو مجھے کچھ عزت دو۔" وہ جذباتی ہو چلا تھا۔ عماد نے اسے پچکارا۔

"ناممکنات کی بات مت کرو میری جان۔ جو چیز اللہ نے نہیں دی وہ ہم سے لے کر کیا کرو گے۔" عماد کے انداز پر ضحی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تم تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ ہر معاملے میں تمہاری موجودگی ضروری ہے کیا۔" انس اس پر چڑ دوڑا اور ادھر سے بھی پٹاخ سے جواب موصول ہو گیا۔

"کیا پتا کبھی کسی معاملے میں گواہی دینا پڑ جائے۔"

"ہاں جی میرا بروک شیلڈ کے ساتھ افیئر جو چل رہا ہے۔" انس نے تمسخرانہ انداز میں کہا تو وہ بیچ بازار بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی۔

"بروک شیلڈ نہ سہی مگر شیلا کے ساتھ تو چل ہی رہا ہے۔" اس قدر اچانک انکشاف پر عماد ہی نہیں خود انس بھی اچھل پڑا تھا۔

"یہ شیلا کون ہے؟" عماد نے باری باری ان دونوں کو گھورا۔ مگر انس تو اس وقت ضحی کو تقریباً کچا چبا جانے کے موڈ میں تھا۔

"تم نے میرے کمپیوٹر سے چھیڑ چھاڑ کی ہے۔"

"میں تو اپنی ای میل چیک کرنے گئی تھی مگر وہاں فی میل چیک ہو گئی۔" وہ معصومیت سے بولی مگر آنکھوں کی شرارتی چمک اس کی بات کی نفی کر رہی تھی۔

"کسی روز تم میرے ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گی۔" انس نے دانت کچکچائے تھے۔

"تم بتاؤ ضوئی، یہ شیلا کون ہے؟" عماد نے تجسس سے پر انداز میں پوچھا اس کے حلقہ احباب میں یوں بھی لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ البتہ انس کے حوالے سے یہ پہلا انکشاف ہوا تھا۔

"میں نے تو صرف آئی مس یو کا کارڈ ہی پڑھا تھا ہارٹ شیپ والا۔" وہ بڑے جوش سے بتانے لگی مگر انس کی خونخوار نظروں کے ڈر سے فوراً ہی بات بدل کر بڑے مدبرانہ انداز میں بولی۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہو اور انس بھائی نے اسے بہن بنا رکھا ہو۔"

"لعنت ہے۔" وہ بھڑک اٹھا تھا۔ ضحی نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"سوری اب نہیں بولوں گی۔"

"اگر یہ نہیں بولے گی تو میں بولوں گا۔ وہ بھی بڑے ماموں کے سامنے۔" عماد نے دھمکایا تو وہ سلگ اٹھا۔

"خود کی تو سینکڑوں دوستیاں ہیں۔ مجھ سے تمہیں کیا مطلب؟"

"میں تو کھلی کتاب ہوں۔ تم بتاؤ کس چکر میں ہو اوپر سے اتنی رازداری۔ یاروں سے پردہ داری؟" عماد نے معنی خیزی سے پوچھا تو وہ ضحی کو گھورنے لگا۔

"یہ سب اس فتنی کا قصور ہے۔ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا ڈالا۔"

"ہاں جی آپ سا معصوم تو اس دنیا میں کوئی گزرا ہی نہیں ہے۔" ضحی نے طنزیہ انداز میں کہا پھر عماد کو متوجہ کرتے ہوئے بولی۔

"پتا ہے عماد بھائی ایک زمانے میں تو ان کے پر بھی ہوا کرتے تھے۔ فرشتے تھے نا یہ۔ اس قدر دلچسپ انکشاف پر عماد نے بلا تکلف قہقہہ لگا کر داد دی تھی۔

"ضحی اب تم میرے ہاتھوں پٹ جاؤ گی۔" انس کو غصہ آ گیا تھا۔

"ہاں جی ایسا ہی اندھیر مچا ہوا ہے نا۔" وہ خفا ہوئی تھی۔ پھر عماد سے پوچھنے لگی۔ "حمزہ اور صبا کب آ رہی ہیں؟"

"کل شام کو چھوڑ جاؤں گا یار۔ اتنی بھی کیا بے اعتباری ہے۔" عماد نے کہا تو انس نے طنز کیا۔

"کام کرنے پڑ رہے ہوں گے نا اکیلے اسی لیے ان کی یاد ستا رہی ہے۔"

"جی نہیں آپ لوگوں کی شکلیں دیکھ دیکھ کر طبیعت بے زار ہو گئی ہے۔ اس لیے کہہ رہی ہوں۔" اس نے فوراً حساب برابر کیا تھا۔

"بکواس نہیں کرو ضوئی۔" انس کو باوجود ضبط کے ہنسی آ گئی تھی۔

"السلام علیکم۔" اسی وقت معید نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" بہت زور و شور کے ساتھ جواب دیا گیا تو وہ دھیمی سی مسکراہٹ لیے صوفے میں دھنس گیا۔

"آج آفس نہیں گئے تم؟" انس کو وقت سے پہلے گھر میں موجود پا کر اس سے پوچھا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"وہی یار مسئلہ تزئین و آرائش لان۔"

"کیا.....؟" وہ چونک کر پوری طرح متوجہ ہوا تھا۔ ضحی اور عماد معاملے سے واقفیت کی بنا پر ہنس رہے تھے۔

"والد صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ تقریب بھی اسی لان کی گود میں ہوگی۔" وہ ناگواری سے وضاحت کر رہا تھا۔

"ہاں تو اس میں قباحت کیا ہے؟" وہ سمجھا نہیں تھا۔

"اس کا خیال ہے کہ اب یہ چونکہ منگیتر جیسے اعلیٰ عہدے پر فائز ہو رہا ہے۔ اس لیے اس سے لان کی صفائی ستھرائی کا کام لینے کا سوچا بھی نہ جائے۔" عماد نے وضاحت کی تو وہ متاسفانہ نظروں سے انس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اتنا خوب صورت لان ہے ہمارا۔ تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟"

"میں اور کچھ نہیں کروں گا سوائے انگوٹھی پہنانے کے۔" اس کے انداز پر معید مسکرا دیا تھا۔

"تو ٹھیک ہے۔ باقی سب میں سنبھال لوں گا۔" اس نے انس کی ٹینشن دور کرنا چاہی تھی۔ ضحیٰ اس کے پرسکون چہرے کو ایک نظر دیکھ کر کپ ٹرے میں رکھنے لگی۔

"اور والد صاحب کو کون سمجھائے گا؟" وہ جس قدر اٹل پن دکھا رہا تھا۔ اندر سے اتنا ہی مضطرب بھی تھا۔

"وہ کچھ نہیں کہیں گے۔ میں ان سے بھی بات کرلوں گا۔" معید اسے تسلی دیتے ہوئے اٹھ گیا۔

"ہنہ جیسے سب اس کی مٹھی میں بند ہیں۔ جب چاہے جیسی چاہے بات منوا لیتا ہے۔" ضحیٰ نے سر جھٹکا تھا۔

"صبا کہاں ہے؟" معید نے پوچھا تو جواب عماد نے دیا۔

"صبا اور حمزہ ہماری طرف ہیں۔ کل شام تک واپس چھوڑ جاؤں گا۔ امی کو ڈرائنگ روم کی سیٹنگ وغیرہ چینج کرنا تھی اسی کے لیے بلوایا ہے۔"

"ابھی میں جا کر شاور لوں گا۔ دس منٹ کے بعد چائے میرے کمرے میں دے جانا۔" اب کی بار اس نے یہ حکم ضحیٰ کے لیے جاری کیا تھا۔ جو باقی سب کو تو نہیں مگر ضحیٰ کو بہت محسوس ہوا تھا۔

"یہیں آجاؤ نا گپ شپ رہے گی۔" عماد نے آفر کی تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

"رات کو سٹنگ ہوگی یار ابھی بہت تھکا ہوا ہوں۔"

"ہاں جی کچہری انہی کے سر پر تو چل رہی ہے۔" کچن کی طرف بڑھتی ضحیٰ جل کر بس سوچ ہی سکی تھی۔

تائی جان کچن ہی میں تھیں اسے دوبارہ چائے کے لیے پانی چڑھاتے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"اب کس کے لیے بنا رہی ہو؟"

"معید کے لیے۔" اس نے مختصراً کہا تو وہ بولیں۔

"ساتھ میں کچھ کھانے کے لیے بھی دے دینا۔ فریج میں کیک بھی رکھا ہے۔"

"انہوں نے صرف چائے کا کہا ہے۔" ضحیٰ کو یہ فاضل ڈیوٹی بالکل نہیں بھائی تھی۔

"پھر بھی تھکا ہوا آیا ہے ہوسکتا ہے اسے بھوک لگی ہو۔" تائی جان نے کہا۔ تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"تائی جان! آپ تو بالکل کسی ننھے بچے کی طرح اس کا خیال رکھتی ہیں۔"

معید کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ شفقت سے چمکنے لگا۔

"میرے لیے تو وہ آج بھی ننھا سا بچہ ہی ہے۔ چھے سال کا تھا جب ماں باپ کے سائے سے محروم ہونے کے بعد میری گود میں آیا تھا۔ ڈرا سہما چھپ چھپ کر روتا ہوا۔ مہینوں لگے تھے مجھے اسے اپنا بنانے میں اور پھر میں نے اسے اتنی محبت دی کہ انس کے مقابل لا کھڑا کیا۔ آج دیکھ لو معید کے معاملے میں کوئی بھی مجھ پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ انس میں ہزار خامیاں ڈھونڈ لو۔" ان کے لب و لہجے سے پیار ہی پیار جھلک رہا تھا۔

"یہ تو واقعی ماننے والی بات ہے۔ لوگ تو اتنی محبت اور توجہ اپنی اولاد کو نہیں دیتے جیسی آپ نے اپنی نند کی اولاد کو دی

ہے۔" ضحیٰ نے قہوے میں دودھ ڈالتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو وہ سادگی سے بولیں۔

"میں نے اسے ہمیشہ اپنی سگی اولاد ہی سمجھا ہے۔ مجھے کبھی انس اور معید میں کوئی فرق لگا ہی نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ وہ انس سے بڑھ کر میرا خیال کرتا ہے۔ فرمانبرداری میں اپنی مثال آپ ہے۔"

ضحیٰ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے مگ میں چائے انڈیلنے لگی۔

واقعی معید کی فرمانبرداری اور سمجھداری کے سبھی معترف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سب اس کی ہر بات نہایت آسانی اور سہولت سے مان لیتے تھے اور تایا جان تو چلتے بھی بھانجے کے مشورے سے تھے۔ اس کے برعکس انس کی طبیعت میں حد درجہ جذباتیت اور قدرے ہٹیلا پن تھا۔ جسے تایا جان کی گرج چمک کے بعد صرف معید ہی سکون سے ہینڈل کرسکتا تھا۔ کوئی بھی بات وہ بہت آسانی سے منوا لیتا تھا۔ اسی خوبی کی بنا پر عماد اسے انس کا ریموٹ کنٹرول کہتا تھا۔ خود انس بھی اپنی خامیوں اور معید کی خوبیوں کا اعتراف کھلے دل سے کرتا تھا۔ نہ تو کبھی کسی نے معید کی ان خوبیوں سے جلن محسوس کی تھی اور نہ ہی حسد سوائے ضحیٰ میر کے۔

اس نے جب بھی معید سے کسی معاملے میں مدد طلب کی تھی مایوسی ہی پائی تھی۔ ایک بار کالج ٹرپ کے ساتھ تین روز کے لیے شمالی علاقہ جات کی طرف جانے کی اجازت نہ ملنے پر اس نے سب کی طرح بڑے مان کے ساتھ شاید پہلی بار معید سے مدد طلب کی تو اس نے چچا جان سے بھی زیادہ خشکی سے انکار کر دیا۔ بلکہ ساتھ ہی آدھے گھنٹے کا ایک سیر حاصل لیکچر بھی دیا جس میں تعلیم کی افادیت اور تفریح کے مضر اثرات پر جی بھر کر روشنی ڈالی گئی تھی۔ تب پہلی بار معید کی طرف سے اس کا دل کھٹا ہوا تھا۔ یہی معید جب انس اور وجدان کو اس طرح کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وکیل بن کر اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اس کی دوستوں نے واپسی پر وہاں بنائی تصویریں دکھائیں تو مسحور کن نظاروں نے پھر سے اس کا دل دکھی کر دیا۔

دوسری بار اس کی بیسٹ فرینڈ کے بھائی کی مہندی کی تقریب میں جانے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے پہلے کہ گھر میں کسی سے اجازت مانگنے کی نوبت پیش آتی سب سے پہلے معید ہی نے اعتراض جڑ دیا تھا۔

"لڑکی کی مہندی ہوتی تو تمہارا جانا بنتا تھا۔ یہ تو خالصتاً لڑکوں کی تقریب ہے وہی مہندی وغیرہ نکالیں گے۔ تم انجان لوگوں میں جا کے کیا کرو گی وہ بھی اتنی دور وغیرہ وغیرہ۔"

اس کے یہ اعتراضات سب کو بہت معقول لگے تھے۔ سو ضحیٰ کو وہاں بھی جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ تب سے ضحیٰ نے معید سے مدد مانگنا تو ایک طرف بلاوجہ بات کرنا بھی ترک کر دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہر ایک کی مدد کرسکتا تھا سوائے اس کے اور وہ معید حسن کا کوئی بھی احسان نہ لے کر بہت خوش تھی۔

چائے کا مگ لیے وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے دیکھ کر بستر پر آڑا ترچھا نیم دراز وہ اٹھ بیٹھا۔ شاور لینے کے بعد اب یقیناً اس پر نیند کا غلبہ طاری ہونے لگا تھا۔

"چائے کا ایک کپ کتنی دیر میں بن جاتا ہے؟" مگ تھامتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

"یہی کوئی پانچ منٹ میں۔" اس کی زبان پھسل گئی۔

"اور میں پچھلے بیس منٹ سے ویٹ کر رہا ہوں۔" جتانے والے انداز میں کہہ کر وہ چائے کا گھونٹ بھرنے لگا۔

"ہنہ نواب زادہ کہیں کا۔" ضحیٰ اسے ہلکا سا گھور کر پلٹ گئی۔

"آئندہ میرے لیے چائے بناؤ تو چینی صرف ایک چمچ ڈالنا۔" اطلاع دی گئی۔ وہ تنک کر پلٹی تھی۔

"نہ تو یہ میری ڈیوٹی ہے اور نہ ہی آئندہ میں آپ کی باورچن کے عہدے پر تفویض ہونے والی ہوں۔" اس کے

غصے پر وہ حیران سا اسے دیکھنے لگا۔

"لڑکیوں کا اور کیا کام ہوتا ہے؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں نیند کی ہلکی سی سرخی دیکھ کر ضحی کو خیال آیا کل رات جب وہ اور صبا مووی دیکھ کر اٹھیں تو واپسی پر اس نے معید کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی تھی۔ یعنی وہ رات گئے تک کوئی کیس اسٹڈی کرتا رہا تھا۔ اسی لیے اب نیند کے حصار میں تھا۔ صبح اٹھتا بھی تو جلدی تھا۔

"ساری دنیا کا بوجھ تو جیسے لڑکوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے نا۔" وہ کلس کر بولی تھی۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے یوں پٹاخ سے جواب مت دیا کرو۔" وہ ناگواری سے بولا تو وہ تپ گئی۔

"میں ایسی ہی ہوں اور کسی کے کہنے سے بدل نہیں جاؤں گی۔" چیخ کر کہتے ہوئے وہ پھر اس کے کمرے میں رکی نہیں تھی۔ لاکھ اس سے چڑتی تھی مگر معید کا سنجیدہ اور لیے دیے رہنے والا انداز کافی رعب بھی رکھتا تھا۔

"بے وقوف۔" معید نے سر جھٹک کر مگ ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔

☆☆.....☆☆

"میر ہاؤس" میں یوں تو دو پورشنز تھے مگر کھانا ناشتا ایک ہی جگہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گھر میں خدا کی رحمت اور آپس میں محبت بے پناہ تھی۔

اگلے روز شام کو عماد نہ صرف صبا اور حمرہ بلکہ مریم پھپھو کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ ضحی نے سکھ کی سانس لی۔

"اور بھئی برخوردار۔ کیا انتظامات کیے ہیں آپ نے؟" کھانے کے بعد چائے سے فارغ ہو کر تایا جان کا رُوئے سخن انس کی طرف ہوا جو عماد کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

"وہ ابو جی بس سب سمجھیں ہو ہی گیا ہے۔" وہ گڑبڑایا تو ضحی نے محظوظ ہوتے ہوئے ساتھ بیٹھی صبا کے پاؤں پر پاؤں مارتے ہوئے اسے بھی گویا تماشا دیکھنے کی دعوت دی تھی۔

"وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہو گیا ہے؟" تایا جان نے اکلوتی اولاد زرینہ کو کھلایا سونے کا نوالہ مگر دیکھا ہمیشہ شیر کی نظر سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر وقت لاپروائی اور لاابالی پن دکھانے والے انس کی زبان ان کے سامنے تالو سے چمٹ جاتی تھی۔

"جی وہ تم بتاؤ نا معید۔ کچھ سمجھ میں نہ آتے دیکھ کر اس نے جس طرح سے معید کو اس معاملے میں گھسیٹا تھا اس پر سب ہنسنے لگے۔

"میں نے کہا بھی تھا کہ یہ نالائق ابھی اس ذمہ داری کے لائق نہیں ہے مگر ہر ماں کی طرح آپ کو اس کی شادی کا شوق چرا رہا ہے۔" وہ تائی جان سے کہہ رہے تھے۔ سب کے درمیان اپنی عزت افزائی پر انس نے خجل ہو کر معید کو گھورا۔ بات سنبھالنے کا اشارہ بھی کیا مگر شاید وہ بھی اس کی حالت سے حظ اٹھانے کے موڈ میں تھا ان دیکھی کر گیا۔

"آپ کے ساتھ بزنس تو سنبھالنے لگا ہے اور کیا ہوتا ہے لائق ہونا۔" تائی جان نے انس کی حمایت کی تو چچی جان کو بھی اس کے لٹکے ہوئے چہرے پر ترس آ گیا۔

"اچھا ہے بھائی صاحب گھر میں کوئی رونق ہو گی۔ کافی عرصے سے کوئی بڑی تقریب نہیں ہوئی ہے۔"

"واقعی دادا جان کے چالیسویں کے بعد سے اب تک کوئی بڑی تقریب نہیں ہوئی ہے۔" ضحی نے صبا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا تو اس کی گپ بازی پر صبا کو بہت زوروں کی ہنسی آئی مگر فوراً ہی معید کو خشمگیں نگاہوں سے ضحی کو دیکھتے پا کر وہ سٹپٹا گئی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ بھی ضحی کی خیال آرائی سے پوری طرح مستفید ہو چکا ہے۔ خود ضحی بھی خفیف سی ہو گئی تھی۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ اپنے گھر میں رونق ہونی چاہیے۔ یہ کیا فضول سی رسم چل نکلی ہے کہ میرج ہال میں جا کر منگنی شادی کر آئے اپنی خوشیاں اپنے ہی گھروں میں منانی چاہئیں نہ کہ دوسروں کے ہاں جا کر۔ یہی تو خوب صورت یادیں ہوتی ہیں اپنے در و دیوار سے وابستہ۔" وہ بہت خوب صورتی سے اپنا نکتہ نظر پیش کر رہے تھے۔ جس سے سبھی متاثر ہوئے تو انس منمنا کر بولا

"ابو جی! میں نے کب انکار کیا ہے۔"

"آپ بے فکر رہیں بڑے ماموں! میں نے اوپری کام نمٹا دیے ہیں ارینجمنٹ بھی بہت اچھا ہو گا اور مینیو بھی۔" معید کو انس کی شکل پر ترس آ گیا تھا اور واقعی آج نہ صرف اس نے لائٹنگ والے بلکہ ہر ضروری کام سے متعلقہ شخص کو ہفتے کے روز کے لیے ہائر کر لیا تھا تاکہ اتوار کو منگنی والے روز لان کی ارینجمنٹ اپنی حتمی شکل میں ہو۔ تایا جان نے مطمئن ہو کر سر ہلایا تو انس کی سانسیں آسان ہوئی تھیں۔

تایا جان اور چچا جان کے جانے کے بعد مریم پھپھو نے انہیں آفر کی تھی۔

"تم لوگ پھر کل شاپنگ کے لیے چل رہی ہو نا؟"

صبا نے فوراً نفی میں اور ضحی اور حمرہ نے اثبات میں سر ہلایا تو انہیں تعجب ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟"

"تمہیں کیا تکلیف ہے۔ اکلوتے بھائی کی منگنی کی شاپنگ نہیں کرنی ہے کیا؟" ضحی نے اسے گھورا تھا۔

"جون کی تپتی دوپہروں میں مجھے سڑنے کا کوئی شوق نہیں۔ ابھی تمہارے برتھ ڈے پر جو سوٹ سلوایا ہے وہ بالکل نیا ہے میں وہی پہن لوں گی۔" اس نے بیٹھے بیٹھے ہی پروگرام بنا لیا تھا۔

"سبحان اللہ یہ خیالات ہیں دولہا کی بہن کے۔" ضحی نے تو سر ہی پیٹ لیا تھا۔ جس قدر وہ شاپنگ اور بلے گلے کی شوقین تھی صبا اسی قدر ان دونوں دلچسپیوں سے الرجک تھی۔

"دولہا نہیں منگیتر۔" عماد نے ٹوکا تھا۔

"دولہا بھی بن ہی جاؤں گا۔" انس کے حوصلے بلند تھے۔

"ہاں کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔" عماد نے آہ بھری۔

"میں جی ہی لوں گا۔" انس نے اسے تسلی دی تھی۔

"انس بھائی! آپ منگنی والے روز کیا پہن رہے ہیں؟" ضحی کا روئے سخن انس کی طرف ہوا تو وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"کپڑے پہن رہا ہوں اور کیا....."

"اوفوہ میرا مطلب ہے کہ کیسے کپڑے بنوا رہے ہیں فنکشن کے لیے۔" وہ جھنجلا گئی تھی۔

"یہ سوچنے کے لیے ہم نے دو عدد خادم رکھے ہوئے ہیں۔" انس نے شاہانہ انداز میں کہتے ہوئے معید اور عماد کی طرف اشارہ کیا تھا۔ "خادم نمبر ایک پہلے تم بتاؤ تم نے ہماری ڈریسنگ کے لیے کیا سوچا ہے؟" اشارہ عماد کی طرف تھا جو پہلے ہی اس کے انداز پر تلملا رہا تھا۔ سکون سے بولا۔

"ویری یونیک سر۔ دھوتی کرتا پیروں میں کھسے۔ ایک ہاتھ میں حقہ اب یہ آپ پر انحصار کرتا ہے کہ کھسہ سادہ پسند کریں گے یا تلے والا۔" سب کے ہنسنے پر انس خفیف سا ہو کر عماد کو گھورنے لگا۔

"پتا نہیں یہ لوگ کب سنجیدہ ہوں گے۔" چچی جان سخت ناامید تھیں۔

"سب سے معقول میں ہوں۔" حمرہ نے تفاخر سے کہا تو صبا نے اسے گھور کر دیکھا۔
"جی ہاں اگر منہ بند ہی رکھو تو۔"
"انس! اب تم تو کچھ سمجھدار ہو ہی جاؤ۔ کہیں مجھے اپنی سسرال میں بھی شرمندہ نہ کروا دینا۔ تمہارے ابو تو پہلے ہی اس منگنی کو میری جلد بازی قرار دے رہے ہیں۔" تائی جان اس پہلی پہلی ذمہ داری سے کافی گھبرا رہی تھیں۔
"کم از کم اس منگنی کے لیے تو میں دل و جان سے سنجیدہ ہوں امی حضور۔ آپ بسم اللہ کیجیے۔" بھرپور تسلی دی تو عماد نے برجستہ کہا۔
"بالکل بڑی مامی! چھری عین گردن پر پھیریے گا۔" مریم پھپھو نے بیٹے کو گھورتے ہوئے تائی جان کو تسلی دی تھی۔
"کوئی جلد بازی نہیں ہے بڑی بھابی۔ یہی اصل عمر ہے شادی کی۔"
"بس دوسروں کو ہی مشورے دیتی رہیں گی۔ خود کے بیٹے کی عمر بیتی جا رہی ہے اس کا کچھ خیال نہیں۔" عماد نے متاسفانہ انداز میں کہا تو ان سب کو ہنسی آ گئی۔
"تمہاری شادی کا تو میں ابھی نام بھی نہیں لینے والی سخت غیر ذمہ دار قسم کے انسان ہو تم اور مجھے کسی بے چاری کی بددعائیں سمیٹنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" انہوں نے صفاچٹ انداز میں کہا تو وہ منہ بسور کر بولا۔
"کوئی ذمہ داری ڈالیں گی تو ہی یہ غیر ذمہ داری ختم ہو گی نا۔"
"اس کی اکٹھی ہی چار کر دیں۔ زیادہ ذمہ داریاں ہوں گی تو ذمہ داری کا احساس بھی زیادہ ہو گا۔" انس کا مشورہ عماد کو بے حد پسند آیا۔ جبھی باقاعدہ کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا گیا تھا۔
"اس فیور کا بہت شکریہ۔"
"یہ لوگ صرف مسخرہ پن ہی دکھا سکتے ہیں اور کچھ نہیں آتا انہیں۔" تائی جان زچ آ گئی تھیں۔
ان دنوں انہیں انس کی غیر سنجیدگی بری طرح کھٹک رہی تھی۔ بالکل انجان لوگوں میں رشتہ طے ہو رہا تھا۔ اب کیا پتا کون کیسی طبیعت کا مالک ہو اور ادھر سب ایک سے بڑھ کر ایک شگوفہ تھے۔ بنا سوچے سمجھے بولنے والے حد تو یہ تھی کہ بولنے کے بعد بھی سوچنے کی زحمت نہیں کرتے تھے کہ کہا کیا ہے۔
"ذرا اس کی شادی ہو لینے دیں بڑی مامی۔ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" معید نے انہیں تسلی دی تھی۔ جس کا انس نے سختی سے نوٹس لیا۔
"میرا بھی کچھ خیال کرو۔ میں بھی ٹھیک ہونا چاہتا ہوں۔" عماد کی دہائی نے سب کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔
"انس بھائی کی شادی والے روز آپ بھی اپنے لیے کوئی لڑکی پسند کر لیجیے گا۔" حمرہ نے آئیڈیا پیش کیا۔ عماد نے توصیفی انداز میں اس کا شانہ تھپکا مگر انس نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔
"ابھی تو یہ اس گھر کی پہلی خوشی ہے۔ خیر سے نمٹ جائے تو پھر باقی سب کا بھی جلد ہی کوئی بندوبست کریں گے۔" مریم پھپھو نے کہا تو عماد لقمہ دینا نہ بھولا۔
"اگر یہ تجربہ کامیاب ہو گیا تو۔"
مریم پھپھو کا جھانپڑ اس کے شانے پر پڑا تھا۔
"یہاں کون سے میزائل تیار ہو رہے ہیں۔"
"بہو کو آ لینے دیں وہ بھی تیار ہونے لگیں گے۔" وہ اپنا شانہ سہلاتا ان کی پہنچ سے دور کھسکا تھا۔
"زبان دیکھو ان کی ذرا۔ مجال ہے جو معید کا سایہ بھی پڑا ہو ان پر۔" وہ چڑ کر بولیں تو انس نے انکشاف کیا۔

"یہ صرف گھنا اور مسینا ہے۔"

"تم لوگوں کی بک بک سے تو اچھا ہے نا۔ کبھی جو کسی کو کوئی شکایت کا موقع دیا ہو۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھیں۔

"اپنا یار جو ہوا۔" عماد نے اس کا شانہ تھپک کر اس قدر تفاخر سے کہا جیسے اس کی تمام خوبیاں اسی کی مرہون منت ہوں۔ مریم پھپھو تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔ پھر ان کو سمجھانا عبث جان کر صحن سے مخاطب ہوئیں۔

"چلو تم لوگ چل کے دیکھو کس کس چیز کی ضرورت ہے تاکہ ابھی لسٹ بنالی جائے نگین کے لیے بھی تو شاپنگ کرنی ہے۔"

میدان خالی پاتے ہی انس نے عماد کا گھیراؤ کیا تھا۔

"آج کل تم کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو؟ میں نے تمہیں میکڈونلڈز سے نکلتے دیکھا ہے۔"

"میکڈونلڈز جانا جرائم میں کب سے شمار ہونے لگا ہے؟" اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"جب سے تم نے پری وشوں کے ساتھ گھومنا شروع کیا ہے۔" معید نے ٹکڑا لگا کر واضح کیا کہ وہ بھی صورت حال سے اچھی طرح واقف ہے۔

"اب بتاؤ گے یا مریم پھپھو سے پوچھنا پڑے گا۔" انس واضح طور پر دھمکا رہا تھا۔ جب تک یہ لوگ شارجہ میں رہے تھے وہاں کے ماحول کو دیکھتے ہوئے مریم پھپھو نے عماد کو کبھی لڑکیوں سے دوستی کرنے سے نہیں روکا تھا مگر پاکستان سیٹل ہونے کے بعد تو وہ اس کی کڑی نگرانی کرنے لگی تھیں۔

"کیا بکواس ہے یار۔ آدمی کا کچھ پرسنل بھی ہوتا ہے۔"

"مگر آدمی جب اپنے پرسنلز کو خود ہی بغل میں لیے پھرتا رہے تو پھر کچھ بھی پرسنل نہیں رہتا۔" معید نے رسانیت سے جتایا تو وہ شرم دلانے والے انداز میں بولا۔

"ویسے معید! تجھے میں اتنا خبیث نہیں سمجھتا تھا۔ انس کی صحبت کافی برا اثر ڈال گئی ہے تجھ پر۔"

معید ہی نہیں بلکہ بہت ڈھٹائی کے ساتھ انس نے بھی قہقہہ لگایا تھا۔

"شرم کرو تم لوگ۔ دوست ہے وہ میری۔" وہ چڑ گیا تھا۔

"اگر سنجیدہ ہو تو شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ یوں لیے لیے پھرنے کا کیا مقصد ہے؟" معید کو اس طرح کے چکر پسند نہیں تھے سو سیدھا سادہ سا مشورہ دیا۔

"ابھی سے شادی؟ ابھی تو ہم دونوں ایک دوسرے کو ٹھیک سے جانتے بھی نہیں ہیں۔" وہ ہنسا تھا۔

"یہ کیا لاجک ہے؟ اگر ابھی سے ایک دوسرے کو جان سمجھ لو گے تو شادی کے بعد کیا کرو گے؟" معید کو تعجب ہوا تھا۔

"میری جان پہلے سے جانچ پرکھ ہوگی تبھی ہیپی لائف گزرے گی نا۔" وہ مطمئن تھا۔

"اور فرض کرو اس لڑکی سے تمہاری ذہنی مطابقت نہ ہوئی تو؟"

"تو پھر گڈ بائے۔" وہ ہنوز اسی طمانیت ولاپروائی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"اس ذہنی مطابقت کے چکر میں تم کتنی لڑکیوں کو ریجیکٹ کرو گے؟ اس سے تو بہتر ہے کہ آرام سے ایک لڑکی کے ساتھ شادی کر لو۔" معید کو اس کے انداز فکر نے کوفت میں مبتلا کیا تھا۔

"خوامخواہ ہی ایک انجان لڑکی کو گھر لے آؤں۔ بھئی پہلے ایک دوسرے سے جان پہچان ہونی چاہیے۔" عماد نے کہا

تھا۔

"بکواس ہے یہ سب۔" معید نے سر جھٹکا تھا۔ پھر اسے قائل کرنے والے انداز میں بولا۔ "ضروری نہیں ہے کہ جانچ پرکھ کے بعد ہی لڑکی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔ محبت کے ساتھ ایک انجان لڑکی کو بھی اپنی ذہنی سطح تک لایا جاسکتا ہے۔"

"اتنا ٹائم کون ضائع کرے۔" وہ ہنسا تھا۔

"اور یہ جو اتنے دنوں تک ایک لڑکی پر اپنے جذبات لٹاتے ہو۔ اس کے ساتھ اپنی فیلنگز شیئر کرتے ہو یہ سب ویسٹ آف ٹائم نہیں ہے کیا؟"

"یونہی ایک روز مجھے اپنی فرسٹ لیڈی مل جائے گی۔" وہ اطمینان سے بولا تو انس کو ہنسی آگئی۔

"وہ فرسٹ لیڈی کہاں سے ہوگی۔ اس کا تو پتا نہیں کیا نمبر ہوگا بے چاری کا۔"

"اینی ویز عماد۔ یو آر ٹوٹلی رانگ۔ ہمارے ہاں تو یہ صورت حال نہیں ہے۔ اب انس ہی کو دیکھ لو۔ صرف تصویر ہی دیکھی ہے اس نے اور منگنی کروا رہا ہے۔ تم کیوں اتنے لمبے چکروں میں پڑ رہے ہو؟"

"اپنی اپنی فطرت کی بات ہے یار۔" انس نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا تھا۔ پھر مزے سے بولا۔ "میں بھی اپنی منگیتر کو فون کیا کروں گا۔"

"وہ دوسرا معاملہ ہے۔ یہ تو ہر لڑکی کو چیک کرتا پھر رہا ہے۔ یوں تو ذہنی مطابقت نہیں ہوتی نا۔" معید اسے سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"تو پھر کیسے ہوتی ہے؟" عماد نے زچ آکر پوچھا تھا۔

"باہمی رشتے میں بندھنے کے بعد ایک دوسرے پر اعتماد اور محبت کے سہارے جب آپ کی محبت' آپ کا خیال' دوسرے کے دل و دماغ پر حاوی ہو جائے تو پھر ذہنی مطابقت ہوتے دیر نہیں لگتی۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"کیا تم محبت کی شادی نہیں کرو گے؟" عماد نے پوچھا تو وہ لحظہ بھر کے توقف کے بعد سنجیدگی سے بولا۔

"محبت کی شادی چاہے نہ کروں مگر جس سے شادی کروں گا اس سے محبت ضرور کروں گا۔"

"کیونکہ تمہارے پاس اور کوئی چوائس ہی نہیں ہوگی۔ یہ تو سراسر مجبوری کا سودا ہوا نا۔" وہ بحث کرنے لگا۔

"مجبوری کیوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہونا ہی پائیدار محبت کی بنیاد ہے۔"

"اور اگر تم دونوں میں ذہنی مطابقت نہ ہوئی تو؟" انس کو اس بحث میں لطف آرہا تھا۔ کہنی کے نیچے کشن رکھتے ہوئے وہ دلچسپی سے معید کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تو....." اس نے گہری سانس اندر کھینچی تھی۔ پھر مسکرا دیا۔ "لگن ہونی چاہیے' ارادے میں پختگی ہونی چاہیے' ہر شے آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو سکتی ہے۔ انسان تو پھر اثر پذیر مخلوق ہے اسے اپنے قالب میں ڈھالتے کتنی دیر لگتی ہے۔"

"اچھی تھیوری ہے مگر اس کے لیے بہت صبر و برداشت چاہیے جو کہ صرف تم ہی کر سکتے ہو۔" اب کی بار عماد نے بھی اسے سراہا تھا۔

"تم اپنے افکار مت بدلنا۔" معید نے اسے گھورا تو وہ بڑے انداز سے بولا۔

"ہم تو آزاد فضاؤں کے پنچھی ہیں۔ ابھی کوئی ایسا پنجرہ ہی نہیں بنا جو ہمیں قید کر سکے۔"

"جس روز پھپھو کو بتا دیا نا۔ اس روز تمہارے پر کترنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ انہیں خود ہی جھڑ جانا ہے۔" انس کی دھمکی پر معید بھی ہنس دیا تھا۔ عماد ان دونوں کو گھور کر رہ گیا۔

☆☆.....☆☆

شانوں پر لہراتے خوب صورت شہد رنگ بالوں' سیندور ملے دودھ جیسی رنگت اور حسین شربتی آنکھوں کے سنگ' بے باک انداز لیے وہ محفل کی جان بنی ہوئی تھی مگر خود اس کی تمام تر توجہ کچھ دور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے شخص پر مرکوز تھی۔

بلیک سوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے' دوسرے میں مشروب کا گلاس تھامے' باتوں میں مصروف اس شخص کا سائیڈ پوز بہت جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ سب ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔ اس لیے کوئی نہ کوئی درمیان میں آجاتا تو لحظہ بھر کو وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا ورنہ اب تک شاید وہ اسے پہچان چکی ہوتی۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ اپنے گروپ سے معذرت کرتی دل میں تجسس لیے اس طرف بڑھی جہاں اس شخص کو دیکھا تھا مگر ٹھٹک کر رکنا پڑا۔ کیونکہ اب وہ وہاں پر نہیں تھا۔ وہ مایوسی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"کس کو ڈھونڈ رہی ہو؟" سعد نے قریب آکر پوچھا۔ اسی نے یہ بزنس پارٹی ارینج کی تھی مگر جہاں کی فضا کاروباری سے زیادہ دوستانہ تھی۔

"کسی کو بھی نہیں۔" وہ مسکرا دی۔

"پارٹی کیسی جا رہی ہے؟" وہ اچھے میزبانوں کی طرح پوچھ رہا تھا۔ وہ دلکشی سے مسکرا دی۔

"بہت زبردست ارینجمنٹ ہے۔" وہ توصیفی انداز میں بولی مگر اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی اسی وقت اسے وہی شخص کارنر والی ٹیبل کے پاس دکھائی دیا تھا۔

"ایکسکیوزمی سعد' میں ابھی آتی ہوں۔" وہ بہ عجلت کہتی ہوئی چلی گئی تو وہ حیران سا اپنے دوستوں کی طرف بڑھ گیا۔

اس خوش لباس و خوبرو شخص کے قریب جانے تک وہ بہت اچھی طرح پہچان چکی تھی۔

"ہیلو ڈیشنگ مین۔ کیا تم میرے نئے ایڈ میں کام کرنا پسند کرو گے؟" دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے بہت شستہ انگریزی میں کہا تو وہ چونک کر پلٹا۔ اس شخص کی آنکھوں میں اترتی حیرت پر فوراً ہی بے یقینی غالب آگئی تھی۔

"آئی ڈونٹ بلیو دس۔ ژالے آفریدی کیا یہ واقعی تم ہو؟" وہ بے پناہ تحیر میں مبتلا تھا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسی تو کئی گردنیں ان کی طرف مڑ گئیں۔

"دیکھ لو دے دیا نا سرپرائز۔" وہ اس کی حیرت سے حظ اٹھاتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بے تکلفی سے بولی۔

"میں تو سمجھی تھی شاید مجھے ابھی تمہارے سامنے اپنا وزیٹنگ کارڈ پیش کرنا پڑے گا۔ تب تم مجھے پہچانو گے۔"

نوفل نے گرم جوشی کے ساتھ اس کا مخروطی ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما تھا۔ پھر اسے ایک کرسی پیش کرتے ہوئے خود اس کے مقابل براجمان ہوتے ہوئے استعجاب سے پوچھنے لگا تھا۔

"تم پاکستان کب آئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مجھے خبر کیوں نہیں کی؟"

"اف....." وہ اپنے شہد رنگ خوب صورت بالوں کو شانوں سے پیچھے جھٹکتے ہوئے دلکشی سے ہنس دی تھی۔

"آہستہ اب میں یہیں ہوں اور کہیں بھی نہیں جانے والی۔"

نوفل حیران ہوا تھا۔

"یعنی مستقل طور پر یہاں آگئی ہو۔"

"میں باقاعدہ پلان کر کے نہیں آئی۔ تمہیں تو پتا ہے نا ڈیڈی کی ضد کا۔ ایک ہی رٹ تھی کہ سب کچھ وائنڈ اپ کر کے پاکستان چلا جائے۔ بس مجھی کو ہار ماننا پڑی تین ماہ ہو رہے ہیں مجھے یہاں آئے ہوئے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی ویٹر کو روک کر ٹرے میں سے گولڈ ڈرنک کے دو گلاس اٹھا کر ایک ژالے کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔

"اور ان تین ماہ میں تمہیں ایک بار بھی اتنی شرم نہیں آئی کہ مجھ سے ہی کنٹیکٹ کر لیتیں۔"

"بائی گاڈ نوفل' امریکہ جیسے ملک اور نیویارک جیسے شہر کو چھوڑ کر یہاں سیٹل ہونا میرے لیے ایک خوف ناک خواب جیسا ہے۔ ابھی تک میں ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی۔ کئی بار میں نے واپس بھاگ جانے کا سوچا مگر تم جانتے ہو نا کہ میں ڈیڈی سے کتنی محبت کرتی ہوں۔" وہ بے بسی سے کہہ رہی تھی۔ پھر اسے شرمندہ کرنے والے انداز میں بولی۔

"اور تم..... تم نے پچھلے چار سالوں میں کتنا رابطہ رکھا ہے ہم سے چند ایک کارڈز اور ای میلز وہ بھی بھولے بھٹکے۔"

"چلو مان لیا کہ غلطی ہم دونوں کی تھی۔ تم یہ بتاؤ فریڈ' ڈینیل' جوزف شیری' جینی اور خاص طور پر اس بھگوڑے کی خبر سناؤ۔ کوئی اتہ پتا ملا کہ نہیں؟" وہ بہت دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔ وہ بجھ سی گئی۔

"وہ واقعی بھگوڑا نکلا نوفل۔ اس کے بعد پلٹا ہی نہیں۔ بالکل تمہاری طرح دوستوں سے کوئی کنٹیکٹ نہیں رکھا۔ حالانکہ وہ سب تمہیں اتنا یاد کرتے ہیں۔" اس کے شکوے پر وہ قدرے توقف کے بعد مدھم لہجے میں بولا۔

"ابو کی ڈیتھ ہو گئی تھی ژالے۔"

"وہاٹ..... اوہ نو....." وہ پہلے بے یقینی اور پھر تاسف کا شکار ہونے لگی۔

"یہ کب ہوا؟"

"تین سال ہو چکے ہیں اب تو اور پچھلے سال امی پیرالائز ہو گئیں۔" وہ ہاتھ میں تھامے گلاس پر نظر جمائے آہستگی سے بتا رہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں اور چہرے سے مترشح دکھ اور تکلیف کے احساس نے ژالے کو اپنی جگہ فریز کر دیا تھا۔ کیا وہ نہیں جانتی تھی کہ نوفل احمد اپنے والدین سے کس قدر کلوز تھا۔

"یہ سب کیسے ہو گیا نوفل؟" وہ صدمے کا شکار تھی۔

"میں تو ابھی تک اس فیز سے نکل نہیں پایا۔ ان دونوں حادثوں نے تو مجھے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ اب بھی جتنا سنبھل پایا ہوں یہ فقط امی اور نگین ہی کی وجہ سے ہے ورنہ تو جینے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔" وہ ایک بہت اچھی دوست کو سامنے پا کر ایک عرصے کے بعد دل کا درد بیان کر رہا تھا۔ اس کی دلگرفتی نہ سہتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بے اختیار سسک اٹھی تھی۔

"اتنا کچھ سہہ گئے نوفل اور دوستوں کو کچھ بتایا بھی نہیں۔"

اسے یوں آزردہ خاطر دیکھ کر اور کچھ وقت اور ماحول کا خیال کرتے ہوئے وہ تیزی سے خود کو سنبھال گیا تھا۔

"جو تقدیر میں لکھا تھا وہ تو ہو چکا۔ جینا تو پڑتا ہے نا۔"

"شیئر کرنے سے دکھ کا احساس کم ہو جاتا ہے نوفل۔ اندر کی گھٹن اور ذہنی ٹینشن سے نجات مل جاتی ہے۔"

"کیا کروں' ابھی تک کسی سے کچھ شیئر کرنے کی عادت ہی نہیں پڑی۔" وہ قدرے بشاشت سے مسکرایا تاکہ موضوع گفتگو بدل سکے اور اس میں کامیاب بھی رہا تھا۔

"یعنی ابھی تک یونہی آزاد پھر رہے ہو؟" وہ سب کچھ بھول کر حیرانگی سے پوچھ رہی تھی۔

"دیکھ لو اتنا آسان شکار نہیں ہوں میں۔" وہ لاپروائی سے بولا تھا۔

"یو آر ٹوٹلی امپاسیبل نوفل۔" وہ حیران تھی اور بے یقین بھی کہ جس معاشرے میں وہ پلی بڑھی تھی۔ وہاں تو اتنی عمر میں ایک لڑکی جانے کن کن حدوں کو پھلانگ لیتی تھی اور ایک نوفل احمد تھا جسے ابھی ایک ہی لڑکی نہیں مل رہی تھی جو اسے پسند آسکتی۔

"بھئی اب تک کوئی اتنی اچھی لگی ہی نہیں کہ اپنی پوری زندگی اسے سونپ سکوں۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"آج بتا ہی دو نوفل احمد ایسا کیا ہوگا اس لڑکی میں جو جینی اور شیری میں نہیں تھا۔" وہ زچ آکر پوچھ رہی تھی۔ نوفل مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"اس کی آنکھیں شربتی اور بال شہد رنگ کے ہوں گے۔"

"یہ گلاس دیکھ رہے ہو نا۔ ضروری نہیں کہ زمین پر گر کر ہی ٹوٹے میں اسے تمہارے سر پر بھی توڑ سکتی ہوں۔" اس نے جواباً بڑے سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے گلاس کو ٹیبل پر گھمایا تو وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر تجسس بھرے انداز میں پوچھنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ شموئیل خان کا اثر اب بھی ختم نہیں ہوا؟"

"تم دیکھنا تو سہی میں دنیا کے آخری کونے تک اس کا پیچھا کروں گی۔" اس کا لہجہ اپنے ارادے ہی کی طرح مضبوط تھا۔

"وہی بزدل تھا اسی لیے تو پڑھائی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔"

"پڑھائی چھوڑ کر یا تمہیں چھوڑ کر؟" نوفل نے اسے چھیڑا تو وہ بڑے ناز سے مسکرا کر بولی۔

"مجھے تو وہ کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اسی لیے تو چھپتا پھرتا ہے۔" پھر اسے قدرے گھورتے ہوئے بولی۔

"تم بات کو گھما پھرا کر کہاں لے آئے ہو۔ ہم تمہاری آئیڈیل لڑکی کی بات کر رہے تھے۔"

"آئیڈیل وغیرہ کچھ نہیں یار۔ مجھے صرف خالص پن چاہیے۔ اس کے جذبوں میں، سوچوں میں، اس کے خوابوں میں۔ یعنی سب کچھ صرف میرے لیے ہو۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا تو چند لمحوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد گہری سانس لے کر وہ ہال میں موجود لوگوں پر نظر دوڑاتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں تم مشرقی مردوں کو کیا کمپلیکس ہے۔ عورت خود سے تو کچھ ہونی ہی نہیں چاہیے۔ اس کے حواس بلکہ سانسوں تک پر حکمرانی چاہتے ہو تم لوگ۔" اس کا لہجہ بہت سلگتا ہوا تھا اور یہ آنچ کہاں سے اٹھ رہی تھی۔ نوفل احمد اچھی طرح جانتا تھا۔ اسی لیے رسان سے بولا۔

"میں اتنا ظالم نہیں ہوں ژالے آفریدی کہ کسی عورت کی سانسوں پر حکمرانی کرنے کا سوچ بھی سکوں۔ ہاں مگر اپنی بیوی کے جذبات و احساسات پر ہر لحظہ ہر ثانیہ صرف اور صرف اپنا تسلط دیکھنا چاہتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اپنے مرد سے وفادار رہنا اپنی نسوانیت کی حفاظت کرنا کسی بھی عورت کے باکردار ہونے کی دلیل ہے اور یہی میری ڈیمانڈ ہے۔ عورتیں سبھی ایک جیسی ہوتی ہیں مگر جب بات کردار پر آتی ہے تو جینی، شیری اور مشرقی عورت میں بہت فرق آجاتا ہے۔"

"اور خود تم لوگ سارے جہان کی عورتوں سے دوستیاں نبھاتے پھرتے ہو مگر اپنی بیوی سات پردوں میں قید چاہیے ہوتی ہے۔" وہ اب بھی اسی جارحانہ موڈ میں تھی۔ جس کا محرک وہ جانتا تھا۔

"یہ تو باہمی رضامندی کا رشتہ ہے ژالے۔ یونہی تو کسی سے دوستی نہیں ہو جاتی اور جہاں تک بات ہے۔ سات

پردوں میں قید بیوی کی تو میرے نزدیک وہ مرد خوش قسمت ہوتا ہے جسے ایسی بیوی ملے۔ خود کو صرف اپنے شوہر کے لیے سمیٹ کر رکھنے والی۔ دوسرے مردوں کی نگاہوں سے محفوظ۔" وہ نرمی سے اپنا نقطہ نظر واضح کر رہا تھا۔

"تم بہت شدت پسند ہو۔ بالکل شموئیل کی طرح۔ وہ تو علی الاعلان خود کو شدت پسند ظاہر کرتا تھا جب کہ تم چھپاتے تھے مگر ہو دونوں بالکل ایک جیسے۔" وہ چڑ کر کہتے ہوئے طنز پر اتر آئی تھی۔ جیسے نوفل نے کافی حوصلے سے برداشت کر لیا۔ وہ جس معاشرے سے آئی تھی وہاں ایسی باتوں کو شدت پسندی ہی تصور کیا جاتا تھا۔

"او کے اب یہ فضول بحث بالکل ختم۔" نوفل نے مصالحانہ انداز میں ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی ڈھیلی پڑ گئی۔ پھر وہ پوچھنے لگا۔

"آج کل کیا کر رہی ہو؟"

"ایڈورٹائزنگ کمپنی چلا رہی ہوں۔" اس نے بتایا تو وہ ہنس دیا۔

"تبھی مجھے ایڈ کی آفر دی جا رہی تھی۔"

"وہ بہت سیریس آفر تھی۔ تم کسی بھی ماڈل سے زیادہ ہینڈسم ہو۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔ نوفل نے اسے چھیڑا۔

"شموئیل خان سے بھی زیادہ؟"

"میں نے صرف ماڈل کہا ہے۔" وہ فوراً جتانے والے انداز میں بولی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ کمپنی کیسی چل رہی ہے؟" نوفل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ بولی۔

"پہلے ہی سے بہت اچھی چل رہی تھی۔ مجھ سے پہلے میرا کزن اسے سنبھال رہا تھا۔ وہ جاپان چلا گیا تو ڈیڈی نے میرا انٹرسٹ دیکھ کر مجھے خرید دی۔"

"تمہارا یوں بھی ان کاموں میں کافی انٹرسٹ تھا۔ پھر کبھی ایکٹنگ نہیں کی ژالے؟" وہ پوچھ رہا تھا اور یہ سوال یونہی نہیں تھا بلکہ اس کا اچھا خاصا بیک گراؤنڈ تھا۔

فریڈ کالج کی ڈرامیٹک سوسائٹی کا پریذیڈنٹ تھا اور ژالے سیکریٹری تھی۔ اس سے پہلے ہمیشہ سے وہ لوگ شکسپیئر کو ایکٹ کرتے رہے تھے مگر اس بار نوفل کو عجیب سا خیال سوجھا تھا۔ اس نے شکسپیئر کو ریجیکٹ کر کے وارث شاہ کا نام ان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ سب وارث شاہ سے ناآشنا ہیر رانجھے کی داستان سے نابلد مگر نوفل نے دنوں میں سارا مواد حاصل کر کے ایک ڈرامے کی صورت صفحات پر بکھیر کر ان کے ہاتھوں میں تھما دیا تھا۔

"انگریزی میں ویسی چاشنی تو نہیں جیسی پنجابی میں ہے مگر میرا وعدہ ہے کہ ڈرامہ فلاپ نہیں ہوگا۔" نوفل نے ان سب کو تسلی دی تو خود میں سمٹا رہنے والا شموئیل خان بدک اٹھا۔

"خدا کا خوف کھاؤ نوفل۔ میرے باپ کو پتا چل گیا نا کہ میں ژالے آفریدی کا رانجھا بنا ہوا ہوں تو وہ فون پر ہی مجھے شوٹ کر دے گا۔"

مگر اس کی کسی نے ایک بھی نہیں سنی تھی۔

وہاں موجود پاکستانی بوتیکس سے اسپیشل آرڈر پر ہیر رانجھے کے ڈریسز بنوائے گئے۔ تمام کھپائی نوفل ہی نے برداشت کی تھی مگر ژالے بہت پرجوش تھی۔

"اب دیکھنا نوفل۔ یہ پراؤڈ خانزادہ کیسے میرے سحر میں گرفتار ہوتا ہے۔"

ڈرامہ اپنے مقررہ وقت پر پیش کیا گیا۔ بلا مغالطہ وہاں سینکڑوں لوگ موجود تھے۔ مغربی لہجہ مگر خالصتاً مشرقی

الفاظ۔
ژالے اور شموئیل ان کرداروں میں یوں ڈھلے کہ سبھی مبہوت رہ گئے۔ ان کے ڈریسز' ان کی ڈائیلاگ ڈیلیوری' کچھ بھی تو ڈرامہ نہیں لگ رہا تھا۔ تب ان سب نے کہا تھا کہ خانزادہ شموئیل خان نے ژالے آفریدی کی شربتی آنکھوں میں خودکشی کرلی ہے۔
ڈرامہ بے حد کامیاب رہا۔ ان سب کی ایکٹنگ بہت پسند کی گئی۔
ژالے خوش تھی۔ بے پناہ خوش۔
''وہ اسٹیج پر میرے سامنے مسمریز کھڑا تھا نوفل۔''
اور وہ پاگل خانزادہ' ژالے آفریدی سے بھاگتا پھرتا تھا اور شاید ابھی تک بھاگ رہا تھا۔ مگر ژالے پرسکون ہی رہی تھی۔ تب بھی جب شموئیل خان کسی کو اطلاع کیے بغیر ہی فائنل ٹرم سے پہلے وہاں سے بھاگ آیا۔
''کہاں تک بھاگے گا وہ۔ محبت سے بھلا کبھی کوئی بھاگ سکا ہے۔'' ژالے کے سکون نے نوفل کو حیران کیا تھا اور یہ کہانی اب تک ژالے کے یقین ہی کے بل بوتے پر چل رہی تھی۔
''آج ایک بات بتا ہی دو ژالے۔ تمہیں اس بھگوڑے میں کیا دکھائی دیا تھا؟'' نوفل کے دل میں منجمد سوال برسوں بعد پگھل ہی گیا تھا۔ وہ کچھ سوچ کر ہنسی پھر بولی۔
''تمہیں نہیں لگتا نوفل جیسے وہ ننھا سا سہما ہوا خرگوش ہو یا پھر گھبرایا ہوا میمنا۔''
''شاباش ہے تم پر ژالے آفریدی۔'' وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔ ''وہ اپنی مونچھ نیچی نہیں ہونے دیتا تھا اور تم یوں اس کی مردانگی کی توہین کررہی ہو۔''
''لڑکی سے ڈر کر بھاگنا کہاں کی مردانگی ہے؟'' اس نے ناک چڑھا کر ناگواری سے کہا تو نوفل نے تصحیح کی۔
''وہ تم سے نہیں اپنے باپ سے ڈر کر بھاگا ہوگا۔''
''جو بھی ہو مگر میں اسے بزدل ہی کہوں گی۔ وہ جان گیا تھا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں' پہلے وہاں مجھ سے چھپتا رہا' پھر بھاگ کر پاکستان آگیا۔'' وہ چاہے جتنی بھی لاپروائی سے کیوں نہیں کہہ رہی تھی مگر اس کے لب و لہجے سے مترشح آزردگی نوفل کو اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔
''چلو دیکھ لیں گے شموئیل خان کو بھی۔'' نوفل نے اسے تسلی دی۔ تو وہ دلکشی سے مسکرادی۔
''اسے تو میں ایسا دیکھوں گی کہ تم لوگ بھی دیکھتے رہ جاؤ گے۔''
''صحیح بھاگتا ہے وہ تم سے بولڈ لڑکی۔ جیسے تم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرتی ہو ویسے تو وہ مرد ہو کر مجھ سے بات نہیں کرسکتا۔'' نوفل نے گہری سانس لی تھی پھر توصیفی انداز میں بولا۔
''مگر اس کے باوجود تمہاری روح مشرقی ہے۔ تمہارا کردار مضبوط ہے۔ تم اس آزاد ماحول کی پروردہ ہونے کے باوجود وہاں کی لڑکیوں کی طرح بے راہ روی کا شکار نہیں ہو۔''
''مشرقی روح تو اس میمنے کی ہے نوفل۔ یاد ہے نا جب کبھی ہم اسے زبردستی آؤٹنگ کے لیے لے جاتے تھے وہ سارا وقت استغفراللہ کا ورد کرتا رہتا تھا۔'' وہ محظوظ ہوتے ہوئے یاد کررہی تھی۔ پھر اس کی نگاہوں سے جھلکتی محبت نرمی بن کر اس کے لفظوں میں سمٹ گئی۔
''تبھی تو وہ مجھے بالکل ننھا سا چوزہ لگتا تھا۔ گھبرایا سہما ہوا سا۔''
''وہ اب تم سے بچ کے کہیں نہیں جاسکتا ژالے۔ اب کی بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہوگی تو وہ اپنا

دل نکال کر تمہارے قدموں میں رکھ دے گا۔" نوفل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھیڑا تھا۔

"کبھی نہیں نوفل' اس کی محبت میں جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس کے بعد اگر وہ دل کی بجائے اپنی ایک نظر ہی میری نذر کر دے تو میں اس کی بھی کبھی بے توقیری نہ ہونے دوں۔"

خالصتاً مغربی ماحول میں پلنے والی ژالے آفریدی کو یوں جوگن کے روپ میں دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے والے ژالے تو نہیں لگ رہی تھی۔ بات بے بات ہنستی قہقہے لگاتی۔ اس کی شربتی آنکھوں میں چمکتی نمی نے نوفل کو ششدر کیا تھا۔ یہ کیسی محبت تھی جسے یہ ہجر یہ دوری ختم کرنے کی بجائے بڑھاوا دے رہی تھی اور امریکہ جیسے ملک کی باسی ژالے آفریدی نیویارک کی سڑکوں پر استغفر اللہ اور لاحول ولا پڑھنے والے شوئیل پر مرمٹی تھی۔

"پہلے میں بھی وصل کو محبت سمجھتی تھی نوفل لیکن میں غلط تھی۔ محبت تو ہجر میں چھپی ہے' جدائی میں بسی ہے' ورنہ یہ جدائی اس محبت کو ختم کرنے کی بجائے بڑھاوا نہ دیتی۔" اس کی آنکھوں کی طرح اس کا لہجہ بھی نم ہوتے ہوئے شکستہ ہونے لگا۔

"میں کیا کہوں مجھ پر تو ابھی یہ واردات بیتی ہی نہیں ہے۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔ مقصد اسے آزردگی کے حصار سے نکالنا بھی تھا۔ تب وہ اسے گھورتے ہوئے ہنس دی۔

"تم تو ہو ہی بدھو۔"

"یوں دربدر پھرنے اور خاک ہونے سے تو بہتر ہی ہوں۔" نوفل نے اس پر چوٹ کی تو اس کی آنکھوں میں پھر سے چمک اتر آئی۔

"بہت لطف ہے اس میں بھی نوفل احمد اور بے بسی سی' بے بسی کہ پلٹنا بھی اپنے اختیار میں نہیں ہے۔"

"اگر کوئی مجھے یوں محبت میں ہرٹ کرتا تو میں اس پر سو بار لعنت بھیج چکا ہوتا۔" وہ سنجیدہ تھا مگر ژالے نے اس سے بھی زیادہ سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ محبت نہ ہوتی نوفل۔ محبت پلاننگ کے ساتھ کسی کی خامیوں' خوبیوں کو جانچ پرکھ کر نہیں کی جاتی۔ کسی کو ٹھونک بجا کر دیکھنے کے بعد چاہنا آپ کی ضرورت کی تکمیل تو ہو سکتی ہے محبت نہیں۔ اس زمین پر یہ واحد آسمانی چیز ہے اور آسمانی چیز میں کھوٹ نہیں ہو سکتا۔"

"محبت بھی تو ایک ضرورت ہے۔" نوفل نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"محبت کو ضرورت کے پلڑے میں مت تولو نوفل۔ ضرورت تو کہیں سے بھی پوری کی جا سکتی ہے مگر محبت ہر کسی سے نہیں ملتی۔" اس کے انداز و الفاظ متاثر کن تھے مگر نوفل احمد تک ابھی اس جذبے کی آنچ نہیں پہنچی تھی اس لیے وہ ابھی بھی قائل نہیں ہوا تھا۔

"یہ تو ماننے والی بات نہیں ہے کہ کسی کی خاطر رات دن جلتے سلگتے رہو۔ اسے چاہے پروا بھی نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس بے مہر سے محبت کیسے رہ سکتی ہے؟"

"جیسے میں کر رہی ہوں۔ ایک دو بار نہیں سو بار وہ مجھ سے کترایا ہے' بھاگا ہے مگر میں اب بھی اسی کو مرکز بنائے اس کے گرد چکرا رہی ہوں۔ اس کا یہ بھاگنا یہ کترانا بہت تکلیف دہ ہے مگر بہت دلکش ہے۔ اس محبت نے میری ساری متلون مزاجی ختم کر دی ہے۔ نوفل۔ میرے اندر بہت ہمت اور برداشت پیدا کر دی ہے۔ مجھے انتظار کی لذت سے روشناس کرایا ہے۔ اینڈ اٹس امیزنگ۔" وہ جینز شرٹ میں ملبوس مغربی انداز لیے محبت پر بولتی لڑکی نوفل احمد کو شاید حیرت کی مار مارنے کے موڈ میں تھی۔

"کسی کی بے وفائی کا علم ہونے کے بعد محبت کیسے باقی رہ گئی؟" اس کی بات سن کر ژالے نے مایوسی سے کہا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے نوفل۔ محبت کی ایک ہی تھیوری ہے' جس انداز میں بھی شروع کرو گے' حالات و واقعات میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ ہاں تجربات و مشاہدات ضرور الگ ہو سکتے ہیں مگر ہر بار محبت زندہ باد ہی کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ باوجود تلخی حالات اور محبوب کی بے اعتنائی کے۔ ورنہ دوسرے بہت سے کاموں کی طرح پچھتا کر انسان محبت کرنا بھی چھوڑ دیتا۔"

"مگر یہ تو فطرت انسانی ہے۔" وہ بے اختیار بولا تھا۔ اس کے اس غیر متوقع جملے پر ژالے دل کھول کر ہنسی تھی۔

"اب آئے ہو نا لائن پر۔ جب ایک چیز آپ کی فطرت میں شامل ہے تو چاہے کیسے بھی دگرگوں حالات کیوں نہ ہیں آپ اسے ترک نہیں کر سکتے۔"

یک لخت ہی نوفل نے ٹیبل پر ہلکے سے ہاتھ مارا تھا۔

"بس کرو اکیسویں صدی کی ہیر صاحبہ مجھ میں اس ٹاپک پر مزید بحث کرنے کی طاقت نہیں رہی۔"

"ہار گئے ہو۔" ژالے نے اس کی حالت سے جیسے لطف اٹھایا تھا۔

"کبھی نہیں۔" وہ فی الفور بولا تھا۔ "اس بحث میں تمہارے نظریے سے ہارنے کا مطلب ہے اپنے لائف پارٹنر کے کھوٹ اور بے وفائی کو برداشت کرنا۔ جو کہ ناممکن ہے اگر بقول تمہارے محبت آسمانی شے ہے تو پھر اس میں کھوٹ نہیں ہو سکتی۔ اگر کھوٹ ہے تو پھر یہ جذبہ محبت کے علاوہ اور کچھ بھی کہلا سکتا ہے۔"

"تھینک گاڈ نوفل۔ میں تم سے محبت نہیں کر بیٹھی۔ تم تو مجھے دیوار پر بیٹھے کوے کے متعلق بھی سوچنے نہ دیتے۔ اس قدر جذباتی ہو تم۔" اس نے مصنوعی خوف سے کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"تو صحیح ہے نا۔ اتنے ڈیشنگ بندے کے ہوتے ہوئے کسی کو لے کر سوچنے کا مطلب بھی کیا ہے۔"

"او مائی گاڈ۔" ژالے ہنستی چلی گئی تھی۔ "خدا کرے تمہاری زندگی میں اتنی ہی خالص لڑکی آئے جتنے کہ تم خود ہو۔" اس کے دعائیہ انداز پر نوفل نے زور و شور سے آمین کہا تھا۔

"عشق کے ماروں کی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے اور تم تو ویسے بھی جوگن بنتی جا رہی ہو۔"

"اڑا لو مذاق۔ جب خود اس کیفیت میں آؤ گے تب پوچھوں گی کہ عقل کس بھاؤ بکتی ہے۔" ژالے نے مسکرا کر کہا تو وہ بولا۔

"اتنے سالوں کے بعد ملے ہیں اور کس بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے نہایت خونخوار نظریں میری طرف اٹھ رہی ہیں تمہاری وجہ سے۔"

ژالے نے محظوظ کن انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔

"پھر تو تمہیں خود کو بہت خوش قسمت محسوس کرنا چاہیے۔"

"خوش قسمت یا خطرے میں۔" اس نے بھنویں اچکائی تھیں۔ وہ ہنس کر بولی۔

"ان سب باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ مجھے گھر کب لے جا رہے ہو؟"

"کہیں تم اس مہینے کو چھوڑ کر مجھ جیسے شیر کو پھانسنے کے چکر میں تو نہیں؟" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"شٹ اپ۔" اس نے نوفل کو گھور کر دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تم ان کے بارے میں اتنا کچھ بتایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ہمیشہ ان سے ملنے کی خواہش رہتی تھی۔ انہیں اس حال میں دیکھنا بہت دکھ کی بات تو ہے مگر میں واقعی ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر ابھی چلو۔ نگی بھی تم سے مل کر بہت خوش ہوگی۔ تصویروں کی حد تک تو تم سب سے واقف ہی ہو۔" نوفل نے کہا تو وہ کلائی میں بندھی خوب صورت سی گھڑی پر ایک نظر ڈال کر سوچنے والے انداز میں بولی۔

"اس وقت..... ڈیڈی کو فون کرنا پڑے گا۔"

"تو کرلو۔" نوفل نے اپنے موبائل کی طرف اشارہ کیا تو وہ اپنا بیگ کھنگال کر اپنا موبائل نکالتے ہوئے بولی۔

"میری کمپنی اتنا اچھا بزنس تو کر ہی رہی ہے کہ میں اپنا موبائل فون رکھ سکوں۔"

"اوکے۔" وہ اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔ ژالے نے ڈیڈی کو نوفل کے بارے میں بتایا تو انہوں نے بہت خوش ہو کر اس سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نوفل کے ساتھ ان کے بہت دوستانہ روابط رہے تھے۔

"تم سے بہت شکایتیں ہیں انکل کو۔ بہت تنگ کرنے لگی ہو انہیں۔" موبائل آف کر کے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے نوفل نے فہمائشی انداز میں کہا تو وہ ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"اب تم میری کلاس لینے مت بیٹھ جاؤ۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے مجھے۔" سعد اور اس کے ڈیڈی سے الوداعی کلمات کے بعد رخصت لے کر وہ ہوٹل سے نکل کر پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھے تو رات کے سائے پھیل رہے تھے۔

"میں اپنی گاڑی میں آئی ہوں۔" ژالے نے اسے مطلع کیا تھا۔ تو نوفل نے سوچتے ہوئے حل پیش کیا۔

"تم یوں کرو میری گاڑی کو فالو کرو۔"

"کسی لڑکی کا یوں کسی لڑکے کو فالو کرنا اچھا تو نہیں لگتا مگر..... مجبوری ہے۔" وہ شانے اچکا کر شوخی سے بولی تو نوفل نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اور وہ جو اس خانزادے کو فالو کیا جا رہا ہے؟"

"وہ بھی مجبوری ہے۔" وہ ہنستے ہوئے اپنی گاڑی کے ڈور لاک میں چابی گھمانے لگی۔

نوفل نے بہت عرصے کے بعد اپنی ذہنی پژمردگی کو چھٹتا محسوس کیا تھا۔ مین روڈ پر آ کر گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے اس نے سائیڈ مرر میں ریڈ گاڑی کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو لبوں کی تراش میں دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

اسے نوفل کے ساتھ دیکھ کر نگین فوراً اسے پہچان گئی تھی اور اس قدر محبت اور جوش سے ملی کہ ژالے کی طبیعت بھی خوش ہو اٹھی۔ اسے نگین کے حوالے کر کے نوفل کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ وہ اسے لیے صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ بھی بہت محبت اور شفقت سے ملی تھیں۔ وہ بے تکلفی سے ان کے پاس بستر پر ہی ٹک گئی۔

"میں بھی آپ لوگوں سے اسی طرح واقف ہوں جیسے کہ آپ لوگ مجھ سے اور اس کا کریڈٹ یقیناً نوفل کو جاتا ہے۔"

"لیکن بیٹا نوفل نے تو تمہارے آنے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔" صالحہ بیگم کو حیرت ہو رہی تھی۔

"اسے خود کہاں پتا تھا۔ بلکہ اتنا اچانک یہ سب ہوا کہ مجھے خود پتا نہیں چلا۔" وہ اپنی بات پر خود ہی ہنسی تھی۔ پھر کچھ خیال آنے پر رک سی گئی۔ ان کا ہاتھ تھام کر دلگرفتگی سے بولی۔

"اور میں نے کب سوچا تھا کہ آپ کو اس حالت میں دیکھوں گی اور پھر انکل کے متعلق پتا چلا۔"

"قدرت کا قانون ہے بیٹا ہر ایک کو اس مالک حقیقی کی طرف لوٹنا ہے کسی کو ابھی تو کسی کو بعد میں۔" وہ بھی آزردہ ہوئی تھیں۔

"میں تو آپ کی اردو سن کر حیران ہوں۔ نوفل بھائی نے بتایا تو تھا مگر مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ ساری عمر امریکہ میں گزار کر بھی کوئی اتنی اچھی طرح اردو بول سکتا ہے۔" نگین نے فوراً ہی موضوع اور ماحول بدلنے کی سعی کر ڈالی تھی۔ وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"نوفل نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں پاک اردو لینگویج سوسائٹی کی مستقل ممبر بھی رہی ہوں۔ یہ اکیڈمی وہاں بہت سے پاکستانی اسٹوڈنٹس نے بنا رکھی ہے۔ جہاں اردو سیکھنے کی خواہش رکھنے والے بہت سے امریکن نژاد پاکستانی بہت اچھی اردو سیکھ سکتے ہیں۔ میں نے یہ اکیڈمی ڈیڈی کی خواہش پر جوائن کی تھی اور یہ اسی کا صلہ ہے کہ میری اردو بہت اچھی تو نہیں مگر بہتر ضرور ہے باقی ڈیڈی کی مہربانی ہے۔"

"نگی! ست لڑکی۔ تم نے ژالے کی کوئی خاطر مدارت کی ہے یا صرف باتیں ہی بگھار رہی ہو۔" نوفل کپڑے تبدیل کر کے چلا آیا تھا۔

"آئیں نا ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔" نگین خجل سی ہو گئی تھی۔

"میں تو یہیں ماما کے پاس بیٹھوں گی۔" وہ بہت لاڈ سے بولی تو صالحہ بیگم نہال ہو گئیں۔

"جہاں جی چاہے بیٹھو۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔" اس کی صبیح پیشانی چوم کر انہوں نے محبت سے کہا تھا۔

"دھیان سے امی یہ پوری ساحرہ ہے۔ جادو کر دیتی ہے بندے پر۔"

"اسے تو جادو کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہوگی۔ اس کی تو شخصیت ہی میں جادو ہے۔" وہ درحقیقت ژالے کی دوستانہ فطرت سے متاثر ہوئی تھیں۔

"اسے چھوڑیں ماما یہ مجھ سے جلتا ہے۔"

"جلے تو وہ جو تم سے کم ہو۔" نوفل نے اسے چھیڑا۔

"ان دونوں کی تکرار کے دوران صالحہ بیگم نے بہت شدت کے ساتھ نوفل کو اپنے پرانے روپ میں لوٹتے دیکھا تھا۔

نگین تھوڑی ہی دیر میں نوری کی مدد سے چائے پر کافی اہتمام کر لائی تھی۔

"ابھی ہم لوگ پارٹی اٹینڈ کر کے آ رہے ہیں اور وہاں تو سارا وقت ہی کولڈ ڈرنکس اینڈ اسنیکس چلتے رہتے ہیں۔" ژالے نے صرف چائے ہی لی تھی۔

"تم بنا خوف و خطر یہ سب کھا سکتی ہو۔ کیونکہ ان میں سے کچھ بھی نگی نے نہیں بنایا۔" نوفل نے اسے تسلی دیتے ہوئے در پردہ نگین کو چھیڑا تھا۔

"جی نہیں نہ صرف چائے بلکہ یہ چکن رول بھی میں نے ہی بنائے ہیں۔" نگین نے فوراً اپنی کارکردگی بیان کی تھی۔

"اور مجھے تو یہ بھی بنانے نہیں آتے۔" ژالے نے چکن رول اٹھاتے ہوئے صاف گوئی سے بتایا تو نگین سادگی سے بولی۔

"نوفل بھائی نے بتایا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ چائے بنائی تھی۔ اس کے بعد سے آپ کے ڈیڈی نے چائے پینا ہی چھوڑ دی۔"

نوفل نے قہقہہ لگایا تھا۔

"اور بہانہ یہ بنایا کہ ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے چائے پینے سے۔ حالانکہ ڈاکٹر نے چائے پینے سے نہیں بلکہ ویسی چائے پینے سے منع کیا تھا جیسی ژالے بناتی ہے۔"

"نوفل تم نے ژالے کو انوی ٹیشن دیا ہے۔" صالحہ بیگم کو یاد آیا تھا۔

"کہاں امی ابھی اس پارٹی میں تو اس سے ملاقات ہوئی ہے۔" اس نے چائے کا کپ تھامتے ہوئے بتایا تو

ژالے نے تجسس سے پوچھا۔
"کیسا انوی ٹیشن کہیں نوفل کی شادی تو نہیں ہو رہی؟"
"جی نہیں مجھے اپنی آزادی فی الحال بہت عزیز ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔
"نگین کی انگیجمنٹ کا فنکشن ہے اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ اگلے دو تین ماہ کے بعد شادی کا پلان ہے۔" صالحہ بیگم نے بتایا تو وہ مسکراتی نظروں سے نگین کو دیکھنے لگی۔ جس کی سنہری رنگت کے نیچے سرخی دوڑ اٹھی تھی۔
"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ مبارک ہو نگی۔"
"میں تب زیادہ خوش ہوں گی جب آپ بھی آئیں گی۔" نگین نے کہا تو وہ پوچھنے لگی۔
"فنکشن کب ہے؟"
"سنڈے کو۔" وہ بولی۔
"نیکسٹ سنڈے کو؟" اس نے پوچھا تو نوفل نے بتایا۔
"نہیں پرسوں۔"
"پرسوں!"
"پھر تو میری طرف سے بہت معذرت کل ہم لوگ ایک ایڈ کی شوٹنگ کے لیے شارجہ جا رہے ہیں۔ ایک ہفتہ تو وہیں لگ جائے گا۔" اس نے تاسف سے کہا تو ان سب کو بھی افسوس ہوا تھا۔
"خیر تمہاری شادی تو میں ضرور اٹینڈ کروں گی۔ بے فکر رہو۔" ژالے نے فوراً نگین کو تسلی دی تو وہ جھینپ گئی تھی۔

☆☆.....☆☆

معید نے واقعی اپنے کہے کا پاس رکھا تھا۔ سارا انتظام بے حد خوش اسلوبی سے مکمل ہوا تھا۔ وسیع و عریض لان کے چپے چپے سے اس نے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ سب سے زیادہ محنت اسٹیج بنانے پر کی گئی تھی۔ کچھ قدرت بھی مہربان تھی کہ موسم نے بھی اپنے تیور بدل لیے تھے۔ سر شام ہی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ اس کے چند دوستوں نے آرکسٹرا کا انتظام کر کے چار چاند ہی لگا دیئے تھے۔ خود چاند بہت اچھا گٹارسٹ تھا۔
"زیادہ بے سرا ہونے کی ضرورت نہیں۔ کہیں میری منگنی ہی فلاپ نہ کروا دینا۔" انس نے انہیں تنبیہہ کی تو چاند نے بھی ادھار نہیں رکھا تھا۔
"زیادہ تر ڈرامے کاسٹ کی وجہ سے فلاپ ہوتے ہیں۔ اس لیے فلاپ ہونے کا زیادہ چانس تو تمہاری وجہ سے ہے۔"
"اب تو عزت کروانے کی عادت ڈال لو۔ بقول تمہارے اب تو ریٹنگ بڑھ رہا ہے۔" عماد نے اس پر طنز کیا تو وہ تفاخر سے بولا۔
"اپنی تو پہلے بھی بہت عزت ہے۔"
"بالکل اس کی تو کتے تک عزت کرتے ہیں۔ کل ہی ایک کتے نے اسے آتے دیکھ کر سائیڈ پر ہو کر راستہ چھوڑ دیا تھا۔" نعمان نے فوراً گواہی دی تو ان سب کے قہقہوں نے اس کو تپا دیا۔
"بہت بکواس کرتے ہو تم۔"
"فی الحال تو اسی بکواس پر اکتفا کرو۔ نسوانی گالیاں تو شادی کے بعد پڑیں گی۔" عماد نے اس کے مستقبل کا خاکہ تراشا تو وہ دانتوں پر دانت جما کر بولا۔

"یہ شاید تم وہ زائچہ پڑھ کر سنا رہے ہو جو تم نے اپنے لیے نجومی سے بنوایا تھا۔"
"جی نہیں میگزین میں تمہارا یہ ہفتہ کیسا رہے گا۔ پڑھ کر سنا رہا ہوں۔" یار نے والوں میں سے وہ بھی نہیں تھا۔
"تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے۔" وہ فوراً جذباتی ہو گیا۔ اس کی طبع یونہی تھی۔ کبھی شعلہ کبھی شبنم۔
"اور تم بھلا کہاں منہ لگائے جانے کے قابل ہو مگر بعض شریف لوگ ہماری طرح ان باتوں کا خیال نہیں کرتے۔ تمہاری سسرال والوں کو ہی لو انہیں پتا ہی نہیں کہ اپنی لڑکی کو کہاں پھنسا رہے ہیں۔" چاند نے برجستہ کہا تو باوجود ضبط کے وہ بھی ہنس دیا ان سب کا تنہا مقابلہ کرنا اس کے بس میں نہیں تھا اس لیے ہار ماننے میں ہی بہتری تھی۔
"ضحی۔" وہ کھلے بال اور ہاتھ میں ہیئر برش لیے اس کے کمرے میں چلی آئی تھی مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ضحی نے کراہ کر کہا۔
"خدا کے لیے صبا کم از کم آج کے دن مجھے یہ جنجال سمیٹنے کو مت کہنا۔"
"فضول پلیز۔" وہ ملتجیانہ انداز میں بولی۔ اس کے بے حد خوب صورت سیاہ بال گھٹنوں کو چھوتے تھے۔ اپنی تیاری کے اس موڑ پر آ کر وہ ہمیشہ اٹک جاتی تھی۔
"تمہیں کون کہہ رہا ہے کہ سنبھالو یا سنوارو۔ بس کوئی اسٹائل بتا دو۔"
"کٹوا دو۔" بہت آسان اسٹائل بتایا گیا۔
"تمہاری گردن ہی نہ کٹوا دوں۔" وہ تڑپ اٹھی تھی۔
"آپی گج ہی کروا لیں۔ بھائی کی منگنی کے موقع پر خصوصی اسٹائل۔" حمرہ نے اضافہ کیا تو وہ ان دونوں سے الجھنا بے کار سمجھ کر بالوں کو سمیٹ کر سیدھی چٹیا بنانے لگی۔
"میں کیسی لگ رہی ہوں؟" ضحی بڑے انداز سے اس کے سامنے گھومی تھی۔
جدید تراش اور نفیس کڑھائی سے مزین ماربل کا بلیو سوٹ اس کے سراپے کو بھرپور دلکشی عطا کر رہا تھا۔ ڈھنگ سے کیے میک اپ نے اس کے ایک ایک نقش کو اجاگر کر دیا تھا۔
"ویسی ہی جیسی پہلے تھیں۔" صبا نے اس کی دلکشی کو نظر انداز کرتے ہوئے بدلہ چکایا تو وہ چلا ہی تو اٹھی۔
"یعنی ان دو گھنٹوں کی محنت کا کچھ حاصل وصول نہیں۔"
"جو ہے وہ بتا دیا۔" وہ اطمینان سے بولی تھی۔
"تم ذرا سی تعریف نہیں کر سکتیں میری۔" حمرہ کی ہنسی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے چڑ کر پوچھا تو وہ بھولپن سے کہنے لگی۔
"تو یوں کہو نا کہ جھوٹ بولنا ہے۔"
"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں اچھی نہیں لگ رہی؟" ضحی کو صدمہ پہنچا تھا۔
"اوں..... ہاں اچھی ہی لگ رہی ہو۔" اس کے یوں کنجوسی سے تعریف کرنے پر وہ جل کر بولی۔
"رہنے دو حلق میں پھنس پھنس کر الفاظ نکل رہے ہیں۔ خوامخواہ مشکل میں پڑ رہی ہو۔"
"بچپن کی عادت ہے۔ جب بھی جھوٹ بولنا پڑے میری یہی حالت ہوتی ہے۔" صبا نے اطمینان سے کہا تو اس نے چڑ کر حمرہ کے شانے پر ہاتھ دے مارا۔ جو اس بحث سے کافی محظوظ ہو رہی تھی۔
"اب اس جھوٹ سچ کی بحث کو چھوڑیں۔ مہمان پہنچنے والے ہی ہوں گے۔" حمرہ نے انہیں احساس دلایا تو انہوں

نے جلدی سے اپنی تیاری کے باقی مراحل طے کیے تھے۔

"یہ شام اور تیرا نام
دونوں کتنے ملتے جلتے ہیں
میں تیرا نام نہیں لوں گا
بس تجھ کو شام کہوں گا
یہ شام اور تیرا نام

چاند اور اس کا گروپ آرکسٹرا پر بہت خوب صورت دھن بجا رہے تھے۔ مہمان آچکے تھے۔ تعارف کے مرا
طے ہو رہے تھے۔ وہیل چیئر پر بیٹھی صالحہ بیگم بہت پر تمکنت لگ رہی تھیں۔ نوفل ان کی چیئر دھکیل رہا تھا۔

"کتنی سوبر لگتی ہیں صالحہ آنٹی ہے نا صبی؟" ضحیٰ نے اسے ٹہوکا دیا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ مگر اس کی سرگوشیاں جا
تھیں۔

"یار! یہ انس بھائی کا اکلوتا سالا بھی بہت ہینڈسم ہے۔"

"ضوئی! دفع ہو جاؤ۔ ابھی کسی نے سن لیا تو جوتے پڑیں گے۔" صبا نے دانت پیسے تھے۔

"آپی! اب دھیان سے رہیے گا۔ وجدان اپنا ہینڈی کیم لیے اپنی پوری صلاحیت آزمانے کے موڈ میں ہے۔" م
نے انہیں مطلع کیا تو ضحیٰ نے کہا۔

"اب کی بار اس نے بدتمیزی کی تو ابو سے جوتے لگواؤں گی اسے۔ جہاں بھی منہ پھاڑ کے ہنسو یہ اپنا کیمرہ لے
پہنچ جاتا ہے۔"

"ہر بار اس کی بنائی ہوئی مووی میں سب سے فضول سین ہوتے ہیں۔ تمہارے برتھ ڈے پر حمرہ کے جمائی لے
سین اس نے کسی قدر مشاقی سے بنایا تھا بعد میں سب دیکھ کر ہنستے رہے تھے۔" صبا کو یاد آ گیا تھا۔

"اور کہتا ہے میں حقیقت سے قریب ترین شوٹنگ کرتا ہوں۔" حمرہ نے جل کر کہا۔

"صبا! میں نے تمہیں لینس والا کیمرہ دیا تھا۔ کہاں ہے؟" معید نے بعجلت پوچھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"وہ تو شاید امی کی الماری میں ہو گا یا پھر....."

"جہاں بھی ہے جا کر لے آؤ۔" معید نے کہا تو وہ سعادت مندی کا مظاہرہ کرتی فوراً اٹھ گئی۔

"تم لوگوں کو ذرا بھی میز نہیں آتے۔ نوفل کی کزن بھی ساتھ ہیں انہیں کمپنی دو۔" وہ اب ضحیٰ اور حمرہ کو ڈانٹ
تھا۔ حمرہ تو کان دبا کر بھاگ گئی تھی۔

"ہماری کون سی ان کے ساتھ جان پہچان ہے۔" ضحیٰ نے تنک کر کہا تو وہ فہمائشی انداز میں بولا۔

"وہ ہماری مہمان ہیں اس سے بڑھ کر پہچان اور کیا ہوتی ہے۔"

"مگر میں ہر کسی سے فرینک نہیں ہو سکتی۔"

"بحث مت کیا کرو ضحیٰ۔ جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔" وہ چڑ گیا تھا۔ ایک یہی تھی جو ہر وقت بدتمیزی اور نافرمانی پر
رہتی تھی۔ کیا مجال تھی جو کبھی بات مان لی ہو۔ وہ سر جھٹک کر اسٹیج کی طرف دیکھنے لگی جہاں صالحہ بیگم انس کو انگوٹھی پہنا
منگنی کی رسم ادا کرنے والی تھیں۔

وہ لب بھینچے چلا گیا تو ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

صالحہ بیگم کے ساتھ آنے والوں میں ان کی نند زرینہ بیگم اور ان کی بیٹی ادینہ نمایاں تھی۔ بہت پر اعتماد اور طرحدا

ادینہ کو شادی کے سال بھر بعد طلاق ہو چکی تھی۔

"پھپھو کہہ رہی ہیں آپ اور آپی بھی آ کر تصویریں بنوالیں۔" حمرہ نے آ کر اطلاع فراہم کی تو وہ شاکی انداز میں بولی۔

"بہت جلدی خیال آ گیا ہمارا۔"

"شکر کریں کہ باری آ گئی ہے ورنہ تو بھائی جان ہی کے پوز ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے۔" حمرہ نے انس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اسی دن کے لیے تو سر توڑ کوششیں کر کے بیوٹی ٹپس آزماتے رہے ہیں۔" ضحی نے جل کر کہا تو وہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر اسے ڈراتے ہوئے بولی۔

"اگر انہیں پتا چل گیا تو وہ چھوڑیں گے نہیں۔"

"ارے چھوڑو۔ انہیں کون بتا رہا ہے۔" ضحی نے بے فکری سے ہاتھ ہلایا تھا۔

"آپی ڈیئر! میں ہوں نا بلا معاوضہ یہ خدمت سرانجام دینے والا۔" وجدان ہینڈی کیم لیے سر پر بلائے ناگہانی کی طرح موجود تھا۔

"وجی..... خبیث۔" وہ دانت کچکچا کر اس کے پیچھے لپکی مگر وہ کہاں قابو میں آنے والا تھا۔ اپنا من پسند سین بمعہ ڈائیلاگز کیمرے میں محفوظ کیے وہ چھلاوے کی طرح غائب ہوا تھا۔ جانے کیسے پاؤں رپٹا اور وہ سنبھلتے سنبھلتے بھی معید کے ساتھ محو گفتگو نوفل احمد سے جا ٹکرائی۔ گلاس میں سے پیپسی چھلک کر اس کی سفید شرٹ داغدار کر گئی تھی۔ ضحی کا رنگ بدلا۔ معید بھی ششدر کھڑا رہ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری' وہ میں وجدان....." وہ ہکلا کر رہ گئی۔ بھلا معید حسن کی خشمگیں نگاہوں کے آگے کوئی کیا کہہ سکتا تھا۔

"اٹس او کے۔" نوفل اب بھلا کیا کہتا۔ جیب میں سے رومال نکال کر شرٹ صاف کرنے لگا۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے یوں اندھوں کی طرح مت بھاگا کرو۔" معید نے بنا لحاظ کیے اس کی طبیعت صاف کر دی تھی۔ شرم و خجالت سے اس کی رنگت سرخ پڑ گئی۔ نوفل کو اس کی رونی صورت پر ترس آ گیا۔

"ڈونٹ وری معید' ہو جاتا ہے ایسے۔"

وہ تیزی سے واپس پلٹ گئی تھی۔

"سوری یار تمہاری شرٹ برباد ہو کے رہ گئی ہے۔" معید تاسف سے کہہ رہا تھا اور واقعی وہ خود بھی اتنی الجھن محسوس کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد حمرہ سے واش روم کا حدود اربعہ معلوم کرنے کے بعد اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کوریڈور سے گزرنے کے بعد وہ شش و پنج میں مبتلا کھڑا تھا۔

"دائیں یا بائیں۔" حمرہ کا بتایا ہوا ایڈریس ذہن سے محو ہو گیا۔ پھر اللہ توکل اس نے دائیں طرف والے دروازے کا رخ کیا۔ اسی وقت کوئی اپنی جھونک میں دروازہ کھول کر نکلا تو بری طرح نوفل سے متصادم ہو گیا۔ غیر ارادی طور پر ہی اس نے سامنے والے کو گرنے سے بچایا تھا۔

"اف اللہ۔" ہلکی سی چیخ نسوانی تھی۔ نوفل سٹپٹا گیا۔ دو وحشت زدہ سی خوب صورت آنکھیں اس کے مقابل تھیں۔ وہ تڑپ کر ہراساں و خائف سی پیچھے ہٹی تو وہ اپنے اس غیر ارادی فعل پر قصور نہ ہوتے ہوئے بھی شرمندہ سا ہو گیا۔

"سوری آپ اتنی اچانک آئیں۔ مجھے نہیں پتا تھا۔" وہ وضاحت کر رہا تھا مگر صبا کو اپنا دل ابھی تک ہاتھوں پیروں

میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے واش روم میں جانا تھا۔ آپ کی کزن کی مہربانی سے یہ پیپسی میری شرٹ کو خراب کر گئی تھی۔" اس نے پھر کہا تو صبا کے حواس بحال ہوئے۔ تاسف سے اس کی شرٹ کو دیکھا۔

"کس نے..... ضحی نے؟"

"جی وہی تھیں۔" نوفل نے دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

"وہ واش روم ادھر ہے۔ گیسٹ روم کے ساتھ۔" اس کی ایک نظر سے صبا کی ہتھیلیاں پسیج گئی تھیں وہ گڑبڑا کر کہتی بعجلت اس کے پاس سے گزرتی باہر نکل گئی تھی۔ نوفل کی نگاہ بے ساختہ اس کے گھٹنوں کو چھوتی ناگن جیسی سیاہ چٹیا میں اٹکی تھی۔ اس کا سادہ سا لب و لہجہ اور گھبراہٹ یاد کر کے وہ بے اختیار مسکراتا ہوا واش روم میں گھس گیا۔ سدباب یہی تھا کہ گیلے رومال کے ساتھ شرٹ کو صاف کیا جائے۔

سب مہمانوں کی واپسی کے بعد کمرے میں آتے ہی ضحی کا غصہ انتہا کو چھونے لگا تھا۔

"اس شخص کو تو مجھ سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ کیا مجال ہے جو کبھی کوئی بھی فنکشن خوشی سے اٹینڈ کرنے دیا ہو۔"

"الٰہی خیر۔ یہ نزلہ کس پر گر رہا ہے۔" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا تو وہ بہت بدلحاظی سے بولی۔

"وہی تمہارا لاڈلا بھائی۔ کسی روز منہ کی کھائے گا مجھ سے۔"

"معید بھائی کا کہہ رہی ہو؟" صبا نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ چڑ کر بولی۔

"اور کون ہے جسے میں اس گھر میں کھٹکتی ہوں؟"

"اب جیسی حرکتیں تم کرتی ہو ان پر تمہیں گولڈ میڈل تو دینے سے رہے۔" صبا نے ٹاپس اتارتے ہوئے اطمینان سے کہا پھر پوچھنے لگی۔ "ہوا کیا ہے؟"

"میں اس خبیث وجدان کا پیچھا کرتی نوفل بھائی سے جا ٹکرائی تو ان کے کپڑوں پر پیپسی گر گئی اور اس فضول شخص نے ان کے سامنے ہی مجھے بری طرح ڈانٹ دیا۔ حالانکہ میں نے نوفل بھائی سے سوری کہہ دیا تھا۔" وہ غصے سے لال ہو رہی تھی۔

صبا کو یک لخت ہی اپنے شانوں پر دو ہاتھوں کا لمس محسوس ہونے لگا۔

"سوری کہہ دینے سے ان کے کپڑے تو نہیں دھل گئے تھے نا۔" اس نے بہ مشکل خود کو اس عجیب سی کیفیت سے نکالتے ہوئے کہا تو وہ جل کر بولی۔

"ہاں تو جب کسی مسئلے کا کوئی حل نہ نکل سکتا ہو تو ڈانٹنے سے کیا حاصل؟"

"انہوں نے اس لیے ڈانٹا ہے کہ تم آئندہ ایسی فضول حرکت نہ کرو۔" صبا نے اسے سمجھایا تو وہ گویا چلا ہی اٹھی۔

"تمہارا خیال ہے کہ مجھے شوق ہے فضول حرکتیں کرنے کا؟ اور اسے تو جیسے سات خون معاف ہیں بس نہیں چلتا گھر ہی میں کچہری کھول لے۔ ساری وکالت ہمارے لیے ہی رکھی ہے نا۔"

"کوئی نہیں۔ اتنے ناکس ہیں میرے بھائی۔" صبا نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔ تو وہ کلس کر بولی۔

"ہنہ..... ناکس۔ سڑیل مزاج' کڑوا کریلا' بلکہ کریلا تو اس سے کچھ میٹھا ہی ہوگا۔"

"اوہ۔" دروازے میں جانے کب سے ایستادہ معید کو دیکھ کر صبا گڑبڑا گئی تھی۔

"صبی! ایک کپ چائے تو بنا دو۔" وہ پرسکون انداز میں بولا تو ضحی بھی جہاں کی تہاں رہ گئی۔ صبا فوراً وہاں سے کھسکی تھی۔

"جل تو جلال تو معید حسن کو ٹال تو۔" وہ سر جھکائے محو دعا تھی۔ مگر ہر وقت کی دعا تو پوری نہیں ہوتی نا۔

"ہاں تو کیا خطا ہو گئی ہے مجھ سے؟" وہ استہزائیہ انداز میں کہتا اس کے سر پر آ کھڑا ہوا تھا۔ ضحی کی نگاہ اس کے چمکدار سیاہ جوتوں میں اٹکی تھی۔

"تم میری غلطی پر مجھے سب کے درمیان ڈانٹ چکے ہو۔" بہت ہمت مجتمع کر کے اس نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ پہلے سے زیادہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"بھول ہو گئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ گولڈ میڈل سے نوازتا۔"

"میں نے ان سے ایکسکیوز کر لیا تھا۔"

"تو ایسی غلطی کریں ہی کیوں جس پر ایکسکیوز پیش کرنا پڑیں؟" وہ بالکل بھی معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"میں نے جان بوجھ کر ایسے نہیں کیا تھا۔ میں تو وجدان کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ نوفل بھائی خود ہی بیچ میں آ گئے تھے۔" اس نے تھوڑا سا جھوٹ بولنے میں عار محسوس نہیں کی تھی۔ یہ بھی خیال نہیں کیا کہ یہ جھوٹ وہ ایک عینی شاہد کے سامنے بول رہی ہے۔

"چہ..... چہ..... واقعی غلطی تو نوفل کی تھی۔ ڈانٹنا تو مجھے اس کو چاہیے تھا۔" ضحی کو اپنی پیشانی تپتی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے۔" وہ تڑخ گئی تھی۔ ایک تند و تیز نگاہ معید پر ڈالی جو اپنے لب و لہجے کی تلخی کے برعکس بہت پرسکون انداز میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔

"وہ یہاں مہمان تھا اگر مائنڈ کر جاتا تو بات بڑھ بھی سکتی تھی۔" اس کا ناصحانہ انداز ضحی کو چٹخا گیا تھا۔

"نہ تو انہوں نے مائنڈ کیا تھا اور نہ ہی بات بڑھی تھی۔"

"آئندہ ایسی بدتمیزی نہ ہو۔ شکر کرو چھوٹے ماموں نے نہیں دیکھ لیا۔"

"تم سے تو بہتر تھا کہ وہی دیکھ لیتے۔" وہ لال بھبوکا چہرہ لیے اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر رسان سے پر انداز میں بولا۔

"بہر حال آج کے واقعے سے تمہیں نصیحت پکڑنی چاہیے۔"

ضحی کو اس کا انداز بالکل وکیلوں جیسا لگا تھا۔ جیسے وہ کسی مجرم کو نصیحت کر رہا ہو۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کوئی شے اٹھا کر معید حسن کے سر پر دے مارے۔ ٹھنڈے لفظوں کی مار مارتا تھا مگر تپا کر رکھ دیتا تھا۔ اسی وقت صبا چائے لے کر آ گئی۔ تو وہ اس عدالتی کارروائی کو موخر کر کے چائے کا مگ لیے چلا گیا۔

"بڑا آیا قانون دان پھنے خان۔" اس کا غصہ فزوں تر ہو چکا تھا۔

"قافیہ تو خوب ملایا ہے اور یہ لال ٹماٹر جیسا چہرہ لگتا ہے کافی رومینٹک گفتگو ہوئی ہے۔" صبا نے مزہ لیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"بہت رومینٹک بالکل ویسی جیسی دفعہ چار سو بیس کے مجرم کے ساتھ کرتے ہیں۔"

"بہت جھاڑ پڑی ہے کیا؟" صبا کو فوراً ہی ترس آنے لگا اور ضحی کو طیش۔

"اگر اسے تایا جان کی سپورٹ نہ ہو تو میں اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں۔"

"چلو اب بس کرو۔ وجدان مووی لگانے لگا ہے۔ ذرا چل کے دیکھیں تو سہی آج کس کس کے گولڈن شارٹس لیے ہیں اس نے۔" صبا نے کہا تو اپنا گولڈ شارٹ ورڈ ڈائیلاگز ذہن میں لہراتے ہی وہ فوراً اس کے ہمراہ چل دی۔

☆☆.....☆☆

اگلے روز نگین کی منگنی کی رسم ادا کی گئی تھی۔

وہ کوئی دل پھینک آدمی نہیں تھا اور خصوصاً محبت سے متعلق تو اس کا نظریہ الگ ہی تھا۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ بنا شعوری کوشش کے اس کی نگاہ پلٹ پلٹ کر صبا میر کے نقوش میں اٹکی تھی۔

"کم آن نوفل احمد۔" وہ قدرے حیران سا خود کو سرزنش کرتا دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ مگر قسمت اسے صبا میر کے مقابل لانے پر تلی ہوئی تھی۔

نگین کے کمرے سے نکل کر پلٹتی وہ ایک بار پھر نوفل سے ٹکرا گئی اور اس مرتبہ یہ ٹکراؤ اور صبا کی سج دھج نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

"آئی ایم سوری۔" پہل نوفل نے کی تھی۔ الفاظ کے برعکس لہجہ مسکراتا ہوا تھا جب کہ وہ ابھی اپنا چکراتا ہوا سر ہی سنبھال نہیں پائی تھی۔ اتنی زور سے تو وہ اس کے شانے سے جا ٹکرائی تھی مگر اس کی آواز نے جادو اثر کیا تھا۔ گڑبڑا کر مقابل کو دیکھا تو دو ساحر آنکھوں کو پرشوق انداز میں خود پر مرکوز پایا۔

"آپ دیکھ کے چلنا کب سیکھیں گے؟" وہ بدتمیز نہیں تھی اور یوں منہ پھاڑ کے جواب دینا تو اس کی سرشت میں شامل ہی نہیں تھا مگر اس وقت نوفل کا وارفتہ سا انداز اسے سخت ناگوار گزرا تھا۔

"میں تو بہت دیکھ بھال کے چلتا ہوں مس۔ یہ تو قسمت کی بات ہے کہ میری راہ میں ہر بار ہی آپ ہوتی ہیں۔" وہ بہت اطمینان سے اس کو اپنی نظروں کی گرفت میں لیے معنی خیزی سے بولا۔ تو اس نے جھٹکا کھا کر نوفل کو دیکھا۔

"یہ صرف اتفاق ہے۔" وہ اندر سے تلملا اٹھی تھی مگر سادہ سے جتانے والے انداز میں بولی مگر ساتھ ہی نظر نوفل کے شانے پر پڑی جہاں اس کے ٹکرانے سے لپ اسٹک کا خوب صورت سا نشان اپنی پوری آن بان کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ اس کے بدلتے تاثرات پر استفہامیہ انداز میں بھنوؤں کو جنبش دے کر نوفل نے اپنی شرٹ کی جانب نگاہ کی تو ہونٹوں کی تراش میں بے ساختہ مسکراہٹ جگمگا اٹھی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ بھاگنے کے سے انداز میں وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ شرمندگی و خجالت کا احساس دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہو گیا تھا۔ اس پر مقابل کی مسکراہٹ پیروں تلے سے زمین نکالنے کو کافی تھی۔

چند لمحے وہ بہت عجیب مگر خوشگوار سے احساس میں گھرا وہیں کھڑا رہا تھا۔ اس کی خوشبو ابھی بھی اسے خود کو لپیٹ میں لیتی محسوس ہو رہی تھی۔

"صبا..... باد صبا....." وہ گہری سانس لیتا خود کو ایک نئی کیفیت میں گھرا پا کر محظوظ ہوتا شرٹ بدلنے کے خیال سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"خیریت تو ہے۔ تمہارے پیچھے جن لگ گئے ہیں کیا؟" اس کی زرد رنگت اور متوحش سا انداز ضحی کو پریشان کر گیا تھا۔

"ضوئی! وہ جو نوفل ہے نا۔" وہ روہانسی سی کچھ کہنے لگی تھی کہ ساتھ کھڑی ادینہ کے ایکدم سے ان دونوں کی طرف مڑنے پر وہ گڑبڑا کر چپ ہو گئی۔

"کیا ہوا؟" اس کی نظریں صبا کو اپنے وجود پر چبھتی محسوس ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں یونہی وجدان اس روز کی طرح یہاں بھی کیمرہ لیے سب کے گولڈن شارٹس لیتا پھر رہا ہے۔ اسی سے پیچھا چھڑا کے آ رہی ہے۔" ضحی نے جلدی سے بات بنائی جب کہ صبا کا دل مارے خوف کے لرز رہا تھا۔ اگر ادینہ نے اس کی آدھی ادھوری بات سن کر ان کی طرف دیکھا تھا۔ تو پھر کوئی بھی غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی۔

"میں کہہ رہی تھی کہ وہ جو نوفل ہیں نا نگین کے بھائی۔ وہ پوچھ رہے ہیں کہ نگین کے ساتھ تصویریں کمرے میں بھی بنوانی ہیں کہ نہیں۔" بہ مشکل ہی سہی مگر وہ بات سنبھال ہی گئی تھی۔

"کہاں ہے نوفل؟" ادینہ نے بھنوؤں کو معنی خیزی سے جنبش دے کر پوچھا تو وہ گڑبڑا کر ضحیٰ کو دیکھنے لگی۔ جو پہلے ہی کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ وہیں ہیں نگین کے کمرے میں۔" بے چینی سے دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے کہا تو وہ ضحیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"تو چلو نا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

"نن..... نہیں ابھی تو اتنی ساری تصویریں بنوائی ہیں۔" وہ بے تحاشا گھبرائی تھی۔

"شکریہ ادینہ۔ ابھی تو ہماری واپسی کا پروگرام بن چکا ہے۔" ضحیٰ نے اس کی مشکل آسان کی تھی۔

"ہاں پھر بھی سہی۔" وہ قدرے سکون سے مسکرائی مگر اسی وقت ہال میں داخل ہوتا نوفل اس کو مضطرب کر گیا۔ ادینہ نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور وہ بھی جیسے کھنچا چلا آیا تھا۔

"کہاں تھے تم؟" اس کا انداز بہت استحقاقانہ تھا۔

"میں ذرا کپڑے چینج کرنے گیا تھا۔" اس نے اپنی شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اچٹتی نگاہ صبا پر ڈالی تو اسے اپنی پیشانی تپتی محسوس ہونے لگی۔ جیسے کسی نے سلگتا انگارہ رکھ دیا ہو۔

"صبا بتا رہی تھی کہ تم ہماری تصویریں بنانا چاہ رہے ہو۔" ادینہ نے لطف لینے والے انداز میں کہا تو صبا کا زمین میں گڑ جانے کو جی چاہنے لگا۔

"جو لوگ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتے ہوں ان کی تصویریں کیا بنانا۔" مسکرا کر بہت جاندار لہجے میں کہا تو صبا کی ہتھیلیاں پسیجنے لگیں۔ نوفل نے سرسری نگاہ اس کے گھبرائے ہوئے بے چین سے انداز پر ڈالی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ادینہ نے اسے گھورا تو وہ بے پروائی سے بولا۔

"بھئی اب اتنی بھی اچھی شکلیں نہیں کہ گھر میں دیکھنے کے ساتھ ساتھ تصویروں میں بھی دیکھی جائیں۔"

"نوفل بھائی۔" بے اختیار ہی ضحیٰ نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ ہنس دیا۔

"سوری مذاق کر رہا ہوں۔" پھر وہ ادینہ کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم نے ان لوگوں کی کوئی خاطر مدارت بھی کی یا نہیں؟"

"بہت شکریہ نوفل بھائی ہم لوگوں نے بہت انجوائے کیا ہے آپ سب کی میزبانی کو۔" ضحیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

"ضوئی میرے خیال میں امی بلا رہی ہیں۔" صبا نے کہا تو وہ مزید کوئی بات کیے بغیر ان دونوں سے معذرت کرتی صبا کو ساتھ لیے تائی جان کی طرف چل پڑی۔

"بہت بے وقوف ہو تم صبی یہ کیا کر رہی ہو؟" ضحیٰ نے اسے جھاڑا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"میں ڈر گئی تھی وہ شخص اچھا نہیں ہے۔"

"کیا؟" ضحیٰ ٹھٹک گئی تھی۔

"وہ تم نے دیکھا نہیں کیسے گھور رہا تھا۔" وہ منمنائی تو ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا۔

"شکل سے تو آدم خور نہیں لگ رہا تھا۔"

"سمجھو نا ضحیٰ۔ وہ مجھے کچھ اور ہی انداز سے دیکھ رہا تھا۔" صبا نے اپنے اندر سنسنی سی محسوس کرتے ہوئے صورت حال کی سنگینی کو ضحیٰ پر بھی پوری طرح واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مانا کہ بندہ بہت ہینڈسم ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنے حواس ہی کھو بیٹھو۔" ضحیٰ نے دانت پیسے تھے۔

"ضوئی وہ خوامخواہ مجھ سے فری ہو رہا تھا۔" صبا کو وہ دو ساحر آنکھیں یاد آنے لگیں۔ نوفل کے انداز نظر انداز کیے جانے والے تو نہیں تھے۔

"تم سے تو میں گھر چل کے بات کروں گی۔" ضحیٰ کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہونے لگا تھا۔

"تائی جان آپ نے بلایا تھا؟" اس نے صالحہ بیگم سے محو گفتگو تائی جان سے پوچھا تو صبا نے جلدی سے اس کے پہلو میں چٹکی کاٹی۔

"کیا تکلیف ہے؟" وہ تلملائی تھی۔

"امی نے نہیں بلایا۔ وہ تو وہاں سے ہٹنے کے لیے....." وہ منمنائی تھی۔

"بالکل ڈفر ہو صبا تم۔" وہ گہری سانس لیتی وہیں خواتین کے پاس بیٹھ گئی تو صبا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

ضحیٰ کا یہ اطمینان صرف وہیں تک رہا تھا۔ گھر آتے ہی اسے ساری بات جاننے کا تجسس ہونے لگا تھا مگر انس تو ایک ایک کے حلق سے ساری تقریب کا احوال اگلوانے پر تلا ہوا تھا۔

"بھئی میں تو سونے جا رہا ہوں۔ بیڈ پارٹمنٹ تو لڑکیوں کا ہے۔ ان سے ساری تفصیل پوچھ لو۔" معید سب سے پہلے جان چھڑا کے بھاگا تھا اور جب کوئی بھی اس مشقت پر راضی نہیں ہوا تب وجدان نیکی کے فرشتے کی مانند حاضر ہوا تھا۔

"زبانی کلامی کیا کریں گے سن کر۔ میری بنائی ہوئی شاہکار مووی کس روز کام آئے گی۔"

"دل خوش کیا ہے تم نے وجدان۔" اس نے وجدان کا شانہ تھپکا تو چاند نے ہاتھ جوڑے۔

"جا میرے بھائی اب تو مشکل آسان ہو گئی نا سونے دے ہمیں۔"

"جہنم میں جاؤ اب تم لوگ۔" وہ انہیں چڑاتا ہوا مووی دیکھنے چلا گیا تو وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس دیے۔

سخت نیند آنے کے باوجود ضحیٰ اس کے کمرے میں موجود تھی۔

"اب بتاؤ کیا بدحواسیاں ہو رہی تھیں وہاں؟"

جواباً صبا نے گزشتہ اور حالیہ دونوں ملاقاتوں کا احوال شرافت سے بیان کر دیا۔

"ہاں۔" اس نے آنکھیں پھاڑ کر صبا کو دیکھا تھا۔ "اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"تم کون سا یقین کر لیتیں۔ اب بھی تو نہیں مان رہی تھیں۔" وہ نروٹھے انداز میں بولی تھی۔

"کہیں معاملہ گڑبڑ تو نہیں ہے۔" ضحیٰ نے شرارت سے پوچھا تو صبا نے اس کے شانے پر تھپڑ دے مارا۔

"بکواس نہیں کرو اور اب دفع ہو جاؤ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"اوہو آج کچھ زیادہ جلدی ہی نیند نہیں آ رہی؟" وہ شرارت کے موڈ میں تھی مگر صبا اس انداز میں کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے جتانے والے مگر روکھے انداز میں بولی۔

"میرے پاس فضول باتوں کو سوچنے کے لیے ٹائم نہیں ہے۔"

"چلو بھئی ہمیں کیا۔" وہ شانے اچکاتی لاپروائی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر دروازے کے قریب رکتے ہوئے

بولی۔ "لیکن کل کو اگر کچھ اور گڑبڑ ہوگئی تو اپنی رونی صورت لے کر میرے پاس مت آنا۔"

"ضوئی بدتمیز۔" وہ دانت پیستی اس کی طرف بڑھی مگر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر بھاگ گئی تھی۔

"اسٹوپڈ۔" سر جھٹکتی وہ الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

اپنی طرف سے ہر فضول سوچ کو ذہن سے جھٹک کر نائٹ بلب آن کر کے وہ اپنے بستر پر دراز ہوئی تھی۔ مگر آنکھیں بند کرتے ہی وہ پرشوق نگاہیں ذہن کی اسکرین پر جگمگا اٹھیں تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

☆☆.....☆☆

"خدا کے لیے انس بھائی اب مجھے ناشتہ بنا لینے دیں۔ منگنی نہ ہوئی کے ٹوسر کر لی ہے آپ نے۔" وہ سخت جھنجلائی ہوئی تھی۔

"کے ٹو نہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ۔" ضحی نے اپنے لیے چائے نکالتے ہوئے لقمہ دیا تو انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم نے کون سا معرکہ مار لیا ہے۔ ایک ذرا سا کام کہا تھا۔ وہ تو ہو نہیں سکا۔"

"تو آپ خود کیوں نہیں کر لیتے یہ ذرا سا کام؟" ضحی نے جواب دیا تھا۔

"اچھا لگوں گا میں فون کر کے اپنی منگیتر سے ٹیلی فونک ملاقات کی اجازت لیتے ہوئے؟" انس نے کہا تو صبا نے پوچھا۔

"آخر آپ کو ضرورت کیا پڑی ہے اس ٹیلی فونک ملاقات کی؟"

"واقعی دو چار ماہ میں تو یوں بھی فیس ٹو فیس ملاقات ہو جانی ہے۔" ضحی نے وہیں کیبنٹ ٹاپ پر بیٹھ کر چائے کا کپ تھام لیا تھا۔

"بس مشورے ہی تو ہیں تم لوگوں کے پاس وہ بھی بالکل بے کار۔" وہ سلگ اٹھا تھا۔

کتنی خواہش تھی دل میں کہ منگنی کے بعد وہ اپنی منگیتر سے فون پر ڈھیروں باتیں کرے۔ کچھ اس کے بارے میں جانے کچھ اپنے بارے میں بتائے مگر اس کے لیے بہرحال پہلے نگین سے پوچھنا ضروری تھا اور یہی کام انس نے ان دونوں کے ذمہ لگایا تھا۔ جس کا انہیں بالکل بھی یاد نہیں رہا تھا۔

"بھئی اب وہ آپ کی منگیتر ہیں آپ جب جی چاہے انہیں فون کر سکتے ہیں۔" صبا نے کہا تو ضحی برجستہ بولی۔

"منہ اٹھ کے....."

"بکواس نہیں کرو۔" وہ حقیقتاً ناراض تھا۔ ان دونوں کو ہنسی آنے لگی۔

"سچی بتائیں کہیں پہلے لگی سے ملتے تو نہیں رہے آپ؟" ضحی نے وثوق سے پوچھا تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" صبا نے حیرت سے کہا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"جتنی بے قراری یہ دکھا رہے ہیں وہ صرف تصویر کی مرہون منت تو نہیں لگتی۔"

"بس بکواس کرو الو ان سے جتنی جی چاہے۔" ان دونوں کے ہنسنے پر وہ کڑھتا ہوا کچن سے نکل گیا تھا۔

"کوئی جواب نہیں ان کا بھی کہاں تو موصوف کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے اور اب دیکھو حال دل کہنے سننے تک نوبت آ پہنچی ہے۔" ضحی نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

"ویسے ہمیں نگین سے پوچھ لینا چاہیے تھا۔ کافی آزاد خیال لوگ ہیں وہ یقیناً مائنڈ نہیں کرے گی۔"

"اب پہلے دن کی منگیتر سے اس طرح کی باتیں کرنا اچھا تو نہیں لگتا نا۔ اسی لیے میں نے اس سے نہیں پوچھا۔" ضحی

نے اطمینان سے کہا تو وہ ہنس دی۔

"یہ خوب کہا تم نے پہلے دن کی دلہن تو سنا تھا اب پہلے دن کی منگیتر بھی ضرب المثل بن جائے گا۔"

"میرے خیال میں انس بھائی پر جو ٹیلی فونک ملاقات کا دورہ پڑا ہوا ہے نا۔ اس میں زیادہ شدت منگنی والے روز کی ہودی دیکھ کر آئی ہے۔ نگین لگ بھی تو کتنی اچھی رہی ہے۔" صبا نے فرائی ایگ پلیٹ میں نکالتے ہوئے خیال آرائی کی تو ضحی نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"اب یہ سب کچھ لے جا کر ٹیبل پر لگاؤ ابھی حمزہ اور وجدان کی چیخیں شروع ہو جائیں گی۔" صبا نے کہا تو اس نے اپنی چائے ختم کر کے کپ سنک پر رکھا اور ناشتے کے لوازمات سے بھری ٹرے اٹھا کر ڈائننگ روم کی طرف چل پڑی۔

"یونیورسٹی جا رہی ہو تم؟" چچی جان نے ضحی سے پوچھا تھا۔

"بالکل جا رہی ہوں۔ پہلے ہی خوامخواہ ایک ہفتہ ضائع کر دیا ہے میں نے۔" وہ انس کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ تلملا اٹھا تھا۔

"ویسے تمہاری کوئی خاص ضرورت تو نہیں تھی اس منگنی میں۔ خوامخواہ کا احسان کر ڈالا ہم پر۔"

"بس کرو اب اور جلدی سے اٹھ جاؤ۔ ساڑھے آٹھ بجے تمہیں آفس میں ہونا چاہیے۔" معید نے اسی وقت انس کو ٹوک دیا تھا۔

"اوہو یہ حکم کس نے صادر کیا ہے؟" صبا نے دلچسپی سے پوچھا تو معید کے لبوں کی تراش میں مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بڑا صحیح اندازہ ہے تمہارا۔ یہ بڑے ماموں کا حکم ہے۔"

"کوئی بات نہیں بھائی کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے۔" ضحی نے یونیورسٹی جانے کے لیے اٹھتے ہوئے ہمدردانہ انداز میں انس کا شانہ تھپکا جو کبھی بھی باقاعدہ ٹائمنگ کے ساتھ آفس نہیں پہنچا تھا۔ یہ تو اسٹاف کی مہربانی تھی جو محنت اور مخلصی سے کام کرتا تھا ورنہ تو شاید اب تک کاروبار ٹھپ ہو چکا ہوتا۔

"تم اپنے اقوال اپنے پاس ہی رکھو۔" وہ رکھائی سے بولا تو بیگ چیک کرتی ہوئی وہ ہنس دی۔

"امی جی! آپ نے میرے بیگ میں پیسے نہیں رکھے؟" اس نے چچی جان سے اپنی پاکٹ منی کی بابت استفسار کیا تو انہوں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر اپنی یادداشت کو کوسا۔

"وہ تو رات میں نے الگ کر کے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیے تھے۔"

"کتنے پیسے چاہئیں؟" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی معید نے اپنا والٹ نکالتے ہوئے پوچھا تو وہ لب بھینچ کر ذرا سا مسکرائی پھر بولی۔

"میں اپنے پیسوں کی بات کر رہی ہوں۔"

"یہ بھی تمہارے اپنے ہی پیسے ہیں۔" تائی جان نے درپردہ اسے معید سے پیسے لے لینے کو کہا مگر وہ اس کا کوئی بھی احسان لینے کی روادار نہیں تھی۔

"خیر ابھی تو ضرورت نہیں۔ واپسی پر لے لوں گی۔" وہ بعجلت کہتی نکل گئی تو لب بھینچتے ہوئے معید نے اپنا والٹ جیب میں ڈال لیا تھا۔

"ایک تو یہ لڑکی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے۔" چچی جان نے اس کی پلیٹ میں بچا کھچا پراٹھا اور انڈہ دیکھتے ہوئے ناگواری سے کہا تھا۔ تائی جان نے ہمیشہ کی طرح انہیں تسلی دی۔

"ابھی پڑھائی میں مصروف ہے۔ فارغ ہوگی تو ٹھیک ہو جائے گی۔"

"او کے جی میں چلتا ہوں پھر۔" انس اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ معید نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"صبی! وہ معید کے کیمرے والی ریل کا کیا بنا۔ عماد بھائی نے اس سے ہماری کتنی ہی تصویریں لی تھیں۔" چھت پر ٹہلتے ہوئے ضحی کو یاد آیا تھا۔ سبھی تصویریں دھل کے آ گئی تھیں۔ ایک معید والی ریل ہی کا پتا نہیں چلا تھا۔

"وجدان دھلوا کے لایا تو تھا۔ معید بھائی کے پاس ہی ہوں گی۔ میں نے پوچھا ہی نہیں۔" صبا کو بھی ابھی خیال آیا تھا۔

"وہ ہے بھی لینس والا کیمرہ۔ بہت اچھا رزلٹ آیا ہوگا ہماری تصویروں کا جاؤ ذرا پتہ تو کر کے آؤ۔" ضحی نے کہا تو وہ صاف گوئی سے بولی۔

"میں تو اتنی مشکلوں سے سیڑھیاں طے کر کے اوپر آئی ہوں۔ اگر تمہیں اتنا ہی شوق ہو رہا ہے تو تم لے آؤ۔"

"بہت بدتمیز ہو تم۔" ضحی چڑ گئی تھی۔

"یوں بھی ابھی تو شاید وہ گھر آئے بھی نہیں۔" صبا نے کہا تو دفعتاً اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یعنی یہ اچھا موقع ہے اس کے کمرے سے تصویریں اڑانے کا؟"

"جی نہیں بلکہ یہی ایک موقع نہیں ہے۔ ان کے کمرے میں جانے کا۔" صبا نے فہمائشی انداز میں کہا تھا۔

"تم یہاں اپنی اسمارٹنس کے سو چکر پورے کرو میں ابھی ایک کامیاب ڈاکہ مار کے آتی ہوں۔" وہ بولی تو صبا نے اسے روکنا چاہا۔

"معید بھائی خفا ہوں گے ضوئی۔"

"وہ پہلے کب مجھ سے راضی ہے۔ تھوڑا سا خفا اور ہو لینے دو۔" وہ لاپروائی سے کہتی سیڑھیاں اتر گئی۔ صبا اس کی ہٹ دھرمی پر سانس بھر کے رہ گئی۔

بہت احتیاط سے معید کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانک کر اس کے معید کی غیر موجودگی کا اندازہ کرنا چاہا تو باتھ روم کا بند دروازہ اور شاور چلنے کی آواز اس کی امیدوں پر پانی پھیر گئی۔ وہ یقیناً باتھ روم میں تھا اور شاور لے رہا تھا۔

"جلدی جلدی چیک کر لیتی ہوں۔ یہ کون سا اتنی جلدی باہر آنے والا ہے۔" اندر داخل ہو کر آہستگی سے دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے سوچا پھر کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر اندازہ لگانا چاہا کہ اس نے البم کہاں رکھی ہوگی۔ سب سے پہلے اس نے سائیڈ ٹیبلز کی درازیں کھنگالیں مگر وہاں اس کے ضروری کاغذات اور فائلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔

"چہ..... کہاں ہو سکتی ہے؟" وہ الجھی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی دیوار گیر الماری کی طرف بڑھی۔ ناب گھماتے ہوئے اس کا ہاتھ ٹھٹکا تھا۔ اس طرح بغیر اجازت کسی کے کمرے میں آنا اور یوں تلاشیاں لیتے پھرنا یقیناً اخلاقیات کے خلاف تھا۔ "میں کون سا کچھ چرانے آئی ہوں۔ بس البم لے کر چلی جاؤں گی۔" خود کو تسلی دیتے ہوئے ضمیر کو تھپک کر اس نے الماری کھول لی۔ دراز چیک کی مگر ناکامی ہوئی۔ لاکر چیک کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر لاکر میں چابی لگی دیکھ کر بے اختیار ہی اس نے لاک کھول ڈالا تھا۔ بہت احتیاط سے ہینڈل گھما کر لاکر کا دروازہ کھولا تو وہاں نہ صرف البم بلکہ ایک خوب صورت سی ڈائری بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس کا ارادہ صرف البم اٹھانے کا تھا مگر برا ہو اس تجسس طبع کا جو عقل پر غالب آ گئی۔

"کیا پتا کسی نے گفٹ ہی کی ہو اور موصوف اس میں اپنے دل کی باتیں لکھتے ہوں۔"

بہت احتیاط کے ساتھ اس نے نیلی جلد والی ڈائری اٹھا کر کھولی تھی۔ پہلے ہی صفحے پر معید کی لکھائی خوب صورتی سے بکھری ہوئی تھی۔

میری زندگی میں اک کتاب ہے
اک چراغ ہے
اک خواب ہے اور تم ہو
یہ کتاب و خواب کے درمیان جو منزلیں ہیں
میں چاہتا ہوں
تمہارے ساتھ سفر کروں
وہی کل اثاثہ زندگی ہے
اس کو زاد سفر کروں
میرے دل جادہ خوش خبر پہ
بجز تمہارے کبھی کسی کا گزر نہ ہو
مگر اس طرح کہ
تمہیں بھی اس کی خبر نہ ہو

"اوہو۔" اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ اس نے صفحہ پلٹ کر آگے کچھ پڑھنے کی کوشش کی مگر فقط اس نظم کے بعد ڈائری کے باقی صفحے خالی تھے۔ سبھی ڈائری کے صفحات میں سے کوئی کاغذ پھسل کر نیچے گرا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ یہ کوئی تصویر تھی جو اوندھی پڑی تھی۔ ایک سنسنی آمیز احساس میں گھر کر اس نے نیچے بیٹھتے ہوئے بے اختیار تصویر اٹھانی چاہی تبھی کسی نے ایک دم اس کی کلائی کو بہت سختی سے تھام لیا تو وہ تھرا کر رہ گئی۔

معید حسن کو سامنے دیکھ کر رہی سہی جان بھی ہوا ہو گئی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ غرایا تھا۔ بلیو لائننگ والے نائٹ ڈریس میں ملبوس وہ یقیناً شاور لے کر نکلتے ہی نگاہ پڑنے پر ضحی کی طرف لپکا تھا۔

"وہ..... وہ..... میں..... یہ....." کچھ خوف تھا تو شرمندگی بھی حد سے سوا تھی۔ گھبراہٹ کے مارے کوئی بہانہ بھی تو نہیں سوجھا تھا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں ایسی حرکت کرتے ہوئے؟" معید نے غصے سے کہتے ہوئے اس کی کلائی کو جھٹکا دیا تو اس کی سخت گرفت میں کتنی ہی چوڑیاں ٹوٹ گئیں جو یقیناً اس کی کلائی میں بھی کھبی تھیں۔

"میں یہ البم لینے آئی تھی۔" کلائی زخمی ہونے سے زیادہ شرمندگی کے مارے اسے رونا آنے لگا تھا۔

"میری اجازت کے بغیر تم نے میری الماری کو ہاتھ بھی کیوں لگایا۔ اتنی بھی سینس نہیں ہے تمہیں۔" وہ مشتعل ہو رہا تھا۔

"سوری۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"بہت آسان کام ہے تمہارے لیے کچھ بھی کر کے ایکسکیوز کر لینا۔" وہ طنزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ کیا کہتی اتنی اہانت کے بعد اور کہا بھی کیا جا سکتا تھا۔ بالکل چوروں کی طرح رنگے ہاتھوں پکڑی گئی تھی۔

"میں تو صرف یہ....." اس نے رندھے ہوئے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کی بات کاٹ

کرختی سے پر لہجے میں بولا۔
"گیٹ آؤٹ اور آئندہ کبھی ایسی فضول حرکت کی تو....." وہ بات ادھوری چھوڑ کر لب بھینچ گیا تھا۔ اس نے کسمسا کر اپنی کلائی چھڑانا چاہی تو معید نے اپنی گرفت چھوڑ دی۔ چوڑیوں کے کتنے ہی ٹکڑے کارپٹ پر بکھر گئے۔ البم وہیں پھینک کر وہ بھاگنے کے سے انداز میں اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔ وہ گہری سانس لے کر اوندھی پڑی تصویر اٹھانے لگا۔ تو نگاہ کارپٹ پر بکھری چوڑیوں پر ٹھٹک گئی۔ صبا اسے ڈھونڈتی ہوئی ان کے پورشن میں چلی آئی تھی۔
چچی جان سے پتا چلا کہ وہ اپنے کمرے میں جا چکی ہے تو اسے بہت حیرت ہوئی۔ کیونکہ وہ اتنی جلدی سونے کی کبھی بھی عادی نہیں رہی تھی۔ صبا اس کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ تکیے میں منہ دیئے لیٹی تھی۔ صبا اس کے پاس جا بیٹھی۔ لائٹ جل رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔
"تم تو البم لینے گئی تھیں۔" اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے صبا نے پوچھا تو اس کا ہاتھ جھٹک کر وہ بولی۔
"میں نہیں گئی تھی۔ لائٹ آف کر دو مجھے نیند آ رہی ہے۔" اس نے اپنی طرف سے اپنے لہجے کو کتنا ہی نارمل کر کے کیوں نہ کہا ہو اس کی آواز کی نمی صبا سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔
"کیا بات ہے ضحی؟" اس نے پر تشویش لہجے میں پوچھا اور اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی۔
"صبا پلیز۔ سونے دو مجھے۔" اس نے صبا کا ہاتھ پیچھے کیا تو اس کی نظر ضحی کی زخمی کلائی پر پڑی۔
"ضوئی! یہ کیا ہوا ہے؟"
"کچھ بھی نہیں ہوا۔" وہ زچ آ کر اٹھ بیٹھی تھی۔
"تم رو رہی تھیں۔" صبا کو یقین نہیں آ رہا تھا مگر اس کی سرخ ہوتی آنکھیں اور بھیگی پلکیں اس کی گریہ وزاری کو ظاہر کر رہی تھیں۔
"میں کوئی رو نہیں رہی۔ تم جا کر سو کیوں نہیں جاتیں۔" وہ تنگ آ کر بولی تو صبا نے تاسف سے اسے دیکھا۔
"تمہارا کیا خیال ہے۔ یوں میں جا کر سو جاؤں گی؟" وہ کچھ کہے بغیر تکیہ گود میں رکھے بیٹھی رہی تو صبا نے اس کی کلائی کو نرمی سے تھام لیا۔
"یہ کیا ہوا ہے؟" اس کے انداز میں اتنی محبت اور ملائمت تھی کہ ضحی کو رونا آنے لگا۔
"چوڑیاں ٹوٹنے کی وجہ سے خراشیں آ گئیں۔"
"اور رو کیوں رہی تھیں؟ کہیں معید بھائی سے ڈانٹ تو نہیں پڑ گئی؟" صبا کو یکلخت یاد آیا تھا۔ ابھی آتے ہوئے اس نے معید کو لاؤنج میں کھانا کھانے میں مصروف دیکھا تھا۔ اب مزید چھپانا تو بے کار ہی تھا۔ سو ضحی نے اپنی کارکردگی اور معید کی چھاپہ مار مہم کی ساری تفصیل بتا دی۔
"کس قدر بری بات ہے ضوئی، تمہیں ان کی الماری بلکہ لاکر کی تلاشی لینے کو کس نے کہا تھا۔" صبا نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔
"اس نے البم بھی تو وہیں رکھی ہوئی تھی۔"
"پھر بھی، بہت غلط حرکت تھی تمہاری۔ آدمی کی پرسنل اشیاء بھی ہو سکتی ہیں۔" صبا کو افسوس ہو رہا تھا۔ دفعتاً اس کی آنکھیں چمکیں اور وہ جوش بھرے لہجے میں بولی۔
"وہ بھی لاکر میں اپنے پرسنلز چھپا کے رکھتا ہے۔ ڈائری میں اتنی رومینٹک سی نظم لکھی ہوئی تھی اور کسی لڑکی کی تصویر بھی تھی۔"

"ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ تم نے تصویر دیکھی ہی نہیں۔" صبا نے مشکوک انداز میں اسے دیکھا تھا۔
"کسی لڑکے کے پاس لڑکی ہی کی تصویر ہو سکتی ہے۔" وہ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔
"معید بھائی کی نیچر ایسی نہیں ہے۔" صبا نے تیقن بھرے لہجے میں کہا تو وہ جل کر رہ گئی۔
"وہ تو جیسے ہر سال گنگا نہا کے آتے ہیں نا لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز تو ہے نہیں۔"
"لڑکیوں سے نہ سہی، چور ڈاکوؤں سے بہت اچھی طرح ڈیل کرتے ہیں۔" صبا نے اس پر چوٹ کی تو وہ خفیف سی ہو گئی۔
"میں نے صرف وہاں سے البم نکالی تھی وہ بھی ہماری تصویروں والی۔ اسے تو خوامخواہ ہی مجھ سے الجھنے کی عادت ہے۔"
"کیا خبر یہ خوامخواہ کا الجھنا ہی کسی روز رنگ لے آئے۔" اس کی کلائی پر پڑی خراشوں کا جائزہ لیتے ہوئے صبا نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو وہ چلا اٹھی۔
"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟"
"میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔" اس کے انداز نے صبا کو سٹپٹا دیا تھا۔
"خبردار جو آئندہ یہ یونہی منہ سے نکالا تو۔" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔
"کیوں ایسی کیا برائی ہے میرے بھائی میں؟" صبا کو اس کے لب و لہجے سے خاصی تکلیف پہنچی تھی۔ سو خاصا تڑپ کر پوچھا۔
"اس میں کوئی برائی نہیں۔ البتہ تم میں ضرور ہے اور وہ برائی یہ ہے کہ تم معید حسن کی بہن ہو۔" ضحی نے اطمینان سے کہا تو وہ برا مان جانے والے انداز میں بولی۔
"تمہیں ایسا کیا کہہ دیا ہے انہوں نے۔ غلطیوں پر تو سبھی ڈانٹتے ہیں۔"
"غلط فہمی ہے تمہاری کہ وہ مجھے صرف غلطیوں پر ڈانٹتا ہے۔ اسے تو شوق ہے مجھے ڈانٹنے کا۔ کبھی جو کسی کا لحاظ کر کے ڈانٹ کو ملتوی کیا ہو۔" ضحی سخت برگشتہ ہو رہی تھی پھر قطعی انداز میں بولی۔
"اور تم دیکھ لینا یہ جو تمہارا گھنا میسنا بھائی ہے نا۔ اس نے ضرور کہیں نہ کہیں بہت زبردست سا چکر چلا رکھا ہو گا۔ وہ کیا لکھا ہوا تھا اس نے کہ
میری زندگی میں اک کتاب ہے
اک چراغ ہے
اک خواب ہے اور تم ہو
وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔
"اور تم جو اس کے آگے پیچھے خدمت گار بنی گھومتی رہتی ہو تو تمہارا نام کتاب ہے نہ خواب ہے نہ چراغ اور باقی رہ گئی تم تو یہ وہ تصویر والی ہو گی جس کے لیے اس نے لکھا ہوا تھا۔
میرا دل جادہ خوش خبر یہ
بجز تمہارے کبھی کسی کا گزر نہ ہو
مگر اس طرح کہ تمہیں بھی اس کی خبر نہ ہو
"وہ تو اسے خبر نہیں ہونے دینا چاہتا۔ تم لوگ کیا شے ہو۔" ضحی نے لمحوں میں صورت حال کا خاصا خطرناک سا

تجزیہ کر کے رکھ دیا تھا۔

"میرے خدا۔" صبا دنگ سی بیٹھی سن رہی تھی۔

"کتنی بکواس کرتی ہو تم ضحی' معید بھائی ایسے نہیں ہیں۔"

"وہ ویسے بھی نہیں ہیں جیسا تم نے سوچ رکھا ہے۔" ضحی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ پھر اٹل انداز میں بولی۔

"تم دیکھنا میں اس کے لاکر میں سے وہ تصویر نکال کے ہی رہوں گی۔ پھر دیکھنا سب کے سامنے معید حسن کیسے بے نقاب ہوتا ہے۔"

"اب کی بار تو وہ تمہارا گلا ہی دبا دیں گے۔" صبا نے اسے ڈرانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی کلائی سے اٹھتی ٹیسوں کو نظر انداز کرتے ہوئے شاعرانہ انداز میں بولی۔

باطل سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار لے چکا ہے تو امتحاں ہمارا

"اب بس کرو اور ان خراشوں پر کریم لگا لو لگ رہا ہے زہر سر چڑھ کے بول رہا ہے۔" صبا نے چڑ کر کہا تھا۔ مگر وہ واقعی معید کی پول کھولنے سے متعلق پلان کر رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے والی شرمندگی اور خوف اڑن چھو ہو گیا تھا۔ اس کا ارادہ ایک مرتبہ پھر سے معید کے لاکر کو کھولنے کا تھا۔

☆☆.....☆☆

یونیورسٹی سے باہر آتے ہی اس کی نگاہوں نے گزشتہ دن کی طرح کسی دل پسند چہرے کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکنا شروع کر دیا۔

وہ پورے ایک ہفتے کے بعد یونیورسٹی آئی تھی مگر کل بھی وہ کہیں دکھائی نہیں دیا تھا اور آج بھی اس کی نگاہیں مایوس ہو کر پلٹنے لگی تھی کہ درخت سے ٹیک لگائے بہت تحمل سے کھڑے عمر کاظمی نے اس کی تمام تر توجہ سمیٹ لی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھی تھی۔

"کس قدر بدتمیز ہو تم عمر۔"

"میں تو اتنے دنوں کے بعد کسی بہت اچھی ملاقات کا سوچ کر آیا تھا اور تم نے آتے ہی اسرائیلی حملہ شروع کر دیا۔" دھوپ کی شدت سے سرخ ہوتی رنگت کے ساتھ وہ مسکراتا ہوا اچھا لگ رہا تھا۔ ضحی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"کل کہاں تھے تم؟ تمہیں پتا تھا کہ کل میں یونیورسٹی آ رہی ہوں۔"

"سوری یار۔" وہ سر کھجا کر بولا پھر اسے دیکھتے ہوئے ہنس دیا۔ "خود بھی تو ایک ہفتے کی چھٹیاں گزار کے آ رہی ہو۔ میں تو صرف ایک ہی دن نہیں آیا۔" وہ ایک طرف کو چل پڑا۔ تو وہ بھی درختوں کی ٹھنڈی گھنی چھاؤں میں اس کی ہمقدم ہو گئی۔ عمر کاظمی کے ساتھ یوں بے وجہ چلنا بھی اس کی ساری تھکن لمحوں میں مٹا دیتا تھا۔

"فنکشن کیسا رہا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ ضحی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"بہت زبردست، بہت مزہ آیا۔"

"میں نہیں تھا پھر بھی؟" وہ امتحان لینے والے انداز پر اتر آیا تو ضحی نے تنک کر کہا۔

"ہاں تم نہیں تھے پھر بھی۔"

"چہ..... یہ ویلیو ہے تمہاری عمر کاظمی۔" سر جھٹک کر وہ متاسفانہ انداز میں بولا تو ضحی کو ہنسی آ گئی۔

"تم بتاؤ اتنے دنوں میرے بغیر تمہیں کتنا مزہ آیا ہے؟" اس کے پوچھنے پر وہ چپ سا ہو گیا۔ پھر مدھم سے انداز

میں بولا۔

"مجھے تو خود زندگی مزہ چکھانے پر تلی ہوئی ہے ضحی۔ میں کیا زندگی کا مزہ چکھوں گا۔"

ضحی نے تحیر سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر خفگی سے بولی۔

"شٹ اپ عمر یوں بزدلوں کی طرح بات مت کرو۔"

"تو اور کیا تلوار لے کر زندگی سے جنگ کرنے نکل پڑوں؟" وہ چڑ گیا تھا۔ ضحی خاموش ہو گئی۔

ان گزرے دو سالوں سے وہ بہت بدلتا جا رہا تھا۔ اس کی ساری شگفتگی اور شوخی کہیں کھوتی جا رہی تھی۔ بلند و بانگ دعوے دم توڑ رہے تھے اور شکستگی و تھکن اس کے وجود کا گھیراؤ کر رہی تھی۔

"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا؟" ضحی نے پوچھا تو وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹھوکر سے پتھر اڑاتے ہوئے بے دلی سے بولا۔

"وہی جو پہلے بنتا رہا ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی تب وہ قدرے شگفتہ لہجے میں بولا۔

"دعا کیا کرو ضحی مجھے اچھی سی جاب مل جائے۔ تاکہ میں اپنی دونوں بہنوں کی شادیاں کر کے اپنا فرض ادا کر سکوں۔"

"دو اور تیسری بہن؟" وہ حیران ہوئی تھی کیونکہ عمر کی تین بہنیں تھیں۔ ایک اس سے بڑی اور دو اس سے چھوٹی تھیں۔

"تیسری کی شادی ہم دونوں مل کے کریں گے۔" وہ اطمینان سے کہہ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر اس کی رنگت میں مزید سرخیاں گھلنے لگی تھیں۔

"میں تو بہت دعا کرتی ہوں تمہارے لیے عمر کہ جلدی سے تمہیں اچھی سی جاب مل جائے۔" اس کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی خاطر وہ بولی تھی۔

"اوہو یعنی جلدی سے میں اپنے فرائض سے نمٹوں اور تم میرا سر کھانے میرے گھر میں آ جاؤ۔" وہ ابھی بھی شوخی کے موڈ میں تھا۔

"اچھا بدتمیزی مت کرو۔ پتا ہے نا روڈ پر لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔" وہ فوراً کھائی سے بولی ساتھ ہی دھمکا بھی دیا تو وہ ہنس دیا۔ پھر گرمی کی شدت سے سرخ پڑتی اس کی رنگت دیکھ کر دل کو تاسف نے گھیرا تو وہ رک گیا۔

"تم پوائنٹ پکڑو اور گھر چلی جاؤ بہت گرمی ہو رہی ہے۔"

"کوئی گرمی نہیں ہے۔" ضحی نے بدستور چلتے ہوئے طمانیت سے کہا پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"تمہارے ساتھ ان درختوں کی چھاؤں میں چلنا بہت اچھا لگتا ہے۔"

"میرے راستوں میں تو کڑی دھوپ کا سفر ہے ضحی۔ یہ چھاؤں تو فقط وہاں تک ہے۔" اس نے دلگرفتگی سے مسکراتے ہوئے درختوں کی قریب اختم قطار کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں سے آگے ہر شے کو تپتی سلگتی جھلسا دینے والی دھوپ نے ڈھانپ رکھا تھا۔

"عمر! کبھی تو خوش ہونے اور خوش کرنے والی بات کر لیا کرو۔ دو منٹ میں بندے کو فرش پر پٹخ دیتے ہو۔" وہ برا مان گئی تھی۔

"بندے کو اپنی اوقات ہی میں رہنا چاہیے۔ عرش پر خدا ہی کی ذات اچھی لگتی ہے۔" وہ مدبرانہ انداز میں کہتا اسے چڑا گیا۔

"عرش پہ کون جا رہا ہے مگر ہواؤں میں تو اڑ سکتے ہیں نا۔" اس کی بچگانہ سی خواہش پر عمر نے بہ مشکل اپنے قہقہے کو ہنسی میں ڈھالا تھا۔ پھر اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"تمہیں تو میری صاف گوئی اور پریکٹیکل ہونا بہت اچھا لگتا ہے۔"

"کبھی کبھار افسانوی باتوں سے بھی دل کو بہلا لینا چاہیے عمر کا کبھی زندگی سہل لگنے لگتی ہے۔" وہ جل کر بولی تھی۔

"یعنی زندگی سہل ہوتی نہیں بلکہ لگنے لگتی ہے۔ یعنی محض دھوکا' جاگتی آنکھوں کا سپنا' افسانوی باتیں پسند کرنے کا مطلب ہے خیالی دنیا میں رہنا' حقیقت سے نظریں چرانا۔ یہ عادت بہت تکلیف پہنچانے والی ہوتی ہے صحی۔ کیونکہ پھر حقیقت کا سامنا کرنے کی عادت نہیں رہتی اور اگر کبھی سچائی کا سامنا کرنا پڑ جائے تو بہت شاک پہنچتا ہے۔ اس لیے دی بیسٹ تھنگ از کہ آپ شروع ہی سے بہت پریکٹیکل ہو کر فیصلہ کریں۔" اس نے حقیقت پسندی پر پورا لیکچر ہی دے ڈالا تھا۔ صحی نے فائل سر پر رکھ کر دھوپ سے بچنے کی سعی کرتے ہوئے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھا اور دانت پیس کر بولی۔

"میں بھی تمہاری طرح بیسٹ ڈیبیٹر رہی ہوتی تو ابھی تمہارے ان سب پوائنٹس کی ایسی کی تیسی کر دیتی۔" اس کے انداز و الفاظ سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ ہنس رہا تھا۔ مجبوراً صحی کو بھی مسکرانا پڑا۔

"چلو تمہارا غصہ ٹھنڈا کرتا ہوں۔" وہ ایکدم سے بولا تھا۔ صحی نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"آئس کریم کھلاتا ہوں یار۔" اس نے ان دو سالوں میں پہلی بار کہیں باہر کچھ کھانے پینے کی آفر کی تھی۔ اس سے پہلے وہ لوگ کیفے ٹیریا ہی میں کھانے پینے کا بندوبست رکھتے تھے۔

"آئس کریم؟" حسب عادت اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ آئس کریم میں تو اس کی جان اٹکی رہتی تھی مگر چونکہ پہلے کبھی عمر کے ساتھ کسی پبلک پلیس پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس لیے وہ متامل تھی۔

"بالکل اور اس بار تمہارا پسندیدہ فلیور۔" عمر نے جیسے اسے لالچایا تھا۔

"عمر! اچھا نہیں لگے گا یوں کھلے عام۔" وہ قدرے خوف زدہ بھی تھی۔

یونیورسٹی میں عمر اس سے سینئر تھا۔ یونہی فنکشنز اور دوستوں کے درمیان اس سے ملاقات ہوئی یہ ملاقات دوستی سے بڑھ کر جذباتی پسندیدگی تک کیسے پہنچی اس کا احساس صحی کو ہوا تھا اور نہ ہی عمر کو۔ مگر پھر بھی وہ دونوں جانتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے بہت اہم ہیں۔ یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہ اس سے ملنے آتا رہتا تھا مگر یوں اس کی آفر قبول کرنے میں اسے ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

"او کے دل نہیں مان رہا تو دفع کرو۔" وہ بشاشت بھرے انداز میں بولا۔ تب وہ غیر متوقع طور پر مان گئی۔

"چلو ٹھیک ہے مگر صرف پندرہ منٹ رکوں گی میں۔"

تب وہ اسے لیے قریبی ریسٹورنٹ میں چلا آیا تھا۔ وہ اس قدر کانشس تھی کہ ادھر ادھر نگاہ دوڑائے بغیر عمر کے ساتھ سیدھی ٹیبل تک چلی آئی تھی۔

"بہت مشکل کام ہے یہ۔" کرسی پر گرتے ہوئے وہ یوں گہری سانس لے کر بولی جیسے میلوں چل کے آئی ہو۔

"یونیورسٹی میں پڑھ کے بھی گنوایا ہی ہے تم نے۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو وہ ویٹر کو قریب آتے دیکھ کر اسے محض گھور کر رہ گئی۔

اپنی اور صحی کی پسندیدہ آئس کریم کا آرڈر دے کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ جو اتنے عرصے میں اندر ہی اندر کڑھتی رہی تھی جتانے والے انداز میں بولی۔

"چاہے میں نے یونیورسٹی میں پڑھ کے کچھ پایا ہو یا گنوایا ہو۔ مگر تمہارے ساتھ میں پہلی اور آخری مرتبہ یہاں آئی ہوں۔"

"اچھا بابا اچھا۔" وہ ہارنے والے انداز میں بولا پھر شرارت سے اضافہ کیا۔

"اچھا تو آخری بار سہی۔ شادی کے بعد تو آؤ گی نا؟"

اس کی بات پر وہ جھینپ سی گئی تھی۔

"اچھی لگتی ہو یوں شرمائی ہوئی۔" وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"عمر! اب اگر تم نے کوئی بکواس کی تو پبلک کا خیال کیے بغیر میں یہ فائل تمہارے سر پر دے ماروں گی۔" اس کے ارتکاز نے محوں میں ہتھیلیاں پسیج دی تھیں۔ وہ اس پر سے نگاہ ہٹاتے ہوئے بے ساختہ ہنس دیا تھا۔ ویٹر نے خوب صورت بلوریں پیالوں میں آئس کریم لا کر ان کے درمیان رکھ دی تھی۔ تب صحی کو خیال آیا تھا۔

"یہ آئس کریم میری طرف سے ہوگی۔" اس نے رعب سے کہا تو چمچ سے آئس کریم مکس کرتے ہوئے وہ بھنویں اچکا کر استفہامیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"وہ کس خوشی میں' جہاں تک میرا خیال ہے میں نے ابھی تک تمہیں پروپوز نہیں کیا۔"

"عمر....." دانت پیستے ہوئے وہ مدھم آواز میں غرائی تو وہ ہنسنے لگا۔

"پھر کیوں حاتم طائی کی رشتے دار بن رہی ہو؟" لاپروائی سے پوچھا تو وہ بولی۔

"کیونکہ میرے بھائی کی منگنی ہوئی ہے۔"

"تمہارے بھائی کی منگنی ہوئی ہے نا۔ جس روز تمہاری ہوگی تب ٹریٹ دے دینا۔" وہ ہنوز رسانیت بھری شرارت سے کہہ رہا تھا۔ وہ زچ ہو کر آئس کریم کھانے لگی۔ ایک یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ ناحق اس کی دعوت قبول کر لی پتہ نہیں اس کے پاس پیسے تھے بھی کہ نہیں اور اگر تھے بھی تو ایک بالکل غیر ضروری کام پر خرچ ہو رہے تھے۔ یہی پیسے اس کے گھر کی کسی ضرورت کو پورا کر سکتے تھے۔" اس کا دل بوجھل ہونے لگا۔ دفعتاً اسے احساس ہونے لگا تھا کہ ان دنوں وہ ٹیوشنز پڑھا رہا تھا اور اتنی محنت سے کمائے روپوں کو یوں کسی شغل میں گنوانا تو صریحاً گناہ تھا۔

"ناراض ہو گئی ہو کیا؟" اس کی خاموشی اور آئس کریم کے پیالے میں یونہی چمچہ گھمانا عمر کو کھٹکا گیا تھا۔

"نہیں۔" وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر قدرے شگفتگی سے مسکرا کر بولی۔ "اچھا اگر میری ٹریٹ تمہیں قبول نہیں تو پھر یوں کرتے ہیں کہ میری آئس کریم کی پے منٹ تم کر دو اور تمہاری آئس کریم کی پے منٹ میرا ذمہ۔"

اس کی بات سن کر چند ثانیوں تک وہ اس کو دیکھتا رہا۔ تو وہ پزل ہونے لگی۔ چمچہ پیالے میں رکھ کر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے وہ رسان بھرے لہجے میں بولا۔

"تم کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو۔ اتنے پیسے تو ہیں میرے پاس کہ تمہیں آئس کریم کھلا سکوں۔" وہ اتنی آسانی سے بات کی تہہ میں پہنچ جائے گا یہ صحی کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ گڑبڑا گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

مگر وہ اس کے معذرتی انداز سے قطع نظر یونہی لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"اگر تمہیں برا لگا ہے تو سوری۔" وہ سراسیمہ ہونے لگی کہ اس کی خودداری کو ٹھیس پہنچانے کا تو کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ

ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے مسکرادیا۔

"برا تو نہیں لگا ہاں اتنا احساس ضرور ہوا ہے کہ تم مستقبل میں ایک کفایت شعار بیوی ثابت ہوگی۔" اس نے دفعتاً بات کا رخ بدلا تو وہ جو اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی شپٹا گئی۔

"جی چاہ رہا ہے کہ یہ آئس کریم تمہارے سر پر دے ماروں۔ بہت فضول بولتے ہو تم۔"

"کیا کروں یار۔ اتنے دنوں کے بعد ملی ہو تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے بہت فریش ایئر میں سانس لے رہا ہوں۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا تو وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"کوئی بھی وقت ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتا عمر آج دکھ ہے تو کل سکھ بھی آئے گا۔" اس کے تسلی دینے پر وہ بے ساختہ مسکرادیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"اور میرا سب سے بڑا سکھ یہ ہوگا کہ میرے ساتھ تم ہوگی۔ میری ہم قدم میری غمگسار۔"

"تب غم کہاں ہوں گے عمر۔ صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔" اس نے بچوں کی سی معصومیت سے کہا تو وہ جو بہت پریکٹیکل اپروچ رکھتا تھا اس پل اسے ٹوک بھی نہیں پایا۔ بلکہ رشک سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کس قدر آسان زندگی گزار رہی ہو تم صحی میر۔ تمہیں کیا خبر اور پتا نہیں تمہیں اپنے ساتھ اس کانٹوں بھری رہگزر میں گھسیٹ کر میں تمہارے ساتھ انصاف بھی کر رہا ہوں کہ نہیں؟" اس کی سوچ شکستہ ہونے لگی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" صحی نے اسے ٹوکا تو وہ گہری سانس لیتا حال میں لوٹ آیا۔

"سوچ رہا ہوں کہ کہیں میں تمہیں بھی تو اپنے ساتھ خارزار میں تو نہیں گھسیٹ رہا۔" وہ بہت صاف گوئی سے بولا تو صحی نے اسے فوراً ٹوک دیا۔

"یہ میری قسمت ہوگی عمر۔ تم اس بارے میں مت سوچو۔ جتنا خدا نے میرے نصیب میں لکھ دیا ہے وہ چاہے مجھے کسی جھونپڑی میں ملے یا محل میں۔ آئی ڈونٹ کیئر۔"

"قسمت پر اعتبار ہے تمہارا؟" عمر نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر بولی۔

"بالکل ہے۔ خدا نے جو کچھ قسمت میں لکھ دیا ہے اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ ہاں یہ البتہ فیکٹ ہے کہ جو قسمت میں لکھا ہے وہ حاصل کرنے کے لیے تھوڑی جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔"

"اور اگر ہم وہ چاہتے ہوں جو قسمت میں نہیں لکھا تو؟" وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"جو قسمت میں نہیں لکھا وہ کیسے مل سکتا ہے۔" اس نے لاپروائی سے کہا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولی۔ "ہاں اسے حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ کوشش کر کے ناکام ہو جانا بہتر ہے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے۔ کم از کم دل میں کوئی خلش تو باقی نہیں رہتی نا کہ شاید کوشش کرنے سے یہ چیز حاصل ہو جاتی۔"

"اور اگر کوشش کے باوجود وہ چیز نہ ملے تو؟" اس کے نقوش پر نرم سی نگاہ دوڑا کر پوچھا تو ٹشو پیپر سے ہونٹ صاف کرنے کے بعد اسے مسل کر پیالے میں پھینکتے ہوئے وہ لاپروائی سے بولی۔

"پھر یہ کہ دکھ تو ہوتا ہی ہے مگر آہستہ آہستہ آدمی کا ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شے جیسی کوئی شے ہو یا نہ ہو مگر اس کا متبادل ضرور ہوتا ہے۔" اس کی بات سن کر عمر نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔ پھر ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

"یعنی میرا بھی کوئی نہ کوئی متبادل ضرور ہوگا۔ تمہارے لیے۔" اس کی بات سمجھنے میں صحی کو ایک لمحہ ہی لگا تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہہ دینے کے بعد وہ کتنے آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔

"آئی ہیٹ یو عمر، بہت برے ہو تم۔" وہ دفعتاً ہی ڈھے گئی تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر بہ مشکل آنسوؤں کو روکا تو

وہ بھی گھبرا گیا۔

"ارے صحی یار مذاق کر رہا تھا میں۔"

"یہ مذاق کرنے والی بات ہے کیا؟" وہ دھیمی آواز میں چلائی تو وہ پریشان سا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"کیا کر رہی ہو یار۔ پبلک پلیس پر چھینٹی لگواؤ گی میری۔"

"تمہارے ساتھ اس سے بھی برا ہونا چاہیے۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

"میں نے کبھی تمہارے علاوہ کسی کو نہیں سوچا اور تم کتنی آسانی سے کہہ گئے ہو کہ میرے لیے تمہارا کوئی متبادل ہو سکتا ہے۔"

"بہت الو ہوں میں۔ یار معاف کر دو۔ بس یونہی ایک فضول سی بات منہ سے نکل گئی۔" وہ بات کر کے پچھتا رہا تھا۔

"تم بہت برے ہو عمر کاشمی۔" وہ خفگی سے پر انداز میں بولی۔ تو وہ مسکرادیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"ناراض مت ہوا کرو۔"

یہ چاندنی کھلی کھلی چمک تمہارے رنگ کی
یہ سردیوں کی دھوپ سی تپش تمہارے روپ کی
اوپر سے یاسیت کا رنگ
ہمیں تو کچھ جچا نہیں
لبوں پہ مسکراہٹیں سجاؤ خوش رہا کرو
ناراض مت ہوا کرو

وہ اپنے مسحور کر دینے والے لہجے میں دلکشی کے سارے رنگ سموئے ہوئے تھا۔

"بہت بدتمیز ہو تم۔ ایک تو فضول گفتگو کرتے ہو۔ اوپر سے خفا بھی نہیں ہونے دیتے۔" اس کا انداز و الفاظ بہت اثر پذیر تھے تبھی تو وہ پل بھر میں اپنی خفگی بھول گئی تھی۔

"تھینک گاڈ۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ ایک اور آئس کریم کا خرچ پکا ہے۔" عمر نے گہری سانس کھینچتے ہوئے دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

"آئندہ کبھی ایسی فضول بات کہی تو میں بہت سنجیدگی سے ناراض ہو جاؤں گی۔"

"کہو تو کان پکڑ کے سوری کر لوں؟" وہ مسکرا رہا تھا۔

"ایسی حرکتیں کیا ہی مت کرو جن کی تلافی میں کان پکڑنے پڑیں۔" تنبیہی لہجے میں کہتے ہوئے صحی نے کلائی الٹ کر ٹائم دیکھا پھر اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ویٹر کو بلانے لگا۔

وہ بیگ شانے پر ڈالنے کے بعد فائل سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے اس نے یونہی ریسٹورنٹ میں بیٹھے لوگوں پر سرسری سی نگاہ ڈالی تو داہنی طرف اپنے سے تیسری میز پر نظر پڑتے ہی اس کی دھڑکن رک سی گئی۔

(باقی آئندہ ماہ)

قسط نمبر 2

محبت دل پہ دستک

عفت سحر پاشا

اپنی ویرانیاں چھپانے کو
درد کا جال بُن رہا ہوں میں
حال میں اپنے گم سہی لیکن
دھڑکنیں تیری سُن رہا ہوں میں

''اب چل بھی پڑو ضحیٰ' کیوں فریز ہوگئی ہو؟''
عمر کی آواز اسے یکبارگی حواس میں لے آئی تھی۔
''ہوں۔'' اپنے ہاتھوں پیروں میں سنسناہٹ سی محسوس کرتے ہوئے اس نے عمر کی طرف دیکھا تھا۔
''چلو۔'' وہ اپنی نشست چھوڑے کھڑا تھا۔ وہ من من ہوتے قدم بمشکل اٹھاتی اس کے ساتھ بیرونی دروازے کی طرف بڑھی تو اسے اپنی پشت پر معید حسن کی نگاہوں کی تپش بہت اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

♥♥♥♥

تم ملے ہو تو کیا خود سے کلام
ورنہ ہم چپ تھے بہت
اپنے ہی آپ سے بھی چپ تھے بہت
بات معمولی نہیں ہوتی اگر سوچیں تو
بات قرآن ہوا کرتی ہے
بات فرمان ہوا کرتی ہے
بات میں ذات ہوا کرتی ہے شامل ورنہ
گفتگو میں کوئی تفریق ہی باقی نہ رہے
خود سے اک عمر خاموشی میں کٹی
جانے کس خوف نے' کس خدشے نے جکڑی تھی زباں
جانے زنجیر تھی کیا لفظوں میں
اور تم آئے تو کیوں ٹوٹ گئی

خود کلامی کا یہ انداز بھی کیا خوب کہ ہم
تم سے بولے ہی چلے جاتے ہیں
بات رُکتی ہی نہیں
ایک سے ایک پڑی رُوح کے ہونٹوں میں گرہ
کھولے ہی چلے جاتے ہیں
رنگ گھولے ہی چلے جاتے ہیں

وہ اپنے بستر راحت لیٹا چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ تصور میں شاید کوئی بہت دلپسند منظر تھا یا پھر کوئی دلربا چہرہ۔ تبھی ہونٹوں پر مستقل مسکراہٹ کا ڈیرہ تھا۔

"تو نوفل احمد اس طرح اسیر محبت ہونا تھا تمہیں۔ نہ کوئی افسانوی ملاقات نہ خوب صورت گفتگو۔"

اسے پھر سے صبا میر سے ملاقات کا منظر یاد آنے لگا تبھی ذہن کو جھٹکا سا لگا تو بے اختیار ہی اٹھ بیٹھا۔

"لاحول ولاقوۃ۔ یہ محبت کہاں سے بیچ میں آ گئی؟"

اپنی سوچ کو لگام ڈالتے ہوئے وہ تحیر میں مبتلا ہونے لگا۔

مگر اس قدر دل پھینک بھی وہ کبھی نہیں رہا تھا کہ پہلی ہی وہ بھی سخت ان رومینٹک ملاقات میں کسی لڑکی کو یوں اپنے خیالات کا محور بنا لیتا۔ ہاں یہ سچ ضرور تھا کہ صبا میر کی سادگی اور بے نیازی نے اسے کافی متاثر کیا تھا۔

"اور اس کی آنکھیں، پتہ نہیں اس کی آنکھیں زیادہ خوب صورت ہیں یا پھر اس کے بال۔"

اس کی سوچ پھر سے بہکنے لگی تھی۔

پچھلے ایک ہفتے میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب وہ اس کشمکش میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ امریکہ جیسے ملک میں کئی سال گزارنے کے بعد بھی اس نے خود کو لڑکیوں سے بے نیازی برتنے کی ادا بہت اچھی طرح سے سکھا رکھی تھی۔ مگر صبا کے لیے دل کا یوں مضطرب و بے قرار ہونا خود نوفل کے لیے بھی ناقابل یقین امر تھا مگر کسی وقت یوں بھی ہوتا کہ اسے اپنی یہ مغلوب سی کیفیت لطف دینے لگتی تھی۔

"بہت ناقابل تسخیر سمجھتے تھے خود کو نوفل احمد۔ تم تو اس کی ایک نظر نہیں سہار سکے۔" وہ بے ساختہ مسکرا اٹھتا تھا۔

"کچھ بھی ہو نوفل احمد۔ تم اس حقیقت کو تسلیم کرو یا نہ کرو مگر لڑکی ہے زبردست۔ سادہ اور معصوم۔ ریا سے پاک نگاہوں والی، اداؤں سے مبرا۔" اس کے دل نے قطعی فیصلہ صادر کیا تو وہ گہری سانس لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔ سائیڈ بورڈ پر سے کی چین اور موبائل اٹھایا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں جھانک کر بالوں کو ہاتھوں ہی سے ذرا سا سنوارا اور باہر نکل آیا۔

دل و ذہن کسی خوشگوار سے احساس میں ڈوبے ہوئے تھے اس لیے موڈ بھی بہت اچھا تھا۔ لاؤنج تک آتے ہوئے وہ ژالے کا نمبر ملا چکا تھا۔

"ہیلو ڈیئرنگ مین۔" کال ریسیو کرتے ہی ژالے کی کھلکھلاتی آواز گونجی تو وہ ہنس دیا۔

"کیسی ہو.....؟"

"بالکل ٹھیک۔"

"کہاں ہو ابھی؟" نوفل نے پوچھا تھا۔

"واپس آ چکی ہوں مگر بہت بزی ہوں۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

نوفل نے ایک نظر کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈالی۔

"لنچ تک تو فارغ ہو سکتی ہو نا؟"
"بہت مشکل ہے۔" وہ بولی' پھر اضافہ کیا۔ "لیکن اگر تم جیسا بندہ لنچ کی آفر کرے تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی مصروفیات ترک کر دوں۔" اس کی شرارت سمجھتے ہوئے نوفل نے فوراً کہا۔
"او کے..... تو پھر میکڈونلڈز....."
"نو وے' میں سیریسلی بہت بزی ہوں۔ تم میری طرف آ جاؤ نا' میرا وزیٹنگ کارڈ تو ہے نا تمہارے پاس۔"
"ہاں ہے میرے پاس۔ تم یہ بتاؤ کہ میں کتنے بجے آؤں؟"
"نوفل سب ٹھیک تو ہے نا؟ بہت موڈ میں ہو' کہیں مجھے پروپوز تو نہیں کرنے والے؟" ژالے کی مسکراتی ہوئی آواز پر نوفل نے ہلکا سا محظوظ کن قہقہہ لگایا تھا۔
"ہو سکتا ہے' تمہیں پروپوز کرنے ہی کا ارادہ ہو۔"
"تو پھر سرخ گلاب ضرور لے کر آنا۔ بہت رومینٹک لگے گا۔ میں ابھی سے تمہارا انتظار شروع کر رہی ہوں۔" وہ اسی انداز میں بولی تو نوفل نے مسکراتے ہوئے "خدا حافظ" کہہ کر موبائل آف کر دیا۔
اس کے پیچھے کھڑی ادینہ ششدر تھی۔ یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔ نوفل احمد ایک بار پھر ہاتھوں سے نکلنے والا تھا۔ خود کو تیزی سے سنبھالتی وہ اس کے سامنے والے صوفے پر آ بیٹھی۔
"کہاں کی تیاری ہے؟"
"تیاری؟" نوفل نے ایک نظر اپنے حلیے پر ڈالی۔ بلیو جینز اور بلیک ٹی شرٹ' پیروں میں کالزہ پہنے وہ عام طور سے زیادہ رف حلیے میں تھا۔
"یہ تمہیں تیاری لگ رہی ہے؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا تو وہ بڑے انداز سے بولی۔
"تم تو عام سے حلیے میں بھی بہت خاص لگتے ہو۔ تم بہت خاص ہو نوفل کیوں کہ تم "تم" ہو۔"
"یہ تو تمہارا حسن نظر ہے۔ ویسے تم ابھی سو کر تو نہیں اٹھیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"نہیں تو' کیوں؟" وہ اسے دیکھنے لگی۔
"ایسی باتیں عموماً نیند کی حالت میں منہ سے نکلتی ہیں نا' اس لیے پوچھ رہا ہوں۔" وہ مسکرایا تو ادینہ نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا' پھر رعب سے بولی۔
"تم یہ بتاؤ کہ جا کدھر رہے ہو؟"
"تمہیں کیا الہام ہوا ہے۔ میں تو آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔" نوفل نے کہا تو وہ آرام سے بولی۔
"ابھی تم فون پر بات کر رہے تھے کسی سے کہ میں ابھی آ رہا ہوں۔"
"پکی جاسوس ہو تم۔ بھئی ژالے کی طرف جا رہا تھا میں۔" وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے بولا تو ادینہ کی دھڑکن تھمنے لگی۔
"خیریت تو ہے نا؟ تم ژالے سے کچھ زیادہ ہی ملنے نہیں لگ گئے؟" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو اس کے انداز کو سمجھے بغیر وہ مسکرا کر بولا۔
"ابھی وہ بھی یہی پوچھ رہی تھی کہ کہیں میں اسے پروپوز تو نہیں کرنے والا۔"
ادینہ کے سر پر جیسے کسی نے دھماکا کر دیا تھا۔
"تو کیا تم واقعی؟"

"کیوں؟ اچھی نہیں ہے کیا؟" نوفل نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"لیکن نوفل..... تم....."

ادینہ کو اپنے قدموں تلے سے زمین نکلتی دکھائی دینے لگی مگر اسی وقت وہ مذاق ختم کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"وہ واقعی بہت خوب صورت ہے مگر میرا دل اس کو دیکھ کر اس انداز میں نہیں دھڑکتا جیسے کہ میں چاہتا ہوں۔"

اس کی سانسیں آسان ہونے لگیں۔

"اور ویسے بھی وہ کسی سے کمٹڈ ہے۔ ڈونٹ وری اباؤٹ می۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"خیر..... لڑکی تو اچھی ہے بلکہ کافی سے زیادہ حسین ہے۔ تمہارے ساتھ اچھی لگتی۔" وہ خود کو سنبھال گئی تھی۔ بے نیازی سے بولی۔

"حسین تو لگتی ہے مگر دل کو نہیں لگتی یار۔"

وہ بے تکلفی سے بولا تھا۔ ادینہ کا دل تھم تھم کر دھڑکنے لگا۔ کبھی صالحہ بیگم نے نوفل کے لیے باتوں باتوں میں اس کے رشتے کا بھی تو اظہار کیا تھا۔ وہ تو ادینہ ہی کو جلیل نے اپنی چکنی چپڑی باتوں میں ایسا پھنسایا کہ وہ اسی سے شادی پر اڑ گئی۔ سب سے زیادہ حمایت نوفل ہی نے کی تھی۔ اس نے صاف طور پر کہہ دیا کہ زندگی ادینہ کو گزارنی ہے سو اس کے فیصلے کو سب سے زیادہ اہمیت دی تھی۔ اس طرح وہ اپنی خواہش کے ہنڈولے میں بیٹھ کر جلیل الرحمٰن کے آنگن میں اتری۔ مگر گلی کوچوں اور سڑکوں پر شروع ہونے والی محبتیں کب عروج دیکھتی ہیں۔ سال بھر ہی میں دونوں کے سر سے عشق و عاشقی کا بھوت اتر گیا اور چاہے جلیل الرحمٰن کی سختیاں ہوں یا ادینہ کی آزادیاں، قصور تو وہاں دیکھا جاتا ہے جہاں پیچھے کوئی رشتہ رہ گیا ہو مگر وہ طلاق لیے راضی بہ رضا واپس گھر آ گئی اور دنوں رو رو کر اپنی مظلومیت اور جلیل الرحمٰن کی ظلمت کے قصے سناتی رہی اور پھر اس نے اپنے آپ کو ایک بالکل نئے سانچے میں ڈھال لیا۔ بے حد طرح دار اور پراعتماد اور اب اس کا شکار نوفل احمد تھا۔

"تو پھر وہ کون ہے جو دل کو لگتی ہے؟"

"وہ....." وہ کچھ سوچ کر ہلکے سے ہنسا تھا۔

"پتہ نہیں ابھی ہے بھی یا نہیں۔"

"اتنے بے خبر رہو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ہو سکتا ہے تمہارے آس پاس ہی کہیں ہو مگر تمہی انجان بن رہے ہو۔" اس نے طنز کیا۔ وہ تو جانے کیا گھول کر پیے بیٹھا تھا مسکراہٹ ہونٹوں سے الگ ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں، لگتا تو یہی ہے کہ میرے آس پاس ہی ہے مگر میں اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا تو وہ کھل اٹھی۔

"کہیں موقع گنوا نہ دینا نوفل احمد۔" بڑے ناز سے کہا تو نوفل نے اٹھتے ہوئے موبائل ہلکا سا اس کے سر سے ٹکرایا۔

"ڈونٹ یو وری۔ تم دیکھنا تو سہی، جونہی میرے دل نے پورے سگنلز وصول کرنے شروع کیے میں سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گا۔"

اس کا انداز بہلانے والا مگر بہت دلچسپ تھا۔ مگر ادینہ کا تو رواں رواں کھل اٹھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اب نوفل احمد اسے نظر انداز کر ہی نہیں سکتا۔ وہ تو اب بھی کئی بار خود کو کوسنے بیٹھ جاتی کہ اس نے جلیل الرحمٰن کو نوفل جیسے شاندار بندے پر فوقیت کیسے دے دی تھی مگر پھر خیال آ جاتا کہ دل آ جائے گدھی پر تو پری کیا چیز ہے؟

بہر حال اس نے خود کو پوری تیاری کے ساتھ نوفل کے پیچھے لگا دیا تھا۔

"اچھا اب مجھے تو دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں۔"

وہ کہہ رہا تھا۔ ادینہ نے نظر بھر کر اونچے لمبے شاندار سے نوفل احمد کو دیکھا۔ اس عام سے حلیے میں بھی وہ دیکھنے کے قابل لگ رہا تھا۔ اس کی گہری سیاہ آنکھیں اور کھڑی مغرور سی ناک اس کی وجاہت کا اہم حصہ تھیں۔

"کبھی گھر بھی بیٹھ جایا کرو نوفل۔" ادینہ نے اسے ٹوکنا اپنا حق سمجھا تھا۔

"ساری عمر تمہارے ساتھ ہی تو بیٹھنا ہے ابھی فی الحال ژالے سے ملنا بہت ضروری ہے۔" وہ کہتا ہوا چلا گیا مگر ادینہ تو جیسے ہواؤں میں اڑنے لگی۔

یہ کن خوشیوں کا اذن دے گیا تھا وہ۔

کن خوشبوؤں کا در کھول گیا تھا کہ اسے اپنی پور پور مہکتی محسوس ہونے لگی تھی۔

سیاہ گلاس ڈور کو دھکیلتا وہ سیدھا ریسپشن پر پہنچا جہاں ایک ماڈرن سی لڑکی بطور ریسپشنسٹ براجمان تھی۔

"مجھے مس ژالے آفریدی سے ملنا ہے۔"

"آپ کا نام؟" اس کے ہونٹوں پر کاروباری مسکراہٹ تھی۔ اس کی شاندار شخصیت دیکھ کر وہ یقیناً اسے کوئی نیا ماڈل سمجھ رہی تھی۔

"نوفل..... نوفل احمد۔"

وہ مسکرا کر بولا تو اس کا نام سن کر لڑکی نے کان سے لگا ریسیور ہٹا کر کریڈل پر رکھ دیا اور پاس رکھی پرچی اٹھا کر پڑھتے ہوئے خوشگواری سے بولی۔

"آپ کے لیے تو میڈم نے خاص ہدایت کر رکھی ہے کہ آپ کو انتظار کی زحمت بالکل ہی نہ دی جائے۔"

"تھینک یو..... وہ کہاں ہوں گی اس وقت؟"

نوفل نے پوچھا۔

"سیکنڈ فلور لفٹ سے نکلتے ہی رائٹ ہینڈ سائیڈ پر بالکل سامنے میڈم کا آفس ہے۔" وہ روانی سے بولی تو "محل وقوع" ذہن نشین کرتے ہوئے نوفل نے اس کا شکریہ ادا کیا اور سامنے موجود لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ ریسپشنسٹ ایک مرتبہ پھر ریسیور اٹھا کر شاید ژالے کو اس کی آمد سے آگاہ کرنے لگی تھی۔ اس کا آفس ڈھونڈنا نوفل کو مشکل نہیں لگا تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ وہ خود اپنے آفس کا دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

"تم تو ریڈ روز لانے والے تھے۔"

ژالے نے اسے گھورا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"کیوں مجھے اس خان زادے کے ہاتھوں مرحوم کروانے پر تلی ہوئی ہو۔ کہیں تم سچ مچ تو نہیں سمجھ رہیں کہ میں تمہیں پرپوز کرنے کا ارادہ لے کر آیا ہوں؟"

"ہماری ایسی قسمت کہاں صاحب....." ژالے نے ہلکی سی متاسفانہ سانس بھرتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیا تو اس کی آنکھوں سے شرارت جھلک رہی تھی۔

"گلی کی ایجنٹ کا فنکشن کیسا رہا؟" اس نے ایک سائیڈ پر دھرے صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا تو وہ بولا۔

"اچھا رہا۔ بلکہ میرے لیے تو شاید بہت ہی اچھا رہا۔"

"کیا مطلب؟"

اس کے سامنے والے صوفے میں دھنستے ہوئے ژالے نے اسے قدرے گھور کر دیکھا تو وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس کے آفس کی خوب صورت ڈیکوریشن دیکھنے لگا۔ بلیک وڈ فرنیچر، جاذب نظر پردے اور ان سے میچنگ دبیز کارپٹ۔

"آفس تو بہت اچھا ہے تمہارا۔"

"ایکس کیوزمی نوفل احمد۔ تم ایک انتہائی ضروری بات چھوڑ کر احمقانہ باتوں میں الجھ رہے ہو۔" ژالے نے کچھ اس یقین سے کہا کہ وہ مزید اداکاری نہیں کر سکا مگر پھر بھی حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

"کون سی ضروری بات؟"

"وہی جو اس فنکشن میں ہوئی ہے۔" ژالے نے کھوجتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا تو لحظہ بھر اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بڑی بے بسی سے بولا۔

"ژالے یار، یہ محبت کیا ہوتی ہے؟"

"یہ بتانے کی نہیں بیتنے کی چیز ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا، پھر حیرت سے بولی۔ "مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ تمہیں تو اس لفظ سے بھی الرجی ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کسی کو محبت ہو جائے تو اس کا پتہ کیسے چلتا ہے؟" اس کے پوچھنے پر ژالے کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"گڈ گاڈ..... نوفل تم تو یوں پوچھ رہے ہو جیسے میں محبت کے سبجیکٹ میں ماسٹرز کر چکی ہوں۔"

"جب تمہیں شموئل سے محبت ہوئی تھی تب تم نے کچھ تو فیل کیا ہوگا ناں۔" اس نے وضاحت چاہی اور اس تذکرے پر ژالے کی آنکھوں میں جگر جگر کرتے ستارے اتر آئے۔ جانے کتنے حسین و جگمگاتے پل اس نے اپنی یادوں میں ذخیرہ کر رکھے تھے۔

"میں نے بھی پتہ نہیں کتنے حسین چہروں کو ٹھکرایا تھا نوفل احمد۔ میں بھی محبت جیسے جذبے کو خرافات سمجھتی تھی مگر وہ ایک پل تھا، ایک پل، جس میں اس آسمانی چیز نے ہمیں چھو لیا۔ تب آپ کو کچھ سمجھنے اور محسوس کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ خود بخود دلوں میں گھر کر جاتی ہے۔ خون میں شامل ہو کر رگ رگ میں سرایت کر جاتی ہے۔ سمجھنا، سمجھانا کچھ نہیں پڑتا، سب کچھ خود ہی سمجھ میں آ جاتا ہے۔"

وہ دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ جلدی سے بولی۔

"یونہی معلومات میں اضافے کی خاطر پوچھ رہا ہوں۔"

"اچھا..... حلیہ تو تمہارا کچھ اور ہی کہانی سنا رہا ہے۔" ژالے نے سرتاپا اس کو طنز سے دیکھا تو وہ خجل سا ہو کر سر کھجانے لگا۔

"لگتا ہے کیوپڈ کا نشانہ بہت صحیح جگہ پر لگا ہے اس بار۔ کون ہے وہ؟" اس نے محظوظ ہوتے ہوئے بڑے تیقن سے پوچھا تو وہ بے بسی سے مسکرا دیا۔

"پتہ نہیں یار۔ میں نے ابھی اس سے صرف ایک آدھ ملاقات کی ہے۔ اس ایک آدھ ملاقات میں اور کچھ بھی نہیں ہوا، صرف چند عام سے جملوں کا تبادلہ، بے ضرر سی نگاہوں کا ملاپ۔ مگر میں بھٹک بھٹک کر ان لمحوں کا اسیر ہو رہا ہوں۔ اس کے نقوش کو دہرانا اچھا لگنے لگا ہے۔"

اس کا انداز اس قدر مجرمانہ اور بے بس سا تھا کہ ژالے ہنسنے لگی۔

"یہی محبت ہے نوفل احمد۔"

"کم آن ژالے۔ یہ محبت کیسے ہو سکتی ہے، نہ تو میں نے اس کے بارے میں سوچا ہے، نہ سوچے سمجھے مجھے کیسے کسی سے محبت ہو سکتی ہے بغیر دیکھے بھالے۔" وہ کسی طور اس "شکنجے" میں پھنسنے کو تیار نہیں تھا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ژالے کی اجازت پا کر پیون اندر آیا اور ان دونوں کی خدمت میں کولڈ ڈرنکس پیش کیں اور واپس چلا گیا۔

ژالے نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا اور سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"محبت بہت زور آور جذبہ ہے نوفل احمد۔ یہ دست بستہ تمہارے سامنے کھڑی ہو کر تمہاری فرصت یا موڈ کا انتظار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی کو دیکھ بھال یا ٹھونک بجا کر پسند کرنے کا نام محبت ہے۔ یہ تو آناً فاناً بندے کی تمام حسیات مفلوج کر کے پورے وجود پر تسلط قائم کر لیتی ہے۔"

"لیکن میں تو اسے پوری طرح سے جانتا بھی نہیں۔" وہ واقعی الجھا ہوا تھا۔

"اگر ہم کسی کو پوری طرح جان لیں تو کبھی اس سے محبت نہ کر پائیں۔" وہ اپنی بات سے خود ہی لطف لیتے ہوئے ہلکے سے مسکرائی تھی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شاید وہ مجھے صرف اچھی ہی لگی ہو۔" نوفل نے اپنا خیال پیش کیا تو وہ جیسے اس کی بے وقوفی پر مسکرائی۔

"کیوں یقین اور بے یقینی کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہو نوفل احمد۔ محبت کو اپنی قید میں لانے کی کوشش مت کرو بلکہ خود کو اس کے دھارے پر بے دست و پا چھوڑ دو۔ اگر ایسا کچھ معاملہ ہوا تو یہ طوفانِ بلاخیز تمہیں اپنی گہرائیوں میں کھینچ لے جائے گا ورنہ....."

"ورنہ؟" اس کے رک جانے پر وہ بے قرار ہوا تھا۔

"ویری سمپل۔ ورنہ ساحل پر پٹخ دے گا۔" ژالے نے ہنستے ہوئے گلاس ہونٹوں سے لگا لیا تو اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"مگر مجھے یہ اعتراف کرنا کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔"

"صرف اس لیے کہ تم دریا کی مخالف سمت تیرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ کبھی خود کو دریا کے بہاؤ پر چھوڑ دو تو، منزل پر بہت آسانی سے پہنچ جاؤ گے۔" ژالے نے بہت سنجیدگی سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

"ویسے ژالے۔ جب سے اس آگ نے تمہیں چھوا ہے تم کندن بننے لگی ہو، پہلے تو کبھی ایسی باتیں تمہیں نہیں آتی تھیں۔"

"غلط....." وہ فوراً اسے ٹوک گئی۔ نوفل کو ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں بکھرے ہوئے ستاروں جیسی روشنی جگمگاتی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ آگ نہیں اجالا ہے نوفل۔ ملتی تو دونوں سے روشنی ہے مگر تاثیر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ آگ میں جلا دینے کی خاصیت ہوتی ہے، جب کہ اجالا آپ کی روح تک میں تراوٹ اتار دیتا ہے۔ اسی اجالے میں تو میں نے اپنی خامیوں، اپنی خوبیوں کی پہچان پائی ہے۔ آگ ہوتی تو کب کی مجھے جلا کر راکھ کر دیتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی کچھ ہو۔ مگر یار میں الجھ سا گیا ہوں۔" نوفل نے اب کی بار بہت سچائی سے اپنا تجزیہ پیش کیا تو ژالے نے اطمینان سے کہا۔

"کیوں کہ یہ تمہارے اندر کی کشمکش ہے۔ تم کسی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتے۔ میری مانو تو اعتراف کرلو اپنی شکست کا۔ جتنا نفی کرو گے اتنی ہی شدت پیدا ہوگی اس جذبے میں۔ اعتراف کرلو گے تو مدہم پڑ جائے گا اور سوچنے سمجھنے میں بھی آسانی پیدا ہوگی۔"

"واقعی یار۔ میں کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا ہوں۔ یوں ایک ہی نظر میں فدا ہو جانا کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔"

نوفل نے کہا تو وہ اس کی بے بسی سے محظوظ ہوتے ہوئے مسکرائی۔

"مان لو نوفل احمد۔ کوئی ایسا بھی ہے جس نے تمہیں چاروں شانے چت کر دیا ہے۔" وہ کچھ کہے بغیر اسے خفیف سا گھور کر اپنا گلاس خالی کرنے لگا۔ ژالے اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اب یہ تو بتا دو کہ وہ "فاتح نوفل" ہے کون؟" اس نے بہت دلچسپی سے پوچھا تو نوفل کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نگی کی نند ہے۔ صبا....."

اس نے یوں نام لیا جیسے منہ میں شیرینی گھل گئی ہو اور یہ بے اختیاری ژالے نے بھی محسوس کی تھی۔

"بھئی اب تو دیکھنا ہی پڑے گا کہ وہ کون ہے جو اس ڈشنگ مین کو پہلی ہی ملاقات میں کلین بولڈ کر گئی۔"

وہ اسے چھیڑ رہی تھی مگر نوفل اسے ٹوک گیا۔

"یہ بات صرف تمہیں پتہ ہے ژالے۔ ابھی میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ یار میں اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ صرف دل کے مجبور کرنے یا دھڑکنوں کے انداز بدلنے پر نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں تو معلوم ہے نا؟"

"اتنا پھونک پھونک کر قدم رکھو گے تو بہت پچھتاؤ گے۔ مجھے دیکھو میں اگر بہت دیکھ بھال کر خالص اپنی پسند کی محبت کرتی تو وہ کوئی الف لیلوی شہزادہ ہی ہوتا جو مجھ پر فدا ہوتا' نہ کہ میں اس کے پیچھے اسے پکارتی پھرتی۔ تمہارا کیا خیال ہے شموئیل خان اپنی مرضی سے مجھے اپنے در بدر پھرا رہا ہے۔ نہیں نوفل احمد' یہ محبت کی شدت ہے جو مجھے جنگل جنگل بھٹکا رہی ہے اور میں خوش ہوں۔ بہت خوش۔"

"لنچ کب تک ریڈی ہوگا؟" نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تو چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد ژالے نے ایک نظر وال کلاک پر ڈالی اور اسی کے انداز میں بولی۔

"بس دس منٹس اور انتظار کرلو۔"

وہ صوفے کی پشت گاہ سے سر ٹکائے بیٹھ گیا اور ژالے آفریدی اسے ہمدردی سے دیکھ رہی تھی جو محبت سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ اب دائیں بائیں آگے پیچھے صرف جنگل ہی ہے۔ تاریک اور عمیق جنگل۔ جس میں صرف محبت کی لو سے جلتا دل ہی روشنی کر سکتا ہے۔

♥♥♥♥

گھر پہنچنے تک ضحیٰ کی جان گویا سولی پر ٹنگی رہی تھی مگر سب کو اپنے معمولات میں مصروف اور ماحول کو پرسکون پا کر اس نے سکھ کی سانس لی تھی۔

"کھانا نکالوں تمہارے لیے؟" چچی جان نے پوچھا تو وہ بولی۔

"میں ابھی کپڑے چینج کر کے شاور لوں گی۔ آپ آرام کریں جا کر' بھوک لگی تو میں خود نکال لوں گی کھانا۔"

کمرے میں آ کر پنکھا آن کرتے ہوئے وہ اپنے بستر پر گر سی گئی۔

'اب کیا ہوگا' کا نیون سائن اس کے ذہن میں پوری طرح جگمگا رہا تھا۔ وہ خود کو لعنت ملامت کر رہی تھی کہ عمر کی آخر

قبول ہی کیوں کی۔ معید شاید اپنے کسی دوست یا پھر کلائنٹ کے ساتھ وہاں بیٹھا تھا اور جس انداز میں وہ اسے دیکھ رہا تھا اس کے تیوروں نے ضحیٰ کو دہلا دیا تھا۔

ریسٹورنٹ سے باہر نکلتے ہی وہ عمر کو خدا حافظ کہتی پوائنٹ پکڑ کر گھر آ گئی تھی۔

"معید کیا سوچ رہا ہوگا میرے متعلق۔"

اسے شرمندگی سے محسوس ہونے لگی مگر پھر فوراً ہی معید سے ہونے والی چڑ نے سر ابھارا تو اس نے قدرے بے پروائی سے سوچا۔

"خیر مجھے معید حسن سے ڈرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں وہ گھر میں کسی کو نہ بتا دے۔"

وہ معید کو کوئی اہمیت دینا نہیں چاہتی تھی۔

"اور اگر اس نے مجھ سے پوچھا تو میں صاف کہہ دوں گی کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

معید حسن کے خوف سے باہر نکل کر اس نے سوچا تو اپنی غلطی بہت چھوٹی لگنے لگی۔

"واقعی۔ اس میں اتنی پریشانی والی تو کوئی بات نہیں اور اچھا ہے اس طرح معید کو بھی پتہ چل جائے گا کہ میں اس سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔ باقی سب پر تو اس نے جادو کر رکھا ہوگا مگر میں اس کی مٹھی میں نہیں ہوں۔"

اس کا خوف مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا۔ الماری سے کپڑے نکال کر جب وہ شاور لینے کے لیے گھسی تو بے پروائی سے کچھ گنگنا بھی رہی تھی۔

معید سے اس کا سامنا کھانے کی میز پر ہوا تھا۔

تب اسے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا کہ سوچنا آسان مگر عمل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ وہ جو خود کو اپنی من پسند تاویلیں دے کر مطمئن کر چکی تھی اس پل پسینوں میں ڈوبنے لگی۔

"اور اگر یہ اس وقت سب کے سامنے باز پرس شروع کر دے تو میری کیا عزت رہ جائے گی۔ ابو تو مجھے یہیں شوٹ کر دیں گے۔"

اس کا دل ڈوب ڈوب کر ابھرنے لگا مگر ہوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے سب سے پہلے کھانا ختم کیا اور کوئی ضروری کیس اسٹڈی کرنے کا کہہ کر اٹھ گیا۔ ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

مگر اس وقت اس اطمینان کی دھجیاں بکھر گئیں جب حمرہ نے آ کر اسے معید کے بلاوے کی خبر دی تھی۔

"کوئی کام ہے کیا؟"

"مجھے کیا پتہ۔" حمرہ خفیف سے شانے اچکا کر پلٹ گئی تو ضحیٰ نے بعجلت پوچھا۔

"اچھا یہ تو بتا دو کہ اس کا موڈ کیسا ہے؟"

"ویسا ہی جیسا روزانہ ہوتا ہے۔ لگتا ہے آپ نے اس بار کوئی بڑی گڑبڑ کی ہے۔" حمرہ نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"نہیں تو..... میں تو اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ کہیں اپنا کوئی کام ہی میرے ذمہ نہ لگا دے۔"

"خیر کام ہوتا تو مجھے بھی کہہ سکتے تھے۔ بہر حال آپ جلدی آئیں۔" حمرہ نے کہا تو اسے خیال آیا۔

"صبا کہاں ہے؟"

"لیں۔ وہ تو نو بجے کی سو بھی گئیں۔ اب تو ساڑھے دس ہو رہے ہیں امی بھی سو گئی ہیں اور ابو ٹی وی پر کوئی ڈاکومینٹری دیکھ رہے ہیں۔" اس نے تفصیل بتائی تو ضحیٰ چڑ گئی۔

"تمہی رہ گئی ہو جاگنے کے لیے۔"

"میں سائیکالوجی کے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی ہوں اب میں بھی سونے لگی ہوں۔" وہ ہنس رہی تھی۔

"تم ایسا کرو معید سے جا کر کہہ دو کہ میں بھی سو رہی ہوں۔" اسے یکلخت ہی بہانہ سوجھا تھا۔

"ابھی یہ جو آپ فل والیوم میں میوزک سن رہی تھیں نا اس کی آواز دوسرے پورشن میں بھی جا رہی ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ آپ جاگ رہی ہیں۔" حمرہ نے اس کی طمانیت پر پانی پھیر دیا۔

"اچھا تم جاؤ میں آ رہی ہوں۔" وہ بے چینی اور اضطراب کا شکار ہونے لگی۔

"آ گئی احتساب کی گھڑی۔"

اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ نہ جائے مگر پھر خیال آیا کہ کہیں وہ خود ہی دندناتا ہوا آ نہ جائے اور بات سارے میں پھیل جائے۔

امی کو بتا کر وہ ڈائننگ روم سے ہوتی کوریڈور میں پہنچی۔ پہلا کمرہ معید ہی کا تھا۔ اس سے آگے ٹی وی لاؤنج تھا جہاں سے ٹی وی چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ دل مضبوط کر کے اس نے ناب گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ اس نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں لی تھی مگر دروازہ کھولنے اور پھر بند ہونے کی خفیف سی آواز معید کو متوجہ کر گئی۔ فائل دراز میں رکھتا وہ اس کی طرف پلٹا تھا۔

اس کی چبھتی نظروں سے وہ جز بز ہو گئی۔

وہ اس کے مقابل آ گیا تھا۔

کون تھا ریسٹورنٹ میں تمہارے ساتھ؟" آواز مدھم مگر سختی سے پر تھی۔ اس کے لہجے سے جھلکنے والا خفیف سا اشتعال ضحیٰ کا دل بند کرنے لگا۔ پلکیں شرمساری سے رخساروں پر جھک گئیں۔ بہت بہادری سے یہاں تک آ تو گئی تھی مگر معید کے سوالات کا سامنا کرنا کس قدر شرمناک اور ذلت آمیز بات تھی اس کا اندازہ اسے پہلے ہی سوال پر ہو گیا تھا۔

"کیا پوچھ رہا ہوں میں؟" وہ بھنچے ہوئے لہجے میں جیسے غرایا تھا۔

بہت لیے دیے رہنے والے معید حسن کا یہ انداز ضحیٰ کو خوفزدہ کر رہا تھا۔

"وہ..... عمر ہے۔"

"پسند کرتے ہو دونوں ایک دوسرے کو؟" وہ وکیل تھا لمبی چوڑی بحث میں نہیں پڑا۔ یہی جواب وہ اس کے منہ پر مارنے کے ارادے سے آئی تھی مگر اب معید کے ہونٹوں سے یہ سوال کی صورت نکلا تو احساسِ ذلت سے اسے رونا آنے لگا۔

اس کے مجرمانہ انداز میں سر جھکا کر کھڑے رہنے پر معید کے اندر کی تپش میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"ذرا بھی نہیں سوچا تم نے کہ اگر کوئی جاننے والا تمہیں کھلے عام کسی غیر مرد کے ساتھ ہوٹلنگ کرتے دیکھ لے تو کیا ہوگا۔ ماں باپ کی عزت کو یوں سڑکوں پر رول رہی ہو تم۔" اس کے مدھم لہجے میں غصے کی تمام تر شدت سموئی ہوئی تھی۔ سیاہ آنکھوں سے نکلتے شعلوں کی تپش سے ضحیٰ کو اپنا چہرہ جھلستا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرا جی چاہ رہا تھا کہ وہیں سے مارتا ہوا تمہیں گھر تک لاؤں۔" اس کے تند و تیز لفظوں کے تیروں سے گھائل ہوتی اس کی انا گویا انگڑائی لے کر بیدار ہوئی تھی۔

"تمہیں ایسا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔" بے حد ناگواری اور اشتعال کی خفیف سی لہر کے زیر اثر وہ کہہ گئی تھی۔ معید کی

آنکھوں سے جھلکتے غصے پر حیرت کی چمک حاوی ہوگئی مگر اگلے ہی پل وہ مشتعل ہوا تھا۔
"بکواس مت کرو۔" اس کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ بری طرح لڑکھڑا گئی۔
"تمیز سے بات کرو معید۔" ضحیٰ کو غصہ آنے لگا تو وہ پھنکارا۔
"جو کچھ تم کرتی پھر رہی ہو اس کے بعد تم اس سے بھی برے سلوک کی حق دار ہو۔"
"تم میرے گارجین بننے کی کوشش مت کرو۔ میرا برا بھلا دیکھنے والے ابھی موجود ہیں۔"
"ہاں موجود ہیں اور اگر ابھی جا کر میں انہیں تمہاری اس حرکت سے متعلق بتا دوں تو وہ تمہیں زمین میں گاڑ دیں۔"
"ہر کسی کی سوچ تمہارے جیسی نہیں ہوتی۔ میں انہیں بتا دوں گی کہ میری عمر کے ساتھ کمٹ منٹ ہے۔" اس کا لہجہ رندھ گیا تھا۔
کئی لمحوں تک وہ اسے یونہی دیکھتا رہا پھر ایک طویل سانس اندر کھینچتے ہوئے جیسے اندر کی تپش کو کم کرنا چاہا۔
"اگر تم دونوں شادی کرنا چاہتے ہو تو اسے اپنا پروپوزل بھیجنا چاہئے یوں تمہیں سڑکوں پر لیے کیوں پھرتا ہے؟" وہ اب بھی سختی سے پوچھ رہا تھا۔
"وہ..... ابھی وہ جاب لیس ہے۔" وہ جھجک سی گئی تھی۔
"سو واٹ..... منگنی تو ہو سکتی ہے نا۔" وہ اب قدرے نرمی سے بات کر رہا تھا مگر اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت مترشح تھی۔
"ابھی دراصل اس کی تین بہنوں کی ذمہ داری ہے اس پر۔ ابھی کچھ عرصہ تک وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔"
"کس چکر میں پڑ رہی ہو ضحیٰ۔ تین بہنوں کی شادیوں میں اسے چھ سال لگ جائیں گے وہ بھی اس صورت میں اگر اسے آج ہی جاب مل جائے تو۔ اور یہاں چھوٹی مامی تمہارا ماسٹرز کمپلیٹ ہوتے ہی تمہاری شادی کرنے کے چکر میں ہیں۔"
معید جانے کس دل سے ضبط و برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
"میں امی سے بات کرلوں گی۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔
"اچھا..... کیا بات کرلو گی تم؟" اس کے انداز میں استہزا اتر آیا تھا۔
"میں نے کہا نا معید اس کے فادر ہارٹ پیشنٹ ہیں اس پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ وہ آج کل جاب ڈھونڈ رہا ہے۔" وہ بے بس ہونے لگی۔ اس کی زرد پڑتی رنگت معید سے مخفی نہیں رہی تھی۔
"چھ سال..... کم سے کم بھی چھ سال لگیں گے اسے اپنی بہنوں کے فرض سے سبکدوش ہونے میں۔ اور اس وقت تم اٹھائیس سال کی ہو چکی ہوگی۔ فرض کرو تب وہ تم سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے پھر؟" وہ تیز لہجے میں بولا تو اسے رونا آ گیا۔
"تم محض مفروضوں پر بات کر رہے ہو عمر ایسا نہیں ہے۔"
"کب سے مل رہی ہو اس سے؟" وہ دھیما پڑ گیا تھا۔
"ہم پچھلے دو سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ وہ مجھ سے سینئر تھا لیکن میں کبھی اس کے ساتھ ہوٹلنگ کے لیے نہیں گئی۔ عمر کو بھی یہ بات پسند نہیں ہے۔" اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا تھا۔
"چلو مان لیا کہ وہ تمہارے ساتھ بہت فیئر ہے مگر اس کے حالات دیکھ کر میں یہ ضرور کہوں گا کہ تم دونوں کو بہت پریکٹیکل ہو کر سوچنا چاہئے نہ تو وہ ایک آدھ سال میں شادی کی پوزیشن میں آ سکتا ہے اور نہ ہی تمہیں کوئی اتنے سالوں

تک اس کے انتظار میں بیٹھنے دے گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم لوگ وقت پر ہی کوئی مناسب فیصلہ کرلو۔"
معید نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں صرف اس وجہ سے اپنی راہ بدل لوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے فی الحال مجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔"
اس کی ناگواری میں چھپی خفگی محسوس کر کے معید نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔
"تم سراسر ایک احمقانہ فیصلہ کر رہی ہو اور اپنے ساتھ ساتھ عمر کو بھی باندھے ہوئے ہو۔ اس پر ڈھیروں ذمہ داریاں ہیں۔ اس پر مستزاد کہ وہ جاب لیس ہے ان تمام فکروں کے ساتھ سب سے بڑی ٹینشن اسے تمہارا خیال دیتا ہوگا کیوں کہ تم بھی اس کی ذمہ داری ہو۔ اور ان حالات میں تم اس پر شادی کے لیے جتنا زور دو گی وہ اتنا ہی ٹینس ہوگا کیوں کہ وہ اپنی ترجیحات اچھی طرح جانتا ہے۔ پہلے اس کا گھر پھر اس کی بہنوں کی شادیاں اور اس کے بعد اس کی اپنی لائف یعنی کہ تم۔" معید نے بہت سفاکی سے تجزیہ کیا تھا۔
"میں اس کا انتظار کر سکتی ہوں۔"
اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو معید کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
"تم اس کا انتظار کر سکتی ہو یہ صرف تمہاری سوچ ہے ضحیٰ۔ گھر والوں میں سے کوئی بھی تمہاری طرح جذباتیت سے نہیں سوچے گا۔ کوئی بھی بہترین پروپوزل آتے ہی تمہاری شادی کر دی جائے گی اس لیے تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم ابھی سے اس تمام معاملے کا غیر جانبدارانہ جائزہ لو تاکہ وہ بھی ایک ٹینشن اور اسٹریس سے آزاد ہو۔"
"تمہارا مطلب ہے کہ میں اس ساری صورت حال سے گھبرا کر عمر سے قطع تعلق کرلوں۔"
"میں نے تمہیں صورت حال کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینے کا مشورہ دیا ہے۔ اب آگے جو تم کرو گی وہ تمہاری مرضی۔"
وہ پہلو بچا گیا تھا۔
"میرا فیصلہ کبھی نہیں بدلے گا۔" وہ اٹل لہجے میں بولی تو معید کو اپنے پہلو سے آنچ سی اٹھتی محسوس ہوئی۔
"اینی ویز۔ یہ صرف ایک مشورہ ہے اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو کچھ ایسا جو تمہارے لیے بھی بہتر ہو اور عمر کو بھی اس سے ریلیف ملے۔"
"تم..... معید تم میری مدد نہیں کر سکتے کیا؟" وہ بہت آس سے پوچھ رہی تھی۔ اپنی تمام ضد اور انا بھلا کر۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ معید حسن نے کبھی اس کی کوئی مدد نہیں کی تھی۔
لحظہ بھر کو لب بھینچنے کے بعد وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔
"صرف اتنی کہ اگر عمر کا پروپوزل آئے تو اس کی حمایت کروں گا۔ لیکن اگر اسے ریجیکٹ کرنے کے بعد چھوٹے ماموں نے کوئی اور فیصلہ کرنا چاہا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔" اس کی یہ "امداد" بہت غیر متوقع اور غیر معمولی تھی۔
ضحیٰ کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔
"تھینک یو معید....."
"لیکن یہ غلطی آئندہ نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی عمر سے بار بار ملنے کی ضرورت ہے۔ اسے پروپوزل بھیجنے کا کہو اور پھر انتظار کرو۔"
وہ یقیناً ہوٹلنگ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ ضحیٰ نے بدقت تمام اثبات میں سر ہلایا تو وہ بولا۔
"اب جاؤ تم۔"

اس کی طرف سے اجازت پا کر وہ پلٹ کر کمرے سے نکل گئی تھی جب کہ وہ کتنی ہی دیر وہیں کھڑا نہ جانے کیا کچھ سوچتا رہا تھا۔

♥♥♥♥

فون کی مسلسل بجنے والی بیل پر وہ جھنجلا کر کچن سے نکلی تھی۔

بی اے کے بعد سب نے لاکھ چاہا کہ وہ ایم اے میں ایڈمیشن لے کر پڑھائی جاری رکھے مگر اس نے تو جیسے سب کتابوں کو تالے میں رکھ دیا تھا۔ ضحیٰ نے بھی اس کے ساتھ سر کھپانے کے بعد آگے ایڈمیشن لے لیا تھا مگر صبا کو کوکنگ کے جنون نے باندھ رکھا تھا۔ سو اکثر و بیشتر وہ کچن ہی میں دکھائی دیتی تھی۔ اب بھی وہ ایپل پائی کے ساتھ نبرد آزما تھی مگر یہ فون کی بیل مصیبت بن گئی تھی۔ تائی جان یقیناً دوسرے پورشن میں تھیں اس لیے فون پڑا اس کی جان کو رو رہا تھا۔

"بڑا ہی ڈھیٹ بندہ ہے کوئی۔"

اس نے سی ایل آئی پر ایک نظر ڈال کر بڑبڑاتے ہوئے ریسیور اٹھایا تھا۔

"ہیلو....." لہجہ بھی شاید پھاڑ کھانے والا ہی تھا۔

"السلام علیکم۔" دوسری طرف سے کچھ اس شائستگی سے سلامتی بھیجی گئی کہ وہ شرمندہ ہو گئی۔

"وعلیکم السلام۔ جی آپ کون؟" فوراً ہی شائستگی کا لبادہ اوڑھا۔

"میں نوفل احمد بول رہا ہوں، نگین کا بھائی۔" تعارف کرایا گیا۔

"اوہ..... جی فرمائیے۔" سیدھے سبھاؤ پوچھا تو وہ بولا۔

"امی کہاں ہیں آپ کی۔"

"امی یہیں ہیں، چچی جان کی طرف، بلاؤں انہیں؟" صبا نے کہا تو وہ بولا۔

"پہلے میری امی سے بات کر لیں۔"

وہ حیران تو ہوئی مگر جب صالحہ بیگم نے حال احوال کے بعد ان سب کو رات کے کھانے پر انوائیٹ کیا تو وہ بوکھلا گئی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں آنٹی۔ یہ تو امی ہی بتائیں گی۔"

"تو بیٹا آپ بتا دیں ناں ان کو۔" انہوں نے اپنے مخصوص پیار بھرے انداز میں کہا تو وہ بعجلت بولی۔

"آنٹی! آپ پلیز ایک منٹ ہولڈ کیجیے گا میں ابھی انہیں بلا کر لاتی ہوں۔"

"کیوں نہیں، ان سے بھی تو بات کرنی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ ریسیور تپائی پر رکھ کر تائی جان کو بلانے کے لیے بھاگی تھی۔

"ضحیٰ! تم کون سا سوٹ پہن رہی ہو رات کو؟"

صبا نے اس کے کمرے میں داخل ہوئے پوچھا تو وہ بے زار کن انداز میں بولی۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔"

"جھوٹ مت بولو۔ تم اور کوئی انوی ٹیشن مس کر دو، ہو ہی نہیں سکتا۔" صبا کو یقین نہیں آیا تھا۔

"مت یقین کرو۔ لیکن میں واقعی نہیں جا رہی۔"

ضحیٰ نے اسی انداز میں کہا تو وہ ٹھٹک گئی۔ اسے یاد آیا، دوپہر کو جب وہ یونی ورسٹی سے لوٹی تھی تب صبا نے اسے بڑے زور و شور سے رات کی دعوت کے بارے میں بتایا تو بھی اس نے کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔

"کیا بات ہے ضوئی۔ آج کل تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔"
"کیا ہوا ہے مجھے ٹھیک تو ہوں۔" وہ اکتا کر بولی تو صبا نے کہا۔
"تم جب ٹھیک ہوتی ہو تو ایسی نہیں ہوتیں سچ بتاؤ کیا بات ہے؟"
"اوفوہ..... یونہی بس سر میں درد ہے۔" اس نے اپنی اندرونی اور ظاہری پژمردگی پر پردہ ڈالنا چاہا تھا۔
"چائے بنادوں؟"
"اونہوں..... ابھی ٹھیک ہوجائے گا۔ کھانا کھا کر فوراً سوجاؤں گی۔" ضحیٰ نے اسے منع کرتے ہوئے کہا تو وہ مایوسی سے بولی۔
"یعنی تم واقعی نہیں جارہیں۔"
"اب کیا لکھ کر دوں۔" وہ چڑ گئی تھی۔
"کیا بات ہے ضحیٰ، پچھلے کئی دنوں سے میں دیکھ رہی ہوں تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ کسی بھی بات میں دلچسپی نہیں لے رہیں تم۔"
صبا نے اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھا تو وہ یونہی دونوں ہاتھوں سے اپنے رخسار رگڑتے ہوئے آہستگی سے بولی۔
"کچھ بھی نہیں ہوا مجھے۔"
"جھوٹ مت بولو ضحیٰ۔ کیا پریشانی ہے مجھ سے بھی نہیں کہو گی؟"
صبا نے بہت مان سے پوچھا تھا۔ ضحیٰ کا جی چاہا کہ اس کے مہربان شانے پر سر رکھ کر خاموشی سے اپنے اندر کی ساری الجھنیں آنسوؤں کے سنگ بہادے مگر وہ پھر سے اسی ذلت کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی جیسا معید کے سامنے ہوا تھا۔
"کچھ نہیں یار۔ پتہ تو ہے تمہیں، دو ماہ کے بعد فائنل ایگزیمز ہیں، بس انہی کی ٹینشن ہے۔" وہ اس سے نظر چرائے یونہی سائیڈ ٹیبل کی دراز چیک کرنے لگی۔
"کمال ہے ضوئی۔ اس قدر کریز ہے تمہیں پڑھنے کا۔ تم نے تو کبھی بھی پڑھائی کو ٹینشن نہیں بنایا تھا اور ہر بار اتنے اچھے گریڈ میں پاس ہوتی رہی ہو پھر اب یہ زرد رنگت اور بجھا ہوا انداز۔"
"میر ہاؤس" میں سب کے دل ایک دوسرے کے اندر دھڑکتے تھے۔ صبا کے انداز میں حد درجہ تشویش سمٹ آئی تو وہ بدقت تمام ہنستی ہوئی اس کی طرف پلٹی اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر ایک پل کو اسے دیکھا پھر آگے ہو کر اس کا رخسار چوم کر محبت سے بولی۔
"یہ سب تمہارا پیار ہے۔ اسی لیے تمہیں کم زور اور بجھی بجھی سی دکھائی دے رہی ہوں۔"
جواباً صبا نے بھی اسے پیار کیا اور مسکرا کر بولی۔
"تو پھر چلو ناں ہمارے ساتھ۔"
ضحیٰ اسے گھورتے ہوئے پیچھے ہٹی تھی۔
"ایموشنلی بلیک میل کرنے کی کوشش مت کرو۔ میرے سر میں واقعی درد ہو رہا ہے، ابھی میں چائے پی کر سونے لگی ہوں۔"
"دفع ہو جاؤ تم۔ اب بات مت کرنا مجھ سے۔" وہ منہ پھلا کر کہتی چلی گئی تھی۔ ضحیٰ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے آزردگی سے مسکرادی۔
"تمہیں کیا بتاؤں صبا، کس بھنور میں چکرا رہی ہوں میں۔ ذرا سی بے احتیاطی پوری زندگی برباد کرنے کو کافی ہے۔

یہ تو آگے کوئی جگنو ستارہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی پیچھے۔"

☆☆☆

گیٹ پر ہی نوفل اور نگین نے ان کا استقبال کیا تھا۔
"انس بھائی ہمیں ڈراپ کرنے آئے ہیں۔" نگین کے گلے لگتے ہوئے صبا نے سرگوشی کی تو وہ لجا کر رہ گئی۔
نوفل تو انس کو بھی اندر بلانے پر بضد تھا اور وہ موصوف سر کے بل آنے پر تیار مگر تائی جان اور چچی جان کی تنبیہی نگاہوں نے زبردستی اسے آپے میں رہنے پر مجبور کردیا۔ نتیجتاً وہ باہر ہی سے گاڑی لے کر رخصت ہوگیا۔
"آپ لوگ پلیز اندر چلیں، امی آپ کا بہت بے چینی سے انتظار کر رہی ہیں۔" نوفل نے صبا پر ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ سب ان کی معیت میں ڈرائنگ روم میں چلے آئے جہاں نہ صرف صالحہ بیگم بلکہ زرینہ بیگم اور طرحدار ادینہ بھی موجود تھی۔
"یہ تو سخت ناانصافی ہے آپا۔ میں نے تو سب کو انوائیٹ کیا تھا اور وہ شرارتی سی ضحیٰ کیوں نہیں آئی۔" صالحہ بیگم نے محبت بھرا شکوہ کیا تو تائی جان نے کہا۔
"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ورنہ وہ تو ایسے مواقع پر سب سے آگے ہوتی ہے۔ باقی رہ گیا معید تو اس کی جاب ہی کچھ ایسی ہے نہ دن کا پتہ چلتا ہے نہ رات کا۔"
"اور ہم تو اپنی سویٹ سی بھابھی کی محبت میں چلے آئے ہیں۔" وجدان نے شرارت سے کہا تو سب کے بیچ اس طرز تخاطب پر نگین جھینپ گئی۔
"یعنی ہم سب کا کوئی ذکر ہی نہیں۔" نوفل نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ فوراً بولا۔
"دیکھیں ہم تو یہاں کھانے پر مدعو ہیں اور آج تو اسپیشل "بھجوائے" گئے ہیں کہ ان کی خانہ داری کے مظاہرے دیکھ سکیں۔"
"وجدان....."
سب کے ہنسنے اور نگین کے خجالت و شرم سے سرخ پڑنے پر صبا نے سب سے نظر بچا کر وجدان کو دھمکانا چاہا تھا مگر نوفل نے دیکھ لیا۔
"بچے ایسی شرارتیں کرتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔"
بطور خاص صبا سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ سٹپٹا گئی۔ یہ وجدان کا بچہ جو ضحیٰ سے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑا بھائی جان لگتا تھا یہ حضرت اسے بچوں میں شمار کر رہے تھے۔ اس کی کھسیاہٹ محسوس کرتے ہوئے نوفل، چچی جان کی طرف متوجہ ہوگیا جو اپنے اکلوتے نورِ نظر کی قینچی کی طرح چلتی زبان پر خفا ہو رہی تھیں۔
"بھئی یہ تو میرا اور میری بھابھی کا معاملہ ہے۔" وہ مطمئن تھا۔
"پھر تو تمہاری خواہش عنقریب ایک بہت بڑی اور ناکام حسرت میں بدلنے والی ہے۔" نوفل نے اطمینان سے کہا تو سبھی بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔
"کون سی خواہش؟" وجدان نے پوچھا تو وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔
"یہی اپنی بھابھی کے ہاتھوں سے بنے کھانے سے لطف اندوز ہونے کی۔"
"کیوں؟" وجدان حیران ہوا تھا۔ "خدانخواستہ کہیں بھوکا تو واپس نہیں بھجوانے والے؟"
"ایسا تو کچھ نہیں مگر یہ تم لوگوں کو ضرور بھوکا رکھے گی، مستقبل قریب میں کیوں کہ محترمہ ایک ناکام ترین خاتون خانہ

ہیں۔"

نوفل کے انکشاف پر جہاں سب کو ہنسی آئی وہیں نگین نے پرزور احتجاج بھی کیا تھا۔

"اتنا برا تو نہیں پکاتی میں۔"

"ہاں ویسے اتنا برا بھی نہیں پکاتی۔ پرسوں جو پڈنگ تم نے لان کے کارنر میں پھینکی تھی وہ مالی کی بلی کو بہت پسند آئی تھی۔"

نوفل اس کا مذاق اڑا رہا تھا اور وہ سسرال والوں کے سامنے اس عزت افزائی پر خجل ہو رہی تھی۔

"بھئی اتنا تنگ مت کرو ہماری بہو کو۔ اگر کچھ کمی ہے بھی تو ہم ہیں نا بتانے والے۔" تائی جان نے محبت سے نگین کو ساتھ لگایا تو ان کی محبت بھری بات پر صالحہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"میں نے تو ان لوگوں کی تربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا چھوڑی۔ اب اگر آپ نگین میں کوئی کمی پائیں تو میری غلطی سمجھ کر درگزر کر دیجیے گا۔"

"کمال کرتی ہیں آپا۔ بہو بنا کر نہیں بیٹی بنا کر لے جاؤں گی اور بیٹیوں کی خطائیں تو کبھی ماؤں کو دکھائی ہی نہیں دیتیں۔"

تائی جان نے اپنے مخصوص انداز میں انہیں تسلی دی۔ نگین نے ادینہ کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ساتھ صبا کو بھی لیتی چلی گئی۔

"توبہ ہے، کیسی رلانے والی گفتگو کر رہے ہیں سب۔" نگین کی طبیعت میں قدرے بچکانہ پن تھا اور یہ یقیناً صالحہ بیگم اور نوفل کے لاڈ پیار کا نتیجہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھی اور اس کا یہ روپ اس کی دلکشی کو بڑھاتا تھا۔

"واقعی ایسی باتوں سے تو شادی کے نام سے ڈر لگنے لگتا ہے جیسے سسرال نہ ہوئی کوئی محاذ ہو گیا۔"

صبا نے ہنستے ہوئے کہا تو نگین نے اس کی بات سے لطف لیتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا۔ ادینہ نے تیکھی نظروں سے صبا کو دیکھا۔

"ساحل پر بیٹھ کر سمندر کی گہرائی کا اندازہ لگانا بے وقوفی ہوتی ہے۔ یہ تو وہی جان سکتے ہیں جو کبھی اپنی کشتی لے کر سمندر کے سینے پر اترے ہوں۔"

ادینہ کے سنجیدہ سے انداز پر وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔

"مگر ہر جگہ تو ایسا نہیں ہوتا۔ ہم نگین کو بہت محبت سے رکھیں گے۔"

"اب ہر کوئی پہلے ہی سے تو طے نہیں کرتا کہ کتنی محبت اور کتنی ذلت دینی ہے، یہ تو وقت کے ساتھ ساتھ پتہ چلتا ہے۔"

ادینہ کے انداز میں چبھن سی تھی۔ اس کا انداز نگین کے لیے نیا نہیں تھا اس لیے وہ تو نوری کے سر پر کھڑی ہو کر چائے کے لوازمات ٹرالی میں رکھوانے لگی مگر صبا نے مسکرا کر بات سمیٹنے کی کوشش کی تھی۔

"واقعی دعووں کا تو فائدہ بھی کوئی نہیں ہوتا۔ حقیقت تو وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔"

"تم لوگوں نے کیا بحث شروع کر رکھی ہے۔ یار میری کچھ ہیلپ ہی کروا دو۔ ہو تو میری ہونے والی نند مگر اس وقت تو میری سسرال پر امپریشن کا معاملہ ہے، تمہیں میرا ساتھ دینا چاہیے۔"

نگین ان کی طرف پلٹی تو صبا نے شکر ادا کرتے ہوئے اس کے ساتھ مل کر ٹرالی سیٹ کرنا شروع کر دی۔ ادینہ کا

خشک سا انداز گفتگو اس کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگا تھا۔ مگر یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ ابھی اس کا گھر اجڑے بمشکل سال بھر ہی ہوا تھا، شاید اسی وجہ سے اس کی باتوں میں تیکھا پن آ گیا تھا۔

"میرے خیال میں، میں یہاں بالکل فارغ ہوں اس لیے مجھے ڈرائنگ روم میں چلے جانا چاہیے۔" ادینہ کچھ اکتا کر کہتی ہوئی نگین کے روکنے سے پہلے ہی کچن سے نکل گئی تو نگین نے صبا سے کہا۔

"مائنڈ مت کرنا صبا۔ ادینہ بہت جلدی کسی سے گھلتی ملتی نہیں ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ پل میں تولہ اور پل میں ماشہ ہے۔ اس کی نیچر تو اچھی ہی ہے مگر جو ٹریجڈی اس کے ساتھ ہوئی ہے اس کی وجہ سے کبھی کبھار بگڑ بھی جاتی ہے۔"

"اس میں مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے اور پھر ابھی تو ایک آدھ ہی ملاقات ہوئی ہے آئندہ یقیناً ہماری دوستی بھی ہو جائے گی۔"

صبا نے بھی ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ ہنس دی۔

"لگتا ہے تمہاری میری خوب جمے گی۔"

"اور انس بھائی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

صبا شریر ہوئی تو ایک نظر دانت نکالتی نوری کو دیکھ کر نگین نے صبا کو آنکھیں دکھائیں مگر سنہری جلد میں گھلتی سرخیاں اور لبوں کے گوشوں میں تھرکتی مسکراہٹ اس کے دل کی حالت عیاں کر رہی تھی۔

"نوری تم جا کر ٹیبل پر برتن لگا کر آؤ۔" نگین نے نوری کو ٹالا تھا۔

"یہ کیا فضول حرکت تھی؟" مصنوعی غصے سے صبا کو گھورا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں۔ انہوں نے تو آپ کے لیے ایک پیغام بھی بھیجا ہے۔" صبا مزے سے مسکرائی تو اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"کیا.....؟"

"یونہی بتا دوں؟" وہ معصوم بنی تھی۔

"تو نہ بتاؤ۔" نگین نے بھی بے نیازی دکھانی چاہی۔

"چلو پھر چائے لے چلیں۔"

صبا نے ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے اطمینان سے کہا تو نگین بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔

"پوچھ کیوں نہیں لیتیں کہ کیا پیغام آیا ہے؟" صبا کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی تو وہ بھی ہنس دی۔

"خود ہی بتا دو نا یار۔"

"ایکچولی وہ جو انس بھائی ہیں نا، وہ تم سے بات کرنا چاہتے ہیں فون پر۔" صبا نے آرام سے کہا تو وہ شرگیں مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ تو وہی بتائیں گے نا۔" صبا نے جیسے اس کی بے وقوفی پر تاسف سے سر ہلایا تھا۔

"مگر میں تو انہیں جانتی بھی نہیں۔ میں ان سے کیا بات کروں گی۔"

نگین نے پھر سے بے نیازی کا مصنوعی مظاہرہ کرنا چاہا تو صبا بولی۔

"یہ تو ہے، پھر میں جا کر انہیں منع کر دوں گی۔ وہ تو آج ہی کال کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے تھے۔"

"امی سے اجازت لے لینا۔" "اگر" انہوں نے اجازت دے دی تو پھر۔" وہ جلدی سے بولی تو صبا کو اس کے بننے پر

ہنسی آ گئی۔

"میں نے برتن لگا دیئے ہیں جی۔"

نوری نے حسب عادت دانت نکوستے ہوئے آ کر اطلاع دی تو وہ اپنی گفتگو موقوف کر کے ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گئیں۔ چائے اور لوازمات سے بھری ٹرالی نگین دھکیل رہی تھی۔

بڑوں کی آپسی گھریلو باتوں، وجدان کے چٹکلوں اور نگین سے باتوں کے دوران کئی بار وہ بے ترتیب ہوئی تھی۔

کئی بار ان سب کی طرف سے دھیان ہٹا تھا۔

کئی بار ہنستے ہوئے کانشس ہو کر وہ ہونٹ بھینچ گئی تھی۔

اور اس کی وجہ دائیں طرف قدرے کارنر میں بیٹھا نوفل احمد تھا۔

اس قدر جانچتی پرکھتی نگاہ۔

مضطربانہ انداز میں کئی بار اس نے پہلو بدلا مگر نشست ایسی جگہ پر تھی کہ بہر طور وہ نوفل احمد کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی تھی۔

"بس اب اس سے زیادہ نہیں۔"

وہ چاہے کتنی بھی چھوٹے دل کی مالک اور شرمیلی کیوں نہیں تھی مگر یہ صورت حال تو قابل قبول نہیں تھی۔

یکبارگی اس نے نوفل احمد پر ایک لمحے کو نظر ڈال کر ہٹالی۔

اور اس نگاہ میں اس قدر خفگی اور ناپسندیدگی کا تاثر تھا کہ خجل سا ہو کر نہ صرف نوفل اس پر سے نگاہ ہٹا گیا بلکہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ صالحہ بیگم کو کچھ بتاتا سب سے معذرت کرتا ڈرائنگ روم سے نکل گیا تو صبا کو اطمینان ہوا۔

"اس قدر ڈیسنٹ سا بندہ، پتہ نہیں کیوں؟" لحظہ بھر کو وہ الجھی تھی مگر موقع اور ماحول نے اسے اس مسئلے پر زیادہ دیر تک غور و خوض نہیں کرنے دیا تھا۔

"نگی! جاؤ صبا کو گھر وغیرہ دکھاؤ۔" صالحہ بیگم نے پیار سے کہا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ صبا نے بھی اس کی تقلید کی بلکہ اس نے ادینہ کو بھی آفر کی تھی۔

"تم دیکھو جا کر میرا تو ہزار بار کا دیکھا ہوا ہے۔"

اس کا اپنا ہی تیکھا سا انداز تھا۔ اس پر مستزاد لبوں کی دھیمی سی مسکراہٹ، نہ کوئی برا مانے اور نہ ہی جواب سن کر خوش ہونے پائے اور صبا تو یوں بھی کسی کی کھوج یا کرید میں نہیں رہتی تھی اس لیے رسمی سا مسکرا کر نگین کے ہمراہ ڈرائنگ روم سے نکل آئی۔

جدید انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا گھر واقعی اپنی خوبصورتی، انفرادیت اور نفاست میں اپنی مثال آپ تھا۔ ہر کمرے کی کلر اسکیم فرنیچر اور پردوں، کارپٹس سے لے کر ڈیکوریشن پیسز تک میں آرٹسٹک مزاجی کی جھلک موجود تھی۔

"بہت خوب، اگر کبھی میں نے گھر بنایا تو اسی شخص کو ہائر کر کے سیٹنگ اور ڈیکوریشن کراؤں گی جس سے تم لوگوں نے کرائی ہے۔"

صبا خود نفاست پسند اور آرٹسٹک مزاج تھی۔ سو بے اختیار پر ستائش انداز میں بولی تو نگین ہنسنے لگی پھر اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"اس بندے کو ہائر کر کے نہیں بلکہ "ہائی جیک" کر کے لے جانا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کلر اسکیم سے لے کر دیواروں پر لگی ہر پینٹنگ اور چھوٹے سے چھوٹا ڈیکوریشن پیس تک نوفل بھائی کی چوائس ہے۔"

نگین نے بڑے مزے سے بتایا تو وہ ابھی کچھ دیر پہلے کی جانے والی اپنی بات کو یاد کر کے جھینپ گئی۔

"اچھا..... لگتا تو نہیں۔" یونہی بات کا تاثر ختم کرنے کی خاطر وہ بولی تو نگین نے سیڑھیاں طے کرنے کے بعد سامنے کمرے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم تو یہی کہو گی کیوں کہ تم انہیں جانتی نہیں ہو۔ ایک ایک چیز کو انہوں نے اتنی محبت سے خریدا ہے کہ کیا بتاؤں۔ بقول ان کے میں ایسی چیز اپنے پاس رکھ ہی نہیں سکتا جس سے مجھے محبت نہ ہو۔"

صبا نے مروت کے مارے یوں سر ہلایا جیسے بہت دلچسپی سے سن رہی ہو۔

"یہ اس گھر کا سب سے خوب صورت کمرہ ہے جسے میں "ڈریم لینڈ" کہتی ہوں۔"

دروازہ کھولتے ہوئے نگین نے بہت ڈرامائی انداز میں کہا۔ اسی وقت نیچے سے ادینہ کے پکارنے کی آواز آئی تھی۔

"یہ شاید مجھے ہی بلا رہی ہے۔" نگین نے اس کی طرف دیکھا تو صبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم اندر چلو میں دو منٹ میں بات سن کر آتی ہوں۔ شاید آنٹی لوگوں نے بلایا ہو۔" وہ اسے تاکید کرتی سیڑھیاں اتر گئی۔ صبا نے بھی اس کے پیچھے اترنے کا قصد کیا مگر نگاہ کمرے کے ادھ کھلے دروازے پر پڑی تو وہ رک گئی۔

"ہوں..... ڈریم لینڈ۔" خفیف سے انداز میں بھنویں اچکاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہم بھی تو دیکھیں خوابوں کے اس جزیرے میں کون بستا ہے۔"

وہ آہستہ سے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی تو پاؤں نرم و دبیز قالین میں دھنس سے گئے۔

یوں لگا جیسے آب رواں پر پاؤں رکھ دیئے ہوں۔

کور پڈور سے آتی روشنی کی مدد سے سوئچ بورڈ ڈھونڈ کر اس نے بمشکل ہی سہی مگر ٹیوب لائٹ آن کر ہی لی تھی۔

اور پہلی ہی نظر میں وہ دنگ رہ گئی تھی۔

اسکائی بلیو کلر اسکیم اس قدر خوب صورت لگ سکتی ہے، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے وہیں اپنے جوتے اتار دیئے۔

"اس ڈریم لینڈ کی کسی بھی شے کو داغدار کرنا سخت بدذوقی اور ناانصافی ہوگی۔"

وال پینٹنگز اس کی خاص توجہ کا مرکز بنیں اور چند پینٹنگز تو اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر اللہ نے پیسہ دیا تو وہ بھی اپنے بیڈروم میں ضرور لگائے گی۔ بلیک وڈ فرنیچر کسی بے تاج بادشاہ کے سے کروفر کے ساتھ کمرے کی رونق بڑھا رہا تھا۔ تبھی اس کی نظر کارنر میں رکھے ڈیکوریشن پیس پر پڑی تو خون جیسے اس کی رگوں میں پارے کی طرح دوڑ اٹھا۔

یہ ایک عورت کا پلاسٹر آف پیرس کا اڑھائی تین فٹ کا بے حد خوب صورت مجسمہ تھا مگر جس چیز نے صبا کو مسمریز کیا تھا وہ اس عورت کے دعا کی صورت بلند ہوتے ہاتھوں میں رکھا کرسٹل کا سرخ گلاب تھا۔

وہ بے اختیار آگے بڑھی تھی۔

کیا کوئی نقل اصل کے اس قدر نزدیک ہو سکتی ہے؟

کرسٹل کے سرخ گلاب میں کوئی سقم کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ واقعی کھلتا ہوا اصلی گلاب لگ رہا تھا۔ تبھی تو وہ بے ساختہ جھک کر اسے سونگھنے جیسی بچکانہ حرکت کر بیٹھی تھی۔

"اٹس سو بیوٹی فل۔"

اس نے بے حد نرمی اور احتیاط آمیز محبت کے ساتھ اس کی پتیوں کو انگلیوں سے چھوا تھا۔ بہت نرم و لطیف احساسات جیسے اس کی پوروں کے راستے اس کے وجود میں سرایت کرنے لگے تھے۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ٹھہر گئی۔

اندرونی کمرے سے نکلتا نوفل بے تحاشا ٹھٹکا تھا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صبا اس کے کمرے میں ہو سکتی ہے۔ پلاسٹر آف پیرس کے مجسمے کے سامنے ساکت کھڑی صبا کو دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔ گلاب کے اس پھول نے کبھی نوفل احمد کو بھی یونہی مسحور کر دیا تھا۔ تبھی تو وہ قیمت کی پروا کیے بغیر اسے خرید بیٹھا تھا اور پھر پیرس سے واپس نیویارک اور دو ماہ بعد نیویارک سے پاکستان واپسی تک وہ اس کی جی جان سے حفاظت کرتا آیا تھا۔ نوادرات بیچنے والے کا کہنا تھا کہ یہ پیس ہلکی سی ٹھیس لگنے سے چکنا چور ہو سکتا ہے اور ٹوٹنے کے بعد اس کے جڑنے کا کوئی امکان نہیں تھا کیوں کہ اس کے ٹکڑے بے حد چھوٹے چھوٹے ہو جاتے تھے۔

وہ اسے چونکانا نہیں چاہتا تھا مگر بے اختیار کھنکار بیٹھا۔ بھاری مردانہ آواز نے اسے گھبرا کر پلٹنے پر مجبور کر دیا تو مقابل نوفل احمد کو دیکھ کر وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

یوں ایک دم پلٹنے سے اس کے آنچل کا پلو کرسٹل کے نازک سے گلاب پر جا پڑا تھا۔

"ذرا احتیاط سے پلیز....." وہ بے اختیار آگے بڑھا تو صبا گھبرا کر تیزی سے ایک سائیڈ پر ہو گئی۔ نوفل کا اضطرابی انداز اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

مگر اسی وقت اپنے دوپٹے کے ساتھ اٹک کر کسی چیز کے گرنے اور "چھناک" کی آواز نے اسے پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"اوہ گاڈ....."

کرسٹل کا سرخ گلاب دبیز قالین پر گرنے کے باوجود چھوٹے چھوٹے اتنے ٹکڑوں میں تبدیل ہوا تھا کہ گننا بھی شاید مشکل ہوتا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے تیزی سے دھند پھیلی تھی۔

بے اختیار گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس نے قالین پر بکھرے کانچ کے ان ٹکڑوں کو دونوں ہاتھوں میں سمیٹنے کی کوشش کی تھی۔

"سس....." اس کے لبوں سے نکلنے والی سسکاری کی آواز نے متاسف کھڑے نوفل کو تیزی سے اس کی طرف بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔ اس قدر باریک کانچ آپ کو زخمی بھی کر سکتا ہے۔" پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھتے ہوئے نوفل نے تفکر سے کہا۔

"آئی ایم سوری..... میں نے جان بوجھ کر....."

اس نے رندھے ہوئے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہی مگر برا ہو آنسوؤں کا اسی وقت رخساروں پر بہہ گئے۔ آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔

وہ شاید سن نہیں سکا تھا۔

اس کا سارا دھیان ان دو بھوری آنکھوں، ان پر سجی گھنی پلکوں اور اس کے بہتے آنسوؤں نے سمیٹ لیا تھا۔

نوفل نے ہلکی سی سانس اندر کھینچتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام کر کانچ کے ٹکڑوں کو نیچے گرا دیا۔ اس کی مخملیں ہتھیلی پر کئی خراشیں آئی تھیں۔

"اس قدر بے وقعت سی شے کے لیے آنسو بہا کر مجھے شرمندہ مت کریں۔" اسے ریلیکس کرنے کی خاطر وہ بہت نرمی سے کہتے ہوئے دوستانہ انداز میں مسکرایا بھی تھا۔

"میں نے..... جان بوجھ کر نہیں توڑا۔" وہ شرمندگی اور ندامت کی انتہا پر تھی۔

ایک قطعی انجان شخص کے کمرے میں بلا اجازت آنا اس کے بعد پتہ نہیں کتنا قیمتی ڈیکوریشن پیس اضافہ کر دینا..... معمولی بات تو نہ تھی۔

"آپ جان بوجھ کر بھی توڑ دیتیں آپ کو حق تھا۔ برتر کے مقابلے میں کم تر ہمیشہ شکست کھاتا آیا ہے۔"

الفاظ بہت نئے اور لہجہ بہت خاص سا تھا۔ کبھی تو سیدھے سبھاؤ بات کرنے والی صبا کے اندر عجیب سا احساس ابھرا تھا۔ غیر محسوس کن انداز میں اس نے اس کے مضبوط ہاتھوں سے اپنے ہاتھ کھینچے تھے۔

نوفل نے بغور اس کی بھیگی پلکوں اور رخسار پر اٹک جانے والے آنسو کو دیکھا تھا۔ پھر دل میں ہلچل مچانے والے کسی احساس سے گھبرا کر وہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کا ہاتھ زخمی ہو گیا ہے۔"

وہ بہت شکست خوردہ انداز میں اٹھی تھی۔ نگین نے بتایا تھا کہ اس گھر میں موجود ہر بڑی سی بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز نوفل نے بے حد محبت سے خریدی تھی۔ تو اب یہ نقصان کوئی معمولی بات تو نہیں تھی نا۔"

"نگین کہہ رہی تھی کہ..... یہ کمرہ ڈریم لینڈ ہے۔ میں تو یونہی دیکھ رہی تھی' پتہ نہیں کیسے....." وہ پشیمان سی کہتی ہوئی رونے کے قریب ہو گئی۔

اس قدر سادگی و معصومیت نوفل کو ششدر کر گئی تھی۔

"کم آن صبا۔ ایسے ڈیکوریشن پیسز تو چند روپوں میں مل جاتے ہیں۔"

دفعتاً نوفل نے ہنس کر کہا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ نوفل سے نگاہ چرانا مشکل ہونے لگا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"بالکل' دیکھا نہیں آپ نے کس قدر ناقص تھا' گرتے ہی سیکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔" وہ لاپروائی سے کہہ رہا تھا مگر انداز اور لہجہ یقین دلانے والا تھا۔

"مگر یہ تو اتنا خوب صورت تھا۔"

صبا نے بے حد دکھ سے ان بکھرے ٹکڑوں کو دیکھا جو اب اپنی شکل و ہیئت کے ساتھ ساتھ اپنی وقعت بھی کھو چکے تھے۔

"سو واٹ..... اتنا قیمتی تو پھر بھی نہیں تھا کہ اس کی خاطر "آپ" اپنے آنسو بہائیں۔"

نوفل کا لہجہ پھر سے بہکا تو وہ حواس میں آنے لگی۔ چہرے کی سرخی واپس لوٹی تو اس نے ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑ کر آنسوؤں کے داغ صاف کرنے کی سعی کی۔

"میں خواہ مخواہ ہی....."

اس کی خفت زدہ شکل پر نوفل کو ترس آنے لگا۔ صاف لگ رہا تھا کہ اب وہ وہاں سے بھاگنے کے چکر میں ہے۔

"آپ کی ہتھیلی پر خراشیں آئی ہیں' ان پر کریم لگا لیں۔"

نوفل نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا کر دونوں ہاتھ یوں پیچھے کر لیے جیسے وہ زبردستی لگا ہی دے گا۔

"یوں تو سب پوچھیں گے کہ کیا ہوا ہے۔"

نوفل نے بمشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔

"آپ چھپانا چاہ رہی ہیں سب سے؟"

"نہیں....." وہ خفت سے سرخ پڑ گئی۔ "مگر امی سے ڈانٹ پڑے گی۔"

"اوکے' جیسی آپ کی مرضی۔ یہاں نہیں تو گھر جا کر کوئی کریم ضرور لگا لیجیے گا۔" نوفل نے اس کے چہرے پر بہت نرم سی نگاہ ڈالتے ہوئے سے کہا تو اس کی نظروں کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے بھی صبا کو وہاں مزید کھڑے ہونا محال ہونے لگا۔

"تھینک یو....." جھکی پلکوں کے ساتھ کہتے ہوئے وہ پلٹ کر دروازے تک گئی اور وہاں رک کر اپنے جوتے پہننے لگی۔

"یہ اپنے ہاتھ میں رکھیں۔" نوفل نے خیال آنے پر ٹشو پیپرز کے ڈبے میں سے دو تین لیف نکال کر اس کو دیے تھے جنہیں تھامتے ہی وہ بعجلت دروازے سے نکلتی چلی گئی۔

بہت لطیف اور دلکش احساس میں گھرا نوفل بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

کھانے کی میز پر وہ بہت خاموش اور کترائی ہوئی سی رہی۔ اب تو یہی جی چاہ رہا تھا کہ جلدی سے گھر جایا جائے۔

"سچ سچ بتائیں آپ نے ان میں سے کون سی ڈش بنائی ہے؟" وجدان ابھی بھی نگین کا دماغ کھا رہا تھا۔

"صرف رشین سلاد۔ کیوں کہ اس کو صرف بنانا پڑتا ہے پکانا نہیں۔" نوفل نے اپنی پلیٹ پر سے سر اٹھائے بغیر اطمینان سے کہا تو وہ سب ہنس دیے۔ وہ ساتھ ہی تو بیٹھا تھا' نگین نے پہلو میں کہنی چبھو کر خاموش رہنے کا سگنل دیا تو وہ اسے دیکھ کر ہنس دیا۔

"بھئی آپ لوگ خواہ مخواہ میری بیٹی کو تنگ مت کریں۔" تائی جان نے کہا تو نگین نے اپنی صفائی پیش کی۔

"نوری اکیلی تو کھانا نہیں بناتی' ساتھ میں بھی اس کی ہیلپ کراتی ہوں۔ ہر نئی ڈش ہم دونوں مل کر بناتی ہیں۔"

"اور مل کر ہی کھاتی ہیں کیوں کہ مجھے اور امی کو اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔" نوفل شرارت پر آمادہ تھا اور اس کی غیر متوقع بشاشت صالحہ بیگم کو بہت اچھی لگ رہی تھی ورنہ پچھلے چار سالوں سے تو وہ کھل کر ہنسنا بھی بھول گیا تھا۔ انہوں نے بے اختیار دل میں اس کی دائمی مسکراہٹ کی دعا مانگی تھی۔

"کر لیں تنگ' اب تو فاقے کراؤں گی آپ کو۔" نگین چڑ کر بولی تھی۔

"ہوٹل زندہ باد ڈیئر سسٹر۔ تم جیسے لوگوں کے بنائے ہوئے کھانوں سے بچنے کے لیے ہی ہوٹل بنے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا' پھر بہت غیر متوقع طور پر اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھی صبا سے مخاطب ہوا۔

"ایکسکیوز می' ذرا ایک گلاس پانی دے دیں پلیز۔" اس نے بے حد گڑبڑا کر نوفل کی طرف دیکھا۔ بے ضرر سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ منتظر تھا۔ جگ صبا کے پاس ہی دھرا تھا' اس نے خاموشی سے گلاس میں پانی انڈیل کر اس کی طرف کھسکا دیا۔

"تھینک یو....."

اس کے شکریہ کے جواب میں وہ کچھ کہے بنا دوبارہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ نوفل کا سامنا کرنے کی تو گویا تاب ہی نہیں رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس کا نقصان کر کے آئی تھی اور نیچے آ کر کسی کے آگے اس واقعہ کا

ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ اوپر سے وہ آ کر سامنے براجمان ہو گیا تھا۔
اس کے انداز صبا کو کچھ کچھ الجھانے لگے تھے۔
اس کی آنکھوں میں صبا کو دیکھ کر چمک ابھرتی تھی مگر وہ ڈرانے والی چمک نہیں تھی کیوں کہ اس چمک کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھرکنے لگتی تھی۔
چائے کے بعد وہ لوگ فوراً ہی اٹھ گئے کیوں کہ انس انہیں لینے آ گیا تھا۔
"یہ تو زیادتی ہے آنٹی۔ میں خود آپ کو ڈراپ کر آتا۔" نوفل نے کہا تو چچی جان مسکرا دیں۔
"اب تو یہ آنا جانا عمر بھر کا ہے بیٹا' خاطر جمع رکھو پھر کبھی سہی۔"
"اینی ٹائم آنٹی۔" وہ ان کے آگے جھک کر مسکراتے ہوئے بولا تو انہوں نے اس کے شانے پر شفقت آمیز ہاتھ پھیرا تھا۔
"بہت بہت شکریہ آنٹی' نہ صرف اچھے کھانے کا بلکہ آپ لوگوں کی بہترین کمپنی کا بھی۔" صبا نے جھک کر صالحہ بیگم سے الوداعی ملاقات کے دوران شائستگی سے کہا۔
"آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے ہمیں میزبانی کا شرف بخشا۔"
نوفل یوں اچانک کہہ دے گا صبا کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس نے شپٹا کر اس کی طرف دیکھا۔ ہونٹوں پر ہلکی سی دلفریب مسکراہٹ لیے وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔
ادینہ کے اندر کسی عجیب سے احساس نے اپنا پاؤں دھرا تھا۔
صبا تو فوراً ہی پلٹ کر تائی جان کی طرف چلی گئی مگر نوفل کے ہونٹوں پر بجی مسکراہٹ ادینہ کو کھٹک گئی تھی اور ثانیہ بھر کو صبا کا پیچھا کرتی نظر' وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔
"بہت خوش قسمت ہے انس جسے اتنی اچھی سسرال مل رہی ہے۔"
گاڑی میں سفر کے دوران چچی جان نے ایمان دارانہ رائے دی تو وہ بولا۔
"مجھ سے زیادہ لکی وہ ہیں جنہیں مجھ سا حسین و جمیل داماد مل رہا ہے۔"
"سچ بتائیں انس بھائی' کب سے آئینہ دیکھنا چھوڑ رکھا ہے آپ نے؟" وجدان نے فوراً پوچھا تو صبا نے بھی اس کی تائید کی۔
"نگین آپ سے بھی اچھی ہے۔"
"لگتا ہے تگڑی رشوت لگائی گئی ہے تم دونوں کو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔
"اور ایک صدمے والی بات بھی سن لیں۔ محترمہ کو کھانا پکانے کی الف ب بھی نہیں آتی۔" وجدان نے لطف لیتے ہوئے کہا تھا۔
"لو جی' یہ تو سارا پلان ہی چوپٹ ہو گیا۔ میں تو صرف اس لیے شادی پر راضی ہوا تھا کہ میرے لیے بھی کوئی کھانا پکانے والی' کام کاج کرنے والی آ جائے گی۔" انس نے مظلومیت کا پرچار کیا تو صبا جل کر رہ گئی۔
"تو پھر باجی پیاری بری تو نہیں تھی۔" اس نے گھریلو کام کاج کے لیے رکھی ملازمہ کا نام لیا تو وہ اطمینان سے بولا۔
"وہ تو باجی ہے نا۔"
"مگر ہے تو پیاری نا۔" وجدان نے بھی اسی ٹون میں کہا' اب کی بار چچی جان خاموش نہیں رہ سکی تھیں۔
"شرم کرو تم لوگ کچھ۔ خواہ مخواہ اس بے چاری کو بیچ میں گھسیٹ رہے ہو۔"

"امی جان بے چاری نہیں پیاری۔" وجدان نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا تو وہ کڑھ کر رہ گئیں۔
"تم لوگوں کو سمجھانا تو جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔"
"یہ شیروں کی کون سی قسم ہے؟" وجدان نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔
"لو..... تمہیں پتہ ہی نہیں۔" انس نے گویا اس کا مذاق اڑایا پھر اپنی ذہانت جھاڑتے ہوئے بولا۔
"یہ شیر صرف افریقہ کے جنگلوں میں پائے جاتے ہیں' بہت خونخوار ہوتے ہیں اور شاید ان کو جوئیں بھی پڑی ہوتی ہیں اس لیے جوئے شیر کہلاتے ہیں یا ہو سکتا ہے ایک آدھ کو جوئے سے بھی شغف رہا ہو۔"
"صاف پتہ چل رہا ہے کہ چنے دے کے پاس ہوتے رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے دودھ کی نہر نکالنا۔" صبا نے ان کا تمسخر اڑایا تھا مگر وہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھے۔
"تمہاری تو بات ہی جھوٹی ہے۔ دودھ کی کون سی نہر دیکھی ہے آج تک تم نے؟ شیر تو جگہ جگہ دکھائی دیتے ہیں۔"
"ہمارے پاس تو شیر کی صورت میں ثبوت موجود ہے۔ آپ بھی دودھ کی نہر میں سے سیر سوا سیر بھر کر لائیں تو مانیں گے۔" وجدان نے بے نیازی سے کہا تو وہ چڑ گئی۔
"کس قدر فضول اور بے معنی گفتگو کرتے ہو تم لوگ۔"
"میں تو کتنی بار اس لڑکے سے کہہ چکی ہوں کہ ہوش کے ناخن لو اب تو منگنی بھی ہو چکی۔"
تائی جان بے چاری خود ان کی قینچی کی طرح چلتی زبانوں سے تنگ آ چکی تھیں۔
"بائی داوے والدہ صاحبہ' یہ ہوش کے ناخن کیا بیوٹی پارلر والوں کی نئی پراڈکٹ ہے؟"
معلومات میں اضافہ چاہا گیا۔
"جی نہیں۔ یہ اللہ میاں کی پراڈکٹ ہے اور صرف نصیب والوں ہی کو ملتی ہے۔" صبا نے طنز کیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ڈھٹائی سے ہنسنے لگے۔ وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی۔
ضحیٰ کو ٹی وی لاؤنج میں "محو مووی" دیکھ کر صبا کو انتہائی غصہ آیا تھا۔
"بہت ذلیل ہو تم ضوئی۔ یہ کون سا نسخہ ہے سر درد ٹھیک کرنے کا؟"
"نیند نہیں آ رہی تھی' میں نے سوچا کب سے اس مووی کو ٹال رہی ہوں آج فرصت ہے دیکھ ہی لوں۔"
وہ ڈھٹائی سے بولی تو صبا جوتے اتارتی وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی۔
"کیسا رہا ڈنر؟"
"تمہیں کیا جیسا بھی رہا ہو۔" وہ خفگی سے بولی تو ضحیٰ کو ہنسی آ گئی۔
"تمہاری شکل اس وقت کسی شاعر کی ناراض محبوبہ کی طرح ہو رہی ہے۔"
"تم سے تو اچھی ہی ہے۔"
وہ ابھی بھی اسی انداز میں بولی تو ضحیٰ نے سرخ و سیاہ امتزاج شیفون کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس صبا کو پرستائش نظروں سے دیکھتے ہوئے فراخدلانہ انداز میں کہا۔
"یہ بات تو واقعی بالکل سچ ہے۔ اور باقی دنوں کو تو چھوڑو آج خاص طور پر بہت اچھی لگ رہی ہو۔ یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی کھلتا ہوا گلاب۔"
"گلاب.....؟"
صبا کو بھولا ہوا بہت کچھ یاد آ گیا۔

یوں..... کچھ زیادہ تعریف ہوگئی ہے کیا؟" ضحیٰ نے شرارت سے پوچھا تو صبا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مرے مرے سے انداز میں کہا۔

"ضوئی پتہ ہے وہاں مجھ سے ایک بہت بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

"اف..... کہیں انس بھائی کا رشتہ تو نہیں توڑ آئیں؟"

وہ اچھل ہی تو پڑی مگر صبا کو اس کی یہ غیر سنجیدگی قطعی نہیں بھائی تھی۔

"بکو مت..... کچھ اور ہوا ہے۔"

"سب سے بڑی گڑبڑ تو وہاں یہی ہو سکتی تھی۔ اب مجھے اطمینان ہوگیا ہے تم کھل کر بتاؤ تم نے کیا گڑبڑ کی ہے؟"

ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے پوچھا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہاں نہیں میرے کمرے میں آؤ۔"

"ایسا بھی کیا سیکرٹ ہے؟ کہیں وہاں سے کچھ چرا تو نہیں لائیں؟" ضحیٰ حیران ہوئی تو صبا نے کشن اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔

"بس یہاں بیٹھی بکواس ہی کرتی رہنا شرلاک ہومز کی نانی نہ بنو۔" وہ خفا خفا سی چلی گئی تو مارے تجسس کے ضحیٰ کو بھی مجبوراً اس کے پیچھے بھاگنا پڑا۔

"اب جلدی سے بتاؤ کیا ہوا وہاں؟"

پھولی سانسوں کے دوران اس نے پوچھا تو صبا نے اسے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"جو میں تمہیں بتاؤں گی وہ تم کسی اور کو بالکل نہیں بتاؤ گی۔" وہ متذبذب تھی۔ پہلی بار ضحیٰ کھٹکی تھی۔

"کم آن صبی..... اس سے پہلے بھی ایسا ہوا ہے کیا۔" اس کا ہاتھ تھام کر اسے تسلی دی۔

"اب بتا بھی دو نا میرا تجسس کے مارے ہارٹ فیل ہونے والا ہے۔" اسے خاموش دیکھ کر اس کا ہاتھ دبایا تو وہ مدھم سے انداز میں بولی۔

"وہ جو ہے نا..... نوفل....."

"نوفل کون؟"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی متجسس انداز میں سوال آیا تو صبا نے اسے کچا چبا جانے والے انداز میں دیکھا۔

"نگین کا بھائی۔" دانت پیس کر بتایا۔

"ارے ہاں وہ ہیرو۔" ضحیٰ کی آنکھیں چمکی تھیں۔ "کہیں پھر کوئی فلمی سین تو نہیں ہوگیا؟"

"ضحیٰ بہت بکواس کرنے لگی ہو تم۔" اسے حقیقتاً غصہ آیا تو ضحیٰ سٹپٹا گئی۔

"اچھا اب نہیں بولتی تم بولو۔"

"وہ جو ہے ناں..... بڑا نظر باز سا ہے۔" بہت سوچ کر صبا نے نوفل پر دفعہ عائد کی تھی۔

"کوئی نہیں اتنا پراؤڈ سا تو ہے وہ۔ منگنی والے روز تو اس نے کسی کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔" پہلے کی طرح ضحیٰ کو اس کی بات پر ایک فیصد بھی یقین نہیں آیا تھا۔

"مائنڈ یو ضحیٰ بی بی۔ اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔" وہ نوفل کی حمایت پر تلملا اٹھی تھی۔

"بی ہیو یو صبی۔" اس کے الفاظ ضحیٰ کو ناگوار گزرے تھے۔

"سوری..... میں نے صرف مثال دی تھی۔" وہ فوراً اپنی غلطی مان گئی جو کہ اس کی بہت بہترین عادت تھی۔

"تم اسے کیوں ایسے کہہ رہی ہو؟"

ضحیٰ اصل بات کی طرف پلٹی تو وہ رک سی گئی۔

"یار وہ پتہ نہیں کیوں..... مجھے گھور گھور کے دیکھے جا رہا تھا۔"

جس طرح منمنا کر وہ بولی تھی ضحیٰ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"ویری سمپل۔ تم اسے اچھی لگی ہوگی۔"

"بکواس نہیں کرو۔" ضحیٰ کا تجزیہ اسے اچھا نہیں لگا تھا۔

"تو پھر تمہاری شکل نگین سے ملتی ہوگی۔" وہ چڑ کر بولی تو صبا نے نفی میں سر ہلایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ورنہ انس بھائی تو کبھی بھی اس منگنی پر راضی نہ ہوتے۔"

"تو پھر جو میں کہہ رہی ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔" ضحیٰ نے قطعی انداز میں کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"مگر میں نے بھی زیادہ دیر تک برداشت نہیں کیا۔"

"تم نے کیا کیا؟" ضحیٰ نے ڈر کر پوچھا تو وہ تفاخر سے بولی۔

"میں نے بھی جواباً اسے گھور کر دیکھا۔"

"کیا؟" ضحیٰ بے اختیار اچھلی تھی۔

"کس قدر بے شرم ہو تم صبی۔"

"چہ..... یار بے شرمی سے نہیں بلکہ شرم دلانے والے انداز میں دیکھا تھا۔" اس نے جھنجلا کر تصحیح کی تو ضحیٰ کی سانسیں معمول پر آئیں۔

"پھر اس دیکھنے کا کیا رزلٹ آیا؟"

"ہنڈریڈ پرسنٹ پازیٹو۔" وہ اطمینان سے بولی۔ "نہ صرف اس نے گھورنے کا سلسلہ بند کیا بلکہ اٹھ کے بھی چلا گیا۔"

"تھینک گاڈ..... کچھ گڑبڑ نہیں ہوئی۔" ضحیٰ نے سکون کی سانس لی تو صبا نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"گڑبڑ تو اس کے بعد ہی ہوئی تھی۔"

"کیسی گڑبڑ.....؟" ضحیٰ نے اسے گھورا تو اب کی بار اس نے بنا رکے اسے ساری بات بتا دی۔ وہ انگشتِ بدنداں تھی۔

"صبی! تمہیں ڈر نہیں لگا۔ اکیلے اس کے کمرے میں؟"

"بس تم سائیڈ ایفیکٹ پر ہی غور کرنا۔ وہ بس چھچھورا ہی لگ رہا تھا لفنگا تو نہیں۔" اس خیال سے خود صبا کو بھی کئی بار جھرجھری آ چکی تھی مگر اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا اس لیے اس پہلو کو نظر انداز کرنا ہی بہتر تھا۔

"اس نے تمہیں ڈانٹا تو نہیں نا؟"

ضحیٰ نے تفتیش کا آغاز کیا تو صبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ایمان داری سے کہا۔

"بلکہ وہ تو میرے ہاتھ پہ آئی خراشوں پر کریم بھی لگانے کو تیار تھا۔"

"اف..... لگوائی؟"

وہ جس طرح چیخ کر بولی تھی صبا ڈر گئی۔ فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"بہت اچھا کیا۔" ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

"کیا خبر صرف ہاتھ پکڑنے کا ہی بہانہ ہوتا۔"
صبا کے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی۔
"کیسی خوف ناک باتیں کر رہی ہو۔ اس نے تو مخلصانہ آفر کی تھی۔ میں نے انکار کر دیا تو پھر اس نے اصرار نہیں کیا بلکہ کسی کو بتایا بھی نہیں کہ میں نے اس کا کتنا بڑا نقصان کر دیا ہے۔"
"کوئی بڑا نقصان نہیں کیا اس نے کہا تو تھا کہ چند روپوں کا ڈیکوریشن پیس تھا۔"
ضحیٰ نے کہا تو وہ قدرے توقف کے بعد مجرمانہ انداز میں بولی۔
"میں نے یونہی باتوں باتوں میں نگین سے اس کی قیمت پوچھی تھی۔"
"تو پھر؟"
"پانچ سو ڈالرز....."
"پانچ سو..... ڈالرز.....؟" ضحیٰ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ڈالر تو جیسے حلق ہی میں اٹک گئے تھے۔
صبا نے مجرمانہ انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔
"یعنی اگر اسے پاکستانی روپوں میں تبدیل کیا جائے تو اندازاً تیس ہزار کے قریب قیمت بنتی ہے۔" ضحیٰ نے فوراً موٹا موٹا حساب کیا تھا۔ پھر بے یقینی و استعجاب سے بولی۔
"پھر بھی اس شخص نے تمہیں نہیں ڈانٹا بلکہ الٹا تمہارے "قیمتی" آنسوؤں کی فکر کرتا رہا۔"
"ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ بس مجھے خاموش کرانا چاہ رہا تھا شاید۔"
صبا نے جز بز ہو کر اسے ٹوکا اور ساتھ ہی اپنے حرف بہ حرف بات بتانے والی عادت پر خود کو لعنت ملامت بھی کی۔
"ہاں تو دل کو کچھ ہو رہا ہوگا نا۔"
ضحیٰ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بے نیازی سے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔
"میں نے تمہیں یہ سب سن کر انجوائے کرنے کے لیے نہیں بتایا بلکہ اس لیے بتایا ہے کہ اب مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"
"اب تو بات ختم ہو چکی۔ اب کیا کرنا ہے؟"
ضحیٰ نے استفہامیہ انداز میں بھنویں اچکائیں تو وہ بے یقینی سے بولی۔
"تمہارا مطلب ہے کہ بات ختم ہو چکی ہے؟"
"بالکل۔ وہ والی بات ختم اور نئی بات شروع۔" اس نے آرام سے کہا تھا۔
"نئی بات کیا؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا۔
"نئی بات یہ کہ وہ موصوف تم میں انٹرسٹڈ ہیں۔"
ضحیٰ کی اطمینان سے کہی گئی بات صبا کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔
"حواس میں تو ہو تم؟" وہ غرائی تھی۔
"میں بالکل حواس میں ہوں مائی ڈیئر یہ میں نہیں بلکہ حالات و واقعات کہہ رہے ہیں۔" ضحیٰ کا اطمینان قابل دید تھا۔
"اصل میں تو تم اس بندے کو منگنی والے روز ہی اچھی لگ گئی ہوگی۔ اس دن بھی تو ٹکراؤ ہوا تھا۔"
"کوئی نہیں۔ خواہ مخواہ تکے مت لگاؤ۔" صبا کا دل گھبرانے لگا تھا۔

"اوکے..... ہم کون سا رشتہ طے کرنے بیٹھے ہیں جب وقت آئے گا دیکھی جائے گی۔"
ضحیٰ نے اسے خوف زدہ دیکھ کر تسلی دی تھی۔ پھر پُر سوچ انداز میں بولی۔
"ویسے اس بندے کا جتنا تم نے نقصان کیا ہے اس کی پنالٹی تو دینی چاہیے تمہیں۔"
"میں کیا پنالٹی دے سکتی ہوں۔ میری تو جمع پونجی بھی تیس ہزار کی نہیں ہوگی۔" وہ بدکی تھی۔
"اوفوہ! میں کون سا جائیداد اس کے نام لگانے کو کہہ رہی ہوں۔ جب موقع آئے گا دیکھی جائے گی۔" ضحیٰ نے بات بدل دی پھر دوستانہ لب و لہجے میں پوچھنے لگی۔
"ویسے تمہارا نوفل احمد کے متعلق کیا خیال ہے؟"
"کیا مطلب؟" وہ سمجھی نہیں تھی۔
"مطلب یہ کہ تمہارے دل کی گھنٹی بجی کہ نہیں؟"
وہ شرارت سے بولی تو اسے گھورتے ہوئے صبا نے چٹکی بجائی۔
"اٹھو اور دفعہ ہو جاؤ تمہیں سخت نیند آ رہی ہے۔"
"بتا تو دو یار پھر چلی جاؤں گی۔"
ضحیٰ نے کہا تو وہ سختی سے پر لہجے میں بولی۔
"نہ ابھی نہ پھر کبھی۔ نوفل احمد میری چوائس کبھی نہیں ہو سکتا۔"
"کوئی خاص وجہ.....؟"
ضحیٰ کو تحیر نے گھیرا تو وہ بھی ایک دم سے مسکرا دی۔
"کوئی خاص وجہ نہیں سوائے اس کے کہ اسے دیکھ کر میرے دل کی گھنٹی نہیں بجی۔"
"صحیح جا رہی ہو....." ضحیٰ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"حمرہ کا فون نہیں آیا۔"
صبا نے چھوٹی بہن سے متعلق پوچھا جو مریم پھپھو کی طرف گئی ہوئی تھی۔
"نہیں۔ بلکہ مجھے خود فون کرنا پڑا محترمہ کو یاد دلانے کے لیے کہ ان کا ایک عدد کالج بھی ہے جس کی وہ نئی نئی اسٹوڈنٹ ہوئی ہیں اس لیے آ جائیں واپس۔" ضحیٰ نے تفصیل بتائی تو وہ اس کے انداز پر مسکرا دی۔
ضحیٰ جاتے جاتے دروازے کے قریب رکی تھی۔
"ویسے صبی تم کوشش کر کے دل کی گھنٹی کو ذرا ہلاؤ جلاؤ شاید اسے زنگ لگ چکا ہے کیوں کہ نوفل احمد بندہ تو بہت زبردست ہے۔"
صبا کی خونخوار نظروں سے ڈر کر وہ بھاگ لی تھی۔
لمحہ بھر کو ضحیٰ کی بات میں ذہن الجھا تو وہ سر جھٹکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"بندہ تو واقعی بڑا زبردست ہے مگر....."
ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ لیے وہ اپنے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گئی۔

♥♥♥♥

جب سے معید نے اس کی کھنچائی کی تھی وہ دانستہ عمر سے نہیں ملی تھی۔ کچھ خوف اور کچھ شرمساری تھی جس نے اسے کانشس کر دیا تھا۔

مگر کب تک؟

وہ پیریڈ آف ہونے پر کلاس روم سے باہر نکلی تو کوریڈور کے پلر کے پاس وہ اپنے کسی شناسا کے ساتھ محوِ گفتگو دکھائی دے گیا۔

وہ گومگو کی سی کیفیت میں اپنی دوستوں کے ہمراہ اس کے پاس سے گزر گئی' سمجھ نہیں آئی اس کی طرف دیکھے یا نہیں۔

مگر جتنی لاپرواہ تھی اتنا بے خبر عمر کاظمی نہیں تھا۔ اسے کیمسٹری لیب کی سیڑھیوں پر تنہا پا کر فوراً چلا آیا۔

نوٹس کو پن اپ کر کے ترتیب سے فائل میں رکھتی وہ ٹھٹک کر آنے والے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کس سے بھاگ رہی ہو ضحیٰ میر؟ مجھ سے یا اپنے آپ سے؟" وہ چبھتے ہوئے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

وہ کچھ بولے بغیر دوبارہ اپنی مصروفیت میں گم ہو گئی تو وہ لب بھینچ کر لحظہ بھر اسے دیکھنے کے بعد اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟"

"کچھ بھی نہیں ہوا۔"

اس نے بے زاری سے فائل بند کرتے ہوئے کہا تو وہ چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"پھر اتنے دنوں سے ملی کیوں نہیں؟"

"کیوں ملتی؟"

وہ بہت تیکھی ہو رہی تھی۔ عمر نے قدرے دھیان سے اس کے تاثرات دیکھے تھے۔

"کیا ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں ہے جس کے بل بوتے پر ہم مل سکیں؟"

اپنی حیرت کو اپنے ٹھنڈے پن میں چھپا کر وہ سکون سے بولا تھا۔

"تو اس کے لیے روز ملنا کیا ضروری ہے؟"

اس نے تنک کر پوچھا تو اس کے شاہانہ انداز پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"ناراض کس بات پر ہو؟"

تیقن سے پوچھا تو وہ چپ ہو گئی پھر قدرے توقف کے بعد ناراضگی سے بولی۔

"تمہاری بے احتیاطی رنگ لے آئی ہے۔ اس روز معید نے ہمیں ریسٹورنٹ میں دیکھ لیا تھا۔"

"اوہ نو..... پھر؟" اس کے انداز میں تشویش اتر آئی۔

"پھر وہی ہوا جو ہو سکتا تھا۔ اس نے مجھے خوب جھاڑا اور تم سے ملنے سے سختی سے منع کر دیا۔" وہ چڑ کر بولی تو عمر نے اطمینان سے کہا۔

"یہ تو اس نے بالکل ٹھیک کیا۔ نائس مین۔"

"بکو مت۔ تمہاری وجہ سے پہلی بار میں نے اس کی ڈانٹ ڈپٹ سنی ہے۔ اور تمہیں ابھی بھی وہ نائس مین لگ رہا ہے۔" ضحیٰ کو شدید غصہ آیا تھا۔

"دیکھو اگر وہ چاہتا تو تمہاری پوری فیملی کو یہ بات بتا سکتا تھا مگر اس نے صرف تمہیں ڈانٹا جو کہ اس کا فرض بھی تھا اور حق بھی۔" عمر نے رسانیت سے کہا تو اسے رونا آنے لگا۔

"میری اتنی انسلٹ ہو گئی اور تمہیں یہ سب معمولی بات لگ رہی ہے۔"

"دیکھو ضحیٰ۔ یہ انسلٹ اس انسلٹ سے بہتر ہے جو سب گھر والوں کے درمیان ہوتی۔ اور میں بہت شرمندہ ہوں

کہ میری وجہ سے یہ سب ہوا۔ مجھے اس روز اصرار ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ واقعی شرمسار ہو رہا تھا۔

"اس نے اور تو کچھ نہیں کہا زیادہ تو ہوٹلنگ پر ہی ڈانٹ پڑی ہے۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ اعتراف کرنے والے انداز میں بولا۔

"وہ بھی ٹھیک تھا۔ جس طرح تمہیں اس نے دیکھ لیا کوئی اور فیملی ممبر بھی دیکھ سکتا تھا۔ آئی ایم سوری۔"

"اٹس اوکے۔ ہم کون سا پھر کبھی ہوٹلنگ کرنے والے ہیں۔"

ضحیٰ نے اسے شرمندگی کے حصار سے نکالنا چاہا تھا۔ پھر وہ بات بدل گئی۔

"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا؟"

اس کے سوال پر وہ چپ سا ہو گیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"وہ جو اس سے پہلے کے ساڑھے چار سو انٹرویوز کا بن چکا ہے۔"

"یہ سب کیا ہے عمر؟ تم تو اس قدر بریلینٹ ہو اتنا شاندار اکیڈمک ریکارڈ ہے تمہارا' پھر کیا کمی رہ جاتی ہے؟"

اسے ایسی جھنجھلاہٹ کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی اب ہو رہی تھی۔

"صرف دو اسناد کی کمی ہے میرے پاس۔ جو ہمارے ملک میں کوئی بھی بہترین سے بہترین نوکری حاصل کرنے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔" وہ اپنی دو انگلیاں اٹھا کر بولا تو ضحیٰ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"وہ کون سی دو اسناد ہیں جو اس قدر خاص ہیں؟"

"رشوت اور سفارش۔" وہ بہت اطمینان سے بولا تھا۔

"شرم کرو عمر' یہ خیالات ہیں تمہارے۔" ضحیٰ کو اس کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"تمہیں کیا پتہ' ابھی بچی ہو تم۔" وہ اس کی سادگی پر مسکرا دیا تھا۔

"میں کوئی بچی وچی نہیں ہوں۔" وہ خفا ہونے لگی۔

گھنی پلکوں تلے سیاہ آنکھوں میں ناراضگی کے رنگ لیے وہ عمر کو خواہ مخواہ ہی تفاخر میں مبتلا کرنے لگی۔

کسی کا دل آپ کے نام پہ بے ترتیبی سے دھڑکتا ہو اس سے زیادہ دلنشین اور دلفریب حقیقت اور کیا ہو سکتی ہے؟

"اوکے..... تو میں تمہیں آنٹی بلا سکتا ہوں؟"

وہ شرارت پر آمادہ تھا۔ اس قدر فضول بات پر ضحیٰ کی رنگت تمتما اٹھی' جی چاہا نوٹس سے وزنی فائل اس کے سر پر دے مارے۔ وہ تن فن کرتی اٹھ کر چل دی تھی۔

"ارے..... ضحیٰ....." وہ فوراً اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"بات مت کرو عمر میرے ساتھ۔" وہ واقعی غصے میں تھی۔

"مذاق کر رہا تھا یار۔"

"بہت برے ہو تم۔"

کیفے ٹیریا کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ عمر نے بھی چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے کو ترجیح دی۔ قدرے کارنر والی ٹیبل سنبھالتے ہی عمر نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے تھے۔

"میں نے یہ کرنے کو تو نہیں کہا۔" وہ جز بز ہونے لگی۔ آس پاس بیٹھے کئی اسٹوڈنٹس کی نظریں ادھر ہی تھیں۔

"تو پھر کیسے مانو گی؟" وہ مسکرا دیا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تمہیں جاب کب ملے گی؟" اس نے سنجیدگی سے بات بدلی تو وہ چپ سا ہو گیا۔

"بتاؤ نا۔" وہ اس کی خاموشی سے تنگ آ کر بولی تو اس نے ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔
"بہت مشکل ہے صحی۔ بہت مشکل۔" اس کے لب و لہجے سے جھانکتی شکستگی صحی سے مخفی نہ رہ سکی تھی۔
یہ پہلا موقع تھا جب وہ ہارا ہوا بہت تھکن زدہ سا لگ رہا تھا ورنہ اس سے پہلے تو وہ ہر ناکامی کے بعد تازہ دم ہو کر اگلی بار کے لیے کوشش کرنے لگتا تھا۔
"کیسی بات کر رہے ہو تم۔ یہ تمہاری اشد ضرورت ہے۔" صحی ہرٹ ہوئی تھی۔
"تو میں کب اس کی ضرورت سے انکار کر رہا ہوں۔"
وہ پانی سے بھرے گلاس پر نظریں جمائے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو قدرے توقف کے بعد صحی نے اسے جتانے والے انداز میں کہا۔
"معید نے سب سے زیادہ اعتراض تمہارے جاب لیس ہونے پر کیا ہے۔"
وہ لحظہ بھر اس کو دیکھنے کے بعد پرسکون لہجے میں بولا۔
"وہ کچھ غلط بھی نہیں ہے۔ اسی لیے میں آج تمہیں کہہ رہا ہوں کہ تم اپنے مستقبل کے لیے کوئی بھی بہتر فیصلہ کرنے میں بالکل آزاد ہو۔"
اس کے الفاظ اس قدر غیر متوقع تھے کہ وہ ششدر رہ گئی۔
"میں کوئی جاب کر بھی لوں صحی تب بھی تمہیں وہ آسائشیں مہیا نہیں کر سکتا جن میں تم نے آنکھ کھولی ہے جن کی تم عادی ہو۔"
"شٹ اپ عمر..... شٹ اپ۔"
وہ دفعتاً ہی شدید اشتعال کے تحت اسے روک گئی تھی۔
"یہ ایک تلخ حقیقت ہے صحی۔ کل بھی تو اسے فیس کرنا ہی ہے پھر آج ہی سے کیوں نہیں۔"
وہ ہنوز اسی سکون سے بات کر رہا تھا مگر اس کی آنکھوں سے چھلکتا انتشار اور اضطراب اس کی تمام بے چینیوں کا راز افشا کر رہا تھا۔
وہ یکلخت ہی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اپنا ذہن پرسکون کرنے لگی اور اپنی اس کوشش میں قدرے کامیاب ہو جانے کے بعد اس نے خاموش بیٹھے عمر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے تلخی سے کہا۔
"میں نے اگر سوچ سمجھ کر تمہیں پسند کیا ہوتا تو میں ضرور تمام لگژریز کا حساب کتاب رکھتی عمر کاظمی۔ شاید تم نے مجھ سے محبت کرتے ہوئے یہ سب دیکھا ہو۔" اس کا طنز بہت بھرپور تھا مگر وہ اس کا وار بہت حوصلے سے برداشت کرتے ہوئے بولا۔
"میں بھی یونہی بہت ایموشنلی سوچا کرتا تھا مگر حالات کی ٹھوکروں نے بہت جلد مجھے حقیقت کی دنیا میں لا پٹخا۔ میں بھی جب تک اسٹوڈنٹ لائف میں رہا بہت آئیڈیلسٹک رہا اپنے اکیڈمک ریکارڈ پر نازاں اپنی استاد پر مغرور مگر ان دو فقط دو ہی سالوں میں مجھے احساس ہو گیا کہ یہ سب ردی کے ٹکڑے ہیں۔ اس ملک میں تعلیمی ادارے صرف نوجوانوں کے سال کھا رہے ہیں ان کی زندگیاں برباد کر رہے ہیں اور بس۔ میں بھی بہت سے خواب لیے اس یونی ورسٹی سے نکلا تھا اور دیکھو لو تمہارے سامنے بالکل خالی ہاتھ ہوں۔ اس تعلیم نے مجھے اتنا بھی نہیں لوٹایا جتنا میں نے اس پر خرچ کیا ہے تو پھر میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں صحی؟"
"ایسا صرف تم سوچتے ہو عمر۔ تم کوشش کرو تو بہت اچھی جاب مل سکتی ہے تمہیں ٹاپ کیا ہے تم نے۔ گولڈ میڈلسٹ

ہو۔" صحی نے ناراض لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے مسکرا دیا۔
"ہاہ..... گولڈ میڈل۔ پتہ ہے صحی وہ گولڈ میڈل میرے بہت کام آیا۔ پچھلے دنوں ابو کے میڈیکل چیک اپ کے لیے میں نے اسی کو بیچا تھا۔ میں نے سوچا تعلیم نہ سہی گولڈ میڈل تو کام آ گیا۔"
وہ تاسف میں گھری کئی ثانیوں تک اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔
کیا وہ اس عمر کاظمی کو بھول سکتی تھی آج سے دو اڑھائی سال پہلے پوری یونی ورسٹی میں ٹاپ پوزیشن حاصل کرنے پر کسی منسٹر کے ہاتھوں گولڈ میڈل وصول کرتا چہرے پر تفاخر اور خوشیوں کا سنگم لیے وہ فاتح عالم لگ رہا تھا۔
اور یہ عمر کاظمی تو کوئی اور تھا۔
پژمردہ تھکا ہوا
شکستہ دل۔
اس کی شگفتگی اور اس کے چہرے کی چمک کہاں کھو گئی تھی؟
اس کے ہونٹوں پر ہمہ وقت پھیلی رہنے والی مسکراہٹ کیوں دم توڑ گئی تھی؟ وہ جو ہر وقت ہنسنے ہنسانے میں آگے رہتا تھا یوں زہر کیوں اگلنے لگا تھا؟ وہ اب بھی بڑے اطمینان سے بتا رہا تھا۔
"تمہیں بڑے مزے کی ایک بات بتاؤں پچھلے ہفتے میں ایک کلرک کی اسامی کے لیے انٹرویو دینے گیا تھا اور پتہ ہے رزلٹ کیا نکلا؟"
وہ بات کرتے کرتے ڈرامائی انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا مگر وہ تو اتنے بڑے دکھ کا شکار ہوئی تھی کہ ایک لفظ بھی ہونٹوں سے نکلنا محال تھا۔ وہ خود ہی بتانے لگا۔
"میں نے فائل ان صاحب کے سامنے رکھی تو انہوں نے پہلے میری ڈگریوں اور مختلف کورسز کے سرٹیفکیٹس کو دیکھا پھر مجھے دیکھا۔ میرے اکیڈمک ریکارڈ کی دل کھول کر تعریف کی میں سمجھ گیا کہ اس ویکنسی کے لیے تو میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاؤں گا مگر انہوں نے بہت آرام سے کہا کہ
"سوری جنٹلمین یہ نوکری آپ کے لیے نہیں ہے۔"
میں نے کہا۔
"مگر سر میں اس ویکنسی کے لیے انٹرویو دینے آیا ہوں۔"
آپ اس ملازمت کے اہل نہیں ہیں۔ ویسے بھی ہمیں اس قدر ہائی کوالیفائیڈ کلرک نہیں چاہئے۔ آپ نے ایڈمن کوالیفکیشن تو پڑھی ہو گی؟"
"لیکن سر میں اپنی اس کوالیفکیشن کے ساتھ اس ویکنسی پر جاب کرنے کو تیار ہوں۔"
وہ میری مجبوری کی انتہا تھی۔
مگر ہر کسی کا دل مجبوریوں سے آشنا نہیں ہوتا صحی میر۔ اس شخص نے آرام سے کہا۔
"سوری ینگ مین۔ میں کسی اور کا حق نہیں مار سکتا۔ تمہیں تو کہیں بھی جاب مل سکتی ہے مگر جس شخص کی جگہ پر تم بیٹھو گے اسے شاید کہیں اور جاب نہ ملے۔"
میں اس روز اس مذاق پر بہت ہنسا تھا۔ کیا کہیں میرے لیے بھی کوئی سیٹ ہو گی جس کے لیے صرف میرا انتظار کیا جا رہا ہو گا؟"
صحی کے لیے یہ تلخ حقیقت ایک بالکل نئی بات تھی۔ اسٹوڈنٹ لائف تو یوں بھی بہت آئیڈیلسٹک ہوتی ہے۔

نسب بہت جوش اور امنگوں بھرا دل لے کر تعلیمی اداروں سے نکلتے ہیں من پسند جابز کی تلاش..... اپنے خوابوں کی دل پسند تعبیریں اور حقیقت کیا تھی؟

یہ جو عمر کاظمی بتا رہا تھا۔

اس قدر بریلیئنٹ اسٹوڈنٹ' کہ پروفیسرز بھی جس کی نالج سے متاثر تھے' جس کی ذہانت کی تمام ڈپارٹمنٹس میں دھوم تھی' جس کے بنائے ہوئے نوٹس پیپرز کے دنوں میں لڑکے لڑکیاں منہ مانگی قیمت پر خریدنے کو تیار رہتے تھے اور آج اسے ایک نوکری نے رول کے رکھ دیا تھا۔

جس کا گولڈ میڈل تو کام آ گیا تھا مگر گولڈ میڈلسٹ ہونا کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔

اس کی آنکھوں میں دھند اترنے لگی۔

"یوں مت ہارو عمر' مجھے لگ رہا ہے جیسے' جیسے تم مجھے ہار جاؤ گے۔"

اس نے گویا شکستہ انداز میں عمر کی منت کی تھی۔

"میں تمہیں ہارنا نہیں چاہتا ضحیٰ۔ اپنی محبت سے کٹ کے بھلا کون جی پایا ہے۔ مگر میری مجبوریاں مجھے ہرا رہی ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتر آئی تھی۔

"میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں عمر۔"

وہ بے حد جذباتی انداز میں بولی تو اسے چند لمحے دیکھنے کے بعد گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

معید کے کہنے پر وہ اس سے جلد از جلد نوکری تلاش کرنے اور شادی کرنے کا کہنا چاہتی تھی مگر جو کچھ اس نے بتایا تھا اس کے پیش نظر ضحیٰ کو یہ سب کہنا بہت گھٹیا پن محسوس ہوا تھا۔ سو وہ خاموش ہو رہی۔ یہ پہلا موقع تھا جب عمر سے ملاقات کے بعد وہ خود کو بہت پژمردہ محسوس کر رہی تھی۔

"انکل کی طبیعت کیسی ہے اب؟"

ضحیٰ نے پوچھا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ضحیٰ نے اس کی غائب دماغی کیفیت کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

"انکل کا پوچھا ہے میں نے۔"

"وہی۔ ڈاکٹرز کا ایک ہی مشورہ۔ آپریشن کروالیں' ابھی تک تو صرف دواؤں کا علاج جاری ہے۔"

عمر کا حوصلہ ضحیٰ کو قابل دید لگا تھا۔

"عمر! تم لوگوں کو ان کا آپریشن کروالینا چاہئے۔ دوبار انہیں ہارٹ اٹیک ہو چکا ہے اور ان کے دل کے دو والوز بھی بند ہیں' پھر تم لوگ کیوں رسک لے رہے ہو۔"

"مشورہ دینا واقعی آسان ہوتا ہے ضحیٰ بی بی! کیوں کہ یہ مفت ہوتا ہے مگر آپریشن' وہ بھی دل کا آپریشن' ہم غریبوں کے لیے تو روز کی دال روٹی پوری کرنا ہی بہت مشکل ہوتا ہے۔"

اس کے تلخ لہجے پر وہ چپ سی ہو گئی۔ پھر قدرے جھجک کر پوچھنے لگی۔

"انکل نے جاب تو چھوڑ دی ہے پھر' گھر کا خرچ؟"

"میں چند ٹیوشنز پڑھا رہا ہوں اور رابعہ بھی۔" اس نے بے تاثر انداز میں بتایا تھا۔

"عمر! اگر تم پلیز نہیں کرو تو میں ابو سے کسی طرح تمہاری جاب کی بات کروں۔" ضحیٰ نے ہزار بار کا دہرایا ہوا سوال ایک مرتبہ پھر سے دہرایا تو اس نے جبڑے بھینچ لیے۔

"ضحیٰ پلیز....."

"خدا کے لیے عمر..... اب تو اپنی اس خواہ مخواہ کی انا کے خول سے باہر نکل آؤ۔ میں سمجھتی تھی کہ آج نہیں تو کل تمہیں جاب مل جائے گی مگر جب سب در بند ہیں تو اس در پر کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"میں نے کہا نا نہیں۔"

وہ سختی سے بولتا ضحیٰ کے اندر کی کھولن کو راہ دے گیا۔

"یوں ہی تم مجھے کھو دو گے عمر۔ مجھے اتنی جلدی شادی کرنے کا شوق نہیں ہے مگر تمہاری خاطر چھ سات سال مجھے کون گھر بٹھائے رکھے گا؟"

اس کے سوال میں چھپی حقیقت بہت زہریلی تھی۔

مگر وہ بھی عمر کاظمی تھا۔ دل میں لاکھوں طوفان چھپائے اوپر سے بالکل پرسکون۔

"اسی لیے تو میں نے تمہیں آپشن دیا ہے تم اپنے لیے بہتر راستہ چن سکتی ہو۔ میں تو تمہیں اس خارزار پر گھسیٹنے کا روادار نہیں ہوں۔"

"تم مجھے اس قدر گرا ہوا سمجھتے ہو عمر کہ میں تمہیں کرائسز میں مبتلا دیکھ کر کسی اور کا ہاتھ تھام لوں گی؟"

"یہ حالات کا تقاضا ہے ضحیٰ۔ حقیقت کو فیس کرنا سیکھو۔"

"اور جب تم مجھے اس راہ پر لا رہے تھے تب تم نے کیوں حقیقت سے متعلق نہیں سوچا تھا؟"

اس کا جی چاہ رہا تھا عمر کو ایک تھپڑ دے مارے۔

"وہ میری غلطی تھی ضحیٰ۔ مگر حالات نے میرے خیالات ہی نہیں میری خواہشات اور خوابوں تک کو بدل ڈالا ہے۔"

"بہت ظالم ہو تم عمر۔"

وہ رو دی تھی' بنا جگہ اور ماحول کا خیال کیے۔

وہ پریشان و دلگرفتہ سا پیشانی کو مسلنے لگا۔

"آئی ایم سوری ضحیٰ۔ شاید پریشانی میں کچھ زیادہ ہی بکواس کر گیا ہوں میں....." وہ پشیمان سا بولا تھا۔

مگر اس کی کہی باتیں اتنی تلخ تھیں کہ وہ حسب عادت اپنی ناراضگی بھول کر مسکرا بھی نہیں پائی تھی۔

"ہمارا تعلق کھیل نہیں ہے عمر کہ جسے تم جب جی چاہے آدھا ادھورا چھوڑ کر چل دو اور نہ ہی میں مٹی کی بے جان مورت ہوں کہ احتجاج بھی نہ کروں۔"

وہ یکلخت میز پر جھکا تھا۔

"میں یہ سب کب چاہتا ہوں ضحیٰ۔ مگر میں کیا کروں ہر طرف ناکامی میرا راستہ روکے کھڑی ہے۔ ہر راستہ اندھیرے میں ڈوبا ہے' تمہارے ہاتھوں میں امیدوں کے جگنو کہاں سے لا تھماؤں؟ تم جانتی ہو اس حقیقت کو بھی کہ میں نے ہمیشہ اپنے ساتھ صرف اور صرف تمہیں سوچا ہے۔ تم سے بچھڑنا تو خود میرے لیے سوہان روح ہے مگر مجھے بھی تو بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ کون سا اسم پڑھوں کہ ہر کام ٹھیک طریقے سے ہو جائے اور تم مجھے مل جاؤ؟"

اس کے لہجے کی شکستگی اور تھکن اس کے ذہنی و قلبی انتشار کا واضح ثبوت تھی مگر وہ اس سے کیا ہمدردی کرتی' جو اسے ہی زندہ درگور کیے دے رہا تھا۔ پھر بھی اس نے خود کو بہت سنبھالا تھا۔

"تم ہار رہے ہو نا صرف خود سے بلکہ دنیا سے بھی۔ اور کوئی وجہ نہیں ہے اس شکستگی کی مگر اتنا جان لو عمر کہ میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں' مجھے محبت چاہیے لگژریز نہیں۔"

ضبط کرنے کے باوجود اس کی آواز بھرائی' وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا پھر گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے مسکرا دیا۔

"واقعی میں ہار رہا ہوں خود سے اس دنیا اور اس کے قوانین سے مگر..... تمہارا خیال ہے نا مجھے تقویت دینے والا۔ مجھ گرتے کو سنبھالنے والا۔"

"تو پھر یہ سب بکواس کیا تھی؟"

وہ معاغصے سے بولی تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔

"اچھا لگتا ہے اپنی اہمیت کا کچھ تو اندازہ ہو جاتا ہے۔"

وہ اپنا بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کدھر.....؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"گھر....." وہ ناراضگی سے پُر لہجے میں بولی۔

"ابھی تو موڈ ٹھیک ہوا ہے اور تم....."

"مگر میرا موڈ بہت خراب ہو چکا ہے عمر کاظمی۔ ایک بار گھر جا کر ٹھیک طرح سے سوچ لو کہ تمہارے راستے میں کہیں میں بھی موجود ہوں یا نہیں۔ اور اگر جواب ہاں میں آئے تو یہ یاد رکھنا کہ جس روز تم حوصلہ ہارو گے سمجھ لینا کہ ساتھ ہی محبت کی بساط پر ضحیٰ میر کو بھی ہار گئے ہو۔"

وہ رندھے ہوئے لہجے میں اس کی بات کاٹ کر کہتی اس کے پکارنے کے باوجود مزید نہیں رکی تھی۔

عمر کاظمی نے اسے حدنگاہ تک دیکھا اور اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی جیسے اعصاب پر کوئی بھاری بوجھ آن گرا ہو۔ تھکن رگ رگ میں سرایت کرنے لگی تھی۔

"تم کیا جانو ضحیٰ..... تمہیں کیا پتہ....."

♥♥♥♥

گھر آ کر بھی اس نے ٹھیک سے سانس بھی نہیں لی تھی کہ صبا اس کے سر پر آ سوار ہوئی۔ اس وقت جب کہ وہ صرف اور صرف ذہنی سکون چاہتی تھی' صبا کی آمد زندگی میں پہلی بار اس کے لیے کوفت کا باعث بننے لگی۔

"کھانا لاؤں تمہارے لیے.....؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"بھوک نہیں ہے مجھے۔ اور تم کیوں لاؤ گی' کیا میں خود نہیں جا کر کھا سکتی۔" ٹھٹک کر اس نے پوچھا تو وہ اسی محبت سے بولی۔

"اچھا تو پھر ٹینگ تو پیو گی نا ٹھنڈا یخ۔"

"خیریت تو ہے' اس سے پہلے تو تم اتنے خدمت گارانہ موڈ میں کبھی نہیں آئیں۔" ضحیٰ نے جھک کر پیروں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرتے ہوئے طنزاً کہا تھا۔

"کیوں کہ'

بابل کا یہ گھر گوری' کچھ دن کا ٹھکانہ ہے
بن کے دُلہن ایک دن' تجھے پیا گھر جانا ہے"

وہ گنگنائی تو ضحیٰ نے قدرے دھیان سے اس کے کھلے کھلے انداز کو دیکھا۔ لبوں کے گوشوں میں دبی مسکراہٹ لبوں

پر بکھرنے کو تیار تھی۔

"کہیں نوفل احمد نے پروپوزل تو نہیں بھجوا دیا تمہارے لیے؟"

بالوں میں ہاتھ چلا کر پسینہ خشک کرتے ہوئے اس نے تنک کر پوچھا تو صبا کی مسکراہٹ غائب ہونے میں ایک پل بھی نہیں لگا۔

"قتل ہو جاؤ گی کسی روز میرے ہاتھوں۔" وہ غرائی تھی۔

"خوش تو ایسے ہی ہو رہی ہو۔" ضحیٰ نے بے نیازی سے شانے اچکائے تھے۔

"یعنی' تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں اس نظر باز شخص کے پروپوزل کی آس میں بیٹھی ہوئی ہوں۔" صبا نے صدمے کا شکار ہوتے ہوئے کہا تو وہ بالوں کو لپیٹ کر بینڈ میں جکڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"حرج بھی کیا ہے۔ اتنا زبردست بندہ ہے۔" اس کا انداز کنوئس کرنے والا تھا۔

"مجھے نہیں چاہیے کوئی زبردست اور نہ ہی زبردست۔" وہ جی بھر کر خفا ہوئی تھی۔

"تو پھر بلاوجہ ہی دھمال ڈال رہی ہو۔" ضحیٰ چڑ گئی تھی۔

"بلاوجہ نہیں ایک بہت مزے کی وجہ ملی ہے۔" سب کچھ بھول کر اس کی آنکھیں پھر سے چمکی تھیں۔

"یا تو اگلے ایک منٹ میں اصل بات بتا دو یا پھر دفع ہو جاؤ۔ میں اس وقت شرلاک ہومز بننے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔"

مجبوراً ضحیٰ کو ماتھے پر بل ڈالنے پڑے تھے مگر وہ پھر بھی باز نہیں آئی۔

"ضرورت بھی نہیں ہے کوئی الٹی سیدھی چیز بننے کی کیوں کہ اب تم ایک بہت اچھی چیز بننے والی ہو۔"

ضحیٰ چڑ گئی۔

"کتنی بار کہا ہے مجھے "چیز" مت کہا کرو۔ انسانوں اور چیزوں میں بھلا کیا مماثلت؟"

"خیر۔ تم میں اور کئی چیزوں میں تو کافی مماثلت ہے۔" صبا نے شانے اچکائے تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"بہرحال وہ مزے کی بات بلکہ خوش خبری یہ ہے کہ تمہارے لیے ایک بہت زبردست سا پروپوزل آیا ہے۔"

صبا کی بات اس کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

"یقین نہیں آ رہا نا.....؟" صبا ہنسی۔ "مجھے بھی نہیں آیا تھا' کوئی مجھ جیسی حسین دوشیزہ کو چھوڑ کر بھلا تمہارے لیے پروپوزل کیسے بھیج سکتا ہے۔"

"تمہیں کس نے بتایا ہے؟" وہ بمشکل پوچھ پائی تھی۔

"بتانا کیا..... آج لڑکے کی ماں اور بہن آئی ہوئی تھیں۔ وہ بات کر کے گئی ہیں' انس بھائی کی انگیجمنٹ والے روز وہ جو کلف دار کپڑے پہنے ہوئے تھا اور تم نے نہ صرف اس کے ہیئر اسٹائل بلکہ اس کی ہائیٹ کی بھی کافی تعریف کی تھی۔" صبا نے منٹوں میں سارا معاملہ سامنے رکھ دیا تھا۔

"وہ معید بھائی کا کولیگ ہے۔ اب وہ آئیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیسا بندہ ہے' ویسے اچھا ہی ہوگا بھائی لوگ یونہی تو کبھی کسی کو گھریلو فنکشن میں نہیں لاتے۔"

ضحیٰ غائب دماغی کیفیت میں اسے سن رہی تھی۔ "معید کا کولیگ....." اس کے ذہن میں اسپارکنگ سی ہوئی تھی۔

"تو یہ سب معید نے کرایا ہے۔" وہ بے اختیار بولی تو صبا نے کہا۔

"انہوں نے کرایا ہوتا تو پہلے وہ گھر میں کسی سے تذکرہ کرتے۔ یہ اس بندے کی کارستانی ہے جس نے تمہیں دیکھتے ہی "پالیا" کا نعرہ مارا ہوگا۔ تبھی تو دو ہفتوں کی اندر ہی پروپوزل بھجوا دیا۔"

"امی نے کیا کہا ہے ان لوگوں سے؟"

ضحیٰ کا جی گھبرانے لگا۔ آج کا تو دن ہی اسے راس نہیں آ رہا تھا۔

"یہی کہ سوچ کے جواب دیں گے۔ اب تم اتنی بھی بری نہیں کہ پہلی باری میں ہاں کر دی جائے۔"

وہ مزے سے بولی تو ضحیٰ کو غصہ آنے لگا۔

"نہ پہلی، نہ دوسری اور نہ پانچویں بار میں ہاں ہوگی۔"

"ہیں، کتنے چکر لگواؤ گی انہیں؟"

صبا تحیر کا شکار ہوئی تو اس نے قطعیت سے کہا۔

"میں اس پروپوزل کو ریجکٹ کر رہی ہوں۔"

"ہنہ..... اس سے پہلے کون سے فیصلے تمہارے من پسند کے ہو رہے ہیں جو اس فیصلے پر تمہاری حماقت کی مہر ثبت کی جائے گی؟"

صبا نے اس کا تمسخر اڑایا تو وہ غصے سے بولی۔

"یہ میری زندگی ہے اور اسے گزارنے کا حق بھی صرف مجھی کو ہے۔ اور میں یہ فیصلہ کسی کو بھی نہیں کرنے دوں گی۔"

اس کے سرد لاتعلق انداز نے صبا کو ٹھٹک جانے پر مجبور کر دیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی ضحیٰ؟"

بغور اس کے تاثرات کو دیکھا مگر وہاں خوشی کی ہلکی سی رمق بھی موجود نہ تھی۔

"بالکل نہیں۔ اور تم باقی سب کو بھی بتا دو کہ وہ میری شادی کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں، میں ابھی پڑھ رہی ہوں۔"

وہ اسی سختی سے پُر لہجے میں کہتی پلٹ کر الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

"سو واٹ..... ایک آدھ ماہ تو رہ گیا ہے فائنل ایگزیمز میں۔ اس کے بعد تو فرصت ہی فرصت ہوگی۔ لگے ہاتھوں شادی ہی کروا لینا۔"

اس کا مسئلہ جان کر صبا ریلیکس ہوئی تو وہ تپ کر اس کی طرف پلٹی تھی۔

"اور تم جو پہلے ہی فرصت میں ہو تم کیوں نہیں لگے ہاتھوں یہ فریضہ ادا کروا لیتیں؟"

"ہاہ..... میں تو دل و جان سے تیار ہوں مگر کیا کیا جائے کہ اطہر کاوانی صاحب کی نگاہ ہی آپ کے حسن جہاں سوز میں اٹکی ہے۔" وہ شرارت سے بولی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو صبا۔ میں نے کہہ دیا نا کہ میں ابھی شادی نہیں کروں گی۔ کم از کم پورے پانچ چھ سال تک۔"

اس قدر قطعی حساب کتاب نے صبا کو ششدر کیا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ چار ماہ بعد پورے بائیس برس کی ہو جاؤ گی تم اور چھ سال کے بعد اٹھائیس برس کی، پھر کون بیاہنے آئے گا تمہیں؟"

صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

اس نے پہلے ضحیٰ کی باتوں کو مذاق ہی سمجھا تھا مگر وہ تو جیسے سبھی کچھ طے کیے بیٹھی تھی۔

"یہ تم لوگوں کا نہیں میرا مسئلہ ہے۔"

وہ ایک دم سے بولی پھر چپ ہو گئی۔

صبا نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

"بہت خوب..... میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم نے خود کو "میرہاؤس" سے الگ کب سے سمجھنا شروع کر دیا ہے؟"

اس کے انداز میں طنز کی کاٹ تھی۔

"بال کی کھال مت اتارو صبا۔ میں نے بائی داوے کی بات ایک ہے۔ بہر حال میں ابھی اس سب کے لیے بالکل بھی تیار نہیں ہوں۔"

وہ تیزی سے سنبھلی تھی۔

"کیا تم..... کیا کوئی اور تمہیں.....؟"

صبا کو اپنے سوال پر یقین نہیں تھا اس لیے جھجک کر پوچھ بھی نہیں پائی تھی۔

"کوئی نہیں ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے۔"

وہ اس کی طرف سے رخ موڑ کر ہینگر پر سے قمیص اتارنے لگی۔

ہر بات ہر مسئلہ صبا سے ڈسکس کرنے کی عادی ہونے کے باوجود پتہ نہیں کیسے وہ عمر کا ظمی کو اس سے مخفی رکھ گئی تھی۔

"تو پھر اس قدر طویل بن باس لینے کا کیا مطلب ہے؟"

صبا برا مان کر بولی۔

"بکواس نہیں کرو صبی۔ میں کوئی بن باس نہیں لے رہی۔ اور تم....." وہ غصے سے کہتے ہوئے لب بھینچ گئی، پھر سختی سے پُر لہجے میں بولی۔

"میں خود امی سے کہہ دوں گی۔"

"ضحیٰ۔ پاگل تو نہیں ہو گئیں؟"

صبا اس کے تیوروں سے پریشان ہو اٹھی۔

"اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے۔ بہت سے لوگ تو عمر بھر شادی نہیں کرتے، میں تو پھر بھی پانچ، چھ سال رکنے کی بات کر رہی ہوں۔"

وہ آرام سے بولی تو صبا کا موڈ خراب ہونے لگا۔

"جب تم سے پوچھا جائے تو خود ہی یہ سب کہہ دینا۔ مجھ پہ یہ ذمہ داری مت ڈالو۔"

"میں خود کہہ لوں گی۔ جب میرا ذہن اتنی جلدی ایک بات کو قبول نہیں کرتا تو پھر خواہ مخواہ اس جھنجٹ میں پڑنے سے کیا حاصل۔"

وہ لاپروائی سے کہتی کپڑے لیے باتھ روم میں گھس گئی جب کہ صبا وہیں کھڑی کتنی ہی دیر ضحیٰ کے اس قدر بدلے ہوئے اور عجیب سے رویے پر غور کرتی رہی تھی۔

ضحیٰ منتظر ہی رہی مگر صبا کے علاوہ کسی نے بھی اس کو اس آنے والے پروپوزل کے متعلق بتانا شاید ضروری خیال نہیں کیا تھا۔ اس کا اطمینان پہلے جھنجلاہٹ اور پھر پریشانی میں بدلنے لگا۔ شاید اندر ہی اندر پوچھ گچھ کا مرحلہ جاری

تھا مگر ایک اطمینان یہ بھی تھا کہ ابھی تک وہ لوگ باضابطہ طور پر اسے دیکھنے نہیں آئے تھے۔
وہ اس مسئلے کو عمر سے بھی ڈسکس کرنا چاہتی تھی مگر اس روز کی جھڑپ کے بعد وہ ملا ہی نہیں تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ مسلسل ایک ہفتے تک غائب رہا ہو۔
کتاب سامنے رکھے وہ مسلسل سوچوں میں گم تھی۔ تبھی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ بری طرح چونکی۔
"آ جاؤ....." خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے قدرے حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا' ایسا کون آ گیا تھا اس گھر میں جو کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کی زحمت کرنے لگا تھا۔
اس سے بھی زیادہ حیرت اسے دروازے میں معید کی شکل دیکھ کر ہوئی۔ اس سے پہلے ضحیٰ کو نہیں یاد تھا کہ وہ کبھی اس کے کمرے میں آیا ہو۔ اسی حیرت کی وجہ سے وہ اپنی جگہ بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ ایک طائرانہ نظر اس کے پورے کمرے پر ڈالتا وہ اندر آیا تو وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔
"خیریت.....؟"
"شاید تمہارے لیے خیریت نہ ہو۔"
ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ ڈالے وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس کی نگاہوں میں الجھن تیرنے لگی۔
"میں نے تم سے کہا تھا کہ عمر سے بات کرو۔"
اب کی بار وہ سیدھے سبھاؤ انداز میں بولا تو وہ گڑبڑا گئی۔
"مم..... میں تو اس روز کے بعد اس سے ملی ہی نہیں۔"
"کیوں.....؟" اس کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی تھی پھر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ناگواری سے پُر لہجے میں بولا۔
"میں نے تم سے کہا تھا کہ فوری طور پر عمر سے بات کرو۔"
"میں اس سے کیا کہوں؟" وہ دھیمے سروں میں بولی تھی۔
"شادی نہ سہی انگیج منٹ تو ہو سکتی ہے نا۔"
وہ بہت ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ضحیٰ نے اضطرابی انداز میں انگلیاں مسلیں۔
"وہ اس پوزیشن میں بھی نہیں ہے۔"
"اور تم' تمہاری پوزیشن کیا ہے؟" معاً وہ طنزیہ لہجے میں بولا تھا۔ "پتہ تو چل گیا ہوگا تمہیں' پروپوزل آیا ہے تمہارے لیے۔ اور کسی طور پر..... ریجکٹ کیے جانے کے قابل نہیں ماسوائے مدمقابل پروپوزل ہونے کے۔"
وہ زرد پڑ گئی۔
"مجھ سے تو کسی نے بھی بات نہیں کی۔"
"مجھ سے تو کی ہے نا۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔ "میرا کولیگ ہے وہ۔"
"تم انہیں انکار بھی تو کر سکتے ہو۔" وہ اس سے نظریں ملائے بغیر مدھم لہجے میں بولی تو وہ لب بھینچ گیا۔ پھر قدرے تمسخرانہ انداز میں بولا۔
"کس بیس پر انکار کر سکتا ہوں میں؟"
"تم جانتے تو ہو۔"

اس کا چہرہ تمتما اٹھا تھا' بدقت تمام بولی۔
"میں جانتا ہوں....." وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔ "میں جانتا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہے کہ سب گھر والوں کو بھی بتا دوں۔"
"تم نے..... میری ہیلپ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"
"اس صورت میں جب وہ تمہارے لیے پروپوزل بھیجتا۔" معید نے سختی سے اسے باور کرایا تھا۔ "میں تمہیں صرف اسی صورت میں سپورٹ کر سکتا ہوں جب عمر اپنا پروپوزل بھجوائے گا ورنہ میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ اچھے خاصے پروپوزل کو ریجکٹ کرتا پھروں۔"
"معید! میں نے تمہیں اس کی پرابلمز بتائی تو تھیں' وہ جاب لیس ہے۔ چند ایک ٹیوشنز پڑھاتا ہے اور بس....."
وہ بے بسی سے بولی تو معید نے تاسف سے اسے دیکھا۔
"مجھ سے تم کیا توقع کرتی ہو' اب اپنی نوکری تو اسے دینے سے رہا۔" وہ اکتاہٹ آمیز لہجے میں بولا' پھر اس کی روہانسی صورت دیکھ کر قدرے نرم پڑ گیا۔
"تم کہو تو میں بڑے ماموں سے اس کی جاب کی بات کرتا ہوں شاید کوئی ویکنسی ہو۔"
"میں نے اس سے کہا تھا' وہ نہیں مانتا۔"
وہ تھک کر بستر کے کنارے پر ٹک گئی تھی۔
"وہ اپنی "چوائس" کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ مجبوری میں تو مُردار بھی حلال ہوتا ہے۔ ہاں اگر وہ تم سے جان چھڑانا چاہتا ہے تب وہ اس مدد سے انکار کر سکتا ہے۔"
معید کا تجزیہ بہت تلخ اور سفاکانہ تھا۔
"وہ ایسا نہیں ہے۔"
ضحیٰ کو رونا آنے لگا۔ کبھی معید کے سامنے اس قدر شرمسار ہونا پڑے گا' اس نے سوچا بھی نہ تھا۔
"مانا کہ ہم ہی بُرے ہیں۔ وہ بہت اچھا ہے مگر اتنا تو اسے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے مواقع زندگی میں ایسے بھی آتے ہیں جب آدمی کو اپنی پسند اور طبع کے خلاف بھی فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ یوں تو وہ تمہیں کھو دے گا' اینڈ دیٹس آل۔" وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ معید کو شک ہوا کہ وہ رو رہی ہے مگر اس نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
"اس سے فائنلی بات کرو ضحیٰ۔ اس قسم کی باتیں ہم لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تم سے فیئر ہے تو پروپوزل بھیج دے گا ورنہ پھر وہی کرو جو گھر والوں کی منشا ہے۔"
وہ اس کی خاموشی سے اکتا کر سخت لب و لہجے میں بولا تو بہت غیر متوقع طور پر وہ چیخ کر بولی۔
"تمہیں مجھے ڈکٹیشن دینے کی ضرورت نہیں ہے' جتنی تم نے میری ہیلپ کرنی تھی کر لی۔ بہت بہت شکریہ۔"
معید کی آنکھوں میں اتری حیرت پر غصے کی چمک حاوی ہونے لگی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اتنی کم زور پوزیشن میں ہونے کے باوجود وہ اس قدر خودسری کا مظاہرہ بھی کر سکتی ہے۔
"اوکے' مجھے اب اس معاملے سے باہر سمجھو۔ مگر ایک ہفتے کے اندر اگر اس "اچھے" نے اپنا پروپوزل بھجوا دیا تو ٹھیک ہے ورنہ میرے پاس اطہر کا دوائی کو ریجکٹ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

اشتعال کی لہر پر قابو پاتے ہوئے اس نے بھی بہت سرد مہری کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر وہ وہاں ایک پل بھی مزید نہیں رکا تھا۔

اس کے جاتے ہی گویا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو دی۔ کس قدر سہل زندگی گزر رہی تھی یہ سب مشکلات تو کبھی سوچی ہی نہیں تھیں۔ وہ ہمیشہ سے بہت آرام دہ اور آسان زندگی گزارتی چلی آئی تھی۔ پھر عمر کا ملنا تو یوں لگا جیسے زندگی مکمل ہو گئی ہو۔

مہکتے دن، دمکتی شامیں۔

کوئی غم، کوئی خدشہ بھی تو کبھی پاس نہیں پھٹکا تھا مگر اب تو یکلخت ہی۔

محبتوں کا دھیمے دھیمے بہتا دریا بپھرے ہوئے سمندر میں جا گرا تھا۔ جہاں واہموں کے طوفان اور خدشات کی تند و تیز ہوائیں تھیں۔

اور وہ..... وہ تو پہلے ہی تھپیڑے میں ہمت ہارنے لگی تھی۔

اس نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں خشک کرنے کی سعی کی تھی۔

اور زندگی..... کیا زندگی عمر کا ملنا کے بغیر زندہ رہنے کا نام ہے؟

ہرگز نہیں، کبھی نہیں عمر۔ تمہارے بغیر تو میں نے خود کو اب کبھی سوچا ہی نہیں ہے۔ معید حسن کو کیا معلوم۔ کسی کو یوں مشورہ دے دینا بہت آسان ہوتا ہے مگر دل کی دنیا اجاڑنا بہت مشکل۔

عمر سے بچھڑنے کا خیال ہی اس کی دھڑکنوں کو منتشر کرنے لگا تھا۔ وہ اس کے تمام مسائل کو اچھی طرح سمجھتی تھی مگر اس نے پھر بھی کبھی اپنی راہ بدلنے یا عمر سے قطع تعلق کرنے کا سوچا تک نہیں تھا۔

اور اس روز جو کچھ عمر نے کہا تھا، وہ دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی تھی۔

وہ عمر سے محبت کرتی تھی، صاف شفاف محبت جس میں کوئی کھوٹ، کوئی ملاوٹ نہیں تھی کیوں کہ اسے پتہ تھا کہ وہ بھی اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس کا رویہ اس کے انداز گواہ تھے۔ اس کی آنکھوں سے محبت جھلکتی تھی۔

مگر اس روز عمر کو کیا ہو گیا تھا؟

اس کا سر درد کرنے لگا مگر کسی پل چین کسی کروٹ قرار نہ تھا۔

کیا وہ تھکنے لگا ہے؟

مگر تھکنا تو مجھے چاہئے نہ کہ اسے۔ کیا اسے میری باوفائی کا یقین نہیں ہے؟

پھر کیوں کہا اس نے یہ سب۔ کیا وہ مجھے اس قدر مادیت پسند اور خود غرض سمجھتا ہے کہ میں اس کے مسائل اور غربت دیکھ کر اس سے منہ موڑ لوں گی۔ بہت غلط کیا ہے تم نے عمر..... بہت بُرے ہو تم۔

معید حسن کی باتوں نے اس کے سوئے زخموں کو پھر سے جگا دیا تھا۔

♥♥♥♥

ژالے مسلسل ہنستی ہوئی اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"زہر لگ رہی ہو اس وقت مجھے۔"

نوفل نے دانت پیس کر کہا تو اس نے بے اختیار ہی ہلکا سا قہقہہ لگا دیا۔ وہ اس وقت کے ایف سی میں بیٹھے تھے۔ ایک تو ژالے آفریدی کا حسن، اوپر سے اس کا انداز۔ کئی گردنیں ان کی طرف مڑی تھیں۔

"شہد تو تم بھی کبھی مجھے نہیں لگے تھے، جب مجھ پر ہنسا کرتے تھے۔" وہ چھیڑ رہی تھی۔

"فی الحال تو تم اپنی ہنسی پر کنٹرول کرو۔ اس قدر رش ہے یہاں اور ہر دوسری نظر ہماری ہی ٹیبل پر لگی ہوئی ہے۔" نوفل نے اسے گھرکا تو وہ ٹیبل پر کہنی ٹکا کر بڑے انداز سے چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے محظوظ کن انداز میں بولی۔

"کیا گارنٹی ہے کہ ہنسی بند کر کے بیٹھنے سے سب لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے؟"

"جب تمہاری توجہ صرف میری طرف ہو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس وقت اپنے مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔

"مگر ایسا ہو نہیں سکتا، کیوں کہ میرا دل تو اس "میمنے" میں اٹکا ہوا ہے اور تمہاری جان "صبا میر" میں۔ پھر توجہ صرف تم پر کیسے مرکوز ہو۔" ژالے شاید اس وقت سارے بدلے چکانے کے موڈ میں تھی۔ لحظہ بھر اسے گھورنے کے بعد وہ برگر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اب تمہیں پتہ چلے گا کہ اس محبت میں دل و دماغ کا کیا حال ہوتا ہے۔" ژالے نے پیپسی کا گھونٹ بھرتے ہوئے جیسے مزہ لیا تھا۔ نوفل کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"کوئی حال نہیں ہو رہا میرا۔" ناراضگی سے کہتے ہوئے وہ برگر کھانے لگا تو ژالے کو پھر سے ہنسی آ گئی۔

"واقعی۔ حال تو تمہارا ہے ہی نہیں کچھ۔"

"پتہ نہیں..... پتہ نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں یہ مسئلہ تم سے ڈسکس کر بیٹھا تھا۔"

بچا کھچا برگر اس نے واپس پٹخ دیا تو ژالے نے جلدی سے پیپسی اس کی طرف کھسکا دی۔ ساتھ ہی مشورہ بھی دے ڈالا۔

"دماغ کی گرمی دور ہو جائے گی۔"

چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ ہنس دیا تھا۔

"بہت فضول لڑکی ہو تم ژالے آفریدی۔ یہ شموئیل خان ہی کا حوصلہ تھا جو تمہیں برداشت کر لیتا تھا۔"

نوفل نے سر ہلاتے ہوئے شموئیل خان کو غائبانہ خراج تحسین پیش کیا تو ژالے نے یاد دہانی کے طور پر اضافہ کیا۔

"یہ مت بھولو کہ پھر ایک روز بھاگ بھی گیا تھا۔"

"خیر۔ چھوڑنے والے تو ہم بھی نہیں اسے۔ ڈھونڈ نکالیں گے کہیں نہ کہیں سے۔"

نوفل نے تسلی آمیز انداز میں کہا تو وہ پل بھر توقف کے بعد بولی۔

"وہ بڑی نیک روح ہے۔ تم نے دیکھا نہیں اس کے گلے میں ایک تعویز تھا اور بازو پر بھی پتہ نہیں کیا باندھ رکھا تھا اس نے۔"

"امام ضامن....." نوفل نے اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے لقمہ دیا تو وہ ہنسی۔

"ہاں وہی..... مجھے یقین ہے کہ مجھے سو میل کے فاصلے پر پا کر ہی اس کے موکل اسے خبر کر دیتے ہوں گے۔"

اس نے بات ہی اس قدر شگفتگی سے کی تھی کہ نوفل کو بھی ہنسی آنے لگی۔

"اگر وہ یہ سب سن لے تو..... کتنی بری بات ہے ژالے۔"

"وہ یہ سب سن کر نہ صرف خوش ہو گا بلکہ اس کا سینہ اور چوڑا ہو جائے گا کہ وہ اپنے عقیدے اور ایمان پر اس قدر پختہ ہے۔" وہ اطمینان سے بولی پھر کچھ یاد آنے پر اس کی آنکھیں چمکیں۔ وہ ہنستے ہوئے اسے بتانے لگی۔

"اس کے نیویارک سے غائب ہونے سے چند روز پہلے کی بات ہے' میں تم لوگوں کے اپارٹمنٹ میں گئی۔ باہر کا دروازہ کھلا تھا تم بھی غائب تھے میں یونہی سارے اپارٹمنٹ میں دیکھتی بالکنی میں چلی آئی تو وہاں شموئیل ایکسرسائز کر رہا تھا۔ میں مبہوت کھڑی اس کی باڈی اور مسلز دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ یقین کرو نوفل اتنا کبھی وہ کسی جن کو بھی سامنے دیکھ کر نہ ڈرتا جیسے مجھے دیکھ کر ڈر گیا' وہ صرف جینز پہنے ہوئے تھا۔ مجھے دیکھ کر پہلے تو وہیں منجمد ہو گیا' اس کے بعد سکڑ سمٹ کر اندر بھاگا اور جا کر الٹی شرٹ پہن لی۔ مائی گاڈ....." وہ اس منظر کو ذہن میں تازہ کرتی بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ "اتنی شرم و حیا تو آج کل لڑکیوں میں بھی نہیں ہوتی نوفل۔"

"اس کے یوں بھاگنے میں تمہارا ہی قصور ہے۔ اس کی نیچر جاننے کے باوجود تم اسے چھیڑنے اور تنگ کرنے سے باز نہیں رہتی تھیں۔"

نوفل نے سارا الزام اس پر ڈالا تو وہ متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور تم لوگ کون سا کم کرتے تھے اس کے ساتھ۔ جان بوجھ کر اسے سڑکوں پر لیے پھرتے تھے اور وہ بے چارہ ہر وقت "لاحول" یا پھر "نعوذ باللہ" ہی پڑھتا رہتا تھا۔

"بھئی وہ ملک ہی ایسا ہے۔ اب وہاں تو ہم اپنی مرضی کا ماحول پیدا کرنے سے رہے۔ وہ تو سڑکوں پر بھی آنکھیں بند کر کے چلتا تھا کہ کہیں کوئی اخلاق سے عاری منظر دکھائی نہ دے جائے۔ کتنی ہی دفعہ تو پول سے ٹکر ہوئی تھی اس کی اور شرافت دیکھو کہ نظر اٹھائے بغیر "سوری" کہہ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ تو ہم سب کے قہقہوں کے بعد اسے اصل معاملے کا پتہ چلتا تھا۔"

نوفل کو بھی سیدھا سادہ مگر اپنی پختون روایات کا امین شموئیل خان بہت اچھا لگتا تھا' جو اپنے باپ کی ضد پر پڑھنے کے لیے امریکہ چلا تو گیا تھا مگر وہاں سیٹ نہیں ہو پایا تو فائنل ٹرم سے پہلے ہی بھاگ نکلا تھا۔

"ہاں..... اور اس وقت وہ کیسا معصوم سا چکن لگتا تھا بلکہ تم اسے ننھا سا خوفزدہ خرگوش ہی کہہ لو۔ سرخ رنگت لیے جھینپا ہوا سا۔"

وہ کھو سی گئی تھی۔ نوفل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا' پھر بولا۔ "فرض کرو اگر وہ تمہیں مل جائے تو.....؟"

"فرض کیوں کرو' وہ ضرور ملے گا مجھے۔" ژالے نے فوراً کہا تو نوفل نے ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے بھنوؤں کو جنبش دی۔

"او کے۔ چلو اگر وہ مل گیا تو کیا کرو گی تم؟"

"تمہیں کیوں بتاؤں کہ میں کیا کروں گی۔"

وہ شرارت سے بولی تو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"خیر ایسا ویسا تو کچھ اس نے امریکہ میں بھی تمہیں نہیں کرنے دیا یہ تو پھر پاکستان ہے۔"

"تم دیکھنا تو سہی' میں اس کا حشر کر دوں گی' پھر کبھی بھاگ نہیں پائے گا۔" اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"کیا کرو گی' شادی کر لو گی اس سے؟"

نوفل سنجیدہ ہو گیا تو وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا نہیں کرنی چاہیے؟"

"اس کا فیصلہ تو تمہیں اس کی فیملی سے ملنے اور ان کا لیونگ اسٹائل دیکھنے کے بعد ہی کرنا ہو گا۔"

نوفل پہلو بچا گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شموئیل خان جس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا' ان کی اپنی اقدار اور اپنی

ہی رسومات تھیں اور جس قدر شدت سے یہ لوگ اپنی روایات و اقدار کی پاسداری کرتے تھے' اس سے بھی وہ واقف تھا۔ پھر ژالے آفریدی جیسی "پوری" امریکن کو اپنی برادری میں کون کھپاتا؟

"مگر تمہارا شیکسپیئر تو کچھ اور ہی کہتا ہے۔"

وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اطمینان سے بولی تو نوفل بھنوؤں کو استعجابیہ انداز میں جنبش دے کر اسے دیکھنے لگا۔

"وارث شاہ کی بات کر رہی ہو۔" اس نے کہا تو نوفل ہنس دیا۔

"مجھے لگتا ہے اتنی تفصیل سے وارث شاہ کو میں نے نہیں پڑھا جتنی تفصیل سے تم نے پڑھ لیا ہے۔"

"دیکھو' میں اس وقت کا انتظار نہیں کروں گی کہ رانجھا میرے لیے سب کچھ چھوڑ کر میری چاکری میں حاضر ہو جائے۔ محبت میں آپ کو ہر وقت ایک سمجھوتہ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ سو میں بھی تیار ہوں۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"محبت میں کچھ بھی کمپرومائز نہیں ہوتا ژالے۔" نوفل نے تصحیح کی تھی۔

"اونہوں..... محبت ہی میں تو کمپرومائز ہوتا ہے۔"

ژالے نے بھی نرمی سے اختلاف کیا تو وہ حیرت سے بولا۔

"سمجھوتا اور محبت دو بالکل الگ چیزیں ہیں ژالے۔ سمجھو مشرق اور مغرب۔"

"یہ سطحی سوچ ہے نوفل۔ سمجھوتا نام ہے جھک جانے کا' کسی کا مان رکھ کر کسی کی محبت کا سر بلند کرنے کا۔"

وہ پتہ نہیں کس منطق کے حوالے سے بات کر رہی تھی' نوفل سر جھٹک کر رہ گیا۔

"اور اپنی محبت چاہے مٹی میں مل جائے۔"

"محبت میری' تمہاری نہیں ہوتی نوفل احمد۔ دو فریقین کے درمیان ایک محبت ہوتی ہے اور اس کے لیے کوئی بھی قربانی دے وہ کسی پر احسان نہیں ہے۔"

وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ نہ تو شربتی آنکھوں میں شرارت کا کوئی عکس تھا اور نہ ہی سرخ لبوں پر مچلتی مسکراہٹ تھی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ محبت میں کوئی کمی' کوئی خامی نہیں دیکھی جاتی؟"

نوفل نے تحیر سے پوچھا تو وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"یہ دیکھ بھال کر ٹھونک بجا کر کی جانے والی شے نہیں ہے نوفل۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

"اپنی ہی مثال لے لو۔ دو ملاقاتوں ہی میں چت ہو گئے ایک انجان لڑکی کے سامنے۔ اور اب محبت کا رونا رو رہے ہو' تم نے کون سا اس کی خوبیاں' خامیاں جانچ لی ہیں۔ کیا جانتی ہو اس کے بارے میں؟"

"نہیں جانتا تو جان لوں گا۔" وہ اطمینان سے بولا۔ یہ موضوع آتے ہی اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ کھیلنے لگی تھی جو ژالے کو بہت بھلی لگی۔

"اور اگر تمہیں کمپرومائز کرنا پڑ گیا اس محبت میں تو؟"

اس نے آزمانے والے انداز میں پوچھا تو نوفل نے تنفر سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"وہ محبت نہیں ہو گی ژالے آفریدی۔ صرف کمپرومائز ہو گا۔"

"محبت ہی میں کمپرومائز ہوتا ہے ورنہ کس رشتے کی بنیاد پر کمپرومائز کرو گے تم؟"

ژالے نے اسے ہرانا چاہا تھا مگر نوفل تو نئی نئی اس کیفیت کے حصار میں گھرا سب کچھ "بہت اچھا" سوچنے میں

مصروف تھا اسے یہ ٹھیٹل سی بحث ہضم نہیں ہو رہی تھی۔
"میں نے کیا بات شروع کی تھی اور تم کہاں نکل آئی ہو۔ چلو اس کے حسن کے صدقے میں تھوڑا بہت کمپرومائز بھی کر ہی لوں گا۔"
وہ شاہانہ انداز میں بولا تو وہ ہنس دی۔
"بہت اسٹوپڈ ہو تم نوفل۔"
"اچھا اب بتاؤ نا مجھے کیا کرنا چاہیے؟"
وہ اسے صبا سے ملاقات کا قصہ پوری تفصیل کے ساتھ سنا چکا تھا اور جسے سن کر وہ اس کا اچھا خاصا مذاق بھی اڑا چکی تھی۔
"بھئی جیسے تمہارے خیالات ہیں ان کے پیش نظر تو میں تمہیں یوں ایک دم سے کوئی فیصلہ کرنے کو نہیں کہوں گی۔ پہلے تم اس سے چند ایک بار ملو بات چیت بڑھاؤ اس کے بعد کوئی فیصلہ کرو۔"
ژالے نے پورے خلوص دل سے اسے مشورہ دیا تو وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔
"وہ ملنے اور بات چیت کرنے والی لڑکی نہیں ہے یار۔ یہ تو میں نے اس ملاقات ہی میں بھانپ لیا تھا۔ تم سوچ نہیں سکتیں ژالے کہ میرے تین چار بار گھورنے پر اس نے کتنی شرم دلانے والی خفگی سے مجھے دیکھا تھا کوئی اور ٹائپ کی لڑکی ہوتی تو اس پچویشن کو شاید انجوائے کرتی۔"
"اینی وے۔" ژالے نے گہری سانس بھرتے ہوئے شانے اچکائے تھے۔ "مجھے پتہ ہے تم محبت بھی بہت ٹھونک بجا کے کرو گے ورنہ ابھی میرے سامنے یوں رونا نہ رو رہے ہوتے اپنی بے قراریوں کا۔ جا کے سیدھا اس کو بتاتے۔"
اس کے طنز پر نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا تھا۔
"میں تم سے صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس بے قراری کا کیا مطلب ہے۔ ہو سکتا ہے وہ مجھے یونہی اچھی لگی ہو۔"
"اس کے لیے تم اپنے دل سے رجوع کرو۔ اس سے اچھا مشورہ تمہیں اور کوئی نہیں دے سکتا۔"
"وہ تو آج کل صرف ایک ہی نام پر دھڑک رہا ہے صبا صبا....."
آہ بھر کر اس نے شرارت سے کہا تو وہ بولی۔
"تو پھر اس جانچ پرکھ میں مت پڑو نوفل۔ جو لڑکی تمہیں اچھی لگی ہے وہ یقیناً لاکھوں میں ایک ہو گی ورنہ محبت تو تمہیں مجھ سے بھی ہو سکتی تھی مگر یہ دلوں کے معاملے ہیں نظر کے نہیں۔"
"سوچ تو میں بھی یہی رہا ہوں۔"
وہ شرارت سے پُر لہجے میں بولا پھر موبائل اور کی چین سنبھالتا اٹھ کھڑا ہوا۔
"مجھے تو لگ رہا ہے تم سوچتے ہی رہ جاؤ گے۔"
وہ بھی اس پر طنز کرتی اٹھ گئی۔ نوفل ہنس دیا۔
"تم اطمینان رکھو اس سے پہلے ہی میں کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔ ابھی تو گھر چلو نگی نے مجھے سختی سے تلقین کی تھی۔"
"سوری بھئی۔ ابھی تو بالکل بھی نہیں۔" اس نے فوراً انکار کر دیا تو اس کے ساتھ سیڑھیاں اترتے نوفل نے حیرت سے پوچھا۔
"ابھی کیا ہے؟ آفس سے تو بالکل فارغ ہو تم۔"

"ابھی یہ شرمندگی ہے کہ میں آج بھی جینز اور شرٹ پہنے ہوئے ہوں۔ اور کم از کم تمہارے گھر اب میں اس ڈریس میں نہیں جاؤں گی۔"
"یہ نیا کمپلیکس کب چمٹا تمہیں؟"
نوفل مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔
"کیا پتہ آنٹی کے سامنے ہی میرا کوئی چانس بن جائے۔"
اس کی شرارت اب نوفل کی سمجھ میں آئی تھی۔ ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے لیے فرنٹ ڈور کھول کر اس نے اسٹیئرنگ وہیل سنبھال لیا تھا۔
"کسی روز اس خانزادے سے کنٹیکٹ کرو یار لمبا عرصہ ہو گیا ہے اس سے ملے۔"
مین روڈ پر گاڑی لاتے ہوئے نوفل نے کہا تھا۔
"دل تو میرا بھی بہت چاہ رہا تھا مگر میں ذرا اپنے کام کی طرف سے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی ہوں پھر فرصت میں اسے تلاش کروں گی۔"
ژالے نے اطمینان سے کہا تو نوفل نے ٹکڑا لگایا۔
"تاکہ تم ہاتھ دھو کر اس سہمے ہوئے خرگوش کے پیچھے پڑ سکو۔"
"اس بار یہی کرنا پڑے گا ورنہ تو وہ اپنے سائے کو بھی ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔"
اس کے جملے سے نوفل نے خوب حظ اٹھایا تھا۔
"وہ وہاں کی بات تھی ژالے بی بی۔ یہاں آتے ہی اس کے اندر کا خانزادہ پورے کروفر کے ساتھ جاگ گیا ہو گا۔ اب تو شاید وہ تمہاری طرف نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھے کہ ایمان خراب ہو گا۔"
"اس کی تو ایسی کی تیسی۔ اور تم تو کم از کم اس طرح مجھے "بی بی" مت کہو۔ سخت برا لگتا ہے مجھے یہ لفظ۔" ژالے نے چڑ کر کہا تھا۔
"ہاں بھئی رعب تو سارے ہمارے لیے ہی رہ گئے ہیں۔"
نوفل نے آہ بھری تو اس نے سیٹ کی بیک پر سر ٹکا دیا۔ اس کے لبوں کی تراش میں دھیمی سی مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔
"نوفل! جب وہ مجھے اپنے سامنے دیکھے گا تو کیا کرے گا؟"
وہ شاید چشم تصور میں بھی اس منظر کو دیکھنے کی سعی کر رہی تھی۔
"استغفر اللہ" پڑھے گا اور کیا۔"
نوفل نے بے ساختہ کہا تو وہ برا مان گئی۔
"کیا میں اتنی بری ہوں۔"
"یہ تو اس بھگوڑے سے پوچھنا ہو سکتا ہے وہ تمہارے حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے فرار ہوا ہو۔"
نوفل نے گویا اس کا دل رکھنے کی کوشش کی تھی۔
"سو فیصد یہی بات ہے۔" ژالے نے اٹل لہجے میں کہا تو وہ اپنی مسکراہٹ دبا گیا مگر وہ دیکھ چکی تھی۔
"تم صرف جیلس ہو رہے ہو نوفل احمد۔" وہ چڑ کر بولی تو نوفل حیران ہوا تھا۔
"وہ کیوں بھئی؟"

"کیوں کہ میں نے تمہیں نہیں بلکہ اس کو پسند کیا ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو نوفل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

"مگر دونوں کی قسمت میں فرق دیکھ لو۔ وہ اس وقت میدان چھوڑ کر بھاگ چکا ہے اور میں تمہیں گاڑی میں بٹھا کے لے جا رہا ہوں۔"

"بڑی شے ہو تم نوفل احمد۔"

وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

نوفل کے ساتھ بولڈ اینڈ بیوٹی فل ژالے آفریدی کو دیکھ کر ادینہ کے پہلو سے آنچ اٹھنے لگی۔ اس سے پہلے جب وہ نگین کو اس کی منگنی کا گفٹ دینے آئی تھی تب ادینہ کی اس سے سرسری سی ملاقات ہوئی تھی۔

نگین اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

"یہ تو بہت اچھا کیا تم نے نوفل' خود تو یہ کبھی نہ آتی۔"

صالحہ بیگم نے محبت سے پُر انداز میں شکوہ کیا تو ژالے نے ہنستے ہوئے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"یہ مجھے ساتھ نہ لاتا میں تب بھی آنے والی تھی۔"

"جھوٹ' بلکہ سفید جھوٹ' بھگا کے لا رہا ہوں اسے۔" نوفل نے اطمینان سے کہا تھا۔

"اور یہ اتنی آسانی سے تمہارے ساتھ بھاگ آئیں۔"

ادینہ نے لطیف سا طنز کیا تو وہ مسکرا کر نوفل کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس کے ساتھ تو میں بھاگ کر کہیں بھی جا سکتی ہوں۔"

نگین کی ہنسی اور صالحہ بیگم کی مسکراہٹ نے پُر اعتماد سے نوفل احمد کو بھی خجل کر دیا تھا جب کہ ادینہ تو دھڑ دھڑ جیسے آگ میں جلنے لگی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی املاک پر کسی نے قبضہ کرنے کی بات کر ڈالی ہو۔

"کبھی تو بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو ژالے آفریدی۔" نوفل نے تنبیہاً کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"تم جو ہو سوچنے والے اور آج کل تو ویسے بھی....."

"میرے خیال میں تمہیں سخت بھوک لگ رہی ہے۔" نوفل نے اس کے جملے کا بھید پاتے ہوئے درمیان ہی میں ٹوک دیا تو وہ ہنس دی۔ نگین فوراً چائے بنانے کے لیے اٹھ گئی جب کہ ادینہ وہیں بیٹھی بظاہر عام سے انداز میں ان کی گفتگو میں حصہ لیتی درحقیقت ان کے رویوں کی جانچ میں مصروف تھی۔ ژالے آفریدی اسے اپنے لیے ایک بہت بڑا خطرہ محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆

وہ تو خفا تھی سو تھی مگر عمر کاظمی تو شاید اس بار اپنی انا کا علم بھی بلند کر بیٹھا تھا۔

ہزاروں وسوسے اس کے دل و دماغ کو گھیرنے لگے۔ انا کا تقاضا تھا کہ وہ بھی چپ رہتی جب تک کہ وہ خود آواز نہ دیتا مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے خود ہی عمر کو فون کرنے کی ٹھان لی۔

رات گئے وہ فون سیٹ اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئی اور احتیاط کے ساتھ عمر کا دیا ہوا نمبر ملانے لگی کیوں کہ یہ اس کے کسی دوست کے جنرل اسٹور کا فون نمبر تھا اس لیے عمر نے اسے انتہائی ضرورت کے وقت استعمال کرنے کے لیے دیا تھا اور وہاں وہ صرف عمر کے لیے کوئی میسج ہی دے سکتی تھی اور بس۔

تین نمبر دبانے کے بعد اس کا ہاتھ رک گیا۔

"میں کیا کہوں گی اس کے دوست سے؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی اور ریسیور کریڈل پر جما دیا۔

"عمر کی بابت پوچھوں گی اور کل یونی ورسٹی آنے کا کہوں گی اور بس۔"

کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے اس نے ریسیور اٹھا کر دوبارہ نمبر ملایا اور دھڑکتے دل کے ساتھ لائن ملنے کا انتظار کرنے لگی۔ ایک تواتر کے ساتھ بیل بجنے کے باوجود دوسری طرف سے کوئی بھی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ دو بار' تین بار' اس نے چوتھی بار فون نمبر ملاتے ہوئے غیر ارادی طور پر وال کلاک کی طرف دیکھا تو رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ اس کا سر پیٹ لینے کو جی چاہا' بھلا اتنی رات کو کون سا اسٹور اس کے فون کے انتظار میں کھلا ہوتا تھا۔

اپنی عقل کو کوستے ہوئے وہ فون واپس رکھ آئی۔

غصے کے ساتھ ساتھ اسے اپنی بے بسی پر رونا بھی آ رہا تھا۔

یونہی تو اس عشق کو کسی نے آتش نہیں کہا نا۔

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے۔

اس کا بھی پور پور جلنے لگا تھا۔

کتنا کمینہ تھا یہ جذبہ کہ نہ تو کوئی خودداری رہنے دی تھی اور نہ ہی انا۔ وہ جو چھوٹی سی بات کو اپنی ناک کا مسئلہ بنا لیتی تھی' اب اپنی انا تک کو قربان کیے بیٹھی تھی۔

اگلے روز یونی ورسٹی سے لوٹتے ہی موقع پا کر اس نے فون کر ڈالا۔ تیسری ہی بیل پر کسی نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو جی۔" بھاری بھرکم آواز نے ضحیٰ کو گڑبڑا دیا۔ بڑی مشکل سے عمر کے متعلق استفسار کیا تو دوسری جانب سے حیران ہو کر پوچھا گیا۔

"کون سا عمر.....؟"

"جی وہ..... عمر کاظمی۔" اس کا حلق سوکھنے لگا۔

"اچھا..... وہ۔" کافی کھینچ کر کہا گیا۔ "وہ میرے بیٹے کا دوست ہے' پر آج کل وہ ادھر نہیں آ رہا۔ انتظامات میں مصروف ہے۔"

"کیسے انتظامات؟"

"آپ کو شاید پتہ نہیں جی۔ اس کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے' کل ان کا سوئم ہو گا۔ بڑے بھلے مانس بندے تھے کاظمی صاحب....."

دوسری طرف وہ شخص پتہ نہیں کاظمی صاحب کی کیا کیا خوبیاں بیان کر رہا تھا مگر ضحیٰ کی سماعتوں میں صرف سائیں سائیں کا شور گونج رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

(قسط نمبر 3)

محبت دل سے دستک

عفت سحر پاشا

بات تھی اُن سے تو ایفائے وفا کی حد تک
کیا خبر، کیسے یہ اب سود و زیاں تک پہنچی
ہم نے تو ضبط کا پتھر رکھا سینے پر مگر
دل دھڑکنے کی صدا اہلِ جہاں تک پہنچی

عمر کا ظمی پر ٹوٹنے والے صدمے کا درد اس نے اپنے دل و دماغ میں پوری شدتوں سے محسوس کیا تھا۔ گھنٹوں وہ شدید ٹینشن کے زیر اثر اپنے کمرے میں بند روتی رہی تھی۔

"ضوئی! کیا ہوا ہے تمہیں؟"

شدت گریہ سے سرخ ہوتی اس کی آنکھیں دیکھ کر صبا گھبرا گئی تھی تو وہ خود پر سے قابو کھو کر اس سے لپٹ کر پھر سے سسک اٹھی۔

"خدا کے لیے ضحیٰ، بتاؤ تو سہی، کیا ہوا ہے؟" وہ ہراساں ہونے لگی تھی۔ "میں چچی جان کو بلاتی ہوں۔" اس نے کہا تو ضحیٰ نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کسی نے ڈانٹا ہے کیا، معید بھائی نے؟" صبا نے پریشانی کے عالم میں اندازہ لگانا چاہا تو خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر کیا ہوا ہے، کیوں رو رہی ہو؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا تو وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میری فرینڈ کے ابو کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

"اوہ نو۔" صبا کو بھی تاسف نے گھیرا تھا۔ پھر اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر اسے تسلی دینے لگی۔

"لیکن اس میں انسان تو کچھ نہیں کر سکتا نا۔ تم اتنی ٹینشن مت لو۔"

"پتہ نہیں صبی، جب سے میں نے سنا ہے میرے دل کو سکون نہیں آ رہا۔" اس نے بے بسی سے پُر لہجے میں کہا تو آنکھیں پھر آنسو بہانے کو تیار ہو گئیں۔ صبا بیچاری اسے تسلیاں دے رہی تھی۔ مگر اسے ایک پل کو بھی سکون نہیں مل رہا

تھا۔

پچھلے کئی دنوں کی الجھی ہوئی کیفیت جیسے سلجھ سی گئی تھی۔ عمر کا غلط اسے خود سے مزید دور ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"عمر کاش میں اس وقت تمہیں تسلی کے دو حرف ہی کہہ سکتی۔ کچھ ایسا کر سکتی جس سے تمہارے اس دکھ کا مداوا ہو سکتا۔"

وہ خود کو سخت مجبور و لاچار محسوس کرتے ہوئے سسک اٹھی تھی۔

♥♥♥

خیال و خواب ہوئی ہیں محبتیں کیسی
لہو میں ناچ رہی ہیں وحشتیں کیسی
نہ شب کو چاند ہی اچھا نہ دن کو مہر اچھا
یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی
وہ ساتھ تھا تو خدا بھی تھا مہرباں کیا کیا
بچھڑ گیا تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی

اس کی بجھی بجھی طبیعت اور خاموشی سبھی کے لیے تشویش کا باعث تھی۔

"ایک بار جا کے اپنی دوست سے مل لیتیں اسے تسلی دے لیتیں تو سکون مل جاتا ضحیٰ۔" تائی جان نے اسے اس قدر حساس ہوتے دیکھ کر تاسف سے کہا تو وہ آنسو پیتی مسکرا دی۔

"اب تو میں ٹھیک ہوں تائی جان۔ کوئی بھی سوگ کتنے دنوں تک منایا جا سکتا ہے۔"

ان سے زیادہ خود کو تسلی دی تو اس نے اس کے شانے پر بازو دراز کرتے ہوئے پیار سے کہا۔

"اسی خوشی میں میری طرف سے ضحیٰ کے پسندیدہ فلیور کی آئس کریم ہو جائے۔"

"بھائی جان پچھلے ایک ماہ سے کافی فراخ دل ہو گئے ہیں۔" وجدان نے حساب لگایا تو وہ مسکراتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔

"میں تو یونہی کہہ رہا تھا لائیں پیسے نکالیں تاکہ آپ کی دعوت سے لطف اندوز ہوا جا سکے۔" اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی تو وہ اپنا والٹ نکالنے لگا۔

"میرے خیال میں تو ضحیٰ نے ایگزیمز کو اپنے سر پر سوار کر لیا ہے۔" تائی جان نے اندازہ لگایا تھا پھر اپنائیت بھرے انداز میں اسے ڈانٹنے لگیں۔ "اگر تیاری نہیں ہے تو مت امتحان دو مگر اپنی صحت کا بیڑہ غرق مت کرو۔"

"کیا بات ہے ضحیٰ، کیا واقعی امتحان کی تیاری نہیں ہے؟" چچا جان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ تیزی سے پلکیں جھپکتی آنکھوں کی نمی کو اندر ہی کہیں اتارتی ہنس دی۔

ٹوٹے کانچ جیسی کھنک محسوس کر کے معید نے بے ساختہ اس کے مرجھائے ہوئے چہرے پر جانچتی نگاہ ڈالی تھی۔

"ابو! یہ سب تو یونہی ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔ بالکل ٹھیک ہوں میں اور آج کل تو امی کے ہاتھوں سے بنے پراٹھے کا ناشتہ بھی کر رہی ہوں پھر بھی یہ لوگ مطمئن نہیں ہیں۔" بات کرتے کرتے بلا ارادہ معید سے نظر مل گئی تو اس نے کسمسا کر پہلو بدل لیا۔

"وہ اطہر کا دوانی والے معاملے کا کیا بنا معید؟" تایا جان نے بے حد غیر متوقع طور پر پوچھا تو ضحیٰ کا دل دھک سے رہ گیا۔ شاید تایا جان کو یہی غلط فہمی تھی کہ بڑوں کے علاوہ اور کوئی بھی اس پروپوزل سے واقف نہیں ہے۔

اپنی پلیٹ پر جھکی ضحیٰ پر اچٹتی نگاہ ڈال کر اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے رسان سے کہا۔

"میں تو کچھ خاص مطمئن نہیں ہوں لیکن اگر آپ خود چھان بین کرنا چاہیں تو....."

"تم نے کہہ دیا بس ٹھیک ہے۔ معاملہ ختم ہوا مزید چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" تایا جان نے اطمینان سے کہا تو عجیب سی شرمندگی معید کو گھیرنے لگی۔

ادھر ضحیٰ کے کندھوں پر سے تو جیسے منوں بھاری بوجھ سرک گیا تھا جو کئی دنوں سے اطہر کا دوانی کے غیر متوقع پروپوزل کی صورت موجود تھا۔

"مجھے ایک دوست کی طرف جانا ہے۔" وہ سنجیدہ سا کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"معید! جلدی آ جانا۔" تائی جان نے اس کی طبیعت سے واقف ہونے کے باوجود حسب عادت تنبیہ کی تو وہ اثبات میں سر ہلاتا چلا گیا۔

"اس قدر ناشکری ہو تم کہ حد نہیں ضحیٰ!"

صبا کی یہ یلغار کس وجہ سے تھی وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ سنک میں برتن رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف پلٹ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے؟"

"ابھی کھانے کی میز پر ہونے والا مکالمہ تمہاری سماعت سے نہیں ٹکرایا۔" وہ جل کر رہ گئی تھی۔

"کون سا میری صحت والا؟" اس نے جان بوجھ کر ناسمجھی کا مظاہرہ کیا تو صبا تلملا کر بولی۔

"تمہاری قسمت والا۔"

"چہ..... صاف صاف کہو نا۔" وہ چڑ کر کہتے ہوئے برتن دھونے کے لیے پلٹ گئی تو صبا نے مایوسی سے کہا۔

"صاف صاف اب کیا کہوں جب رزلٹ ہی گندا آیا ہے۔ معید بھائی نے تمہارے پروپوزل کو ریجکٹ کر دیا ہے۔"

"تو اس میں میرے اداس ہونے کی بات ہے یا تمہارے؟" ضحیٰ کی پژمردگی دور ہو چکی تھی۔ بھولپن سے پوچھا تو صبا نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہیں ذرا بھی افسوس نہیں ہوا ضوئی۔ اتنا اچھا پروپوزل!"

"میرا کون سا افیئر چل رہا تھا اس شخص کے ساتھ۔" اس کے لب و لہجے میں محسوس کن طمانیت تھی۔ لحظہ بھر کچھ سوچنے کے بعد صبا کی آنکھوں میں چمک سی اتر آئی۔

"ضوئی! کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اور معید بھائی....."

"کیا.....؟" وہ زور سے چیخی تو صبا ڈر کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں میرا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا۔

"پتہ نہیں انہیں اطہر کا دوانی میں کیا خامی نظر آ گئی ورنہ اس سے پہلے تو انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔" صبا نے حیرت کا اظہار کیا تو ضحیٰ کو بھی خیال آیا۔

"کیا واقعی وہ اس معاملے میں مجھے سپورٹ کرنے کو تیار ہے؟" اور یہ خیال اس قدر خوش کن تھا کہ وہ کئی خدشات کی گرفت سے نکل کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھی۔

معید حسن سے کبھی مدد نہ مانگنے کا عہد کہیں دور جا سویا۔ اس نے اپنے گزشتہ رویے پر معید سے معذرت کرنے کا پکا

ارادہ کرلیا تھا۔ سو اسی رات دل کڑا کرتی اس کے کمرے تک آ ہی گئی۔ اس بار وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اجازت لینا نہیں بھولی تھی۔

وہ بستر پر کہنی کے بل نیم دراز کسی فائل میں منہمک تھا۔ اسے اپنے کمرے میں دیکھتے ہی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"کیا بات ہے؟"

اس کے لہجے میں بھی سختی تھی۔ وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ مسلتی رہی پھر بہت مشکل سے اپنی آمد کی وجہ بیان کی۔

"آئی ایم سوری معید اس روز میں نے بہت بدتمیزی کی تھی۔"

"گیٹ آؤٹ صحی! میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہ رہا۔" وہ سلگ اٹھا تھا۔ وہ اس کے غصے سے ڈر سی گئی مگر کچھ اپنے گزشتہ رویے کی بدصورتی کا احساس تھا اور کچھ اس کے مددگارانہ رویے کا اس لیے آہستگی سے بولی۔

"تم اپنے اس رویے میں حق بجانب ہو مگر میں واقعی تم سے معذرت کرنے آئی ہوں۔"

"میں تم سے اگر کچھ پوچھ رہا تھا تو اس کا بھی کوئی مقصد تھا جو اب تم پر بہت اچھی طرح واضح ہو چکا ہوگا۔" وہ تلخی سے بولا تو وہ شرمسار ہونے لگی۔

تب کچھ دیر کے بعد وہ خود ہی سیدھا ہوتے ہوئے سختی سے پوچھنے لگا۔

"کیا سوچا ہے تم نے آگے کے بارے میں؟"

"وہ..... عمر کے فادر کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔" اس نے بمشکل بتایا تو وہ خاموش ہوگیا۔ خود صحی کے دل کی بھی عجیب سی حالت ہونے لگی تھی۔ امتحان سر پر تھے اور وہ ایک لفظ بھی پڑھ نہیں پا رہی تھی۔

"تم نے اس سے کنٹیکٹ کیا ہے؟" اس کی طرف دیکھے بغیر وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ مجرمانہ انداز میں بولی تو ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے وہ تلخی سے کہنے لگا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے اور جو آگے ہوگا اس کی ذمہ داری مجھ پر مت ڈالنا صحی۔ میں روز روز کسی اطہر کا دوانی کو بنا کسی خامی کے ریجکٹ نہیں کر سکتا۔"

"میں اس سے کیسے کنٹیکٹ کرتی معید وہ خود ابھی پرابلم میں ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی تو اس نے کھڑے ہوتے ہوئے اٹل انداز میں کہا۔

"اطہر کا دوانی کو ریجکٹ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تمہارے قابل نہیں تھا بلکہ میں نے صرف اپنی زبان کا پاس رکھا ہے لیکن صرف پہلی اور آخری بار۔ اس کے بعد چاہے عمر کا پروپوزل آئے یا کسی ایکس وائی زیڈ کا سب کی طرح میں بھی اس کی حمایت ہی کروں گا۔"

کتنی ہی دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ اس خاموشی کو معید کی ناگواری نے توڑا تھا۔

"اور کیا کہنا ہے؟"

اس کے پوچھنے پر صحی کو اپنی تمام تر ہمت مجتمع کرنا پڑی تھی۔ جو بات اتنے دنوں تک سوچنے میں بہت آسان لگ رہی تھی اسے معید کے سامنے کہنا ایک بہت مشکل مرحلہ تھا۔

"وہ اگر اب عمر..... فی الحال پروپوزل بھیجنا افورڈ نہ کر سکا تو کیا تم مجھے چند سالوں تک گھر والوں کے سامنے سپورٹ کر سکتے ہو۔ کہیں اور رشتہ نہ کرنے پر؟"

اس کی غیر متوقع درخواست پر معید کو اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہوئی تھیں۔ اس کے پتھریلے تاثرات حقیقتاً صحی کو ڈرا گئے تھے۔

"کبھی اپنے آپ سے نکل کر بھی سوچ لیتے ہیں صحی میر۔" وہ بے حد تلخی و ترشی سے پھنکارا تھا۔ "تم تنہا نہیں ہو تم سے منسلک اور بھی بہت سے رشتے ہیں تمہارے ہر اچھے برے فیصلے کا جن پر بھرپور اثر ہوتا ہے۔"

"میں اور کیا کروں.....؟" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔ اپنے آنسوؤں کو چھپانا اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔ وہ جبڑے بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔

"زندگی صرف اپنے لیے جینے کا نام نہیں ہوتا صحی۔ اتنا کچھ سوچ لیا تھا تو یہ بھی سوچ لیتیں کہ "چند سالوں" کا سب کو کیا ریزن پیش کرو گی؟" اس نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا تو وہ یونہی کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ وہ کوفت کا شکار ہونے لگا تھا۔

"رونے سے کسی مسئلے کا حل نہیں نکلتا صحی میر۔"

"وہ ابھی بہت پرابلمز میں گھرا ہوا ہے۔" وہ بہت شکستہ دل ہو رہی تھی۔

معید نے اپنی مضطربانہ کیفیت کو دباتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا۔

"اس کے پرابلمز سے تم اچھی طرح واقف ہو صحی! تمہارا خیال اسے بہت بعد میں آئے گا۔"

معید کا تمسخرانہ انداز تیر کی طرح اس کے دل میں گڑ گیا تھا۔

"عمر ایسا نہیں ہے اور پھر انسان کی زندگی میں ہر چیز کی ایک الگ اہمیت ہوتی ہے۔ ایک وقت میں کسی اور چیز کو توجہ دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ میری پروا نہیں کرتا۔" وہ بے اختیار بولی تھی۔

"ہنہ....." وہ نخوت سے پر انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ تنفر سے بولا۔ "تو پھر انتظار کرو کہ وہ دوسری "چیزوں" سے کب فارغ ہوتا ہے۔" اس قدر تلخی و ترشی برداشت کرنا صحی کے بس کی بات نہیں تھی سو وہ جواب میں ایک لفظ بھی کہے بغیر اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

چند لمحے یونہی مٹھیاں بھینچے کھڑی رہنے کے بعد طویل سانس لے کر اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے اس نے پرسکون ہونے کی کوشش کی تھی۔

"لعنت ہے مجھ پر جو ہر بار اس سے مایوس ہونے کے بعد اسی شخص سے مدد مانگنے چلی جاتی ہوں۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتی ہوئی خود کو کوس رہی تھی۔

معید سے ہونے والی گفتگو نے اس کے ذہنی خلفشار کو بڑھا دیا تھا۔ اسے ہمیشہ کی طرح معید سے مدد مانگنے پر تاسف گھیرنے لگا تھا۔

"ہیلو ڈیئر سسٹر۔" ٹی وی کے سامنے براجمان وجدان نے اسے روک لیا تو ذہنی پراگندگی کو دور کرنے کی خاطر وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"سنا ہے کہ آج کل آپ اپنے ایگزیمز کی ٹینشن میں مبتلا ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اتنی نالائق نہیں ہوں میں۔" اس نے اپنا ذہن بٹانا چاہا تھا۔

"بہرحال کیسی بھی کیوں نہ ہو آپ مجھ سے بلا جھجک رابطہ کر سکتی ہیں۔ میرے تعویزوں سے بڑی بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔" وہ اترائے آمیز لہجے میں بولا تو صحی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم نے کب سے تعویز گنڈے کا کام شروع کر دیا ہے؟"

"میں نہیں میرے بابا جی جھنڈے والی سرکار نے یہ کرامات دکھانی شروع کی ہیں۔" وہ بڑی عقیدت سے کہہ رہا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو جی' یہ جھنڈے والی سرکار کون ہے؟" ضحیٰ نے تحیر سے پوچھا تھا۔
"بڑی کرامت والے بابا جی ہیں' ایسے تعویز دیتے ہیں کہ ہر مشکل منٹوں میں آسان ہو جاتی ہے۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"کیوں الٹے سیدھے چکروں میں پڑ رہے ہو۔ ابو کو بتا دیا تو ساری کرامتیں بھول جاؤ گے۔"
"بہر حال' میری آفر بدستور ہے۔ ایسا نورانی سرمہ لا کے دوں گا کہ پیپر دیتے ہوئے کھلی کتاب سامنے دکھائی دے گی۔"
"ہاں جی' اب نورانی سرمے ہی کے ذریعے تو کالے کارنامے ہوں گے۔" ضحیٰ نے طنز کیا تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔
"مجبوری میں سب جائز ہوتا ہے آپی۔"
"خیر' مجھے تو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی میں اتنی نالائق ہوں کہ مجھے ایسے شوشے کی ضرورت پڑے۔ البتہ تمہیں ضرور اس نورانی سرمے کی ضرورت پڑے گی کیوں کہ ابو جی کے سامنے جاتے ہی تمہاری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔" ضحیٰ نے اسے دھمکایا تو وہ ہنسنے لگا۔
"کبھی اتنی ہی توجہ سے پڑھ بھی لیا کرو۔ پری انجینئرنگ رکھی ہے اور کام تمہارے لائن مین جیسے ہیں۔" ضحیٰ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"آپ سے تو اچھا ہی ہوں پڑھائی میں۔ ہمیشہ میرا گریڈ آپ سے بہترین ہوتا ہے۔" اس نے جتایا تو وہ بھی اسے چڑانے والے انداز میں بولی۔
"اب کی بار دیکھیں گے۔ میں تو ٹاپ کرنے والی ہوں۔"
"نالائقی میں۔" وجدان نے شرارت سے لقمہ دیا تو وہ مسکراہٹ دباتی اسے گھورتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی آئی۔
تنہائی پا کر پھر سے وہی مایوسی اور پژمردگی اس پر غلبہ کرنے لگی۔

خفا کر کے تجھے دل کا عجب حال ہے
ہمیں اب ہر پل تیرا ہی خیال ہے
بچھڑ کے تجھ سے یہ بھید بھی کھلا
تنہائی عذاب ہے وحشتوں کا جال ہے
تیرے ہجر نے بے حال کر دیا ہے مجھے
رگ رگ میں برپا وحشت ملال ہے

وہ نڈھال سی اپنے بستر پر گر پڑی۔ تمام خوش کن سوچیں یاسیت کی بکل مار کر ذہن کے تاریک کونے میں دب گئی تھیں اور وہ مایوسی کے دھاروں پر بے دست و پا بہتی چلی جا رہی تھی۔

♥♥♥

"شکر ہے خدا کا کہ یہ بات سرے ہی سے ختم ہو گئی ہے۔ میں تو پہلے ہی اس رشتے کے حق میں نہیں تھی۔" تائی جان نے اطمینان سے کہا تو پاس بیٹھی لہسن چھیلتی صبا کو حیرت نے گھیر لیا۔
"آپ کو کیا اعتراض تھا بھلا؟"
"اعتراض کیا ہونا ہے' مگر میں نے ہمیشہ معید کے لیے ضحیٰ ہی کو سوچا ہے۔ کیوں زہرہ؟" تائی جان نے مسکراتے ہوئے چچی جان کا عندیہ لینا چاہا تو وہ کھل اٹھیں۔
"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے آپا؟"
صبا کے لیے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔
"معید بھائی کے لیے؟"
"ہاں بالکل۔" تائی جان مطمئن تھیں۔
مگر اس خوش خبری نے صبا کو زیادہ خوش نہیں کیا تھا۔ معیز اور ضحیٰ کے آپس کے تعلقات سے وہ بہت اچھی طرح واقف تھی۔
"آپ نے معید بھائی سے پوچھا ہے؟"
چچی جان کے جاتے ہی صبا کے اندر کی کھد بد کو راستہ مل گیا تھا۔
"اس سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج تک اس نے میری کوئی بات کب ٹالی ہے۔" وہ بڑے مان سے کہہ رہی تھیں۔ صبا زچ آ گئی۔
"یہ کوئی عام سی بات یا فرمائش نہیں ہے جو سر جھکائے فرمانبرداری سے پوری کر دیں گے' زندگی بھر کا معاملہ ہے۔"
"ضحیٰ میں کیا خرابی ہے؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا تو اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کہا۔
"یہ تو آپ معید بھائی سے پوچھیں نا۔ دو منٹ کو تو بنتی نہیں ان کی آپس میں۔"
"کزنز کے درمیان چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اور پھر میں نے تو کبھی معید کو اس سے کوئی فضول بات کرتے نہیں دیکھا' تم لڑائی جھگڑے کی بات کر رہی ہو۔" انہوں نے استعجاب سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔
"مجھے پتہ ہے نا' معید بھائی نہ سہی مگر ضحیٰ کی ان سے ذرا بھی نہیں بن آتی۔"
"جب یہ رشتہ طے ہو گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہر رشتے کی اپنی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔" وہ ہنوز پرسکون تھیں۔
"بہر حال' آپ ابو کو درمیان میں لائے بغیر' معید بھائی کی مرضی ضرور معلوم کر لیجیے گا۔" صبا نے انہیں مشورہ دیا تھا۔
"ان کو درمیان میں لائے بغیر کیوں؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگیں۔
"وہ تو ایک بار کہہ دیں گے اور معید بھائی فرمانبرداری سے سر جھکا دیں گے۔ اس لیے کہہ رہی ہوں کہ ان کی مرضی کا فیصلہ کیجیے گا۔" صبا نے سمجھداری کا مظاہرہ کیا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر قدرے پریشانی سے بولیں۔
"میں نے تو زہرہ سے بات بھی کر لی ہے۔"
"وہ بعد کی بات ہے۔ وہ بھی تو ضوئی سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گی اور اس کے تیوروں سے مجھ سے بہتر طور پر اور کون واقف ہو گا۔" صبا نے انہیں تسلی دی تھی۔
"خدا کرے دونوں ہی مان جائیں' جوڑی تو بہت اچھی ہو گی ان کی اور پھر گھر کی بچی ہے' ساری عمر کے لیے معید کی طرف سے مجھے سکھ رہے گا۔"
انہوں نے دعا کی تو صبا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"واقعی جوڑی تو بہت اچھی ہے۔"
"تم بھی سمجھانا ضحیٰ کو۔" انہوں نے صبا کو کہا تو اس نے یونہی اثبات میں سر ہلا دیا۔ ابھی اطہر کا دوانی کے پروپوزل پر دیے جانے والے اس کے کمنٹس کہاں بھولے تھے۔ معید حسن کا تو نام ہی سن کر وہ قیامت لے آتی۔

"میں تو سمجھا ہی دوں گی مگر فیصلہ ان دونوں ہی کا ہوگا۔ ایسے معاملوں میں کمپرومائز سے کام نہیں چلتا۔" صبا نے چھلکے سمیٹ کر لہسن والی پلیٹ اٹھائی اور آرام سے کہتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وہ ہلکی سی سانس بھر کے رہ گئیں۔

♥♥♥

میرے چارہ گر
میرے درد کی تجھے کیا خبر
تُو میرے سفر کا شریک ہے
تیرے ہاتھ سے میرے ہاتھ تک
وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
کئی موسموں میں بدل گیا
اسے ناپتے اسے کاٹتے میرا سارا وقت نکل گیا
نہیں جس پہ کوئی نشانِ پا
میرے سامنے ہے وہ رہ گزر
میرے چارہ گر میرے درد کی تجھے کیا خبر
یہ جو ریگِ دشتِ فراق ہے
میرے راستوں میں بچھی ہوئی
کسی موڑ پہ یہ رُکے کہیں
یہ جو رات ہے میرے چار سُو
مگر اس کی کوئی سحر نہیں
نہ ہی چھاؤں ہے نہ شجر کوئی
میں نے چھان دیکھا شجر شجر
میرے چارہ گر
میرے درد کی تجھے کیا خبر

عمر سے اس کی ملاقات پہلا پیپر آف ہونے کے بعد کیفے ٹیریا میں ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ خود پر سے ضبط کھونے لگی مگر بھرائی ہوئی آواز میں اتنا ہی شکوہ کر سکی۔

"بہت برے ہو تم عمر۔ اتنا نہیں ہو سکا کہ مجھے فون ہی کر دیتے۔"

وہ اتنا شکستہ اور کمزور لگ رہا تھا کہ وہ اس سے لڑ بھی نہیں پائی۔

"میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آیا ضحیٰ۔ یکلخت ہی زندگی نے تپتی سلگتی دھوپ میں لا کھڑا کیا ہے۔"

اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخیاں اترنے لگیں تو ضحیٰ بھی رو دی۔

"انکل کی ڈیتھ کا مجھے اتنا صدمہ ہوا ہے اور تم، تمہارا تو ان سے رشتہ ہی اور تھا۔"

"جو تقدیر میں لکھا ہے وہ تو حوصلے سے ہی برداشت کرنا پڑتا ہے ضحیٰ۔" شاید اس نے ضحیٰ سے زیادہ اپنا حوصلہ بڑھایا تھا۔

ضحیٰ نے دیکھا اس کے چہرے کی سرخی کے ساتھ ساتھ آنکھوں کی چمک بھی ماند پڑ چکی تھی۔

"تم حوصلہ کرو گے تو باقی سب کی بھی ہمت بندھے گی عمر۔ اب تو تمہی ان کا سہارا ہو۔" تسلی کے لفظ کہتے ہوئے وہ خود آبدیدہ ہو گئی تھی۔

"ہوں....." اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر بات بدل گیا۔

"پیپر کیسا ہوا ہے تمہارا؟"

"گزرے دنوں مجھے اتنی ٹینشن رہی ہے کہ پیپر زدینا ہی غنیمت ہے کجا اچھا یا برا۔" وہ آزردگی کا شکار تھی۔

"دو سال کی محنت کو یوں ضائع مت کرو ضحیٰ۔ پوری توجہ سے پیپر زدو۔" وہ سنجیدگی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"یہ میرے بس میں تو نہیں ہے عمر، تمہیں سوچنے کے لیے مجھے شعوری کوشش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تم تو میرے لیے یونہی ضروری ہو جیسے زندہ رہنے کے لیے سانس۔" وہ بے اختیار بولی تو وہ اسے فی الفور ٹوک گیا۔

"کوئی کسی کے لیے اتنا ضروری نہیں ہوتا ضحیٰ۔ کم از کم اتنا تو زندگی نے پچھلے دنوں مجھے بہت اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ مشینوں میں جکڑے اپنے باپ کو دیکھ کر میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گا، یہ ہیں تو میری سانسیں چل رہی ہیں مگر دیکھ لو۔ میں زندہ ہوں، سانس لے رہا ہوں۔"

اس کا لہجہ اس قدر تلخ تھا کہ وہ ششدر رہ گئی۔

کس قدر مایوس اور شکستہ دل ہو چکا تھا وہ جیسے اپنی زندگی ہار چکا ہو۔

"عمر! اتنے کم زور مت پڑو، تم تو پہلے مرحلے پر ہی سرنڈر کر رہے ہو۔ لوگ تو جانے کیسی کیسی مصیبتیں کاٹ کر بھی حوصلہ نہیں ہارتے۔"

اس کی آنکھوں میں اتر آنے والی سرخی ضحیٰ کا دل چیر رہی تھی۔

کتنا مجبور اور بے بس پاتے ہیں آپ خود کو جب آپ کے پیارے کسی شدید دکھ میں مبتلا ہوں اور آپ ان کا ذرہ برابر دکھ بھی خود میں نہ سمو سکیں۔

ضحیٰ بھی اسی تکلیف دہ کیفیت میں مبتلا تھی۔

مگر عمر کو اب ان طفل تسلیوں کی شاید ضرورت نہیں تھی، وہ بہت کچھ سوچ سمجھ کر اس سے ملنے آیا تھا تبھی تو اپنے لب و لہجے پر قابو پا کر بے تاثر سے انداز میں بولا۔

"اب وہ وقت آ گیا ہے ضحیٰ کہ میں تمہیں ہر بندھن، ہر وعدے سے آزاد کر دوں۔ زندگی بہت مشکل ہو چلی ہے ضحیٰ، اور میں تمہیں کانٹوں پر نہیں گھسیٹ سکتا۔ میری طرف سے تم بالکل آزاد ہو۔"

اسے اپنے سر پر پہاڑ ٹوٹتا محسوس ہوا تھا۔

آنکھوں کے سامنے اتنی تیزی سے دھند چھائی کہ اس کے نقوش گڈمڈ ہونے لگے۔ کس قدر پریکٹیکل اور صاف گو شخص تھا وہ۔

مگر اتنی صاف گوئی.....

سنگدلی اور سفاکی کے زمرے میں نہیں آتی تھی کیا؟

وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا؟

آسائشات کی بھوکی، دولت کو دین ایمان سمجھنے والی؟

"اگر تمہیں کسی نئے سفر کی جستجو ہو رہی ہے تو صاف گفاظ میں کہو عمر۔ میں تو ہر حال میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

وہ صدمے کی کیفیت میں تھی۔

"زندگی خوابوں میں نہیں گزرتی ضحیٰ۔ پہلے تو شاید میں تمہیں کسی آس کا جگنو تھما ہی دیتا مگر اب بہت مشکل ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اور اس کی سنجیدگی ہی ضحیٰ کو خوف دلا رہی تھی۔

یہ اسے کس راہ پر لا کر خود پلٹنے کو تھا جہاں نہ کوئی جگنو تھا اور نہ تارہ۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے عمر۔" وہ بے یقین تھی۔

"یہ میں نہیں، تقدیر کر رہی ہے ضحیٰ۔" وہ گہری سانس لے کر بولا تھا۔ جانے کتنے دنوں سے وہ یہ سب سوچتا رہا تھا۔ اسی لیے اب نارمل تھا جب کہ ضحیٰ کے لیے تو ہر لفظ پگھلتا ہوا سیسہ تھا، کھولتا ہوا لاوا تھا۔

"زندگی اب پھولوں کی سیج نہیں رہی ضحیٰ۔ ابو کے بعد میں نے وہ سب ذمہ داریاں بھی اپنے شانوں پر محسوس کی ہیں جن کا کبھی ان کی زندگی میں مجھے احساس تک نہیں ہوا۔ سب سے بڑی ذمہ داری ہے اپنی فیملی کو مالی سپورٹ کرنا اور میں تو اس پوزیشن میں بھی نہیں ہوں کہ دو ٹائم کے کھانے ہی کا بندوبست کر سکوں۔ اس لیے میں نے جذبات کو ایک طرف رکھتے ہوئے سوچا ہے ضحیٰ۔ اس جذباتیت سے میرے مسائل کا حل نہیں نکل سکتا بلکہ مجھے تو میرا ضمیر ملامت کر رہا ہے۔ مجھے تم کو اس راہ پر لانا ہی نہیں چاہیے تھا جہاں صرف سنگ و خشت ہیں۔ واہموں کے سائے اور کڑی دھوپ ہے۔ میرا سفر بہت لمبا اور کڑا ہے میں تمہیں ساتھ لے کر نہیں چل سکتا ضحیٰ کیوں کہ اس سفر میں بہت آبلہ پائی ہے اور میں تم پر آنچ بھی نہیں آنے دینا چاہتا۔"

وہ بہت ناپ تول کر بول رہا تھا۔

اور ضحیٰ بالکل ساکت بیٹھی تھی۔

یوں لگ رہا تھا جیسے ٹنوں وزنی رولر اسے کچلتا ہوا گزر گیا ہو اور وہ ہزار ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی ہو۔

یہ کیا کر رہا تھا وہ؟

اسے رہائی کا اذن دے رہا تھا یا موت کا پروانہ سنا رہا تھا؟

اس کی سانسیں آسان کر رہا تھا یا ہر رگ میں زہر اتار رہا تھا؟

وہ چیخنا چاہتی تھی، چلانا چاہتی تھی، اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس کے الفاظ کس قدر تکلیف دہ ہیں مگر حلق میں اگتے کانٹے اس کی گویائی سلب کر گئے تھے۔

"میں نے اس مسئلے پر بہت سوچنے کے بعد غیر جانبدارانہ فیصلہ کیا ہے ضحیٰ۔ تمہارا اور میرا ساتھ بس یہیں تک تھا۔"

"بکواس بند کرو عمر۔" وہ یکلخت ہی کسی ٹرانس سے آزاد ہو کر پھٹ پڑی تھی۔

اس کی آنکھوں کے زیریں کنارے سرخ ہو رہے تھے اور رنگت تمتما رہی تھی۔

"میں نے کسی نفع یا نقصان کو سوچ کر اس راہ پر قدم نہیں رکھے تھے اور نہ ہی ہمارے مابین کوئی بزنس پارٹنر شپ تھی جس میں دوسرے کے نقصان کا خیال کیے بغیر جب جی چاہا پارٹنر شپ ختم کر لی اور اپنے متعلق تو شاید تم نے بہت کچھ سوچ لیا ہے اور میں، میرے متعلق کیا سوچا ہے تم نے، میں تم جیسا پتھر دل کہاں سے لاؤں؟"

اس کی آنکھیں پھر سے ابل پڑی تھیں۔

"خود کو میری جگہ پر رکھ کر سوچو گی تو سب آسان لگنے لگے گا۔" وہ بہت ضبط سے بولا۔ ضحیٰ کو یوں تڑپتے دیکھنا اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا امتحان تھا۔

اس کی اولین محبت، جسے دیکھ کر کبھی عمر کاظمی نے سوچا تھا کہ ہنسی اور مسکراہٹ کا مجسم نام ہے ضحیٰ میر۔

اور اب وہی ضحیٰ میر اس کے سامنے بیٹھی بے دردی سے آنسو بہا رہی تھی اور وہ دیکھنے پر مجبور تھا۔

وہ خود بھی تو اسی ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے گزر رہا تھا مگر جانتا تھا کہ اسی فیصلے میں ان دونوں کی بہتری ہے۔ جب تک وہ اس کے نام سے منسلک تھی، وہ پوری توجہ سے اپنے مسائل کو حل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ذمہ داری تو اب بہت شدت سے محسوس ہونے لگی تھی مگر اس سے الگ ہو کر ہی وہ زندگی کے دگرگوں حالات کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

وہ اسے چاہتی ہے، اسے معلوم تھا۔

اور وہ اسے اس "چاہنے" کی سزا نہیں دینا چاہتا تھا۔

"عمر پلیز! اگر یہ مذاق ہے تو اسے ختم کرو۔" وہ اب بھی بے یقین تھی۔ تب عمر نے دل پر جبر کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سختی سے کہا۔

"میں ایک ایک لفظ تول کر بول رہا ہوں ضحیٰ۔ میری طرف سے تم ہر وعدے سے آزاد ہو۔"

اس کے دل کو کوئی جیسے آرے سے چیرنے لگا مگر وہ اس کی حالت دیکھنے کے باوجود اسی سنگدلی سے کہتا رہا۔

"عمر ایسا مت کہو۔" وہ اسے ٹوک گئی مگر اس کے آنسو بھی اسے روک نہیں پائے تھے۔

"میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں ہے، اس فیصلے کے بعد میں بہت ریلیکس فیل کر رہا ہوں۔ اب میں ہر وعدے، ہر قسم سے آزاد ہو کر اپنی فیملی کو سپورٹ کر سکتا ہوں۔ چاہے اس کے لیے مجھے آٹھ سال لگیں یا دس۔ مگر میں تمہیں اپنے نام پر اتنا عرصہ بٹھانے کی سنگدلی نہیں برت سکتا۔"

"میں تمہارے نام پر ساری عمر بیٹھ سکتی ہوں عمر۔"

وہ اسے یقین دلانا چاہتی تھی مگر وہ شاید یقین و بے یقینی کی تمام حدود پار کر چکا تھا، تبھی تو خود ہی ساری حدود و قیود نافذ کر رہا تھا۔

وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہا تھا..... اپنی باتوں کی وضاحت میں کیا کیا دلائل دے رہا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ بہری ہو گئی ہو تھی۔

"تو یہ سب حقیقت ہے اور میں یہ سب سننے کے بعد بھی زندہ ہوں۔" عمر کے ہلتے لبوں کو دیکھتے ہوئے وہ ساکت

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
آج اس نے درد بھی اپنے علیحدہ کر لیے
آج میں رویا تو وہ میرے سامنے رویا نہ تھا

اور پھر لمحوں میں سارا کھیل ختم ہو گیا۔ بساط سمٹ گئی تھی۔

اسے دیکھنے اور اس کا چہرہ آنکھوں کے راستے ہمیشہ کے لیے دل میں اتار لینے کی خواہش رکھنے کے باوجود عمر نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"آج یہ مشکل آسان ہو گئی تو باقی سب بھی سہل ہو جائے گا۔" خود کو سمجھاتا وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ پلٹ گیا۔ اس کے ہر اٹھتے قدم تلے ضحیٰ کو اپنا دل رکھا محسوس ہو رہا تھا۔

کچھ بھی تو نہیں رہا تھا۔ سب کچھ اتنی سی دیر میں ہی ختم ہو گیا تھا۔

کیا تھی یہ محبت..... خواب یا افسانہ؟

سنو!

تم تو عزم والے ہو
بلا کا ضبط رکھتے ہو
تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا
مگر دیکھو!
جسے تم چھوڑے جاتے ہو
اسے تو ٹھیک سے شاید
بچھڑنا بھی نہیں آتا
سنو!
تم تو عزم والے ہو
اسے مت چھوڑ کے جاؤ
اس کے لب خاموش تھے مگر اس کے ہر آنسو نے پکار پکار کر کہا تھا مگر وہ جانے والا لمحہ بھر کو نہیں ڈگمگایا تھا۔
کبھی جانے والوں کے پیچھے نہ جانا
کبھی آنے والوں کا رستہ نہ تکنا
کہ ان جانے والوں کو
آنا نہیں ہے
اسے سب کچھ ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔

♥♥♥

صبا کی فون کال پر وہ پریشان سا زارا مجاہد کے اسپتال میں پہنچا تو وہاں انس پہلے ہی سے موجود تھا۔ ساتھ تائی جان اور صبا بھی تھیں۔
"خیریت تو ہے.....؟" وہ تیزی سے انس کی طرف بڑھا تو اسے دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح مطمئن ہونے لگا۔
"یار ضحیٰ کی طبیعت اچانک بہت بگڑ گئی ہے۔ بی پی خطرناک حد تک لو ہو گیا ہے۔"
"کب..... کیسے؟" اس کی پریشانی فطری تھی۔
"پتہ نہیں، اتنی خراب حالت میں جانے یونی ورسٹی سے گھر تک کیسے آ گئی۔ ٹھنڈے پسینوں میں نہائی ہوئی ہاتھ پاؤں بالکل بے جان۔" صبا نے اسے بتایا تھا۔
پیشانی پر شکنیں لیے وہ انس کے ہمراہ ڈاکٹر کے روم کی طرف بڑھ گیا۔
"اس عمر میں عموماً لڑکیوں کو ذرا ذرا سی بات ذہن پر لینے کی عادت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے بھی پیپرز کی ٹینشن لی ہو۔" ڈاکٹر زارا مجاہد قدرے مسکرائی تھیں۔ پھر پروفیشنل انداز میں بولیں۔
"اب اس کی کنڈیشن بہت بہتر ہے۔ اسے ٹینشن فری رکھیں ورنہ دوبارہ ایسی پرابلم ہو سکتی ہے۔ آپ اسے گھر لے جا سکتے ہیں، تھوڑی سی ویک نیس ہے مگر پراپر کیئر اینڈ ڈائٹ اسے بالکل فٹ کر دے گی۔"
وہ پتہ نہیں کیا کچھ سوچتا رہا جب کہ انس ڈاکٹر کے ہر لفظ کو بغور سن رہا تھا۔ معید اور صبا نے اسے سہارا دے کر گاڑی میں بٹھایا تھا۔ معید نے دیکھا چند گھنٹوں میں اس کی ساری شادابی کہیں کھو کر رہ گئی تھی۔
وہ بے حد خاموش اور جامد سی تھی۔ یہی بات تائی جان کو بھی پریشان کر رہی تھی۔

"ابھی یہ میڈیسن کے زیر اثر ہے گھر جا کر چند گھنٹوں کی نیند لے گی تو فریش ہو جائے گی۔"
اس کے سُتے ہوئے چہرے پر نظر ڈال کر گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے معید نے انہیں تسلی دی تو وہ بھی دوسری طرف سے ہو کر اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ صبا اس کی گاڑی میں تھی۔
"تم سے کوئی بات نہیں کی اس نے؟" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے معید نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ حیران ہو کر بولی۔
"کیا مطلب، کیسی بات؟"
"کوئی سی بھی، کیا وہ کچھ پریشان تھی آج کل؟" وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔
"پریشان تو نہیں تھی، بالکل نہیں۔ صبح بھی بالکل اچھی بھلی پیپر دینے گئی تھی۔ پتہ نہیں اتنی خراب حالت کیسے کر لی۔"
وہ خود بھی اُلجھی ہوئی تھی اور اس کے لہجے سے معید کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی مگر عموماً لڑکیاں ایک دوسرے سے اپنی کوئی بھی پرسنل بات نہیں چھپاتیں، اسی بات کے پیش نظر معید نے کہا۔
"اور بھی کبھی کچھ شیئر نہیں کیا اس نے تم سے؟"
"وہ اپنی ہر بات مجھ سے شیئر کرتی ہے۔" اس نے تفاخر سے کہا تو قدرے توقف کے بعد معید نے پوچھا۔
"اور وہ جو پروپوزل تھا، اس کے بارے میں کیا خیال تھا اس کا؟"
ضحیٰ کا "خیال" یاد آنے پر وہ قدرے ہچکچائی تھی۔
"وہ رضامند نہیں تھی، کہتی تھی کہ ابھی پڑھنا چاہتی ہے۔"
صبا کا خیال تھا کہ تائی جان نے ضحیٰ کا پروپوزل اس کے سامنے پیش کر دیا ہوگا تبھی موصوف ضحیٰ کے دل کا حال جان لینے پر تلے ہوئے ہیں۔
"ویسے اس پروپوزل کو لے کر وہ بیمار نہیں پڑی ہوگی۔ وہ تو شکر کر رہی تھی کہ آپ نے اس پروپوزل کو ریجکٹ کر دیا ہے۔" صبا نے مزید بتا کر اس کے خدشات دور کرنے کی کوشش کی تھی۔
"مگر کیوں؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں کچھ اگلوانے کے موڈ میں تھا۔
"وہ تو مجھے پتہ نہیں، بس فی الحال وہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ شاید کچھ سالوں تک۔"
اس کی زبان پھسل گئی تو بے اختیار معید کی طرف دیکھا مگر وہ اس کے الفاظ پر چونکے بغیر ونڈ اسکرین کے پار نظریں جمائے ہوئے تھا۔
"اس کی کوئی خاص وجہ؟" اس نے پوچھا تو صبا کو اندازہ ہوا کہ وہ اتنا بے خبر بھی نہیں جتنا کہ وہ اس کو سمجھ رہی ہے۔
"یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ۔" اس نے صفائی سے کام لیا تھا۔
وہ سوچ میں سر ہلا کر رہ گیا۔ صبا نے کنکھیوں سے اس کے تاثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر کوئی اندازہ نہیں لگا پائی تو وہ بھی کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے ضحیٰ سے متعلق سوچنے لگی۔
پچھلے ایک ہفتے میں اس کی حالت بگڑتی سنبھلتی رہی تھی۔
تائی جان نے مستقلاً جائے نماز سنبھال رکھی تھی۔
"میری ہی نظر لگ گئی ہے میری ہنستی کھیلتی بچی کو۔"
ان کے آنسو نہیں تھم رہے تھے، سبھی کی پریشانی حد سے سوا تھی۔ لے دے کر سب کو پیپرز ہی کی ٹینشن کا خیال آتا

"اتنی لائق تو ہیں ضحیٰ آپی انہیں پیپرز کی ٹینشن لینے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔" حمرہ کو اعتراض ہوا تھا جو کہ سو فیصد سچ تھا۔ بہت محنت کیے بغیر بھی وہ اچھا گریڈ لیتی رہی تھی۔

"بھاڑ میں جائے یہ پڑھائی میری بچی کیوں سر پر سوار کرلیا ہے تم نے اسے۔" اس کی طبیعت قدرے سنبھلی تو تائی جان نے اسے سینے سے لگالیا۔

"یہ صرف میری شادی کی ڈیٹ آگے بڑھانا چاہ رہی ہے اور کچھ نہیں۔" انس نے بڑے غور و خوص کے بعد اندازہ لگایا تھا۔

"ضحیٰ! اب جلدی سے تندرست ہو جاؤ تاکہ انس کی شادی کی ڈیٹ فکس کی جاسکے پہلے تو تمہارے پیپرز کی وجہ سے لیٹ ہو رہے تھے اب تو ان کا بھی ڈر نہیں اگلے سال سہی۔" تائی جان نے اپنے مخصوص محبت بھرے انداز میں کہا تو وہ بے جان نظروں سے ان سب کو دیکھنے لگی۔ یہ سب جو اس کے اپنے تھے مگر وہ تو سب سے زیادہ اپنا لگتا تھا۔

پھر کہاں چلا گیا وہ؟

زیست کے اس سفر میں کب کہاں وہ کون سا موڑ مڑ گیا۔ وہ کیوں نہ جان پائی۔

کتنا سہل جانا تھا
خوشبوؤں کو چھو لینا
شام کا ہر اک منظر
گھر میں قید کر لینا
روشنی ستاروں کی
مٹھیوں میں بھر لینا
جگنوؤں کی باتوں سے
پھول جیسے آنگن میں
روشنی سی بھر لینا

اسے نظر کی خوش فہمی اس طرح نہیں ہوتا تتلیاں پکڑنے کو دور جانا پڑتا ہے اس کے اندر سے تکلیف کا شدید احساس امڈنے لگا تو اس نے آنکھیں موند کر اپنے تاثرات سبھی سے چھپانے کی سعی کر ڈالی مگر اس کی آنکھوں کے کناروں سے نکلتا پانی کسی سے بھی مخفی نہیں رہا تھا۔

"کم آن ضوئی..... یار ہمت پکڑو ہم کون سا پیپرز نہ دینے پر تمہیں ڈانٹنے والے ہیں۔" عماد نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے دلجوئی کی تھی۔

"اتنے سارے محبت کرنے والوں سے ایک شخص کی بے وفائی کا بدلہ کیوں؟ اس کا دل ہمکنے لگا تھا۔

"مگر اتنے سارے محبت کرنے والوں کے ہوتے ہوئے بھی اس دل سے جینے کی امنگ کیوں ختم ہوئی جاتی ہے۔

وہ اپنی اندرونی اکھاڑ پچھاڑ سے نڈھال ہو رہی تھی۔

صبا نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔

"اب بس کرو نا ضحیٰ۔ ذرا بھی مزہ نہیں آرہا تمہارے بغیر۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

اور یہ ان سب کی بے پناہ محبتوں ہی کا اعجاز تھا کہ اس کی طبیعت سنبھلنے لگی تھی۔ اور جب وہ اپنے تئیں خود پر بے حسی

لبادہ چڑھا چکی تھی تب معید حسن اس کے زخم کریدنے آموجود ہوا۔

نیم تاریک کمرے میں وہ تکیے سے ٹیک لگائے اپنے بستر پر نیم دراز گم صم سی تھی۔

معید حسن کی موجودگی کو محسوس کرنے کے باوجود وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی البتہ جب اس نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی تب اس نے ناگواری سے ضرور دیکھا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟"

وہ یونہی بے تاثر انداز میں اسے دیکھتی رہی تو وہ کرسی گھسیٹ کر اس کے بستر کے پاس رکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اب تم بالکل ٹھیک ہو پھر تم نے کیوں بستر سنبھال رکھا ہے؟"

ایک سرسری نگاہ ہی میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ چند دنوں کی بیماری اس کی ساری دلکشی و شادابی نچوڑ لے گئی تھی۔

"کس بات کی ٹینشن لے رہی ہو تم۔ اطہر کا دوائی کا پروپوزل تو ریجکٹ ہو چکا ہے۔" اس نے اپنی بات کہہ کر ضحیٰ کا ردعمل دیکھنا چاہا مگر وہ ہنوز جامد و ساکت بیٹھی تھی۔

"تمہاری وجہ سے سارا گھر ڈسٹرب ہے مگر تمہیں کسی کی کوئی پروا نہیں ہے۔ گھر میں تمہیں کسی بھی مسئلے کا سامنا نہیں ہے پھر تم اپنے مسئلے سے ان سب کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟"

اب کی بار اس نے قدرے تلخی سے پوچھا تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"تم ہر بار مجھی پر کیوں اپنی وکالت کی صلاحیت استعمال کرنے آ جاتے ہو۔"

"کیوں کہ تم خود ہی ٹھیک ہونا نہیں چاہتیں اور یہ بھی کہ تمہیں صرف اپنی پروا ہے نہ کسی کی پریشانی کی اور نہ ہی ڈسٹربنس کی۔" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے کسی کو ڈسٹرب ہونے کو نہیں کہا ہے۔ اور تم..... خدا کے لیے معید مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" وہ جیسے دنیا بھر سے اکتا کر بولی تھی۔

"یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے دل میں اکیلا رہنے کی خواہش کیوں پیدا ہونے لگی ہے؟"

وہ اب بھی بہت نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا مگر اس سوال کے جواب میں ضحیٰ کے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہونے لگا تھا۔

"معید حسن! یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔" سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے وہ بہت تلخی سے بولی تو انداز یہی تھا جیسے اسے رفع ہو جانے کو کہہ رہی ہو مگر اس کی آواز میں اتری نمی معید سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔

"ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے ایسی باتیں مضحکہ خیز لگتی ہیں ضحیٰ میر۔" وہ جیسے اس کی بچکانہ بات سے لطف لیتے ہوئے مسکرایا تھا۔ پھر اسے یاد دلانے والے انداز میں بولا۔

"اور پھر تم نے خود ہی تو مجھ سے مدد طلب کی تھی کبھی۔"

"مجھے نہ تو کسی مدد کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی توقع ہے کسی مدد کی۔" وہ چیخ اٹھی تھی مگر وہ اس کے غصے کی پروا کیے بغیر اطمینان سے بولا۔

"کیا بات ہوئی ہے تمہاری عمر سے؟"

اس کے دل کی تاروں پر بہت اوچھا ہاتھ پڑا تھا۔

یہ نام یہ سوال.....

کتنے ہی دن لگے تھے اسے اس ٹینشن سے آزاد ہونے میں۔ اور جب بدقت تمام وہ اپنے کرچی کرچی وجود کو سمیٹ کر زندگی کی طرف لوٹنے لگی تھی تو یہ سوال پھر اپنی پوری سفاکی کے ساتھ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

اشتعال کی شدید لہر پر ایک پل ہی میں بے چارگی اور بے بسی حاوی ہو گئی تھی۔

"کچھ نہیں کہا اس نے، کچھ بھی نہیں۔"

اس نے شکستہ انداز میں کہتے ہوئے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ لیے۔

اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی اور لب و لہجے کی آزردگی معید کے لیے بہت چونکا دینے والی بات تھی۔

"میری پریشانی، میرا دردِ سر ہے۔ مجھے تم سے کسی بھی قسم کی مدد نہیں چاہیے۔ میں اپنے مسئلے خود حل کر سکتی ہوں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

معید نے جانچتی نظروں سے اس کی سپید پڑتی رنگت دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم جس مسئلے میں الجھی ہو وہ صرف تم پر چھوڑ دینے والا نہیں ہے اور نہ ہی میں تمہیں کوئی بے وقوفانہ فیصلہ کرنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔" اس کا انداز سراسر سمجھانے والا تھا مگر جانے کس لفظ نے اس کے دل پر اتنا شدید اثر کیا تھا کہ وہ اس پر الٹ پڑی۔

"ہر کوئی اپنے مسئلے کو اپنی پسند اور مرضی سے حل کرتا ہے، تم مردوں کے پاس عقل کی پاور آف اٹارنی نہیں ہے کہ عقل مندانہ فیصلے صرف تمہی کر سکتے ہو۔ کیا لڑکیوں کا اپنی زندگی پر اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ خود سے متعلق ایک بھی فیصلہ کر سکیں، تم لوگ، تم لوگ فیصلہ کرتے ہوئے صرف اور صرف اپنی ذات کو مدنظر رکھتے ہو۔ اپنی پسند، اپنی مرضی، اپنی ترجیحات۔ باقی ہر شے، ہر جذبہ، ہر انسان، بے وقعت ہے تم لوگوں کے لیے۔ تم لوگوں کا فیصلہ کسی کی زندگی پر کیا اثر ڈالتا ہے اس سے تمہیں کچھ غرض نہیں ہوتی، مگر میری نظر میں تم لوگ بزدل ہو، بزدل۔" اس کا غصہ بڑھتے ہوئے اشتعال کی حدود کو چھونے لگا تو ہسٹریائی کیفیت کا شکار ہوتے ہوئے وہ یکلخت ہی چیخنے لگی۔ ہاتھ مار کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر دھرا پانی سے بھرا جگ بھی زمین پر گرا دیا تھا۔

اس کے اس قدر غیر متوقع مگر شدید ردعمل پر مضبوط اعصاب کا مالک معید حسن بھی گڑبڑا گیا تھا۔ اس پر مستزاد دروازہ کھول کر جانے کون کون اندر آ گیا تو وہ اپنی پوزیشن اکورڈ محسوس کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ معید کے اندر اشتعال کی شدید لہر اٹھی تھی جس کے زیر اثر اس نے کسی کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے جھک کر اس کا بازو ہاتھ میں جکڑا اور ایک بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

معید کا ردعمل اس قدر غیر متوقع تھا کہ سبھی نفوس بے یقینی کے عالم میں کھڑے رہ گئے تھے۔

"یہ..... کیا ہو رہا ہے معید؟"

تائی جان کو سب سے پہلے ہوش آیا تو انہوں نے تڑپ کر آگے بڑھتے ہوئے ضحیٰ کو سینے سے لگا لیا جو ہسٹریائی کیفیت سے نکلنے کے بعد اب رونے لگی تھی۔

"آئی ایم سوری، مگر یہ بالکل پاگل ہو رہی تھی۔ اور اسے حواس میں لانے کا یہ واحد حل تھا۔"

وہ فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال گیا تھا۔ اس قدر پرسکون انداز میں اپنی غلط حرکت کی توجیہ پیش کی کہ سبھی کے خدشات رفع ہو گئے۔

"جانے کیا ہو گیا ہے میری بچی کو۔" چچی جان بھی رونے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہو جائے گی یہ۔ لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے ذرا ذرا سی بات کو ٹینشن بنا کر یونہی بستر سے لگ جاتی ہیں۔"

سلگتی نگاہ تائی جان کے سینے میں منہ چھپائے بیٹھی ضحیٰ پر ڈالتے ہوئے وہ صبا کی طرف پلٹا تھا۔

"اسے ایک ٹیبلٹ دو تاکہ اس کے اعصاب پرسکون ہوں ورنہ بات بے بات یونہی چلاتی رہے گی۔"
اسی اطمینان سے مشورہ دیتا وہ کمرے سے نکل گیا۔ وہ ننھی کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ ذلت کا احساس رگوں کو کاٹنے لگا تو وہ پھر سے رونے لگی۔

♥♥♥

"اوہو سہانی شام انجوائے کی جارہی ہے۔"
وہ شاور لے کر باہر آیا تو وہ سب لان میں موجود تھیں۔ موسم کافی خوش گوار تھا اس لیے نگین اور ادینہ نے شام کی چائے کا انتظام لان میں کر رکھا تھا۔
"تمہیں کس نے روکا ہے۔ تم بھی آ کر انجوائے کرو۔" ادینہ نے اس کے لیے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے دعوت دی تو وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھا۔
"وہ تو میں کروں گا ہی گرمی کے موسم میں اگر کبھی ایسی شام آئے تو اس کو انجوائے نہ کرنے والا بدذوق نہیں بلکہ گناہ گار ہوتا ہے۔" اس نے ادینہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔
"یہ کباب بھی لیں میں نے نئے طریقے سے بنائے ہیں۔" نگین نے پرشوق انداز میں کہتے ہوئے کبابوں والی پلیٹ نوفل کے سامنے کی تو اس نے بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر مسکراتے ہوئے ایک کباب اٹھالیا۔ اس کے کباب ختم ہونے تک نگین اسے امید بھری نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔ توقع تو یہی تھی کہ اب وہ تعریف کرے گا۔
"کیسا تھا؟" بہت اشتیاق سے پوچھا تو وہ منہ بنا کر بولا۔
"ویسا ہی جیسا پہلے ہوتا ہے۔"
"کیا..... یعنی آپ کو کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوا؟" اسے سخت صدمہ پہنچا تھا۔
"نہیں فرق تو ہے۔" وہ ایک اور کباب اٹھا کر دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر سادگی سے بولا۔
"پہلے تم اسے گول شیپ میں بناتی تھیں اب چوکور بنایا ہے۔"
"آپ....." وہ دانت پیس کر رہ گئی تو وہ ہنسنے لگا۔
"یونہی مذاق کر رہا ہے نگی۔ میں نے کہا نا بہت اچھے بنے ہیں۔" صالحہ بیگم نے اس کو تسلی دی تھی۔
"نگی بے فکر رہو۔ تمہاری شادی تک تم کوکنگ میں پرفیکٹ ہو جاؤ گی۔" ادینہ نے بھی اسے پچکارا تو وہ نوفل کی ہنسی پر کھسیاہٹ کا شکار ہونے لگی۔
"جی نہیں میں اس لیے نہیں سیکھ رہی یہ سب۔"
"ہاں جی سسرال میں تو یہ بھوک ہڑتال کرائیں گی۔" نوفل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"آپ تو بس میری سسرال کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔" نگین زچ آ گئی تھی۔
"ویل سیڈ....." نوفل بے ساختہ مسکرایا تھا۔ ایک چاند سا چہرہ ذہن کے فلک پر اپنی تابانی بکھیرنے لگا تھا۔
"تم بھی چلو نوفل انس کی طرف جانے کا پروگرام بنایا ہے میں نے۔" صالحہ بیگم کو یاد آ گیا تھا۔
"وہ کس خوشی میں؟" اپنے اندر امڈتے ہلکے پھلکے مگر خوشگوار سے احساس کے تحت مسکراتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہ بولیں۔
"وہ جو بچی ہے نا ننھی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ اس کی عیادت بھی ہو جائے گی اور اسی بہانے ان لوگوں سے مل بھی لیا جائے گا۔"

"میرا وہاں کیا کام ہوگا؟" اس نے اپنی غیر دلچسپی ظاہر کرنا چاہی تھی۔
"کام کیوں نہیں ہوگا بھلا بہن کی شادی ہو رہی ہے اس گھر میں۔ بہنوئی کے ساتھ اٹھو بیٹھو گے تو دوستی بڑھے گی اس کی عادت وغیرہ کا اندازہ ہو جائے گا۔" کم گو سی زرینہ بیگم نے اسے سمجھایا تھا۔
"جی پھپھو! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" وہ بہت تابعداری سے بولا تھا۔
"تو پھر کل ٹھیک رہے گا۔" صالحہ بیگم نے اطمینان سے کہا تھا۔
"ممانی جان! اب نوفل کا بھی کوئی بندوبست کریں بہت پھر لیا اس نے ادھر ادھر۔" ادینہ نے اچانک ہی ایک نیا باب کھول دیا تھا۔
"کیوں بھئی میں یوں آزاد اور خوش و خرم تمہیں اچھا نہیں لگ رہا۔" نوفل کا موڈ بہت خوش گوار ہو گیا تھا۔ ادینہ کو حیرت کے ساتھ ہلکی سی بے چینی نے بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس سے پہلے وہ اپنی شادی کے تذکرے کو ہمیشہ گول مول انداز میں بات کر کے ٹال دیتا تھا۔
"میں تو کہہ رہی تھی کہ نگی کے ساتھ ہی اس کی بھی شادی کر دوں مگر یہ لڑکا مانے تو نا۔" صالحہ بیگم نے پیار سے نوفل کو دیکھا تو وہ دو گھونٹ بھر کر کپ خالی کرتے ہوئے مسکرا دیا پھر شریر لہجے میں بولا۔
"پہلے اس کو تو رخصت ہو لینے دیں۔ چار دن سکھ کی سانس لے لیں پھر کسی بولنے والے طوطے کو لے آئیں گے۔"
"طوطا یا طوطی.....؟" نگین نے طنزاً پوچھا تھا۔
"چلو جو تم کہو گی لے آئیں گے۔" اس نے بے نیازی سے کہا تو صالحہ بیگم ہنس دیں۔
"واقعی بھابھی اب تو نوفل کے لیے بھی کوئی لڑکی ڈھونڈنی چاہیے۔" زرینہ بیگم نے بھی مشورہ دیا تھا۔
"میں تو آج ہی اس کی شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یہ راضی تو ہو۔" انہوں نے کہا تو وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
"میں تو راضی ہی راضی ہوں۔"
"خیریت تو ہے نوفل بھائی کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" نگین کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔
"بھئی ہم بھی تو سنیں کون ہے وہ خوش نصیب؟"
ادینہ کے دل میں دھکڑ پکڑ ہونے لگی تھی۔
سب کی سنتے ہوئے وہ ہنس دیا تھا۔
"آپ لوگوں کو تو بس ایک بات ملنی چاہیے۔ فوراً اس کو بنیاد بنا کر خوابوں کا محل تیار کر لیتی ہیں۔"
"یہ بہت فضول شخص ہے ممانی جان اسے چھوڑیں آپ یہ بتائیں کہ انس کی طرف کب جانا ہے؟" ادینہ نے جانے کس بات کے کھل جانے کے خوف سے فوراً موضوع بدل دیا تھا۔
"کل چلے چلتے ہیں یا پھر نوفل جب تم فارغ ہو۔" صالحہ بیگم نے کہا تو وہ بولا۔
"کل ہی ٹھیک ہے بس ٹائم آپ بتا دیں۔"
"شام کو چلے چلیں گے۔"
زرینہ بیگم نے کہا تو سب متفق ہو گئے۔

♥♥♥

"نگین بھابھی کے گھر والے آ چکے ہیں۔" حمرہ نے آ کر پرجوش انداز میں اطلاع دی تھی۔

"انس بھائی بھی موجود ہیں یا نہیں؟" ضحیٰ نے پوچھا تو صبا ہنسی۔
"وہ تو سرِ شام ہی سے موجود ہیں۔"
"چلیں نا آپ بھی۔ امی بلا رہی ہیں۔" حمرہ نے پیغام رسانی کی تھی۔
"میں تو بیمار ہوں، مجھے تو یہیں آ کر مل لیں۔" ضحیٰ نے طمانیت سے کہتے ہوئے چادر تانی تھی۔
"بکواس نہیں کرو۔ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو تم، چلو میرے ساتھ۔" صبا نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔
"جلدی کریں نا، میں تو صرف کولڈ ڈرنکس سرو کر کے آئی ہوں۔" حمرہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی تو صبا نے اسے تسلی دیتے ہوئے روانہ کر دیا۔
"چلو اب اٹھ بھی جاؤ ضوئی۔" صبا نے اسے اشارہ کیا تھا۔
"میں نہیں جا رہی صبا پلیز۔" اس نے اکتاہٹ آمیز لہجے میں کہا تھا۔
خود کو بہت سنبھال لینے کے باوجود دل و دماغ ابھی تک اس حادثے کو بھول نہیں پائے تھے۔
ہاں ایک حادثہ ہی تو لگتا تھا سب۔
وہ مہکتی ہنسیں، نگار شامیں، پھر کیسی خوف ناک آندھی چلی تھی جس نے سب کچھ ملیا میٹ کر کے رکھ دیا تھا۔
اتنے محبت کرنے والوں کی خاطر اپنے چہرے پر خوشی و طمانیت کا ماسک چڑھانے کے باوجود تنہائی اب بھی آزار جان تھی۔
جب ساری آوازیں اپنے اپنے کمروں میں سو جاتیں تو دکھ اپنی پوری طاقت کے ساتھ اعصاب کو شکست و ریخت سے ہمکنار کرنے آ موجود ہوتے۔ تب خود کو نئے سرے سے سمیٹنے اور جوڑنے کا دقت طلب کام کرتے ہوئے اس کی توانائیاں جواب دینے لگتیں۔
مگر جینا تو پڑتا ہے نا۔
"کتنا برا لگے گا ضوئی، وہ لوگ کیا سوچیں گے۔" صبا نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔
"خیریت تو ہے نا صبا۔ وہاں ایسا کون آ گیا ہے جو تم جانے سے ہچکچا رہی ہو؟" ضحیٰ کو اچانک یاد آیا تھا۔ معنی خیزی سے پوچھا تو اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا۔
"قسم لے لو جو مجھے خبر بھی ہو کہ کون کون آیا ہے۔ میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔"
"تو پھر جا کر ڈرائنگ روم میں دیکھو اگر نوفل احمد بھی آیا ہو تو سمجھ لینا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔" ضحیٰ نے طمانیت سے کہا تو وہ گڑبڑا گئی۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟"
"یہی کہ وہ بندہ تم میں انٹرسٹڈ ہے۔" ضحیٰ نے آرام سے کہہ دیا تو وہ بھونچکی رہ گئی پھر دانت پیستے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔
"بہت گھٹیا سوچ ہے تمہاری ضوئی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"نہ مانو مگر تم دیکھ لینا ایسا ہو گا ضرور۔" ضحیٰ ہنسی تو وہ نروٹھے انداز میں بولی۔
"سب کا دماغ تمہارے جیسا خراب نہیں ہوتا۔"
"اب جا کہاں رہی ہو؟" ضحیٰ کو اس کی خفگی لطف دے رہی تھی۔
"میں جا کر معزز مہمانوں کو بتاؤں گی کہ جس کے لیے وہ آئے ہیں وہ یہاں ان کا بے تابی سے انتظار کر رہی ہے۔"
وہ چڑ کر بولی تھی۔
"ہاں ہاں..... کیوں نہیں....." وہ شاہانہ انداز میں بولی تو دروازے کے قریب جا کر کچھ سوچ کر واپس پلٹتے ہوئے اس نے شرارت سے کہا۔
"نوفل احمد کو بھی بتاؤں گی، وہ بھی تو اسپیشلی تمہاری خاطر آیا ہو گا۔"
"صبا....." اس کے دانت کچکچانے پر وہ ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔
ڈرائنگ روم میں داخل ہونے کے لیے اسے اپنی ہمت مجتمع کرنا پڑی تھی۔ نوفل اور انس کی آوازیں صاف پہچانی جا رہی تھیں۔
اندر داخل ہوتے ہی اس نے بنا کسی کی طرف دیکھے سلام کر دیا تو فطری طور پر سب اپنی باتیں چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔
"وعلیکم السلام۔" صالحہ بیگم نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرنے کے ساتھ اس کی پیشانی چوم لی تھی۔ وہ زرینہ بیگم اور ادینہ سے ملنے کے بعد ادینہ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ انس کے ساتھ محو گفتگو نوفل نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی، بالکل سامنے ہی تو وہ بیٹھی تھی۔ کچھ الجھی، کچھ گھبرائی ہوئی سی۔
اس کے ذہن میں پچھلی دو ملاقاتیں گھوم گئیں تو ہلکی سی مسکراہٹ نے لبوں کو چھو لیا۔
"بھئی اب ضحیٰ بیٹی سے بھی مل لیا جائے۔ کہیں وہ ناراض ہی نہ ہو جائے کہ ملنے مجھ سے آئے تھے اور گپیں لگا کے رخصت ہو گئے۔"
نوفل اور انس وہیں بیٹھے رہ گئے، باقی سب ضحیٰ کے کمرے میں چلے گئے تھے۔ حمرہ کو صبا نے مدد کے خیال سے کچن میں کھینچ لیا تھا۔ شام کی چائے کا انتظام تو ظاہر ہے کہ بہت بہترین ہونا چاہیے تھا۔
"اب تو ضحیٰ کے ایگزیمز کی فکر بھی نہیں رہی، میں نے تو ان سے کہہ دیا ہے کہ انس کی شادی کی تاریخ طے کر دیں۔ کچھ رونق میلہ تو لگے۔" تائی جان نے کہا تو کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ضحیٰ نے شکایتی انداز میں کہا۔
"صاف لگ رہا ہے کہ مجھے انس بھائی کی بددعائیں لگی ہیں۔"
صالحہ بیگم ہنس دیں، پھر بولیں۔
"آپا! آپ لوگ جب جی چاہے آئیں، آپ کا اپنا گھر ہے، آپ کی طرح میرے گھر کی بھی پہلی خوشی ہے۔ اس لیے ہمیں بھی اس کا اتنا ہی انتظار ہے جتنا کہ آپ کو۔"
"بس تو پھر ٹھیک ہے، میں ان سے کنفرم کر کے فون پر آپ کو بتا دوں گی۔ ہم لوگ تاریخ لینے آ جائیں گے۔" تائی جان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔
"یہ صحیح رہی آئے ضحیٰ کی عیادت کو تھے اور ایک نئی مہم سر کر کے جا رہے ہیں۔" واپسی پر ادینہ نے تبصرہ کیا تھا۔
"میرے دل کو تو ابھی سے نگی کی جدائی کے خیال سے کچھ ہونے لگا ہے۔" صالحہ بیگم نے سیٹ کی پشت پر سر ٹیکتے ہوئے آزردگی سے کہا تو نوفل نے گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے ان کے شانے پر بازو دراز کر دیا۔
"جانے دیں نا اسے۔ ہم اس سے اچھی ایک اور لے آئیں گے۔" وہ شرارت سے بولا تو انہیں ہنسی آ گئی۔
"مانتے تو ہو نہیں تم۔ آ کہاں سے جائے گی۔"
"آپ بس اس کی باتیں سنتی رہا کریں ممانی جان، یہ صرف باتوں میں ہی ہوشیار ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں گفتار کا غازی۔" ادینہ نے طنز کیا تو وہ بیک مرر میں اس کو ایک نظر دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"اب اتنا بھی سیدھا سادہ نہیں ہوں میں جتنا تم مجھے سمجھتی ہو۔"
اس کے لب و لہجے کی کھنک ادینہ کو ذرا بھی نہیں بھا رہی تھی۔
ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس نے نوفل کی نگاہ کو از حد وارفتگی کے ساتھ صبا کے چہرے پر ٹھٹکتا محسوس کیا تھا اور وہ نگاہ کئی پل اس کے چہرے پر جمی رہی تھی' جواب میں صبا کی گھبراہٹ اور سراسیمگی وہ ان جذبات و احساسات سے نابلد تو نہیں تھی کہ نظر انداز کر دیتی۔
اس کے دل و دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے نوفل احمد کے ہر ایک انداز کا گہری نظر سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ چائے کے دوران وہ باتیں تو معید اور اس سے کر رہا تھا مگر اس کی نگاہ بھٹک بھٹک کر صبا کی طرف جا رہی تھی۔ ایک ڈالے آفریدی کیا کم تھی جو اب یہ صبا میر بھی.....
وہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ حیرت بھی تھی کہ نوفل احمد کبھی اتنا دل پھینک تو نہیں رہا تھا کہ یوں کسی لڑکی کو دیکھے جاتا۔ تو پھر یہ کیا تھا؟ اس سے آگے ہر سوچ کی ادینہ نے خود ہی شدت کے ساتھ نفی کر دی تھی۔
"نوفل احمد میرا ہے..... صرف میرا۔" اس نے تنفر سے سوچا تھا۔
"میں تو کہتی ہوں کہ تم بھی کوئی لڑکی پسند کر لو تاکہ نگی کے ساتھ ہی تمہاری شادی بھی ہو جائے۔ میرا گھر تو سونا نہ ہو۔" صالحہ بیگم آزردگی سے کہہ رہی تھیں۔
"مجھے کون سا لڑکی پسند کرنے کے لیے میلوں دور جانا ہے اور پھر ممبا جانی یہ اپنی ادینہ تو ہے گھر میں۔ پھر کیسی تنہائی اور سونا پن۔" وہ بڑی ہوشیاری سے بات پلٹ گیا تو صالحہ بیگم ہلکی سی سانس بھر کے رہ گئیں جب کہ الٹی سیدھی سوچوں کا شکار ہوتی ادینہ کے دل کی کلی کھل سی گئی۔
کیا وہ اشارہ دے رہا تھا؟
اس نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اب وہ نوفل احمد کے حواس پر اس طرح سے چھا جائے گی کہ اسے کسی اور طرف دیکھنے یا کچھ اور سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملے گی۔

♥♥♥

معید چائے کی طلب سے بے چین ہو کر کچن میں آیا تو ضحیٰ کو پہلے سے وہاں سینڈوچز بنانے میں مصروف دیکھ کر اسی سے فرمائش کر ڈالی۔ ضحیٰ کے اندر تک جیسے کڑواہٹ بھر گئی۔ جب سے اس نے تھپڑ مارا تھا تب سے اب تک ضحیٰ کا اس سے آج سامنا ہو رہا تھا۔
"میں فارغ نہیں ہوں۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے سرد مہری سے کہا تو اس کے تنے ہوئے نقوش پر ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ دوستانہ انداز میں بولا۔
"آئی ایم سوری فار دیٹ ضحیٰ مگر تمہاری حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔"
"بہت اچھا علاج کیا تھا تم نے۔" وہ پھر اہانت کا شکار ہونے لگی۔ بایاں گال تو اب بھی سلگتا رہتا تھا۔
"تمہارا بی ہیویئر ہی ایسا تھا کہ....." وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ گئی۔
"مجھے تمہاری ایکسکیوز کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق ہے۔" وہ بہت بدتمیزانہ خودسری سے بولی تو لحظہ بھر کو چپ ہو جانے کے بعد وہ نرمی سے بولا۔
"تمہارے کہہ دینے سے تعلق ختم نہیں ہو جائے گا' بہر حال میں تم سے کہہ چکا ہوں' ایکسپیٹ کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا فعل ہے۔"

"ہنہ....." وہ ریڈ لائٹ آن ہونے پر سینڈوچ میکر کھولنے لگی۔ معید حسن کی موجودگی اسے زہر لگ رہی تھی۔
"تم نے اپنی آئندہ زندگی سے متعلق کیا سوچا ہے؟" اس کا سوال بہت غیر متوقع تھا۔
ضحیٰ کو لگا جیسے اس کے دل میں کسی نے بھالا دے مارا ہو۔
"تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟" وہ مشتعل سی اس کی طرف پلٹی تھی۔
"کیوں کہ اس بات سے صرف میں ہی واقف ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ اس باخبری کے باوجود تمہیں کوئی غلط فیصلہ کرنے کا اختیار ملے۔" وہ اطمینان سے بولا تو وہ چیخ کر رہ گئی۔
"میں ایسی آوارہ نہیں ہوں۔"
"بی ہیو ضحیٰ۔" وہ یکلخت ہی پھنکار اٹھا تھا۔
"تو میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے تم۔" اس کی آواز اونچی ہونے لگی تھی۔
"کیوں..... لاوارث نہیں ہو تم جو تمہیں یوں آزاد چھوڑ دیا جائے۔" وہ اب بھی اسی انداز میں بول رہا تھا۔
"تم اپنے کام سے کام رکھو' میں وہی کروں گی جو میرے لیے بہتر ہوگا۔"
وہ اس کے غصیلے انداز کے آگے مدھم پڑ گئی مگر لب و لہجے کی سرد مہری ابھی بھی برقرار تھی۔
"مگر میں یہ پوچھنے کا اختیار رکھتا ہوں کہ تم نے اپنے مستقبل کے لیے کیا فیصلہ کیا ہے؟ کیوں کہ میں تمہاری خاطر جھوٹ بول کر اطہر کا دوائی کا پروپوزل ریجیکٹ کر چکا ہوں۔" وہ غصے سے پر انداز میں بولا تھا۔
"تو نہ کرتے یہ احسان مجھ پر۔" وہ تنک کر بولی تھی۔ معید نے تلخی سے کہا۔
"تمہیں شاید یاد نہیں کہ تمہی نے مجھ سے مدد مانگی تھی ورنہ مجھے ایسے الٹے کاموں میں ہاتھ ڈالنے کا کوئی شوق نہیں۔"
ضحیٰ کی رنگت خجالت کے مارے تمتما اٹھی تھی۔
"تو نہ کرتے اتنا احسان' اس سے پہلے کون سا تم نے میری کسی معاملے میں مدد کی ہے۔" غصے کی آڑ میں شرمساری کو چھپانا چاہا۔
ایک محبت ہی تو اس کا جرم بن گئی تھی۔
اور محبت بھی کیا' ناکام محبت.....
"بہر حال جو تم نے اپنے متعلق سوچا ہے میں وہ جاننا چاہتا ہوں۔" معید اپنے لہجے کی شعلگی پر بمشکل قابو پا سکا تھا۔
"مگر کیوں؟" وہ بے حد ناگواری سے بولی تو وہ دانتوں پر دانت جما کر غصے سے بولا۔
"کیوں کہ میری اطلاع کے مطابق عمر کاظمی دو سالوں کے لیے جرمنی جا چکا ہے۔ اس لیے تم نے اپنے لیے تو ضرور کچھ سوچ رکھا ہوگا تو وہ "کچھ" اپنی امی جان کو بھی بتا دینا تاکہ وہ تمہارے لیے آنے والے پروپوزلز کو مناسب الفاظ میں رد کر سکیں۔" وہ کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا۔
ضحیٰ جہاں کی تہاں کھڑی تھی۔ یہ کیسا دھماکا کر کے گیا تھا وہ۔
اسے اپنے وجود کے پرخچے اڑتے محسوس ہوئے تھے اور یہ خیال اس قدر باوزن تھا کہ بے اختیار وہ اپنے ساکت وجود کو ہاتھ سے چھو کر محسوس کر بیٹھی۔ ٹانگوں نے وجود کا بوجھ سنبھالنے کی سکت کھو دی تو وہ لڑکھڑا کر اسٹول پر بیٹھ گئی۔
آنکھوں سے بے اختیار سیل رواں ہو گیا۔
"تو عمر کاظمی..... اب یقینی جدائی بھی دے گئے ہو۔"

مگر نہیں۔ یہ سانسیں یہ دھڑکن تو چل رہی ہے۔
ان کا چلنا تو تم سے مشروط تھا عمر..... تو کیا میری محبت ہی میں کچھ کمی رہ گئی تھی؟
یہ سانسیں، یہ دھڑکنیں کیوں نہیں رک گئیں؟
ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ بری طرح رو دی تھی۔

♥♥♥

وہ بے یقینی کی کیفیت میں ساکت و جامد بیٹھی تھی۔
ابھی ابھی تو نگین بہت پر جوش سی اسے بتا کر گئی تھی۔
"نوفل بھائی شادی کے لیے مان گئے ہیں۔ کس قدر گھنے ہیں گھر کی لڑکی کو پسند کرتے ہیں اور کبھی اشارہ تک نہیں دیا۔ آج اتنے آرام سے مجھے کہہ دیا کہ امی سے کہہ دینا کہ مجھے شادی سے کوئی انکار نہیں مگر لڑکی صبا ہونی چاہیے۔"
"گھر کی لڑکی" جیسے مستند حوالے پر ہواؤں میں اڑنے لگی تھی بے یقینی سے نگین کو دیکھنے لگی۔
"کک..... کون.....؟" پھر سے پوچھا۔
"صبا..... یار میری نند اور کون۔ امی تو جی جان سے راضی ہیں۔" وہ بے فکری سے کھل کھلائی تھی۔
اور اب
ادینہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر شے کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔
"ہم تو بس یہاں نوکر بن کر انیکسی میں رہ رہے ہیں، گھر سنبھال لیں، سارے انتظامات دیکھ لیں اور اتنا بڑا فیصلہ کرتے وقت کسی نے بتانا بھی گوارہ نہیں کیا۔"
دل میں ایک تیر سا گڑ کے رہ گیا تھا۔ وہ خواہ مخواہ ہی ژالے پر شک کرتی رہی تھی۔ نوفل نے خود کہا ہے صبا کے لیے نوفل کی خواہش ہے۔
"اف....." اس نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔
"چلو دفع کرو، مٹی ڈالو اب اس قصے پر۔" زرینہ بیگم سے اس کا تپنا، سلگنا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔
"کب سے میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ ممانی جان سے اشارتاً میری اور نوفل کی بات کر لیں مگر آپ کو عقل نہیں آئی۔ آج جب سب کچھ ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو مٹی ڈالنے کے مشورے دے رہی ہیں۔"
وہ غصے میں بہت بدلحاظ ہو جاتی تھی اب بھی ان پر الٹ پڑی۔
"ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں نگی کی منگنی کو۔ مجھے کیا خبر تھی کہ نوفل بھی اتنی جلدی شادی کے لیے راضی ہو جائے گا۔" وہ کم زور لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے لگیں۔
"پتہ نہیں اندر ہی اندر کب سے کھچڑی پک رہی تھی۔ ہمیں تو بس اپنی اپاہج ماں کی خدمت کے لیے رکھا ہوا ہے۔" وہ سخت طیش میں تھی۔
"پہلے تو کبھی کسی نے اس بات کا اشارہ تک نہیں دیا اور اب واقعی اتنی اچانک سب کچھ طے کر لیا۔" زرینہ بیگم کا ذہن بیٹی کی طرح کام نہیں کرتا تھا، اب بھی متاسفانہ انداز میں سادگی سے بولیں تو اس نے دانت پیسے۔
"آپ کو میں نے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ آنکھیں اور کان کھلے رکھا کریں، مگر آپ نے کبھی دھیان دیا ہوتب نا۔"
"میں تو اسی آس میں رہی کہ اس بار بھابھی ہی میرا بوجھ ہلکا کریں گی مگر ان لوگوں نے تو اپنی سوچوں کی بھنک تک نہیں پڑنے دی۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولیں، پھر سارا الزام اسی پر دھر دیا۔

"تمہاری ہی غلطی ہے ساری۔ اچھی بھلی وہ شادی کے لیے تیار بیٹھی تھی۔ تمہی نے سارا بیڑہ غرق کر دیا۔ اپنا بھی اور اپنی زندگی کا بھی۔ نوفل کون سا ساری زندگی کے لیے امریکہ جا بیٹھا تھا۔ لے کے اس کنگلے خلیل الرحمن کو پسند کر لیا۔ کیا نتیجہ نکلا اس پسند کی شادی کا؟ سال بعد ہی طلاق کا داغ پیشانی پر سجا کر گھر بیٹھ گئیں۔ اب نوفل کیا خاک دھیان کرتا تمہارا۔"

ماں کی باتیں سچی سہی مگر ادینہ کو تلملانے پر مجبور کر گئیں۔

"تو میرا کیا بگڑ گیا ہے اس شادی اور طلاق سے۔ اس صبا سے تو اچھی ہی ہوں۔" اس نے تنفر سے کہا تو زرینہ بیگم نے آہ سی بھری۔

"مگر بات تو نوفل کے دل کی تھی نا۔"

من پسند چیز کے ہاتھ سے نکلنے کے خیال سے ادینہ کو پھر سے کچھ ہونے لگا۔

"یہ نوفل بھی بڑا کمینہ نکلا۔ اتنا خیال رکھتا تھا میرا مجھے تو کبھی اپنے قابو سے باہر نہیں لگا۔ پتہ نہیں اس کا دل صبا پر کیسے پھسل پڑا۔"

"اتنا ہی قابو میں لگ رہا تھا تو دل کی بات بھی اس کو بتا دی ہوتی۔ یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا۔" زرینہ بیگم چڑ گئی تھیں۔

"آپ تو بس خاموش ہی رہیں۔ کوئی ڈھنگ کا کام تو آج تک ہو نہیں سکا آپ سے وہ اور ہی مائیں ہوتی ہیں اولاد کی آنکھ کا اشارہ تک سمجھنے والی۔" اس کی رگوں میں تو جیسے زہر دوڑ رہا تھا۔

"چلو تم نے تو ڈھنگ کا کام کر لیا نا۔" انہوں نے اس کا طنز بڑے تحمل سے برداشت کیا تھا۔

"پہلے نہیں کیا تھا تو اب کر لوں گی۔"

وہ نوفل کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ ایک بار تو اسے اپنی بے وقوفی کے ہاتھوں گنوا بیٹھی تھی مگر اب تو اس کی ہر آس اور امید نوفل ہی سے جڑی ہوئی تھی۔ اسے کیسے ہاتھ سے جانے دیتی۔

"اب کیا کرو گی تم؟ وہ تو نگین کے ساتھ ہی نوفل کو بھی نمٹانے کے لیے تیار بیٹھی ہیں۔" زرینہ بیگم نے اسے اطلاع بہم پہنچائی جس نے اندر بھڑکتی آگ میں مزید اضافہ کیا تھا۔

"وہ جانتا نہیں ہے مجھے اس گھر میں کوئی اور قدم رکھ کے تو دیکھے۔ اور اس صبا کو تو دیکھیے گا چوتھے ہی روز میں نے طلاق نہ دلوائی تو کہیے گا۔"

نفرت نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔ زرینہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

یہ گرما گرمی شاید ابھی کافی دیر تک جاری رہتی مگر باہر سے نگین کے پکارنے کی آواز آئی تو دونوں ماں بیٹی کو سنبھلنا پڑا۔ ادینہ کے لیے فوری طور پر اپنے تاثرات بدلنا ممکن نہیں تھا وہ فوراً باتھ روم میں گھس گئی۔

نگین انیکسی کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔

"پھپھو! آپ کو امی بلا رہی ہیں اور یہ ادینہ کدھر ہے؟"

"ادینہ باتھ روم میں ہے خیریت تو ہے نا؟" انہوں نے پوچھا تو وہ لاپروائی سے ہنسی۔

"یہ تو امی ہی آپ کو بتائیں گی۔ شاید میری شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا معاملہ ہے۔ اوپر سے نوفل بھائی نے جو شوشہ چھوڑا ہے اس کا بھی کچھ کرنا ہوگا۔"

"چلو آ جاؤ پھر....." انہوں نے چپل پاؤں میں ڈالتے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

"میں ادینہ کے پاس بیٹھوں گی۔"

"وہ تو نہانے کے لیے گھسی ہے جانے کب نکلے۔ ادھر ہی آ جائے گی۔" انہوں نے بہانہ بنا کر نگین کو ساتھ لے جانا چاہا۔ انہیں علم تھا کہ ادینہ کا موڈ اب گھنٹوں یونہی بگڑا رہے گا اور وہ کم از کم بھاوج سے بگاڑنا نہیں چاہتی تھیں کیوں کہ بیوگی کے بعد اب یہی ایک سر چھپانے کا ٹھکانہ تھا۔

"چلیں پھر....." وہ شانے اچکاتی ان کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ان کے جانے کا اندازہ ہو جانے کے بعد وہ باتھ روم سے باہر نکلی تھی۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے کے باوجود ابھی تک اسے چہرے سے آگ کی لپٹیں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"تم دیکھنا تو سہی نوفل۔ میں تمہیں اس بے وفائی کی کیسی سزا دوں گی۔ اگر تم میرے نہیں ہوئے تو صبا کے بھی نہیں ہو سکو گے۔ میں بے مراد ہوں تو وہ بھی تمہیں کسی طور نہیں پا سکے گی۔"

اس کی تمام تر نفرت اس کے تاثرات میں سمٹ آئی تھی۔

♥♥♥

"میرا ہاؤس" میں تو صالحہ بیگم کے فون نے دھماکا ہی کر دیا تھا۔

بہت شائستگی اور مان کے ساتھ انہوں نے آ کر صبا کو نوفل کے نام کی انگوٹھی پہنانے کی اجازت طلب کی تو تائی جان بیچاری برافروختہ ہو گئیں۔ وہ تو انس اور نگین کی شادی کی تاریخ ٹھہرانے کی سوچ رہی تھیں اور ادھر صالحہ بیگم نے انہیں ایک نئی سوچ تھما دی تھی۔ تمام تر گھبراہٹ کے باوجود انہوں نے بڑی شائستگی سے انہیں سب سے مشورہ کر لینے کے بعد جواب دینے کا کہا تھا۔

اور سب کے درمیان بات کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ صبا بی بی جا کر احتجاجاً اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھیں جب کہ انس اس رشتے کا سب سے بڑا حمایتی تھا۔

"مانتی ہو نا میری چھٹی حس کو میرے موکل کبھی مجھے غلط خبر نہیں دیتے۔" ضحیٰ نے اسے چھیڑا تو وہ رو دی۔

"صبی....."

وہ حیران ہو گئی تھی۔

"مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔"

"آپی اتنے اچھے تو ہیں نوفل بھائی۔" حمرہ نے جوشیلے انداز میں کہنا چاہا تو صبا نے اسے ڈانٹ دیا۔

"تم خاموش رہو۔"

"بات کیا ہے صبا؟ کیا اعتراض ہے تمہیں اس رشتے پر؟" ضحیٰ نے حیرت سے پوچھا تو وہ صاف گوئی سے بولی۔

"نوفل احمد کے علاوہ کسی بھی پروپوزل کو ہاں کر دیں مگر اسے نہیں۔"

"ہائیں دماغ تو ٹھیک ہے نا تمہارا؟ نوفل احمد کے پروپوزل میں کیا برائی ہے؟"

ضحیٰ کو تحیر نے گھیر رکھا تھا۔ اسے صبا سے ایسے جواب کی خواب میں بھی توقع نہیں تھی کہ وہ یوں قطعی انداز میں انکار کر دے گی۔

"اس میں برائی یہ ہے کہ وہ نگین کا بھائی ہے۔" اس نے کہا تو وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"میں کسی بھی طور کر اس میرج کے حق میں نہیں ہوں۔"

صبا نے کہا تو اس کے حلق سے گہری سانس خارج ہوئی تھی۔

"تم نہایت احمق لڑکی ہو صبا۔ یہ ہے وہ عظیم الشان وجہ اس پروپوزل کو ریجکٹ کرنے کی۔" اسے گھورا تو وہ اب کی

بار اطمینان سے بولی۔

"تمہارے لیے چاہے یہ عام سی وجہ کیوں نہ ہو میرے لیے بہت خاص ہے۔"

"اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ وٹے سٹے کی شادیوں کو ہوا بنایا جائے۔ پڑھے لکھے ہو تم' جاہل نہیں کہ خواہ مخواہ لڑائیاں کرتے پھرو گے۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ بولی۔

"تم بات کی گہرائی میں نہیں جا رہی ضحیٰ۔ شادی شدہ زندگی میں تو یوں بھی سسرالی رشتہ دار ذرا ذرا سی بات کو پکڑنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور یہاں تو کراس میرج کی بات ہو رہی ہے' بدلہ لینے کے لیے فریق ہر وقت موجود۔ ایک کپل خوش نہیں تو دوسرا خواہ مخواہ بیچ میں رگڑا جاتا ہے۔"

"تمہاری بات سو فیصد درست ہے مگر صبا یہ رشتہ ان سب رشتوں سے بہت مختلف ہے۔ نہ تو یہاں ویسے کوئی سسرالی رشتہ دار ہیں اور نہ ہی دونوں کپلز جاہل ہیں کہ ہر وقت لڑنے جھگڑنے میں مصروف ہیں۔ انس بھائی تو پہلے ہی نگی کے والہ و شیدا ہیں "ٹیلی فونک ملاقاتوں" نے ان کی انڈر اسٹینڈنگ بڑھا دی ہے اور رہے نوفل بھائی' تو یہ پروپوزل خالصتاً ان کی مرضی سے آیا ہے۔ سو اتنی محبت سے لے جا کر تمہیں دنگل میں اتارنے سے تو رہے۔"

ضحیٰ نے اسے سمجھانے کی سر توڑ کوشش کر ڈالی تھی۔

"میرا دل نہیں مانتا ضوئی۔" وہ بے بسی سے بولی تو ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا۔

"اپنے اس دل کو کہیں باندھ کر ڈال دو۔ اتنے اچھے رشتے کو بنا کسی جواز کے ٹھکرا رہی ہو۔"

"تم نے بھی تو یہی کیا تھا۔ اطہر کا دوانی کا پروپوزل بھی تو بہت اچھا تھا۔" صبا کو بہت اچھے موقع پر یاد آیا تھا اور اس کی یہ بات ضحیٰ کو جانے کیا کچھ یاد دلا گئی تھی۔ دل سے اٹھتی ٹیس شدید سہی مگر خود کو سنبھالے رکھنا اس کی مجبوری بن چکی تھی۔

"وہ میں نے نہیں' معید نے ریجیکٹ کیا تھا۔" ضحیٰ نے اس کی طرف دیکھے بغیر عام سے انداز میں کہا' پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ڈپٹنے والے انداز میں بولی۔

"اور اب تم اپنا دماغ ذرا ٹھیک کر لو کیوں کہ سب کو یہ پروپوزل جی جان سے قبول ہے۔"

"سب کو قبول ہے تو میرا اس میں کیا قصور ہے' میں کسی طور بھی اس "تجربے" کے حق میں نہیں ہوں۔" وہ بسوری تھی۔

"آپ کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ اتنے لولے لنگڑے جواز کو بھلا کسے ماننا ہے۔" حمرہ نے پھر سے لب کشائی کی تو وہ اٹل انداز میں بولی۔

"اس پروپوزل کے علاوہ اور کہیں بھی ہاں کر دیں' مجھے منظور ہے مگر یہ رسک میں نہیں لے سکتی۔"

"ہاں جی۔ ڈیمی مور کے دروازے کے باہر تو پروپوزلز کی لائن لگی ہوئی ہے نا۔" ضحیٰ نے بھرپور طنز کیا تو اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"تم بس میرا اعتراض اور انکار امی تک پہنچا دو' وہ خود ہی جو کرنا ہو گا کر لیں گی۔"

اور ضحیٰ نے یہی کیا تھا' بنا کم و کاست ساری بات تائی جان کے سامنے رکھ دی۔

"آپا! مجھے تو اس رشتے میں کسی قسم کی کوئی خرابی دکھائی نہیں دیتی۔ صبا تو بچی ہے' خواہ مخواہ کے وسوسوں میں پڑی ہے۔ وٹہ سٹہ کی شادیاں تو آج کل عام سی بات ہو گئی ہیں۔ اور نوفل بھی بہت اچھی طبیعت کا بچہ ہے' ڈر والی تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔"

چچی جان نے اپنی صاف گویانہ رائے دیتے ہوئے انس کا دل خوش کر ڈالا تھا۔

"اس بے چارے میں کیا خرابی ہونی ہے۔ ماشاء اللہ سے اتنا قابل' اتنا خوب صورت اور تمیز والا بچہ ہے مگر مجھے تو اس صبا نے ہولا کے رکھ دیا ہے۔" وہ بھی اس رشتے سے خوش تھیں مگر صبا کا ردعمل بھی نظر انداز کرنے والا نہیں تھا۔ زندگی اسے گزارنا تھی اور اس کے لیے اس کی رضامندی بھی ضروری تھی۔

"اس کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اتنے اچھے پروپوزل میں بھی کیڑے نکال رہی ہے۔ سگریٹ تک نہیں پیتا وہ۔" انس نے چڑ کر کہا تو ضحیٰ نے انگوروں سے بھری پلیٹ اٹھا کر اپنے سامنے رکھی اور مدبرانہ انداز میں بولی۔

"کہتی تو وہ واقعی ٹھیک ہے' کراس میرج بعض اوقات بہت سی پیچیدگیوں کا سبب بھی بن جاتی ہے۔"

اس کا تخریب کارانہ بیان اس نازک مرحلے پر انس کو تو زہر ہی لگا تھا۔

"تم نے ایسی کون سی پیچیدگی دیکھ لی ہے؟"

"اب دیکھیں نا آپ قدرے سڑے ہوئے مزاج کے مالک ہیں' نگین بے چاری کا تو ناطقہ بند کیے رکھیں گے اور نوفل بھائی کا سارا نزلہ صبا پر گرا کرے گا۔" اس نے سنجیدگی کے پردے میں انس کو چھیڑا تھا۔

"غلط فہمی ہے تمہاری ضحیٰ ڈیئر' اپنی سویٹ نیچر کی تو ایک دنیا معترف ہے۔" وہ قدرے اترا کر بولا تو ضحیٰ نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔

"جی۔ اور یہ دنیا صرف نگی تک ہی ختم ہو جاتی ہے۔"

"ضحیٰ! کبھی تو بات کو سنجیدگی سے سوچ سمجھ لیا کرو' ہر وقت بس تم لوگوں پر شوخی سوار رہتی ہے۔"

چچی جان کافی دنوں سے اس کے بہت ناز نخرے دیکھ رہی تھیں مگر اپنی فطرت سے مجبور ہونے کے باعث آج اسے بھی ڈانٹ گئیں تو وہ بھی چڑ گئی۔

"امی! آپ تو بس یہی چاہتی ہیں کہ آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک لگائے ماتھے پر دو بل ڈال کر ہر مسئلے کو حل کر لیا جائے۔" اس کی منظر کشی پر انس کو ہنسی آ گئی تھی۔

"تم تو بس چپ ہی رہو۔" چچی جان بدمزہ ہو گئی تھیں۔

"امی! آپ زیادہ سوچوں میں مت پڑیں' آپ کا دل مطمئن ہے تو بس ٹھیک ہے۔ صبا کو کیا معلوم۔" انس کی بے تابی سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ نگین نے اسے بطور خاص اپنا وکیل مقرر کیا تھا۔

"اور یوں بھی وہ کراس میرج کے خلاف ہے۔ نوفل احمد کے تو نہیں۔" ضحیٰ دور کی کوڑی لائی تھی۔ اسے بلا جواز یوں نوفل کو ریجیکٹ کر دینا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس پر مستزاد وہ اس گھر کی ہونے والی بہو کا بھائی بھی تھا۔

"صبا تو بچی ہے آپا' اسے ان معاملات کا کیا پتہ' ہم یہاں کون سا نگین کے لیے بندوقیں لیے بیٹھے ہیں جو وہاں صبا پر ظلم و ستم ڈھائے جائیں گے۔ باقی گھر تو لڑکیوں کی قسمت سے بستے ہیں جن کی وٹہ سٹہ کی شادی نہیں ہوتی' وہ کون سا اپنی خوشیوں کی ضمانت لے کر سسرال جاتی ہیں۔ اور پھر اس کی سسرال میں ہے ہی کون؟ نگین بیاہ کر یہاں آ جائے گی' پیچھے ایک بے چاری ساس اور نوفل ہی ہیں۔ ماحول تو اسے خود بنانا ہے وہاں کا۔"

چچی جان نے جس قدر مدلل انداز میں سمجھایا تھا' اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مکمل طور پر اس رشتے کے حق میں ہیں۔

اور اعتراض تو تائی جان کو بھی نہیں تھا مگر صبا نے انہیں الجھا کے رکھ دیا تھا۔

"میں تو شام سے پہلے ہاں کرنے کو تیار ہوں مگر پہلے کوئی اس لڑکی کو تو سمجھائے۔" انہوں نے پریشانی سے کہا تو خاموش بیٹھی حمرہ نے آسان سا حل پیش کر دیا۔

"معید بھائی سے کہیں، پھر دیکھیے گا آپی کیسے ہاں کرتی ہیں۔"

"واقعی، وہ خود سمجھا لے گا اسے۔" چچی جان کو بھی یہ حل پسند آیا تھا۔ ضحیٰ لب بھینچتے ہوئے انگوروں کے گچھوں میں سے خشک انگور تلاش کرنے لگی۔

"جب ابو جان اور چچا جان کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر۔" انس جھنجلا کر کہنے لگا تھا کہ چچی جان اسے ٹوک گئیں۔

"آپا صحیح کہتی ہیں، جس کی زندگی ہے اس کا فیصلہ اثبات میں ہونا ضروری ہے، اب زبردستی کی شادی تو نہیں کریں گے ہم۔ اگر صبا گھبرا رہی ہے تو اسے سمجھایا جاسکتا ہے، مگر اس کی مرضی کے بغیر ایسا کچھ نہیں ہوسکتا۔" وہ جل سا سر کھجانے لگا۔ پھر فراخ دلی سے بولا۔

"سوری....."

"تم فی الحال اس بارے میں نگین کو کچھ مت کہنا۔ اس کے بھائی کا معاملہ ہے، خواہ مخواہ اس کا دل برا ہوگا۔" تائی جان نے انس کو تلقین کی تو اس نے فرمانبرداری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

شام کو یہ سارا مسئلہ معید کے سامنے رکھ دیا گیا۔

"ہاں بھئی، یہ کیا سن رہا ہوں میں؟" اس کے کمرے میں جاتے ہی معید نے سیدھے سبھاؤ پوچھا تو وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کے اپنے کان ہیں، مجھے کیا معلوم کیا کچھ سنتے رہتے ہیں۔" اس کے لاعلمی کے اظہار پر معید کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"کیا میری بہن اتنی بے وقوف ہوسکتی ہے کہ ایک بے بنیاد سے شبہ کی بنا پر نوفل احمد جیسے پرفیکٹ بندے کا پروپوزل ریجکٹ کردے؟"

صبا کو اندازہ نہیں تھا کہ معید اس موضوع پر بات شروع کردے گا۔ خود کو بہت سنبھالتے ہوئے بھی اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

"بے بنیاد کیوں؟ میں نے ایک بہت معقول وجہ بتائی ہے۔" دھیمے سروں میں کہا۔

"کیا تم گارنٹی دے سکتی ہو کہ اس میرج کے بغیر شادی ہونے پر تم ساری عمر بہت اچھی طرح گزاروگی؟" وہ اب بھی دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"پھر بھی، عام حالات میں ویسے خدشات تو نہیں ہوتے نا جیسے کہ اس میرج کے بعد ہوتے ہیں۔" اس نے منمنا کر کہا تھا، پھر سب سے بڑے خدشے کا ذکر بھی کر ہی دیا۔

"انس بھائی کے مزاج کا پتہ ہے نا آپ کو۔ اتنے تو جذباتی ہیں پل میں تولہ اور پل میں ماشہ ہوتے ہیں۔ جانے نگین برداشت کرے یا نہ کرے۔"

"کم آن صبی، میں تمہیں اتنی بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔" وہ جیسے بے حد حیران ہوا تھا۔ پھر اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"وہ سب ہماری ذمہ داری ہے۔ بڑے آخر کس لیے ہوتی ہیں اور پھر کسی اجنبی پر بھروسہ کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اسی پروپوزل کو ایکسپٹ کرلیں۔ کم از کم ہم سب نوفل کو اچھی طرح جانتے تو ہیں نا۔"

وہ کچھ کہنے کی بجائے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا کر بستر کے کنارے پر ٹک گئی۔

"بلیوی صبا، وہ بہت اچھا شخص ہے۔ اور پھر جو اتنی چاہت سے آپ کے لیے ہاتھ پھیلائے اسے نامراد نہیں لوٹانا

چاہیے۔"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو وہ یوں سٹپٹائی جیسے "اس چاہت" میں اس کا بھی برابر کا قصور ہو۔

"پھر میں تمہاری اس خاموشی کا کیا مطلب سمجھوں؟" وہ بڑے آرام سے پوچھ رہا تھا۔ اور اب تک منہ پھاڑ کر انکار کرنے والی صبا منمنا کر رہ گئی۔

"اگر آپ لوگ مطمئن ہیں تو....."

"نہ..... ہم نہیں، اگر تم بھی مطمئن ہو تو۔" اس نے فوراً بات کاٹتے ہوئے انگلی اٹھا کر ہلائی تھی۔

"گارنٹی تو آپ لوگ ہی دے رہے ہیں نا۔" صبا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی جسے دیکھ کر معید ہلکا پھلکا ہوگیا۔

"چلو ٹھیک ہے، میں یہ بار اپنے کندھوں پر اٹھا لیتا ہوں۔" معید نے خوش دلی سے کہا، پھر پوچھنے لگا۔

"اب تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا نا؟"

اثبات میں جواب دیتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا تو وہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ کسی اجنبی پر اعتبار کرنے سے بہتر ہے کہ جسے ہم اچھی طرح جانتے ہوں اسے آزما لیا جائے؟"

بے حد سادگی سے اسی کی بات دہرا کر صبا نے پوچھا تو وہ فوراً بولا۔

"بالکل، اس سے کافی مشکلات آسان ہوجاتی ہیں۔"

"تو پھر میری ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"وہ یہ کہ ضحیٰ کے سلسلے میں بھی وہی اطمینان چاہتی ہوں، جیسا آپ مجھے دلا رہے ہیں۔" اس نے اطمینان سے کہا تو وہ مزید الجھ گیا۔

"اس کا یہاں کیا ذکر؟"

"اس کا ذکر یوں ہے کہ گھر والے آپ دونوں کے رشتے پر دل و جان سے رضامند ہیں، مگر آپ دونوں کے تیوروں کی وجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ رہا۔"

اس کا انکشاف معید کے لیے اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ چند ثانیوں تک منجمد کھڑا رہ گیا۔

"یہ کیا فضول بات ہے؟" اس نے بے حد ناگواری سے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"فضول بات کیسے ہوگئی۔ آپ اس کے لیے باہر کے کسی بھی پروپوزل سے زیادہ پرفیکٹ ہیں۔"

"اس وقت بات کچھ اور ہو رہی ہے صبا۔" وہ بہت سنجیدہ تھا۔

"مگر دونوں باتوں میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے معید بھائی۔ اگر میں نوفل احمد کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں تو آپ ضحیٰ کے ساتھ خوش کیوں نہیں رہ سکتے؟" صبا نے اندر سے خوف زدہ ہوتے ہوئے بھی کہہ ہی دیا تھا۔ اس کی تو یوں بھی دلی خواہش تھی کہ ضحیٰ اور معید کی شادی ہوجائے۔

"بے وقوف ہو تم صبا۔ میں کچھ کہہ رہا ہوں اور تم کسی اور مسئلے میں الجھی ہوئی ہو، جو تمہارا دور تو بالکل بھی نہیں ہے۔" معید کے انداز میں خفیف سی جھلاہٹ در آئی تھی۔

"میں بھی آپ کو خوش گوار زندگی کی گارنٹی دے رہی ہوں۔" صبا نے کہا تو اب کی بار معید نے اسے ڈانٹ دیا۔

"خاموش رہو تم' یہ سب تمہارا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی شادی بیاہ ایسے رشتے ہیں کہ جنہیں مشروط انداز میں طے کیا جائے۔ جب یہ مسئلہ میرے سامنے آئے گا' تب دیکھا جائے گا۔" اس کا انداز بے حد قطعی تھا۔ صبا دل مسوس کر رہ گئی۔

"تو پھر میں سب کو اطمینان دلا دوں؟" وہ قدرے خوش گواریت سے بولا تو اس نے خفگی سے کہا۔

"جو جی میں آئے کہہ دیں۔"

"اوکے' پھر دوبارہ کوئی شوشہ مت چھوڑنا۔ میں تو جا کر تمہاری رضامندی ہی شو کروں گا۔" وہ طمانیت بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی مسکراہٹ نے صبا کے ہونٹوں کو چھو لیا۔

♥♥♥

"ہیلو۔" نگین کا انداز بے حد عجلت آمیز تھا۔ سارا دھیان کچن میں لگا ہوا تھا جہاں وہ کیک کا آمیزہ نوری کے رحم و کرم پر چھوڑ آئی تھی۔

"کتنے رشتے' کتنے سنگی' کتنے لوگ
دل کے شہر کا ایک ہی باسی ہوتا ہے
گھر میں رہنے والے بندھن ہوتے ہیں
دل میں بسنے والا ساتھی ہوتا ہے"

زندگی سے بھرپور لہجہ اس کی تمام تر توجہ سمیٹ کر لے گیا تھا۔

"اوہو..... آپ ہیں۔" دل کی دھڑکنیں خوب صورت سی لے پر دھڑکنے لگیں۔

"جی جناب' آپ کو تو توفیق نہیں ہوئی کہ تین روز سے اگر میں نے کال نہیں کی تو آپ ہی کر لیتیں۔" انس نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ ریلکس ہو کر صوفے میں دھنس گئی۔ پھر ہلکی سی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

"اس شہر خرابی میں غم عشق کے مارے
زندہ ہیں یہی بات بڑی بات ہے پیارے"

وہ ہلکی سی آہ بھرتے ہوئے بولا تو وہ پھر سے ہنس دی۔

"اوفوہ..... یہ تو اچھی علامات نہیں ہیں۔"

"بے فکر رہو' ایک دو ماہ میں ایک بہت اچھے تیماردار کا بندوبست کرنے والا ہوں میں۔" انس کے لہجے میں شرارت کا عکس محسوس کر کے وہ جھینپ گئی تھی۔

"باقی سب کیسے ہیں.....؟" اس نے بات بدلنی چاہی تھی۔

"باقی تو سب بالکل خیریت سے ہیں' بس ہم ہی پڑے ہیں راہوں میں۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا تو نگین سے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہونے لگا۔

"چہ..... چہ۔ یہ تو آپ کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں ہو رہا۔"

"ہاں جی'

ایسے نہ تھے ہم اہل دل' اتنے کہاں خراب تھے
ہم بھی کسی کی آس تھے' ہم بھی کسی کا خواب تھے"

وہ اپنے مخصوص زندہ دلانہ انداز میں بولا تو نگین نے بے ساختہ ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا۔ پھر سامنے نظر اٹھی تو لب بھنچ

گئے۔

"دولہا صاحب کا فون ہے؟" نوری نے بے حد اشتیاق سے پوچھا تو ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے نگین نے دانت کچکچا کر کہا۔

"تمہارے دولہا صاحب کا تو بالکل بھی نہیں ہے۔"

"وہ جی..... میں تو پوچھنے آئی تھی کہ اس کیک کا کیا کرنا ہے اب؟" نوری خاصی بدمزہ ہوئی تھی۔

"اوون گرم ہو چکا ہوگا' سانچے کو اس میں رکھ دو۔ اور اب ادھر آنے کی ضرورت نہیں ہے' جا کے امی کے پاس بیٹھو۔" نگین نے اس کی چھٹی کی تو وہ منہ بناتی چلی گئی۔ وہ انس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کون تھا؟" وہ پوچھ رہا تھا' نگین نے بتایا۔

"نوری تھی' بے وقوف۔"

"خیر' بے وقوف تو مت کہو' کافی عقل مند ہیں محترمہ۔ کتنی آسانی سے میرے مقام کا ابھی سے تعین کر گئی ہیں۔" وہ شریر لہجے میں بولا تو نگین کو احساس ہوا کہ وہ بھی نوری کی گل فشانی سے محظوظ ہو رہا ہے۔

"آپ تو بس۔" وہ جھینپی تھی۔ پھر بے اختیار یاد آنے پر بولی۔ "آنٹی نے تو فون کرنے کو کہا تھا' امی انتظار کر رہی ہیں مگر آپ نے کچھ خبر ہی نہیں دی۔"

"اچھا فرض کرو کہ میں تمہیں کوئی اچھی خبر سناتا ہوں تو میرا انعام کیا ہوگا؟" انس نے کہا تو وہ بے صبری سے بولی۔

"اس کا مطلب ہے کہ سب رضامند ہیں۔"

"ارے واہ' یونہی کیسے بتا دوں۔ پہلے کچھ انعام تو طے کرو۔" وہ یقیناً مسکرا رہا تھا۔

"مت بتائیں۔ میں یوں بھی آج آنٹی کو فون کرنے والی تھی۔" وہ کنی کترا گئی۔ انس نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔

"میں نے تو پتہ نہیں کیا کچھ سوچ رکھا تھا مگر تم میری لائف میں کبھی کوئی رنگین موقع مت آنے دینا۔"

"اب بتائیں ناں' پھر ہم لوگ کب آئیں؟" وہ بے تاب ہوئی تھی۔ انس نے کہا۔

"یہ تو تم لوگوں پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔ ویسے امی تو خود فون کرنا چاہ رہی تھیں مگر میں نے کہا کہ میں خود بات کر لوں گا۔ اب تم اگر چاہو تو ان سے بات کر کے سب طے کر لو۔"

"بالکل ٹھیک ہے' میں ابھی جا کر یہ خوش خبری امی کو سناتی ہوں۔" وہ جوشیلے انداز میں بولی تو انس نے فوراً کہا۔

"اسی لیے میں ابھی تمہیں نہیں بتا رہا تھا۔ فوراً بھاگنے کو تیار ہو گئی ہو۔ اتنا بھی خیال نہیں کہ مجھ سے اچھی طرح بات ہی کر لو۔"

"سوری انس' ایسی بات نہیں ہے۔" وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"تم سے اچھی تو وہ نوری ہے۔ کتنی دل کو خوش کرنے والی بات کر کے گئی ہے۔" وہ شرارت سے بولا تھا۔

"کیا خیال ہے پھر آج نوری سے ہی بات نہ کروا دوں؟" نگین نے بہت تحمل سے طنز کیا تو وہ ہنس دیا۔

"نہیں' تم زیادہ اچھی ہو۔"

"شکریہ....." وہ متبسم ہوئی تھی۔

"اور میرے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟"

"مجھے نہیں پتہ۔" وہ حجاب کی زد میں آ گئی۔

"انس ناٹ فیئر..... میں نے ابھی تمہاری تعریف کی ہے۔" انس نے احتجاج نوٹ کرایا تھا۔

"تو کیا ضروری ہے کہ میں بھی آپ کی تعریف ہی کروں۔" نگین نے تنگ کرنے والا انداز اپنایا تھا۔

"کیا مطلب؟ یعنی میں اتنا اچھا نہیں ہوں؟" انس کی آواز سے لگ رہا تھا کہ اسے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ وہ لب دبا کر ہنسی پھر دھیمے لہجے میں بولی۔

"آپ تو اتنے اچھے ہیں کہ۔"

"کہ....." وہ بے قرار ہوا تھا۔

"وہ ہمسفر ہو اور سفر ہو زندگی بھر کا
یہی دعا آتی ہے زندگی کے لبوں پر"

وہ حجاب آلود انداز میں بولی تو ریسیور پر چند ثانیوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"یہ "وہ" کون ہے؟"

قدرے توقف کے بعد انس نے پوچھا تو وہ چلا ہی اٹھی۔

"بہت فضول ہیں آپ' یہ شعر میں نے آپ کے لیے پڑھا ہے۔"

"اب آئی ہو نا لائن پر۔" وہ قہقہہ لگا کر بولا تو اس کی ہوشیاری پر نگین کا چہرہ تپ اٹھا۔ یوں لگا جیسے وہ مقابل موجود ہو۔

"یہ انس کی دوستانہ فطرت ہی کا کمال تھا کہ ان دونوں کے مابین کافی بے تکلفانہ روابط پیدا ہو چکے تھے۔ اوپر سے نگین کی عادات بھی اسی جیسی تھیں' سو یہ انڈر اسٹینڈنگ مزید بڑھی تھی۔

"سچ بہت خراب ہیں آپ۔" زیر لب مسکراتے ہوئے وہ مدھم سروں میں بولی تو انس نے جیسے اس کے احساسات سے خوب حظ اٹھایا۔

"امی بھی یہی کہتیں ہیں اسی لیے تو انہوں نے تمہیں ڈھونڈا ہے تاکہ مجھے ٹھیک کر سکو۔"

"کیوں..... آپ کے نزدیک کوئی سروس اسٹیشن نہیں ہے کیا؟" نگین نے طنز کیا تھا۔

"ہے تو مگر مجھے ذرا دوسری قسم کی سروس کی ضرورت ہے' جس میں پیار محبت کی چاشنی ہو۔" وہ آرام سے بولا تو وہ جھینپ گئی۔

"آپ کو تو بس موقع ملنا چاہیے بات کرنے کا۔"

"ارے ہم تو پتہ نہیں کس کس موقع کی تلاش میں ہیں۔" وہ لیک کر کہنے لگا تو نگین نے فوراً "خدا حافظ" کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کے ہونٹوں پر خوب صورت سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

اس کی باتوں کو ذہن میں دہراتے ہوئے وہ صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔

"میرا باؤس" سے اثبات میں جواب پا کر وہ بھی بہت خوش ہوئی تھیں۔

"شکر ہے خدا کا' میرے بیٹے نے پہلی بار کوئی فرمائش کی تھی' وہ بھی پوری ہو گئی۔"

"بھائی کو فون کروں؟" نگین نے جلدی سے پوچھا تو وہ ہنس دیں۔

"کر دو۔ وہ تو اس دن سے بے چین پھر رہا ہے۔"

"پہلے آپ یہ تو بتائیں کہ ادھر سے ہاں ہونے کے بعد آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"پروگرام کیا ہونا ہے' تم دونوں کی ایک ساتھ ہی شادی کر دیں گے۔ تمہارے جانے کے بعد میں اکیلی تو نہیں رہ سکتی نا۔"

"پھر بھی مختصر دورانیے کے لیے ہی سہی مگر انگیج منٹ تو ہونی چاہیے نا۔" نگین بھی بلے گلے کی شوقین تھی اور پھر اکلوتے بھائی کی خواہش پوری ہونے کی بھی خوشی تھی۔ ہر موقع کو یادگار طریقے سے منانے کا ارادہ تھا۔

"جیسا تم لوگ چاہو۔" صالحہ بیگم نے پیار سے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نوفل بھائی کو فون کرتی ہوں ان کا تو اس خوش خبری پر پہلا حق ہے۔ اس کے بعد ادینہ سے صلاح مشورہ کرلوں گی۔"

"میں نے زرینہ کو بتایا تو تھا وہ کہہ رہی تھی کہ اگر وہ لوگ مان گئے تو لمبے چکروں میں پڑنے کی بجائے سیدھا شادی پر زور دیجیے گا۔" انہوں نے کہا تو نگین نے جواب دیا۔

"پھر بھی شادی میں ابھی ڈیڑھ دو ماہ پڑے ہیں کوئی نشانی تو کریں گے ناں ایک خوب صورت سی انگوٹھی پہنا کر۔"

"بھئی نوفل سے پوچھ لینا۔ جیسا وہ چاہے گا ویسا ہی ہوگا۔" صالحہ بیگم کو اس کی باتوں پر ہنسی آرہی تھی۔

نوری کو انیکسی میں بھیج کر وہ خود نوفل کو فون کرنے لگی۔

"خیریت.....؟" وہ متفکر ہوا تھا۔

"ایسی ویسی خیریت..... واپسی میں مٹھائی کا ٹوکرا ضرور لائیے گا۔" وہ کھل کھلائی تو نوفل کو اس کی خوشی کا مطلب سمجھ میں آنے میں دیر نہیں لگی مگر وہ بہت بن کر بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے۔"

"جی نہیں..... بلکہ آپ کی عمر قید شروع ہونے والی ہے۔" اس نے برجستہ کہا تو نوفل کا قہقہہ ریسیور میں گونج اٹھا۔

"ابھی آجاؤں یا شام کو۔" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"جب بھی آئیں خالی ہاتھ مت آئیے گا۔ مٹھائی کا ٹوکرا ساتھ ہونا چاہیے۔" اس نے یاد دہانی کراتے ہوئے الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کردیا۔ اسی وقت نوری کے ہمراہ ادینہ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔

"واو۔" نگین نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا تھا۔ اچھی فٹنگ کے ساتھ سلا جارجٹ کا نیوی بلیو لباس اس کے متناسب وجود پر بے حد اچھا لگ رہا تھا۔

"اچھا لگ رہا ہے یہ کلر تم پر۔" نگین نے ہمیشہ کی طرح کھلے دل سے تعریف کی تھی۔

"باجی جی مجھے بھی بتائیں نا نوفل بھائی کی منگنی کب ہو رہی ہے؟" نوری نے اشتیاق سے پوچھا تو نگین نے اسے تسلی دی۔

"تمہیں بتائے بغیر تاریخ نہیں رکھیں گے۔ تم فی الحال کچن میں چلو میں ابھی آتی ہوں۔"

"باجی جی! میں نے نیا سوٹ بھی سلوانا ہے۔" اس نے یاد دہانی کرائی تو اس کی بے چینی پر نگین کو ہنسی آگئی۔

"ایک نہیں پورے پانچ سوٹ سلوا کے دوں گی تمہیں اگر آج کیک اچھا بن گیا تو۔" اس مشروط خوش خبری نے نوری کو پھرتی سے کچن کی طرف بھاگنے پر مجبور کردیا۔

"پاگل ہے بالکل....." وہ ہنستے ہوئے ادینہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ پھر اس کی محسوس کن خاموشی پر چونک گئی۔

"کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے کیا؟"

"ہم تو عادی ہیں پریشانیاں دیکھنے اور سہنے کے۔ تم بتاؤ کیا بات ہے جس کے لیے مجھے یاد کیا گیا ہے؟" اس نے لپٹی رکھے بغیر حد درجہ بیگانگی سے کہا تو نگین کو جھٹکا سا لگا۔

"یاد کرنے والی کیا بات ہے ادینہ۔ میں نے نوری کو بھیج کر تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ اتنی دیر میں میں بھائی کو فون کررہی تھی ورنہ میں خود آتی تمہارے پاس۔"

اس کی وضاحت کے جواب میں بھی ادینہ کے تنے ہوئے نقوش ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔

"ہماری جتنی اوقات ہے وہ میں دیکھ چکی ہوں۔" وہ ادینہ کے لب و لہجے پر برافروختہ ہوگئی۔

"ایسا کیا ہوگیا ہے ادینہ؟ اس گھر میں تمہیں بھی وہی پیار ملا ہے جو مجھے ملا ہے۔ کبھی کسی نے ہم دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا۔"

"جبھی نوفل کا رشتہ بھی طے ہوگیا اور ہمیں غیروں کی طرح بتایا گیا ہے۔" وہ تلخی سے بولی تھی۔

"رشتہ طے نہیں ہوا صرف نوفل بھائی نے رضامندی ظاہر کی ہے۔" وہ حیران و پریشان تھی۔

"رہ کیا گیا ہے پیچھے اندر ہی اندر ہر بات طے ہوچکی ہے۔ ہمی کو لاعلم رکھا گیا ہے بس۔" اس نے بدگمانی کی انتہا کردی تھی۔

"اسی لیے تو میں نے تمہیں بلایا ہے ادینہ۔ آج انس کا فون آیا تھا انہوں نے بتایا کہ وہ لوگ اس رشتے پر راضی ہیں۔ میں تو تم سے سارا پروگرام سیٹ کرنے کو کہنے والی تھی۔"

"رہنے دو یہ منہ دیکھے کی باتیں۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا تو نگین نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا۔

"یقین کرو ادینہ ابھی کچھ بھی طے نہیں ہوا۔ بھلا تم سے پوچھے بغیر کچھ ہوسکتا ہے؟" چند لمحوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ یکلخت ہنس دی تھی۔

"اوہ گاڈ....." نگین ہونق بنی اس کے اس بدلتے روپ کو دیکھ رہی تھی۔

"کتنی بے وقوف ہو تم نگی....." وہ اب بھی ہنس رہی تھی۔

"جا کر شکل دیکھو اپنی آئینے میں یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہے تم نے۔" ادینہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تو اس کی سانسیں بحال ہونے لگیں۔ "لگ تو تم بھی کسی جن بھوت سے کم نہیں رہی تھیں۔" وہ روٹھے انداز میں بولی تھی پھر خفگی بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ کیا بدتمیزی کررہی تھیں تم؟"

"یونہی میں نے سوچا کہ اب تو نوفل کی شادی ہوجانی ہے تو اس کی بیوی سے مقابلہ کرنے کے چند ایک گر ہی سیکھ لوں۔" وہ آرام سے بولی تو نگین نے بے ساختہ کہا۔

"وہ تو اس قدر سویٹ ہے ادینہ اس سے تو صرف پیار ہی کیا جاسکتا ہے۔"

ادینہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ تو بعد میں پتہ چلے گا۔"

"جی نہیں مثال ہمارے پاس موجود ہے جیسے نوفل بھائی کو اس سے۔" وہ اب بڑی شوخی سے کہہ رہی تھی۔ ادینہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"تم سے کس نے کہا کہ نوفل کو اس سے محبت ہوگئی ہے؟"

"انہوں نے خود اپنے منہ سے کہا ہے کہ وہ صبا سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم سب بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھائی صرف وہی چیز اپنے پاس رکھتے ہیں جس سے انہیں محبت ہو۔ یہ تو پھر ایک جیتی جاگتی لڑکی کا معاملہ ہے۔ سوچو ذرا ان کی فیلنگز کیا ہوں گی۔ وہ یونہی کسی کا نام لینے والے نہیں ہیں۔"

نگین نے تجزیہ کیا تھا۔ ادینہ نے بمشکل ہونٹ پھیلا کر مسکراہٹ کا تاثر دیا تھا۔

"چلو شکر ہے اسے بھی کوئی لڑکی پسند آئی۔ چاہے حور نہیں ہے۔"

"واقعی امی کی پریشانی تو ختم ہوئی۔ میرے بعد تو وہ بالکل اکیلی ہو جاتیں۔"

"اب یوں تو مت کہو کیا ہم لوگوں کو ان کا احساس نہیں ہے؟" معاملہ ہی ایسا تھا کہ ہر بات سیدھی ادینہ کے دل میں چبھ رہی تھی ورنہ عام حالات میں وہ ایسی باتوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتی تھی۔

"تمہیں اب ساری عمر ہم یہیں تھوڑی بٹھائے رکھیں گے۔ ایک بہت اچھا سا لڑکا ڈھونڈ کر....." نگین کہنے لگی تھی کہ وہ تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔ ایک دفعہ جو تجربہ ہو چکا میرے لیے وہی کافی ہے۔" اس کا انداز اس قدر تلخی سے بھرپور تھا کہ نگین اپنی بات پر شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔ پھر بھی اس نے ادینہ کو ایک بار سمجھانے کی کوشش ضرور کی تھی۔

"زندگی صرف ایک ہی بار تجربہ کر کے ہار جانے کا نام تو نہیں ہے ادینہ اس راہ میں درپیش ہر ناکامی انسان کے جذبات کو مہمیز کرتی ہے ورنہ تو ہر انسان ہمت ہارے بس قسمت پر توکل کیے بیٹھا رہے۔"

"میں صرف قسمت پر توکل کیے نہیں بیٹھی ہوں۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں نے اچھی طرح سوچ رکھا ہے۔ میری دادی کہا کرتی تھیں "بنا وخت کے تخت نہیں ملتا" اور مجھ میں ہر مصیبت سہنے کا حوصلہ موجود ہے۔ خیر تم یہ بتاؤ کہ مجھے کس لیے بلایا تھا۔"

بہت سلگتے ہوئے انداز میں کہتے کہتے اس نے یکلخت ہلکی سی سانس بھر کر نگین سے پوچھا تو وہ اس کے اس قدر پر پیچ انداز پر اندر ہی اندر الجھتی بظاہر مسکرا کر بولی۔

"میں چاہ رہی تھی کہ ہم جا کر صبا کو انگوٹھی پہنا آئیں۔"

"ممانی جان تو کہہ رہی تھیں کہ تم دونوں کی شادی ایک ہی روز ہو رہی ہے۔" ادینہ نے دل پر پتھر رکھ کر کہا تھا۔

"ان کا تو یہی ارادہ ہے مگر میں چاہ رہی تھی کہ ایک چھوٹا سا فنکشن ہو جائے۔ امی کا دل بھی خوش ہو جائے گا ہمارے گھر کی پہلی خوشیاں ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ ابھی میں زندگی تمام ہو جائے۔"

اس کے کہنے پر ادینہ نے کرخت سے انداز میں بھنوؤں کو جنبش دی تھی پھر اوپری دل سے بولی۔

"اتنا لمبا کھڑاگ پالنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر بھی اگر ایسا کچھ کرنا ہے تو کمبائن فنکشن کر لو کسی ہوٹل میں ارینج منٹ کر کے ایک ہی دن منگنی کی رسم ادا کر لو یعنی دونوں کو ایک ہی روز نمٹا دیا جائے۔"

"ویری گڈ آئیڈیا۔" نگین خوش ہوئی تھی۔ "یوں سب آسانی سے فنکشن میں شریک بھی ہو سکیں گے۔"

"ہاں تمہاری اس سے ملاقات ہو جائے گی اور نوفل کی صبا سے۔" وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی تھی۔

"خیر میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا۔" وہ جھینپی تھی۔

"نوفل کب آ رہا ہے آفس سے؟" ادینہ نے اپنے اندر کے اضطراب کو چھپاتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا تھا۔

"ان کے انداز سے تو لگ رہا تھا کہ ابھی اڑتے ہوئے آ پہنچیں گے۔" نگین خوش گوار سے احساس میں گھری ہوئی تھی۔

اتنے عرصے تک اس موضوع تک سے بچتے رہنے کے بعد نوفل نے اس قدر غیر متوقع طور پر شادی کے لیے صبا کا نام تجویز کر دیا تھا کہ نگین اور صالحہ بیگم دونوں کو ایک خوش گوار سا جھٹکا سا لگا تھا۔

"ویسے نوفل یونہی تو نہیں راضی ہونے والا۔ لگتا ہے صبا نے کوئی چکر وغیرہ چلایا ہوگا۔" ادینہ نے ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا تو نگین نے فی الفور اس کی بات نفی کر دی۔

"وہ اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے اور پھر اس کی نوفل بھائی سے ہائے ہیلو تک نہیں ہوئی چکر تو بہت دور کی بات ہے۔"

"تمہیں کیا معلوم تم ابھی بچی ہو۔ ایسے معاملے یونہی شادی تک نہیں پہنچ جاتے۔" وہ اپنی بات پر اڑی تھی۔

"کم آن ادینہ! تم بھائی کی نیچر سے اچھی طرح واقف ہو وہ ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتے کہ لڑکی خود اپنی پسند کا لڑکا تلاش کر کے دوستی گانٹھتی پھرے۔" نگین بے ساختہ بولی تو ادینہ کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔

نگین نے زبان دانتوں تلے دبالی مگر منہ سے نکلی بات تو واپس نہیں آ سکتی تھی۔ ادینہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔

"میں چلتی ہوں۔"

"بیٹھو نا..... وہ ابھی تو بہت سی ڈسکشن کرنی ہے۔" نگین بھی گڑبڑا کر کھڑی ہوئی تھی۔

"پھر سہی میں یوں بھی اپنی فرینڈ کی طرف جا رہی تھی۔" وہ سنجیدگی سے کہتی چلی گئی۔

نگین کا اپنی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ بہت غلط موقع پر اس کے منہ سے بہت غلط بات پھسل گئی تھی۔ یقیناً ادینہ نے مائنڈ بھی کیا تھا۔

♥♥♥

وہ خوش خبری سن کر صبا کو بتانے کی غرض سے بھاگی تھی اور اس اندھا دھند دوڑ کی وجہ سے وہ اپنے کمرے سے نکلتے معید سے تصادم کے بعد زمین بوس ہونے ہی لگی تھی کہ وہ اسے بازوؤں سے تھام کر سنبھال گیا۔ لمحوں میں وہ دلفریب سی خوشبو کے حصار میں گھر گئی تھی۔

"بے وقوف! یوں اندھوں کی طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟" اس کی جھلاہٹ بھری آواز نے ایک سیکنڈ میں ضحیٰ کے تمام حواس بحال کر دیے تھے۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی۔

"یہ اندھا کسے کہا ہے تم نے؟"

"ظاہر ہے تمہیں اب دیواروں سے تو باتیں کرنے سے رہا۔" وہ دھلا دھلایا کہیں جانے کو تیار تھا اطمینان سے بولا تو وہ سلگ اٹھی۔

"تمہاری آنکھیں تو روشن ہیں ان سے ہی کام لے لیا کرو۔"

"جدھر جا رہی تھیں ادھر جاؤ میرے منہ مت لگو۔" وہ بھی حسب عادت اس کی بے وجہ کی جھڑپ سے چڑ گیا تھا۔

"ہنہ۔" وہ پیر پٹختی صبا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

یوں لگ رہا تھا جیسے خوش خبری کا سارا چارم ہی ختم ہو گیا ہو۔ دل ہی دل میں معید کو کوس کر اس نے ناب گھما کر دروازہ اندر دھکیلا تھا۔

"وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا
اب اس کا حال بتائیں کیا
کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں
پھر سچا شعر سنائیں کیا
وہ عشق جو ہم سے....."

مغنیہ کی دلکش آواز کے زیر و بم میں کھوئی وہ آنکھیں موندے نیم دراز تھی۔

"اوہو....." وہ معنی خیز انداز میں کہتی اندر داخل ہوئی تو صبا چونکی تھی۔
"یہاں تو عشق و عاشقی سے بھرپور گانے سنے جا رہے ہیں اور وہاں ہم تمہارے غم میں گھلے جا رہے ہیں۔"
"کیا مطلب؟" صبا نے اٹھ کر والیم کم کرتے ہوئے پوچھا تو اپنی دانست میں اس نے دھماکا کر دیا۔
"مطلب یہ کہ ادھر نوفل احمد کا پروپوزل منظور کر لیا گیا ہے۔"
"تو پھر.....؟" وہ استفہامیہ انداز میں ضحیٰ کو دیکھے گئی تو وہ حیران ہوئی۔
"تمہیں حیرانی نہیں ہوئی؟"
"کس بات کی حیرانی۔ معید بھائی مجھ سے اثبات میں جواب لے کر ہی گئے تھے۔" صبا نے اطمینان سے کہا تو گہری سانس لینے کے بعد اس نے دانت کچکچا کر صبا کو دیکھا تھا۔
"ہمارا سمجھانا تو کسی گنتی میں نہیں آتا اس نے ایک بار کہا ہوگا اور تمہارا سر سو دفعہ ہاں میں ہلا ہوگا۔"
"یقین کرو ضوئی میں اب بھی کہ اس میرج کے حق میں نہیں ہوں مگر تم سب لوگ اس پروپوزل سے اتنے خوش اور مطمئن ہو کہ میں اپنے تمام خدشات کو پس پشت ڈال رہی ہوں۔" اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا تو ضحیٰ بھی سنجیدہ ہو گئی۔
"صبا تم خواہ مخواہ کی ٹینشن لے رہی ہو۔ آج کل وہ ٹیپکل ساس بہوؤں کا زمانہ تو ہے نہیں کہ جنگ و جدل کا سماں بندھا رہے۔ نہ تمہارے لیے وہاں کوئی مسئلہ ہے اور نہ ہی نگین کے لیے یہاں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ نہ صرف انس بھائی نگین کو بہت محبت سے اس گھر میں لائیں گے بلکہ نوفل بھائی نے بھی تمہارے لیے بہت چاہت سے دامن پھیلایا ہے۔"
"آخر میں میں نے بھی یہی سوچا تھا۔" وہ شرمگیں سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو چند سیکنڈز تک اسے گھورتے رہنے کے بعد ضحیٰ نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔
"فضول لڑکی! اور وہ جو آنکھوں سے آنسوؤں کی نہریں بہا بہا کر مجھے دکھا رہی تھیں اس کا کیا مطلب تھا؟"
"اعتراض کا حق تو ہر لڑکی کو ہوتا ہے۔" وہ ڈھٹائی سے بولی تو وہ دھپ سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔
"تو پھر اب یہ اداس گانے سننا بند کرو اور کوئی نئی کیسٹ خریدو۔"
"مثلاً کون سی؟"
"مثلاً "یہ دل آپ کا ہوا" وغیرہ۔" وہ قدرے سوچ کر بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔
"ویری چیپ....."
"بکو مت..... اور سیدھی طرح سے بتاؤ کہ نوفل احمد سے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟" ضحیٰ نے اسے ڈانٹتے ہوئے پوچھا تو وہ بدک گئی۔
"میری ان سے کوئی ایسی بے تکلفی نہیں ہے جو میں ان سے متعلق رائے دیتی پھروں۔"
"اوہو..... "اُن سے" یعنی کہ وہ ابھی سے "اُن" کے عہدے پر فائز ہو گئے ہیں۔" ضحیٰ نے ساری بات میں سے اپنے کام کا لفظ ہی پکڑا تو وہ جھینپ گئی۔
"بہت بدتمیز ہو تم۔"
"یہ ساری شرما شرمی اب چھوڑ دو کیوں کہ ابھی دھماکا خیز خبر تو میں نے تمہیں سنائی ہی نہیں۔" ضحیٰ نے اسے ڈرایا تھا۔
"اور کیا باقی رہ گیا ہے؟"

"اور یہ رہ گیا ہے کہ منگنی کا فنکشن کمبائن ہو رہا ہے وہ بھی ہوٹل میں۔" ضحیٰ نے خوشی سے سرسراتے لہجے میں کہا تھا۔
"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟" صبا کو شک ہوا تھا۔
"یا آئیڈیا "اُدھر" کا ہے۔ لڑکا لڑکی دونوں منگنی میں شریک ہو جائیں گے اور میں تو کہتی ہوں کہ اچھا ہے نوفل احمد ایک مرتبہ پھر سے سوچ لے۔ خواہ مخواہ مارا جا رہا ہے۔" وہ ہنوز شرارت کے موڈ میں تھی۔
"ضوئی جھوٹ مت بولو۔ میرا دل ابھی سے ڈوبا جا رہا ہے۔" اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"کوئی بات نہیں سنا ہے موصوف ماہر تیراک بھی ہیں۔ سنبھال لیں گے تمہارے دل کو بھی۔"
"ضحیٰ بکواس مت کرو اور یہ سب گھر والے اتنے براڈ مائنڈڈ کب سے ہو گئے ہیں؟" وہ روہانسی ہونے لگی۔ چلو انگوٹھی پہننے تک تو بات ٹھیک تھی مگر نوفل احمد کا سامنا کرنا بہت مشکل کام تھا۔
"مجھے تو یہ سب انس بھائی کا کمال لگ رہا ہے سراسر اپنے سالے کو سپورٹ کر رہے ہیں بلکہ خود بھی نگین سے ملاقات کا ایڈوانٹیج لے رہے ہیں۔" ضحیٰ دور کی کوڑی لائی تھی۔
"ہائے ضحیٰ! اب کیا ہوگا؟ کیا وہ انگوٹھی بھی خود ہی پہنائیں گے؟" صبا کو اپنی پڑی تھی۔
"صدقے جاؤں کیا کیا ارمان پل رہے ہیں بچی کے دل میں۔" ضحیٰ نے طنز کیا تو وہ بری طرح جھینپ گئی۔
"ذلیل میں تو یونہی پوچھ رہی تھی۔"
"یہ تو اب اُن کے دل پر ڈپینڈ کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا روپ سہانا دیکھ کر نکاح اور رخصتی پر ہی اڑ جائیں۔" ضحیٰ نے اسے ڈرایا تو صبا نے ایک کسی بخش سا جھانپڑ ضحیٰ کے شانے پر دے مارا۔
"بہت منحوس باتیں کرتی ہو تم۔"
"اچھا ہے نا جلدی سے تم دفع ہو پھر یہاں صرف اور صرف میری اور حمزہ کی حکومت ہوگی۔ جہاں چاہے ہم گند ڈالیں ناشتہ بنائیں نہ بنائیں کھانا پکائیں یا ہوٹلنگ کریں ہمیں کوئی بھی نصیحتیں کرنے والا نہ ہوا اور....."
"اور یہ کہ پھر تیج چلی کے سارے انڈے ٹوٹ جائیں۔" اس کے خوابناک ارادوں کو صبا نے بیچ ہی میں ٹھس کر دیا تو وہ اسے گھورنے لگی پھر اٹل انداز میں بولی۔
"دیکھ لینا تم نوفل احمد کا دل تم پر بہت بری طرح آیا ہے۔"
"دیکھی جائے گی۔" اس نے بھی چڑانے والے انداز میں کہا تھا۔
"بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے"
ضحیٰ آہ بھر کے رہ گئی تھی۔
"ضحیٰ! ایک بات پوچھوں؟" صبا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بے پروائی سے بولی۔
"اگر تم یہ پوچھنا چاہتی ہو کہ میرا نوفل احمد میں کوئی انٹرسٹ ہے یا نہیں تو بے فکر رہو میں ہمیشہ انہیں ایک بہن کی نظروں سے دیکھتی رہی ہوں۔"
"نہیں ضوئی میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ تمہیں معید بھائی کیسے لگتے ہیں؟" وہ بالکل سنجیدہ تھی۔ ضحیٰ کو جھٹکا سا لگا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" تحیر بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔
"یہی کہ تمہارا معید بھائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"بے فکر رہو کوئی خاص اچھے خیالات نہیں ہیں میرے اس سے متعلق۔" معید کا تو ذکر ہی اسے سلگا دیتا تھا۔ ابھی گزرے دنوں میں اس کے سامنے وہ جتنی تذلیل اور اہانت کا شکار ہوئی تھی وہ دل کے زخموں کو ہرا کیے ہوئے

تھی۔ معید حسن کو کیونکر بری کر دیتی۔

"کیوں؟ اتنے اچھے تو ہیں وہ۔" صبا برا مان گئی تھی۔

"تمہارا بھائی ہے نا اس لیے برا نہیں لگتا۔" ضحیٰ نے طنز کیا تھا۔

"اوہو میرا بھائی ہے تو تمہارا کیا لگتا ہے؟" صبا نے اس کا جملہ پکڑا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"نہ بھائی نہ کزن دشمن ہے وہ میرا۔"

"خیر اتنے برے تو نہیں ہیں وہ۔"

"اتنا اچھا بھی نہیں ہے۔ ہر وقت دفعہ تین سو دو لگانے کو تیار۔ اگر اسے کسی کو پھانسی دینے کا اختیار ہوتا تو وہ سب سے پہلے میرا نام تجویز کرتا۔"

"کس قدر خبیث ہو تم ضحیٰ۔ وہ تو ہم سب کا اتنا خیال کرتے ہیں تبھی ہر وقت ان سے....." صبا اس کی بات پر تڑپ ہی اٹھی تھی مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ چلا اٹھی۔

"کیا..... تمہارا مطلب ہے کہ میں ہی ہر وقت اس سے الجھنے کو تیار رہتی ہوں؟"

"نہیں..... وہ خود ہی ہر وقت بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کو بے تاب پھرتے ہیں۔" صبا نے بہت تحمل سے طنز کیا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"کبھی تم اس کے انداز دیکھو تو، کبھی اس کی حمایت نہ کرو۔ ابھی آتے دفع تمہارے دلارے بھائی سے ٹکر ہوئی ہے ایک تو بمشکل گرنے سے بچی ہوں اوپر سے ڈانٹ بھی مجھی کو رہا تھا۔"

"معاف کرنا ضحیٰ۔ مگر تم دوڑتی بالکل اندھوں کی طرح ہو۔" صبا نے معذرت تو یونہی مروتاً کر لی تھی ورنہ لفظوں میں اس نے صاف گوئی سے کام لیا تھا۔

ضحیٰ ٹھنڈی پڑ گئی۔

"وہ بھی یہی کہہ رہا تھا۔"

"ویسے آج کل تم معید بھائی سے کچھ زیادہ ہی نہیں ٹکرانے لگیں؟" صبا نے مسکراتے ہوئے کوئی محتاط سا اندازہ لگانا چاہا تو وہ کچا چبا جانے والے انداز میں گھورتے ہوئے بولی۔

"نہ تو میں اندھی ہوں اور نہ ہی میرے دماغ میں کوئی خلل پیدا ہوا ہے کہ میں اس بے تھے بیل سے ٹکراتی پھروں۔"

"تو پھر اس بے وجہ ٹکراؤ ہی کا کوئی رزلٹ نکال لو۔" صبا نے مشورہ دیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"معید بھائی بہت اچھے ہیں ضحیٰ۔ تم ان سے دوستی تو کر کے دیکھو۔"

"وہ سب کا اچھا دوست ہو سکتا ہے مگر میرا نہیں۔ میں اسے ہر طرح سے آزما کر دیکھ چکی ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں خود بخود کڑواہٹ اتر آئی تھی۔

"اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو پوری زندگی پر اپلائی کرنا کہاں کی عقل مندی ہے ضحیٰ۔ اور پھر کزن شپ میں چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔" صبا نے اسے کنوینس کرنا چاہا۔

"اس ساری بحث کا مقصد کیا ہے صبا؟" اس نے سرد مہری سے پوچھا تو وہ لحظہ بھر کو چپ سی ہو گئی پھر گویا اپنی ہمت باندھ کر کہا۔

"سب کی خواہش ہے ضحیٰ کہ تم اور معید بھائی....."

"نہیں صبا۔" وہ اس کے ادھورے لفظوں ہی سے پوری بات کا مفہوم پا گئی تھی سو تیز لہجے میں اسے ٹوک دیا۔

"یہ سب کی خواہش ہو گی مگر میری خواہش نہیں ہے۔"

صبا نے مزید کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے تھے کہ وہ بول اٹھی۔

"اور پلیز صبا اس بات کو یہیں ختم کر دو۔ نہ آج نہ آئندہ کبھی میں معید حسن کے پروپوزل میں ایک فیصد بھی انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔ اس شخص سے محبت کرنا تو دور کی بات ہے میں اس سے متعلق ایسا کچھ سوچ بھی نہیں سکتی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور نجانے کس کام کی غرض سے صبا کے کمرے میں داخل ہوتا معید وہیں دروازے کے باہر ہی ٹھٹک گیا تھا۔

"اگر تم اپنی شدت پسندی اور خواہ مخواہ کی ضد چھوڑ دو تو شاید یہ پروپوزل تمہیں اتنا برا نہ لگے۔" صبا میں ضبط و برداشت کا مادہ حد سے زیادہ تھا مگر ضحیٰ اتنی ہی جذباتی تھی چیخ کر رہ گئی۔

"معید حسن اگر دنیا کا آخری شخص بھی ہوا تو میں کبھی اسے پسند نہیں کروں گی اور نہ ہی کوئی زبردستی اس سے متعلق میرے خیالات کو بدل سکتا ہے۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا جانتی ہو تم.....؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ تب لمحوں میں اپنا موڈ بدل کر وہ شوخی سے بولی۔

"یہی کہ اس کے لاکر میں ایک ڈائری ہے اور اس ڈائری میں کسی بہت خوب صورت سی لڑکی کی تصویر ہے جسے معید حسن عمر قید سنانے والا ہے۔"

اس کے یکلخت بدلتے انداز پر صبا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی جب کہ اس کی بات سن کر معید خود میں عجیب سا محسوس کرتے ہوئے ہلکی سی سانس بھرتا واپس پلٹ گیا تھا۔

"فضول باتیں مت کرو وہ ایسے نہیں ہیں۔" صبا نے اسے ٹوک دیا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"وہ جیسا بھی ہے صبا آئندہ مجھ سے اس موضوع پر بات مت کرنا۔ نہ تو میں معید حسن کے لیے بنی ہوں اور نہ ہی وہ میرے لیے ہے۔ جتنا اچھا وہ تمہیں لگتا ہے میں اس کے لیے اتنی اچھی نہیں بن سکتی۔" اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔ صبا اس کے اس قدر اٹل انداز پر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

♥♥♥

اک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا
جیسے صبح کا روپ جیسے سردی کی دھوپ
جیسے ٹھنڈی پون جیسے بن میں ہرن
جیسے خوشبو لیے آئے ٹھنڈی ہوا
اک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا
جیسے ناچتا مور جیسے ریشم کی ڈور
جیسے پربتوں کا راگ جیسے صندل کی آگ

آنکھیں موندے وہ پوری طرح گانے کے بولوں میں گم ادینہ کو سلگا گیا تھا۔ اس سے برداشت نہیں ہوا تو آگے بڑھ کر ڈیک آف کر دیا۔ وہ چونک اٹھا تھا مگر ادینہ کو سامنے پا کر مسکرا دیا۔

"تم؟" وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کیوں..... تم کس کی توقع کر رہے تھے؟" وہ طنزیہ انداز میں کہتی اس کے مقابل جا بیٹھی۔ وہ ہنس پڑا۔

"توقع نہیں کر رہا تھا' ابھی خواب میں دیکھ رہا تھا۔" اس نے شرارت سے کہا تو ادینہ کو لگا کسی نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"بہت خوش ہو؟" چبھتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ الٹا اس سے پوچھنے لگا۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے؟"

"تمہیں اس قدر اچانک صبا کیسے پسند آ گئی نوفل؟" اس کے سلگتے لہجے کی آنچ نوفل تک نہیں پہنچی تھی' اسی لیے مسکرا کر بولا۔

"پتہ نہیں یار۔ بس دل نے کہا کہ یہی ہے وہ جس کی تجھے تلاش ہے۔ پھر میں نے بھی دل کے ساتھ زیادہ اڑنے کی کوشش نہیں کی کیوں کہ دماغ کی بھی یہی رائے تھی' سو نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

"مگر نوفل؟ ایسا کیا پسند آ گیا اس میں تمہیں؟" اس سے برداشت نہیں ہو پا رہی تھی۔ نوفل نے حیرت سے اسے دیکھا' پھر رسان بھرے لہجے میں بولا۔

"اس میں کمی بھی کچھ نہیں ہے ادینہ۔"

"اور میں' مجھ میں کس بات کی کمی تھی نوفل احمد؟" وہ یکلخت پھٹ پڑی تو نوفل کو لگا جیسے چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔

"میں تو اپنے بچکانہ پن میں خلیل الرحمٰن کو اپنا بیٹھی تھی' مگر اس کی تحویل میں جا کر مجھ پر کھلا کہ میں میرا دل تو جانے کب سے صرف اور صرف تمہیں اپنا مانتا چلا آ رہا ہے۔ تم سامنے نہیں تھے تو جانے کیسے میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر بیٹھی مگر تم نے بھی مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ تم ایک بار بھی مجھے آواز دیتے تو میں لوٹ آتی۔" وہ کیا کہہ رہی تھی' نوفل کو سمجھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ ذہن کے جیسے پرخچے اڑ گئے تھے۔

ادینہ کا یہ روپ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا ہے تمہیں ادینہ..... ہوش میں تو ہو تم؟" وہ بمشکل اپنے ذہن کو سمیٹ پایا تھا۔ سختی سے کہا تو وہ اپنی آنکھیں بھر لائی۔

"اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی میں اس شخص سے ناتا توڑ کر واپس چلی آئی تھی نوفل' صرف اور صرف تمہارے لیے۔ اور اب تمہی مجھے یوں ٹھکرا کر کسی اور کے خواب دیکھ رہے ہو۔"

"شٹ اپ ادینہ' ایک لفظ بھی مزید مت کہنا۔" وہ صدمے کا شکار تھا۔ اونچی آواز میں اسے ٹوک گیا۔

"کیوں نہ کہوں' اپنی ساری زندگی کا حاصل اتنی خاموشی سے کیسے گنوا دوں؟" وہ تڑپ اٹھی تھی۔ وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔ اس قدر غیر متوقع صورت حال نے اسے اندر تک ہلا ڈالا تھا۔

"میرے خیال میں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ادینہ' جا کر آرام کرو۔" وہ بہت سرد لہجے میں بولا تھا۔

"مجھ پر رحم کرو نوفل' میں بہت اکیلی ہوں۔ اب تمہارے بغیر تو مر ہی جاؤں گی۔" وہ اپنی عزت نفس کو پس پشت ڈالے ہر گر آزما ڈالنے کے موڈ میں تھی۔

نوفل کو اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہونے لگیں۔

"بی ہیو ادینہ' پتہ ہے تمہیں کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ دانتوں پر دانت جمائے بولا۔ دل و دماغ تو ابھی بھی بھرپور بے یقینی کے حصار میں تھے۔

"جانتی ہوں نوفل' اچھی طرح جانتی ہوں۔ مگر جب معاملہ زندگی اور موت کا ہو تو عزت نفس کی پروا نہیں کی جاتی۔"

وہ رو دی تھی۔

نوفل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ردعمل اختیار کرے۔

اس سے پہلے کبھی ادینہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جس سے اسے اندازہ ہو سکتا کہ وہ اس میں انوالو ہے اور اب یوں اچانک وہ کھل گئی تھی۔

"آئی ایم سوری ادینہ۔" بہت تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے اپنا لہجہ نرم کیا تھا۔ "میں تمہاری فیلنگز سے بالکل ناواقف تھا اور اگر واقف ہوتا بھی تو میرا فیصلہ وہی ہوتا جو اب ہے۔ تمہارے لیے میں نے کبھی بھی ایسا نہیں سوچا۔"

"تو اب سوچ لو نوفل' ابھی بھی وقت ہے۔" اس نے ملتجیانہ انداز میں کہا تو نوفل کو لگا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

"تم ابھی اپنے حواس میں نہیں ہو ادینہ۔ اسی لیے یوں فضول باتیں کر رہی ہو۔" اشتعال کی خفیف سی لہر اس کے ذہن کو سلگا گئی تھی۔

"یہ فضول باتیں نہیں ہیں نوفل۔ میری پوری زندگی کا معاملہ ہے۔"

"مگر میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ بے حد سرد مہری سے بولا تو ادینہ کے حواس ٹھٹھرنے لگے۔ "اینڈ ناؤ لسن ٹو می ادینہ! آج کے بعد اس موضوع پر کبھی بات مت کرنا کیوں کہ میرے دل میں تم سے متعلق نہ تو ایسی کوئی فیلنگز ہیں اور نہ ہی ایسی کوئی جگہ ہے۔ ہم بہت اچھے کزن اور بہترین دوست تو ہو سکتے ہیں مگر اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ بہت سرد اور بے اعتنائی سے بھرپور لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"نوفل! میں نے صرف تمہیں چاہا ہے۔"

وہ تڑپ اٹھی مگر وہ مشتعل ہوا تھا۔

"شٹ اپ ادینہ..... اس ٹاپک کو یہیں کلوز کر دو۔ نہ تو اس سے کچھ حاصل ہے نہ وصول۔ میری زندگی میں تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا پہلے تھا اینڈ دیٹس آل۔"

"تم ایک بار پھر مجھے اکیلا کر رہے ہو نوفل۔" وہ بلکنے لگی۔

"اگر تم نے خلیل الرحمٰن کو پسند کیا تھا تو وہ تمہاری اپنی مرضی تھی اور اب جو کچھ تم کر رہی ہو اس کی ذمہ داری بھی صرف اور صرف تم پر عائد ہوتی ہے۔ اور ویسے بھی تم بیوی کے طور پر کبھی بھی میری آئیڈیل نہیں ہو سکتیں۔ وہ صبا ہی ہے بالکل میرے اپنی سوچوں میں' اپنے جذبات و احساسات میں۔" وہ بہت صاف گوئی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ادینہ کے دل پر چوٹ سی لگی۔

"میرے جذبات میں بھی کوئی کھوٹ نہیں ہے نوفل۔"

"مت بھولو ادینہ کہ تم نے خلیل الرحمٰن سے محبت کی تھی اور ایک سال تک تم اس کی بیوی رہی ہو۔" وہ غصے سے بولا تھا۔

"میری محبت کا تو خیال کرو نوفل۔" وہ کمزور لہجے میں بولی۔

"گیٹ آؤٹ ادینہ..... تم صرف اور صرف میرا دماغ خراب کر رہی ہو۔ جب تمہارا دماغ ٹھیک ہو جائے تب مجھ سے ساتھ بات کرنا۔" نوفل کا ذہن واقعی کام نہیں کر رہا تھا۔

اکھڑے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئی ایم سوری نوفل..... مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم میرے متعلق اتنی بری سوچ رکھتے ہو۔"

نوفل نے گہری سانس لیتے ہوئے اندر کی کثافت کو کم کرنے کی کوشش کی تھی' پھر نرمی سے بولا۔

"ایسا مت سوچو ادینہ۔ تم میری بہت اچھی دوست ہو کزن ہو ہر رشتے کی اپنی ایک جگہ ہوتی ہے ایک ریسپکٹ ہوتی ہے اور میں نے ہمیشہ اس دوستی کے تقاضے نبھائے ہیں۔"

"یہ دوستی ایک اچھے رشتے میں بھی تو تبدیل ہو سکتی ہے نا۔" وہ ابھی بھی پرامید تھی مگر گزرتا ہر لمحہ نوفل کے سکون کی دھجیاں اڑاتا جا رہا تھا۔

ادینہ کا یہ انداز اس کے لیے بہت شاکنگ تھا۔

"نہیں ادینہ کبھی نہیں۔ تم غلط کہہ رہی ہو۔ ہر جذبے کا تعلق فیلنگز سے ہوتا ہے اور جب میں تمہارے متعلق ایسی فیلنگز ہی نہیں رکھتا تو پھر باقی سب بیکار ہے۔ اینڈ ناؤ ادینہ لیوز دس ٹاپک فار ایور۔ تم نے مجھ سے ایک سوال پوچھا میں نے اس کا جواب دے دیا ہے مگر اس کے بعد میں کبھی بھی اس ٹاپک پر بات کرنا پسند نہیں کروں گا۔ آج کی سب باتوں کو میں بھول جاؤں گا اور تم بھی کبھی یاد مت کرنا ہم آپس میں اچھے دوست ہیں اور مجھے ہمارے درمیان یہی رشتہ اچھا لگتا ہے۔" اس نے اٹل کھرے انداز میں بات ختم کر دی تو وہ بمشکل خود پر ضبط پاتی ہارے ہوئے انداز میں پلٹ گئی۔

نوفل نے گہری سانس لے کر تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا تھا مگر ایک عجیب سی پژمردگی نے جیسے اندر کی فضا کو کثیف کر دیا تھا۔ ذرا دیر پہلے والی خوش گواریت دھواں بن کر غائب ہو چکی تھی۔ اس نے بستر پر گرتے ہوئے آنکھیں موند لیں اور ذہن کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

♥♥♥

"اف..... صبی ایمان سے کبھی تم نوفل بھائی کو دیکھ لو تو پتھر ہی بن جاؤ۔" ضحیٰ رطب اللسان تھی۔

"ہیں..... کیا مطلب؟" وہ ہونق بن گئی۔ پہلے ہی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جا رہے تھے اوپر سے ضحیٰ مزید ڈرا رہی تھی۔

"اس قدر ہینڈسم لگ رہے ہیں۔" اس نے کھلے دل سے تعریف کی تھی وہ نروس ہونے لگی۔

"ضوئی! امی سے کہہ دینا علیحدہ علیحدہ منگنی ہو گی ہماری۔"

"کیا؟" ضحیٰ کو ہنسی آ گئی حیرت سے پوچھا۔

"پہلے ایک کو وہاں بٹھا کر انگوٹھی پہنا لیں پھر دوسرے کو۔ میں ان کے سامنے کوئی نہیں جا رہی۔" وہ منمنائی تھی۔

ابھی وہ بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر انس اور ضحیٰ کے ساتھ سیدھی ہوٹل پہنچی تھی جہاں باقی سب اہل خانہ موجود تھے اور اب نیچے لڑکے والے بھی آ چکے تھے جن کا استقبال کیا جا رہا تھا۔ ضحیٰ کھڑکی کے شیشے سے جھانک رہی تھی۔ رسٹ کلر کی کام دار پشواز اور سلیقے سے کیے گئے میک اپ نے ہمیشہ سادہ رہنے والی صبا کو بہت دلکش سا روپ دے دیا تھا۔ ضحیٰ نے تو بے اختیار اس کی نظر اتار کر راستے میں ایک فقیر کو روپے تھمائے تھے۔

"ارے واہ میں تو یوں بھی بقول انس بھائی نیو جنریشن کی باغی لیڈر ہوں میں تو سراسر کمپائن انگیج منٹ کی حمایت کروں گی بلکہ انگوٹھی بھی تمہیں نوفل بھائی خود ہی پہنائیں گے تو لطف آئے گا۔" ضحیٰ نے اس کی حالت سے لطف اٹھایا تھا۔

"دفع ہو جاؤ تم ضحیٰ۔ میرا بی پی لو ہو رہا ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔ ضحیٰ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔ حمزہ کمرے میں آئی تو اس کے ساتھ نگین بھی تھی۔

"ماشاءاللہ ابھی تو صرف میرے بھائی کے نام ہوئی ہو اور اس قدر روپ آ گیا ہے۔" نگین کے بے ساختہ کہے گئے

جملے میں ستائش بھی تھی اور شرارت بھی۔ صبا اپنے آپ میں سمٹ سی گئی۔ اس کی سرخ رنگت دیکھ کر محظوظ ہوتے ہوئے نگین اس سے لپٹ گئی تھی۔

"یونہی تو میرا بھائی تمہارا دیوانہ نہیں ہو گیا۔"

"نگین پلیز....." وہ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

"یہ بالکل ڈفر ہے نگین اگر نوفل بھائی منگنی کے بعد کسی رنگین پیریڈ کی آس میں ہیں تو پچھتائیں گے۔" ضحیٰ نے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا تھا۔

"ضحیٰ! آج تمہارا تو قتل مجھ پر واجب ہو گیا ہے۔" صبا نے دانت پیسے تھے جب کہ وہ دونوں مسلسل اسے تنگ کرنے پر آمادہ تھیں۔

"چلو بھئی وہاں ابو نے نوفل کو انگوٹھی پہنا دی ہے۔ مووی میکر یہیں آ رہا ہے۔" انس نے ناک کر کے اندر آتے ہوئے کہا تو صبا پھر سے گھبراہٹ کا دورہ پڑنے لگا۔

"آپ کی شکل بہت جانی پہچانی لگ رہی ہے۔" نگین کو دیکھ کر وہ یوں ٹھٹھکا جیسے واقعی الجھن میں ہو مگر اس کی آنکھوں کی شریر چمک اور شوخ مسکراہٹ نگین کا چہرہ تمتما گئی تھی۔

"نگین بھی ابھی یہی کہہ رہی تھی کہ آپ کی شکل کے ایک محترم اس کے منگیتر ہوتے ہیں۔" ضحیٰ نے طنز کیا تو اس نے ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے گہری نگاہ کترائی کھڑی نگین پر ڈالی تھی۔ اس کے پسندیدہ موو کلر کے لباس میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی اور کچھ دل کا بھی معاملہ تھا کہ اسے دیکھتے رہنے کو جی چاہ رہا تھا۔

"میرے خیال میں ابھی آپ کو اور بھی بہت سے کام ہیں انس بھائی۔" ضحیٰ نے چٹکی بجا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی ایک ظالم سماج تھوڑی ہے یہاں۔" وہ آہ بھر کے پلٹ گیا تو وہ تینوں ہنس دیں۔

صالحہ بیگم نے بہت محبت کے ساتھ ڈائمنڈ کی انگوٹھی صبا کے ہاتھ میں پہنائی تھی۔ اس سے پہلے وہ منگنی کے سوٹ کے علاوہ پانچ کامدار جوڑے سونے کے ایک خوب صورت سیٹ کے ساتھ دیگر لوازمات ایک روز پہلے ہی بھجوا چکی تھیں۔ نگین نے اسے بہت خوب صورت سا سونے کا بریسلیٹ پہنایا تھا۔

"بھئی ہم بھی تو دیکھیں ایسا کون سا چہرہ ہے جس نے نوفل احمد جیسے بندے کو دیوانہ کر دیا۔"

بہت دلکش سی آواز صبا کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ جز بز ہو کر رہ گئی۔ اسی وقت ساتھ بیٹھی ادینہ نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"اور اس کو بھی دیکھ لو۔ نوفل احمد جس کا دیوانہ ہے۔"

صبا نے ایک جھٹکا سا محسوس کرتے ہوئے بے اختیار مقابل کو دیکھا تو ساکت سی دیکھتی رہ گئی۔

(باقی آئندہ ماہ)

♥

قسط نمبر 4

محبت دل پہ دستک

عفت سحر پاشا

اس کے ملنے ہی سے پہلے دل میں کیوں
اس کو کھو جانے کا ڈر موجود ہے
کوئی منزل کیسے تنہا سر کریں
ہر سفر میں، ہم سفر موجود ہے

گھر واپس آ کر بھی سب فنکشن ہی کو ڈسکس کر رہے تھے۔

"انس اور صباد دنوں ہی بہت لگی ہیں۔" چاند نے ستائشی انداز میں کہا تو وہ الجھی الجھی سی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ ادینہ کی سرگوشی اور اس کے بعد ژالے آفریدی کے شعلہ صفت حسن نے اسے واقعی ششدر کر دیا تھا۔

"کیوں کہا تھا اس نے یہ فقرہ؟" صبا کا دل ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا۔ اس کے بعد پورے فنکشن میں کیا ہوا اسے کچھ نہیں چلا تھا۔ اسے تو صرف اپنا آپ ہی تار عنکبوت میں جکڑا محسوس ہوا تھا۔

"صبی! سو گئی ہو؟" وہ ابھی کپڑے تبدیل کر کے لیٹی ہی تھی کہ صحی چلی آئی۔

"نہیں تو۔" اس نے تیزی سے خود کو سنبھالا تھا۔ سوچوں کے جال پل بھر میں ٹوٹ سے گئے۔

"میں نے سوچا شاید آتے ہی اچھے خوابوں والا چینل سیٹ کر کے سو گئی ہو۔" وہ اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔ پھر اس کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیا بات ہے۔ اتنی سنجیدہ اور رنجیدہ سی کیوں بیٹھی ہو؟"

"میں کیوں سنجیدہ اور رنجیدہ ہونے لگی۔" وہ مسکرائی تھی مگر صحی کو تسلی نہیں ہوئی تھی۔

"نوفل احمد جیسے شاندار بندے سے منگنی کروانے کے بعد تو تمہیں یوں چپ چاپ نہیں بیٹھنا چاہیے۔"

"ارے کیا بھنگڑا ڈال کر بتاؤں کہ میں خوش ہوں۔" وہ چڑ گئی تھی۔

"اس سے کم بھی نہیں کرنا چاہیے۔" صحی نے فوراً اس آئیڈیے کو اپروو کر دیا تھا۔

"میں انسان کے ظاہر پر نہیں مرتی۔ ساری بات اخلاق و کردار کی ہوتی ہے۔ دیکھنے میں تو سانپ بھی بہت خوب صورت ہوتے ہیں مگر ان کے اندر کا زہر انسان کی جان لے لیتا ہے۔ اس لیے ظاہری خوب صورتی پر دھیان مت دو۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی ذہنی رو بھٹکی۔

"واقعی، میں نے بھی زندگی سے یہی سیکھا ہے۔ انسان کے ظاہر پر مت جاؤ۔ اس کی اصل شخصیت تو تہہ در تہہ پرتوں کے نیچے چھپی ہوتی ہے۔"

ایک ہی پل میں اسے جیسے آندھیوں کا شور چھو کر گزر گیا تھا۔ عمر کا ظمی کے ساتھ گزرے لمحے اس کی باتیں اس کی خوشبو۔ اس

نے گہری سانس لے کر پلکیں جھپکائیں تو کتنے ہی آنسو اندر اتار لیے اور فوراً خود کو سنبھال لیا۔
"پھر بھی مجھے الٹے سیدھے مشورے دیتی رہتی ہو۔" صبا نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تھا۔
"اس سے ہاضمہ درست رہتا ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔
"کیا بکواس کر رہی ہو؟"
"اچھا دفع کرو سب باتوں کو۔ یہ بتاؤ کہ نوفل بھائی کیسے لگے تمہیں؟" صحی نے اشتیاق سے پوچھا تو وہ استعجاب بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔
"میں نے بھلا انہیں کب دیکھا ہے؟"
"جھوٹ مت بولو۔ پورے بیس منٹ تک وہ اسٹیج کے سامنے والی رو میں بیٹھے رہے اور تم نے انہیں دیکھا ہی نہیں۔" صحی کو یقین نہیں آیا تھا۔
"واہ میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔" وہ زچ آ گئی۔
"تو پھر تم بار بار سامنے کس کو دیکھ رہی تھیں؟" صحی کو حیرت ہوئی تھی۔
"سامنے.....!" صبا نے پل بھر کو سوچا پھر آہستگی سے بولی۔ "سامنے والی رو میں تو ژالے بیٹھی تھی۔"
"تو فضول لڑکی ساتھ ہی نوفل بھائی اور نگین بیٹھی تھی تائی جان بھی تھیں۔" صحی نے گویا اپنا سر ہی پیٹ لیا تھا۔
"میں تو بس اسی کو دیکھتی رہی۔ وہ کتنی خوب صورت ہے صحی۔" صبا نے سادگی سے کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔
"لعنت ہے تم پر ایسی تعریف تمہیں اپنے منگیتر کی کرنی چاہیے تھی۔ پتا نہیں بے چارے کتنے گھنٹے آئینے کے سامنے لگا کر آئے تھے۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے انہوں نے تقریباً کوئی ستر بار تمہیں دیکھا ہوگا اور تم اس ژالے آفریدی کو دیکھ رہی تھیں۔"
"نگین بتا رہی تھی کہ وہ نوفل کی بہت اچھی دوست ہے۔" اس نے سرسری انداز میں کہا تو صحی نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔
"ہاں تعارف تو خاصا مشکوک سا تھا اس کا۔"
"تو پھر نوفل نے اس سے منگنی کیوں نہیں کی؟" صبا نے بے اختیار پوچھا تو صحی حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟ یعنی تم اتنی دیر سے یہ سوچ رہی تھیں؟"
"نہیں یونہی میرے ذہن میں ایک خیال سا آ گیا۔" وہ مکر گئی تھی۔
"اتنے بے ہودہ خیالات ذہن میں لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر نوفل بھائی کو وہ اس لحاظ سے پسند ہوتی تو وہ کبھی تمہارے لیے خود کہہ کر پروپوزل نہ بھجواتے۔" صحی نے اسے ٹوک دیا تھا مگر وہ پھر بولی۔
"پھر بھی صحی وہ اتنی خوب صورت ہے کوئی بھی اس کا دیوانہ ہو سکتا ہے۔"
"یہ دل کے معاملے ہیں صبا بی بی یونہی کوئی کسی کا دیوانہ نہیں ہو جاتا کوئی ادا ہوتی ہے جو دل کو چھو جاتی ہے۔ احساسات کو لطیف انداز میں چھیڑ جاتی ہے۔" صحی نے کہا تھا۔ صبا نے آنکھیں موند لیں۔ دماغ سے جیسے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔
یہ کیسا گورکھ دھندہ شروع ہونے لگا تھا۔ ابھی تو اس کی پلکوں نے کوئی سپنا بھی نہیں بنا تھا کہ اس قدر سفاک انکشاف ہو گیا تھا۔
"میرے خیال میں تمہیں نیند آ رہی ہے۔ ویسے آ تو مجھے بھی رہی ہے۔ اتنی دیر جو ہو گئی ہے۔ تم اچھے اچھے خواب دیکھو میں بھی جا کے سونے لگی ہوں۔" صحی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد صبا نے آنکھیں کھول کر چھت پر نظر جما دی۔
"ادینہ نے یونہی تو اتنی بڑی بات نہیں کہہ دی ہوگی۔ کس قدر طنزیہ اور استہزائیہ انداز تھا اس کا۔"
اس کا دل گھبرانے لگا تو اس نے بے اختیار خدا سے دعا مانگ ڈالی۔
"مجھے کسی آزمائش میں مت ڈالنا اللہ پاک۔"
مگر دل تھا کہ ڈوبتا ہی چلا جا رہا تھا۔

⌘☆⌘

میں دل پہ جبر کروں گا تجھے بھی بھلا دوں گا
مروں گا خود بھی تجھے بھی کڑی سزا دوں گا

یہ تیرگی مرے ہی گھر کا کیوں مقدر ہو
میں تیرے شہر کے سارے دیئے بجھا دوں گا

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب تم نوفل کا پیچھا کیوں لے بیٹھی ہو۔ ایک آدھ ماہ میں تو اس کی شادی بھی ہو جانی ہے۔" زرینہ بیگم اس کے منہ سے نوفل کی تعریفیں سن سن کر عاجز آ گئی تھیں۔ تنگ کر کہا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"تو کیا ہوا۔ میری بھی تو ایک شادی ہو چکی ہے۔ جب وہ صبا کو طلاق دے دے گا تو ظاہر ہے مجھ ہی سے شادی کرے گا۔"

"خدا نہ کرے۔" زرینہ بیگم دہل سی گئی تھیں۔

"اچھا آپ اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش مت کریں۔ جو میں نے کہا ہے آپ کو وہی کرنا ہے۔" ادینہ نے انہیں ٹوک دیا تو وہ عاجز آ گئیں۔

"کیوں ان کا گھر برباد کرنے پر تلی ہو بیٹی۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ مٹی ڈالو اس قصے پر۔ بھابی تو اب تمہارا رشتہ ڈھونڈنے کو تیار ہیں۔"

"ہنہ میں اس بڑھیا کی چالاکی جانتی ہوں۔ اپنی اس جائیداد میں سے تو ایک لقمہ بھی ہمیں نہیں دینے والی۔ نوفل سے میری شادی ہو جاتی تو میں ساری زندگی عیش کرتی۔" وہ زہر آلود انداز میں بولی تھی۔

"عیش کی زندگی تو تم ابھی بھی گزار رہی ہو ادینہ۔ اتنا اچھا گھر ہے۔ کھلا خرچ ملتا ہے۔ زندگی کی تمام آسائشات موجود ہیں۔" زرینہ بیگم نے اسے سمجھایا تو وہ تنک سے بولی۔

"ہنہ یہ دو کمروں کی انیکسی کو آپ گھر کہتی ہیں۔ اتنا اچھا گھر ہے۔ کھلا خرچ ملتا ہے۔ زندگی کی تمام آسائشات موجود ہیں۔" زرینہ بیگم نے اسے سمجھایا تو وہ تنک سے بولی۔ "گھر تو وہ ہے جس میں صبا بی آنے والی ہے۔ ہمیں تو ٹرخایا گیا ہے اور بس۔"

"یہ بھی تمہارا ہی قصور ہے۔ بھابی جان نے تو ساتھ رہنے کو کہا تھا تم ہی نے اکڑ دکھاتے ہوئے انیکسی میں ٹھہرنے کی ضد کی تھی۔" زرینہ بیگم نے جتایا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"میں تب بچی تھی۔ وہ چار چھے دفعہ کہتیں تو میں مان جاتی۔ نوکروں کی طرح ہمیں انیکسی میں ڈال رکھا ہے۔"

"خیر نوکروں کی طرح تو نہیں۔ یہاں بھی ویسی ہی آرائش ہے جیسی کوٹھی کی ہے۔ کوئی چیز کمتر نہیں ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولیں تو وہ تڑخ کر رہ گئی۔

"آپ کو تو عادت پڑ چکی ہے۔ ہر بات میں ان لوگوں کی حمایت اور میری مخالفت کرنے کی۔"

"میں تو یونہی ایک بات کہہ رہی تھی۔" وہ جلدی سے بولیں۔ اس کے لب و لہجے کی تیزی سے وہ یونہی خائف ہو جاتی تھیں۔

"میں نے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ اپنے دماغ پر زور مت دیا کریں۔ وہ کسی کام کا نہیں ہے جو میں نے کہا ہے بس اسے یاد رکھیں۔" ادینہ نے چڑ کر کہا تو وہ فکر مندی سے بولیں۔

"یہ نہ ہو کہ اس بات سے ان کی رشتہ داری خراب ہو جائے۔ بات بگڑ ہی نہ جائے۔"

"آپ کی موٹی عقل میں یہ بات بھی نہیں آئے گی کہ یہی تو میں چاہتی ہوں۔ میں روؤں تو نوفل احمد کو بھی تو رونا چاہیے نا۔" وہ نفرت سے پر لہجے میں بولی تو انہوں نے کہا۔

"اور اگر کسی نے جا کر وہاں سے اصل بات پوچھ لی تو؟"

"تو پوچھ لیں۔ آپ نے خود نہیں سنا تھا۔ وہ عورت صبا کی پھپھو سے کہہ رہی تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے صبا کا رشتہ کیوں نہیں لیا۔ تو انہوں نے کہا تھا کہ بات تو چل رہی تھی مگر میرا بیٹا راضی نہیں تھا۔" ادینہ نے انہیں یاد دلایا تھا۔

عموماً شادی بیاہ کے موقع پر یا یونہی تقریبات میں عورتیں ایسی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ ایسی ہی بات ادینہ کے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی۔ مریم پھپھو کی جیٹھانی نے عماد اور صبا کے رشتے کی بابت پوچھا تھا۔

"میری تو اپنی دلی خواہش تھی پر یہ آج کل کے جو بچے ہیں نا یہ والدین کو بچہ سمجھتے ہیں۔ میں نے صبا کا نام لیا تو کہنے لگا کہ اسے تو بالکل سگی بہنوں کی طرح سمجھتا ہوں۔ جڑ سے ہی بات ختم کر دی اس نے اور دوسرے یہ کہ میرے بات کرنے سے پہلے ہی نوفل کا رشتہ آ چکا تھا۔ جو واقعی بہترین بھی تھا۔ سو میں نے خوامخواہ ٹانگ اڑانے کی کوشش نہیں کی۔ ویسے بھی آپا جہاں جس کی قسمت۔" انہوں نے تو بہت طریقے سے بات ختم کر دی تھی مگر پیچھے بیٹھی ادینہ کے ہاتھ تو گویا لمبی چال کا سرا لگ گیا تھا۔

"جب لڑکا ہی راضی نہیں تھا تو پھر کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سارے معاملے سے؟" زرینہ بیگم نے نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا تو وہ ماتھا پیٹ کر رہ گئی۔

"آپ کچھ مت سمجھیے گا۔ بس میری ہاں میں ہاں ملا دیجیے گا۔ اتنی ہی مہربانی کافی ہوگی آپ کی۔"

"میں تو کہتی ہوں اوپنہ چھوڑو اس سارے قصے کو ایک عمر پڑی ہے۔ ہزاروں راستے میں ملیں گے۔ پھر کیوں خود بھی جلتی ہو اور دوسروں کو بھی بے سکون کرنے پر تلی ہو۔"

زرینہ بیگم نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کمزور سی کوشش کی تھی۔

"آپ کو میرا ساتھ نہیں دینا ہے تو نہ دیں۔ مگر میں ان لوگوں کو چین کا سانس نہیں لینے دوں گی اگر نوفل میرا مقدر نہیں بنا تو میں اسے صبا کی قسمت بھی نہیں بننے دوں گی۔ میں نامراد ہوں تو دیکھتی ہوں کہ نوفل بھی اپنے من کی مراد کیسے پاتا ہے۔"

وہ زہر خندہ لہجے میں بولی تو زرینہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

⌘☆⌘

دیارِ نور میں تیرہ شبوں کا ساتھی ہو
کوئی تو ہو جو میری وحشتوں کا ساتھی ہو
میں اس سے جھوٹ بولوں تو مجھ سے سچ بولے
میرے مزاج کے سب موسموں کا ساتھی ہو
میں اس کے ہاتھ نہ آؤں وہ میرا ہو کے رہے
میں گر پڑوں تو میری پستیوں کا ساتھی ہو
کرے کلام جو مجھ سے تو میرے لہجے میں
میں چپ رہوں تو میرے تیوروں کا ساتھی ہو
وہ خواب دیکھے تو دیکھے میرے حوالے سے
میرے خیال کے سب منظروں کا ساتھی ہو

وہ دم سادھے اس کی دل میں اترتی آواز سن رہی تھی۔ وہ ٹھہرا تو لگا لحظہ بھر کو ساری کائنات ٹھہر گئی ہو۔

اس دلکش سی خاموشی کو توڑنا ژالے کو گناہ کے مترادف محسوس ہونے لگا۔ اس نے نوفل احمد کو دیکھا وہ یونہی کرسی کی پشت گاہ پر سر ٹکائے سامنے دیوار پر نظر جمائے اب بہت خاموش سا بیٹھا تھا۔ ہونٹوں پر آسودگی و طمانیت بھری ہلکی سی مسکراہٹ لیے وہ ژالے کو بہت اچھا لگا تھا۔

"اٹس ٹو مچ نوفل۔" گہری سانس لے کر وہ آگے کو جھکی اور کہنیاں وسیع ٹیبل کی گلاس ٹاپ پر ٹکا دیں۔

"کیوں؟" اس نے اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے استعجاب سے پوچھا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"کوئی بھی انسان اس قدر مکمل نہیں ہوتا۔ جتنا تم چاہ رہے ہو۔"

"مگر وہ تو ہے نا۔" اس کے لبوں کی تراش میں نرم سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

"واقعی خوب صورتی اور معصومیت کو اگر مجسم کیا جائے تو یقیناً اس کا نام صبا میر ہی ہوگا۔"

ژالے نے دل کھول کر اس کی تعریف کی تھی۔ نوفل کا دل تفاخر سے بھرنے لگا۔

"اب تو تمہیں پتا چل گیا ہوگا کہ اس میں ایسا کیا ہے جو جینی اور شیری میں نہیں۔"

"تم بہت تیز جا رہے ہو نوفل۔" ژالے نے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک دیا تھا۔

"یہ کمپیوٹر ایج ہے۔ آئی ٹی کا دور ہے۔ محبت یونہی اچھی لگتی ہے۔" وہ شرارت سے ہنسا تھا مگر وہ مسکرا بھی نہیں پائی۔

"بہت غلط کہتے ہو تم نوفل۔ تم سے اچھا تو تم لوگوں کا ایک رائٹر ممتاز مفتی سے کا بندھن میں کہتا ہے۔" اس نے ایک پل کو رک کر جیسے الفاظ جمع کیے تھے۔ پھر خواب ناک سے لہجے میں بولی۔ "وہ کہتا ہے۔ محبت بھاگ دوڑ نہیں ہوتی۔ طوفان نہیں ہوتی۔ سکون ہوتی ہے۔ دریا نہیں ہوتی جھیل ہوتی ہے۔ دوپہر نہیں ہوتی۔ بھور ہے ہوتی ہے۔ آگ نہیں ہوتی اجالا ہوتی ہے۔ اب میں مجھے کیا بتاؤں کہ کیا ہوتی ہے۔ یہ بتانے کی نہیں بیتنے کی چیز ہے۔ سمجھنے کی نہیں جاننے کی چیز ہے۔" اس نے رک کر نوفل کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اور تم اس سے بہتر محبت کی تعریف نہیں کر سکتے۔ اس نے تو دنیا بھر کی نرمی لطافت اور خوب صورتی

بھر دی ہے محبت کی تعریف میں۔"

"مائی ڈیئر فیلو مانا کہ رائٹر کے الفاظ بہت خوب صورت اور محبت کی یہ تعریف بہت متاثر کن سہی مگر محبت ہر کسی پر ایک ہی طریقہ واردات سے وارد نہیں ہوتی۔ کسی کے دل میں دستک دے کر داخل ہوتی ہے۔ تو کسی کے دل میں یونہی دندناتی ہوئی اور میرے دل میں بھی یہ دندناتے ہوئے ایک شوریدہ سر دریا کی مانند داخل ہوتی ہے نہ کہ جھیل کے ٹھہرے ہوئے پرسکوت پانی کی طرح۔ پھر میں اسے ٹھہراؤ کیسے دے سکتا ہوں۔ میں تو خود اس کے رحم و کرم پر ہوں۔ یہی مجھے بہائے چلے جا رہا ہے۔"

نوفل نے پوری طرح سے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے متاثر ہوئے بغیر آہستہ سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور یہی ٹھیک نہیں ہے نوفل خود کی باگیں کبھی کسی کے بھی ہاتھ میں نہیں دینی چاہئیں۔ چاہے وہ آپ کے جذبات کے ہاتھ ہی کیوں نہ ہوں۔ خود پر کسی کو حاکم رکھنے کا مطلب ہے اپنے آپ کو غلامی میں دے دینا۔ مجھے ہی دیکھ لو۔ یہی غلطی مجھ سے بھی ہوئی تھی اور آج تک اس کی سزا بھگت رہی ہوں۔ اگر میں شموئیل خان کی پہلی بے رخی پر ہی خود کو سمیٹ لیتی تو آج یوں اس کے پیچھے خوار نہ ہو رہی ہوتی۔ یہ میری سزا ہے کیوں کہ میں نے خود کو جذبات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے۔"

"مگر کبھی کبھی تو ایسی بے احتیاطی اچھی لگتی ہے ژالے۔" نوفل نے کہا تو وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔ ہر وقت خود میں حقیقت کا سامنا کرنے کی طاقت رکھنی چاہیے۔"

"ظالم لڑکی! پہلی ہی سیڑھی پر مجھے وسوسوں کا شکار مت کرو۔" وہ کراہا تھا۔ ژالے نے تاسف سے کہا۔

"تمہارا بھی قصور نہیں۔ یہ شدت پسندی تمہاری فطرت میں بسی ہے۔"

"کوئی نہیں میں شدت پسند نہیں ہوں۔ آئی ایم اے نارمل پرسن۔" وہ فی الفور انکار کر گیا تھا۔

"ایک اور جگہ پر ممتاز مفتی لکھتا ہے۔" سیانے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنی کمزوریوں کو جان لو سچے دل سے مان لو تو ان کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ وہ مدھم پڑ جاتی ہیں اگر نہ مانو تو جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ ان کی شدت بڑھ جاتی ہے۔" وہ بہت سکون سے بولی تھی۔ نوفل نے متاثر ہونے والے انداز میں سر ہلایا تھا۔

"لگ رہا ہے کہ تم اردو ادب کو گھول کر پی رہی ہو۔ یہ اسٹائل بہت اچھا لگتا ہے تم پر۔" اس کے پہلو تہی کرنے والے انداز پر وہ ہنسی کے دوران بولی۔

"بہر حال۔ ہمارے نظریات اور خیالات آپس میں ملتے ہوں یا نہیں۔ صبا کے متعلق میری بھی وہی رائے ہے جو تمہاری ہے۔ واقعی وہ ایسی لڑکی ہے کہ اس سے محبت ہو سکتی ہے۔ تمہاری دیوانگی سمجھ میں آتی ہے۔"

وہ اس کی گفتگو کے دوران مسکراتا رہا تھا۔ ژالے نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"لیکن تمہیں ایک بار غیر جانبداری سے اپنا تجزیہ ضرور کرنا چاہیے نوفل۔ تم مانو یا نہ مانو۔ تم شدت پسند ہو۔ یہ نہ ہو کہ کل کو صبا سے بات کرنے والا کوئی بھی تمہیں اچھا نہ لگے۔"

"کم آن ژالے۔" وہ ہاتھ ہلا کر بے پروائی سے بولا تھا۔

"اتنا بے وقوف نہیں ہوں میں۔"

"ہاں لگتے تو نہیں ہو۔" اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی تھی۔ نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا اور پھر شرم دلانے والے انداز میں بولا۔

"شرم کرو ژالے آفریدی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے میں یہاں بیٹھا ہوں اور تم نے کولڈ ڈرنک کے علاوہ سوکھے منہ کچھ نہیں پوچھا۔ اوپر سے طنز بھی کر رہی ہو۔"

"میں تمہیں کچھ بھی نہیں پوچھ رہی کیونکہ ابھی تم مجھے گھر ڈراپ کرو گے اور اس سے پہلے کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں ڈنر کراؤ گے۔"

کلائی پر بندھی خوب صورت سی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے اس نے اطمینان سے اپنا پروگرام بتایا تو وہ بولا۔

"ذرا سوچو ژالے۔ اگر وہ خانزادہ تمہیں یوں میرے ساتھ ہوٹلنگ کرتے دیکھ لے تو اس کے دل پر کیا بیتے گی؟"

"محبت میں دلوں کو فراخ کرنا پڑتا ہے۔ محبوب کی خطاؤں، کمیوں اور غلطیوں کو دفنانے کے لیے۔ کھڑوں نے نہ تو محبت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو ڈنر کرا سکتے ہیں۔"

وہ بڑی خوب صورتی سے لطیف سا طنز کر گئی تھی۔ نوفل ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بہر حال میں یہ طعنہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اب بتاؤ پاکستانی فوڈ چلے گا' چائنیز یا کانٹی نینٹل؟"

وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر بیگ اور سن گلاسز سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چائنیز اور کانٹی نینٹل تو ایک عمر تک کھایا ہے۔ اب تو صرف پاکستانی۔"

"صرف ایک احتیاط کر لینا۔ جم ضرور جوائن کر لینا۔ ورنہ تمہیں ڈالے سے زلزلہ بنتے دیر نہیں لگے گی۔" نوفل نے اس کے لیے دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر رہ گئی۔ ڈنر کے بعد ڈالے کو ڈراپ کر کے جب گھر لوٹا تو وہ بہت اچھے موڈ میں تھا۔ گاڑی لاک کر کے پلٹا تو ادینہ کو سامنے پا کر رک گیا۔ وہ شاید انیکسی کی طرف جا رہی تھی۔

"تم اتنی دیر سے آ رہے ہو؟" وہ حیران ہوئی تھی۔ دس بج رہے تھے۔ اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ وہ سات بجے تک آفس سے لوٹ آتا تھا۔ اگر کوئی میٹنگ ہوتی تو کال کر دیتا تھا۔ تب وہ نو یا گیارہ بجے لوٹتا تھا۔ مگر ابھی نگین بھی پریشان ہو رہی تھی کہ نوفل نے فون نہیں کیا اور نہ ہی موبائل کوئی رسپانس دے رہا تھا۔

"بس یار ڈالے کے ساتھ کافی ٹائم نکل گیا۔ پتا ہی نہیں چلا۔ ابھی اسے ڈراپ کر کے سیدھا گھر آ رہا ہوں۔"

وہ گھر والوں کی پریشانی کے خیال سے اندر کی طرف بڑھا تو ادینہ بھی اس کے ساتھ چل دی۔ اس روز کی ہلکی سی جھڑپ کے بعد سے ان دونوں میں اس موضوع پر مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ ادینہ پہلے ہی کی طرح دوستانہ انداز میں لوٹ آئی تھی۔ البتہ نوفل نے خود کو محتاط ضرور کر لیا تھا۔ بہ ظاہر وہ ادینہ کے ساتھ پہلے جیسا ربط ہی رکھے ہوئے تھا مگر اس کے جذبات و احساسات کے رخ کا اندازہ ہو جانے پر اب وہ کوئی اور رسک لینے پر تیار نہیں تھا۔

"کم از کم اپنا موبائل تو آن رکھا کرو۔ گھر والوں کو تو پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔" وہ کہہ رہی تھی۔ نوفل نے جواب دیا۔

"پتا نہیں کیسے موبائل آف رہ گیا۔ میں نے بھی دھیان نہیں کیا۔"

"پتا بھی ہے امی کتنی پریشان ہو جاتی ہیں۔" نگین نے اسے دیکھتے ہی شکایتی انداز میں کہا تو وہ اسے بازو کے گھیرے میں لیے صالحہ بیگم کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ عینک لگائے منگنی کی تصویریں دیکھنے میں مصروف تھیں۔

"یہ اچھا طریقہ ہے پریشانی دور کرنے کا۔" اس نے نگین کا مذاق اڑایا تھا۔

"بہت بری بات ہے نوفل۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔" صالحہ بیگم نے اسے سرزنش کی تو اس نے کان پکڑ لیے۔

"پہلے اس کی گرل فرینڈ جو نہیں تھی ممانی جان اب یہ بگڑ رہا ہے۔" ادینہ نے بشاشت سے کہا۔ نوفل نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اسی لیے تو ہم ان کو سنوارنے والی کا بندوبست کر رہے ہیں۔" نگین نے اطمینان سے کہتے ہوئے ایک تصویر اٹھا کر نوفل کی طرف بڑھائی تھی۔

صبا کا خوب صورت سا کلوز اپ تھا۔ ہونٹوں پر شرمگیں سی مسکراہٹ لیے سحر طراز آنکھوں پر سیاہ پلکوں کی جھالر گرائے وہ بہت دلربا لگ رہی تھی۔

"کیا خیال ہے پھر بھائی؟" نگین شرارت سے کھنکاری تو وہ گڑبڑا سا گیا۔ صالحہ بیگم اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے تصویریں دیکھنے لگیں۔ نوفل نے نگین کو گھورتے ہوئے تصویر واپس رکھی تھی۔

"سارا پوزیشن کا کمال ہے۔"

"ارے واہ کتنے آرام سے سارا کریڈٹ پوزیشن کو دے دیا۔ حالانکہ یہ سارا اللہ تعالیٰ کا کمال ہے۔" نگین نے تنک کر کہا تو وہ بستر پر بیٹھتے ہوئے تصویریں اٹھا کر دیکھتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ قدرتی حسن ہے۔ یعنی پینٹنگ پینٹنگ اوپر سے ہو کر آئی ہے؟"

"بہت غلط بات ہے نوفل۔ واقعی اتنی اچھی تصویریں آئی ہیں صبا کی اب تم تعریف میں کنجوسی سے کام لو تو اور بات ہے۔" ادینہ نے بہت سنبھل کر کہتے ہوئے نگین کی حمایت کی تھی۔ نوفل کو حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ ادینہ نے وقتی جذباتیت کے بعد اب خود کو سنبھال لیا تھا۔

"چلو بھئی تم لوگ کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔"

ان کا دل رکھنے والے انداز میں کہا تو نگین نے برا مان کر اس کے ہاتھ سے تصویریں چھین لیں۔

"پہلے تو صبا کے گن گاتے پھر رہے تھے۔ اب جب اتنی آسانی سے وہ مل رہی ہے تو مزاج ہی نہیں مل رہے۔" نگین کی خفگی نے اسے بہت لطف دیا تھا۔

"میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ تمہارے جانے کے بعد یہاں ایک عدد ماسی کی ویکنسی خالی ہو جاتی۔ اس لیے صبا کا نام لے کر تمہاری پرابلم حل کر دی۔"

"ابھی میں صبا کو بتا دوں تو آپ کے مزاج ٹھکانے پر آ جائیں۔" نگین جی بھر کر خفا ہوئی تھی۔

"اچھا! ان میں سے عماد کون ہے؟" ادینہ نے ایک گروپ فوٹو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ان میں نہیں ہے۔" نگین نے تصویر پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا اور پھر ایک اور تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔ جس میں صبا کے ایک طرف معید اور دوسری طرف عماد بیٹھا تھا۔

"یہ ہیں عماد بھائی۔" اس نے انگلی رکھ کر بتایا تھا۔

"اچھا یہ ہیں۔" وہ تفہیمی انداز میں کہتی تصویر کو بہ غور دیکھنے لگی۔ نوفل نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"یونہی دراصل اس کا وہاں ذکر ہی اتنا ہو رہا تھا۔" وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو اس کی خوشنما آنکھوں میں استعجاب اتر آیا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کو نہیں پتا بھائی۔ ان سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ سوائے معید بھائی کے سارا گروپ ہی شیطانوں کا ٹولہ ہے۔ اس قدر شوخ و شریر ہیں سب۔" نگین نے ہنستے ہوئے عماد کی وجہ شہرت بتائی تھی مگر نوفل کو ادینہ کا انداز اور اس کی سنجیدگی کھٹک رہی تھی۔ اس نے نوفل کو اس انداز میں دیکھا تھا جیسے وہ کچھ کہنے یا نہ کہنے کی کشمکش میں مبتلا ہو۔ پھر وہ بعجلت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں اب چلتی ہوں۔"

"صبح تیار رہنا۔ شاپنگ کے لیے۔" نگین نے تصویریں لگانے کے لیے بڑی سی ویلوٹ کے کور والی البم نکالتے ہوئے اسے یاد دہانی کرائی تو ادینہ سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"میں ذرا کپڑے چینج کر آؤں۔" نوفل بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"جلدی آئیے گا۔ مل کے البم سیٹ کریں گے۔" نگین نے آواز لگائی تھی۔ ادینہ کو اس نے کوریڈور میں روک لیا۔

"کیا بات ہے؟" وہ حیران ہوئی تھی۔ مگر دل تو بلیوں اچھلا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ اس کا پھینکا ہوا چارہ شکار نگل چکا ہے۔

"کیا کہنے لگی تھیں تم؟" نوفل نے ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ مکر گئی۔

"میں بھلا کیا کہنے لگی تھی۔ کچھ بھی تو نہیں۔" شانے اچکا کر کہا تو اب کی بار وہ اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"وہی جو تم کہتے کہتے رک گئی تھیں۔ اتنا تو تمہیں جانتا ہی ہوں میں۔"

"مگر میں وہ سب تم سے کبھی بھی نہیں کہوں گی نوفل۔" اس نے نظریں جھکا کر آہستگی سے کہا تھا۔

"مگر کیوں ادینہ؟ ایسی کیا بات ہے جو تم مجھ سے نہیں کہہ سکتیں؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"کیونکہ شاید اب میں تمہارے لیے اتنی قابل اعتبار نہیں رہی جتنی کہ پہلے تھی۔" اس نے کہا تو نوفل نے جیسے اس کی بے وقوفی پر اسے ڈانٹ دیا۔

"اوشٹ اپ ادینہ۔ ہم دونوں اب بھی بہت اچھے دوست ہیں اور آئندہ زندگی میں بھی رہیں گے۔ بولو کیا بات ہے؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے آغاز کیا تھا۔

"اصل بات تو مجھے نہیں معلوم مگر وہاں صبا کی پھپھو کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے صبا کا رشتہ اپنے بیٹے عماد کے لیے مانگ رکھا تھا اور یہ کہ صبا ہم سے شادی کرنے پر کسی صورت بھی راضی نہیں تھی۔"

اس قدر غیر متوقع انکشاف نوفل کے سر پر پہاڑ بن کر ٹوٹا تھا۔ لگا جیسے ذہن کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو۔ اس نے بے یقینی سے ادینہ کی طرف دیکھا جو اپنے چہرے پر بڑی کامیابی سے سادگی و معصومیت کا لبادہ اوڑھے بہت ہمدردانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"میرا انہیں بتانے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے پتا ہے کہ تم خود سے متعلق ہر شے کے لیے کس قدر جذباتی ہو مگر یہ معاملہ

ہی ایسا تھا کہ میں تمہیں برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتی نوفل اور کچھ نہ سہی۔ ہم دونوں اچھے دوست تو ہیں ناں۔" اس نے اپنے لہجے میں رقت پیدا کرنے کی بڑی کامیاب کوشش کی تھی۔ ادھر وہ دھماکوں کی زد میں تھا۔ دل و دماغ یقین و بے یقینی کے ہنڈولوں میں جھولنے لگے تھے۔

"اگر وہ راضی نہیں تھی تو پھر یہ رشتہ کیسے ہو گیا؟"

"یہ سب انس کی وجہ سے ہوا ہے۔ ثمین نے اس سے کہا اور اس نے گھر والوں کو مجبور کر کے یہ پروپوزل منظور کرا لیا۔" وہ بڑی ہوشیاری سے اپنے ایک ایک پیادے کو آگے لا رہی تھی۔ پھر بہت فکر مندانہ لہجے میں بولی۔

"لیکن یہ سب پتا چلنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کوئی انتہائی قدم اٹھا لو۔ میں تو یہ سب اس لیے تمہارے علم میں لانا چاہتی تھی تاکہ کل کو کسی اور کے منہ سے یہ سب سن کر تمہیں شاک نہ پہنچے۔ میں تو خود بے یقینی اور تاسف کی زد میں ہوں۔"

اس کی گفتگو کے دوران نوفل کا چہرہ لحظہ بہ لحظہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے بھنچے ہوئے جبڑے اس کے ضبط و برداشت کی گواہی دے رہے تھے۔ وہ تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

ادینہ نے دونوں ہاتھ جھاڑے تھے۔

"یہ کام تو ہوا۔ اب میں دیکھتی ہوں نوفل احمد کہ تم خوشیوں کی برسات میں کیسے نہاتے ہو۔" ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ لیے وہ گنگناتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

⌘☆⌘

"السلام علیکم۔" بہت بے تکلفانہ اور پرجوش سے انداز پر کاؤنٹر پر بے منٹ کرتا عماد بری طرح چونکا تھا۔

اس خوش لباس اور جاذب نظر لڑکی کو پہچاننے میں اسے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔

وہ ادینہ تھی۔ نوفل اور ثمین کی کزن۔

اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے اس کے سلام کا خوشدلی سے جواب دیتا وہ کاؤنٹر سے ہٹ گیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" والٹ کو پینٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے وہ پوری طرح ادینہ کی طرف متوجہ تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ آپ سنائیں۔"

وہ جس بے تکلفی کا مظاہرہ کر رہی تھی وہ عماد کے لیے باعث استعجاب تھی۔ حالانکہ وہ جس ماحول میں ایک عمر گزار کر آیا تھا وہاں لڑکے لڑکی کی دوستی کو بہت عام انداز میں لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عماد کے حلقہ احباب میں لڑکیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔

مگر یہاں وہ صبا اور انس کے ناتے قدرے محتاط ہوا تھا۔

"بس جی شکر ہے خدا کا۔ آپ اکیلی ہیں کیا؟"

اپنی الجھن کو اندر دباتے ہوئے عماد نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر کسی شناسا چہرے کو ڈھونڈنے کی سعی کی تھی۔

"بالکل ثمین کو کہا تھا ساتھ آنے کو مگر اس کے لیے تو اس گرمی میں باہر نکلنا ایک امتحان ہوتا ہے۔ یوں بھی وہ ان دنوں سن لائٹ کو اوائیڈ کر رہی ہے اور چونکہ بہت ضروری شاپنگ تھی اس لیے مجھے اکیلے آنا پڑا۔" اس نے بہت بے تکلفی سے بتایا تو وہ مسکرا دیا۔

"چلیں اسی بہانے آپ سے ملاقات ہو گئی۔"

"آپ تو منگنی والے روز کے بعد سے کبھی دکھائی ہی نہیں دیے۔ اس روز دعوت میں بھی نہیں آئے۔"

اس نے تو جیسے سارا حساب رکھا ہوا تھا۔ فرصت میں کھڑی بے تکلفی سے بولتی وہ عماد کی کوئی پرانی شناسا لگ رہی تھی۔

اس کے پراعتماد انداز کو عماد نے توصیفی انداز میں دیکھا تھا۔

"ایکچوئلی میں اس روز آؤٹ آف سٹی تھا۔ بس اسی لیے آ نہیں پایا اور دوبارہ دکھائی نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ابھی زیادہ آنے جانے والی رشتہ داری نہیں ہے۔ جب انس اور صبا کی شادی ہو جائے گی تب تو ضرور آنا جانا رہے گا۔" عماد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بڑے انداز سے بولی۔

"مگر آپ اب بھی آئیں گے تو ہم آپ کو گیٹ سے نہیں لوٹائیں گے۔"

"او کے جی اب تو سوچنا ہی پڑے گا۔"

وہ ہنس دیا تھا۔ وہ تو یوں بھی خوش مزاج سا بندہ تھا اور ادینہ کی بے تکلفی اور خوش گفتاری نے موڈ پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

"صرف سوچیے گا مت۔ عمل بھی کیجیے گا۔" وہ برجستہ بولی تھی۔ عماد مسکرا دیا۔

"او کے اچھا لگا آپ سے مل کے اب میں چلتی ہوں۔"

اس نے اجازت چاہی تو وہ پوچھنے لگا۔

"گاڑی میں آئی ہیں کیا؟"

"نہیں ٹیکسی میں۔" ادینہ نے بتایا تھا قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔

"اگر آپ مائنڈ نہیں کریں تو میں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں۔"

"ارے نہیں۔ آپ کہاں اتنی زحمت کریں گے۔" اس نے شاپنگ بیگز ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے تھکن کا اظہار بھی کر دیا اور نرمی سے اسے منع بھی کر دیا تھا۔

"کمال ہے۔ اس میں زحمت کی کیا بات ہے بلکہ مجھے تو بہت خوشی ہو گی اگر آپ میری آفر قبول کریں گی۔" عماد نے مسکرا کر کہتے ہوئے شاپنگ بیگز لینے کو ہاتھ بڑھایا تو ادینہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے دونوں شاپنگ بیگز اسے تھما دیے۔

"اف کس قدر گرمی ہے نا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی ادینہ نے تبصرہ کیا تو عماد نے اے سی آن کر کے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"واقعی اس بار تو ریکارڈ گرمی پڑ رہی ہے۔" وہ بولا تھا۔

"شکر ہے کہ شادی کی تاریخ اگست کی رکھی گئی ہے۔ کم از کم بارشوں کی وجہ سے ہی صورت حال تبدیل ہو جائے گی۔" ادینہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"جی نہیں گرمی سے زیادہ بارشوں کا موسم مشکل ہوتا ہے۔ حبس اور گھٹن لیے ہوئے۔" عماد نے اپنی رائے دی تھی۔

"آپ گاڑی میں پینے کے لیے پانی نہیں رکھتے؟" ونڈ اسکرین کے پار سے آئس کریم پارلر کا نیون سائن دکھائی دیتے ہی وہ عماد کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"نہیں سوری کیا آپ کو پیاس لگی ہے؟" وہ معذرت خواہانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"لگی تو ہے۔ مگر خیر اب کیا ہو سکتا ہے گھر نزدیک ہی ہے۔ گھر جا کے پی لوں گی۔" وہ بے پروائی سے بولی تو اس کی توقع کے عین مطابق آئس کریم پارلر کے سامنے عماد کا پاؤں بریک پر پڑا تھا۔

"گھر جا کے تو کھانا ہی لیں گی۔ پہلے مجھے تو میزبانی کا موقع دیجیے۔" وہ انجن آف کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔ "آئیں آپ کو بہت اچھی سی آئس کریم کھلاتا ہوں۔"

اس کا انداز بہت سادہ اور اچھی میزبانی کے اصول پورے کرنے والا تھا۔ ادینہ کے دل میں کیا ہے۔ وہ قیامت تک نہیں سوچ سکتا تھا۔

گاڑی سے نکلتے ہی جولائی کی کڑکتی دھوپ اور شدید گرمی نے ان پر حملہ کیا تھا۔ عماد کی سنگت میں وہ اندر چلی آئی۔

"آپ کے خلوص کی تو میں معترف ہو ہی رہی تھی مگر آپ کی میزبانی بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔"

کولڈ ڈرنک کے بعد اپنی پسندیدہ مکسڈ فلیور آئس کریم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ادینہ نے بڑی ہوشیاری سے اپنی چال کا آغاز کر دیا تھا۔

"شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا چاہیے کہ آپ نے میری میزبانی قبول کر لی۔" عماد نے کہا تھا۔

"آپ اس قدر بے اعتبار شخصیت تو نہیں ہیں میرے لیے۔" اس نے اپنی بھنوؤں کو دلکش انداز میں حرکت دیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو عماد اس کے اعتماد کا معترف ہونے لگا۔

آئس کریم کپ میں چمچہ گھماتے ہوئے ادینہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عماد کو دیکھا اور شرارت سے بولی۔

"کیا ہم کچھ زیادہ ہی تکلف میں نہیں پڑ رہے؟"

"اگر آپ اس تکلف کو ختم کرنا چاہتی ہیں تو ایک آئس کریم اور ہو جائے؟" عماد نے بھی اسی کے انداز میں آفر کی تھی۔

"او شیور والی نا ٹ۔" ادینہ نے ذرہ بھر بھی تامل کیے بغیر کہا تو وہ مسکرا دیا تھا۔ ادینہ کا کھیل بہت احتیاط مگر کامیابی کے ساتھ شروع ہو چکا تھا۔

⌘☆⌘

خواب ٹوٹ جاتے ہیں
بھیڑ میں زمانے کی
ہاتھ چھوٹ جاتے ہیں
دوست اور لہجوں میں سلوٹیں سی پڑتی ہیں
اک ذرا سی رنجش سے
شک کی زرد ٹہنی پر پھول بدگمانی کے
اس طرح سے کھلتے ہیں
زندگی سے پیارے بھی
اجنبی سے لگتے ہیں

صبا وہ پہلی لڑکی تھی جو جانے کیوں پہلی ہی نگاہ میں اس کی توجہ سمیٹ کر لے گئی تھی۔ جسے اس کے دل نے بے اختیار سراہا تھا اور اس کی سادگی اور معصومیت کی گواہی دی تھی۔

اسے اپنی نگاہ کی پرکھ پر بہت اعتماد تھا۔ اعتبار تھا۔

اس کے خیال میں صبا سے بہترین لڑکی شاید ہی اسے مل سکتی تھی۔

اور اب جب کہ اس کے ساتھ ایک بہت نازک سا خیالات و احساسات کا رشتہ جڑ چکا تھا تو اسے سوچنا اور خوابوں میں اس کے سنگ دور تک نکل جانا بہت اچھا لگنے لگا تھا۔ فطری طور پر وہ اس سے متعلق بہت جذباتی ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ادینہ کے انکشاف نے اسے شاک میں مبتلا کر دیا تھا۔

تمام رات وہ بے حد مضطرب رہا تھا۔

فیصلہ کرنا آسان کام تو نہیں تھا۔ بہت احتیاط کے ساتھ حل کیے جانے والا مسئلہ تھا۔ اپنے دل کی باری تو بعد میں آتی تھی سب سے پہلے نگین کا مسئلہ تھا۔ نوفل کی ذرا سی جلد بازی اس کی زندگی برباد کر سکتی تھی۔

دل و دماغ شدید بے چینی اور اضطراب کی زد میں تھے ادینہ کی باتیں اس کے ذہن سے چمٹ کر رہ گئی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اگلے روز اس نے سیدھے سبھاؤ نگین سے بات کر لی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" اسے حیرت نے گھیرا تھا۔

"جس نے بھی کہا ہو۔ تم صرف یہ معلوم کرو کہ صبا کی اس رشتے میں مرضی شامل تھی یا اسے مجبور کیا گیا ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا نگین خوف زدہ سی ہو گئی۔

"وہ بہت خوش تھی اس روز وہ لوگ اتنے بیک ورڈ تو نہیں کہ صبا سے پوچھے بغیر ہاں کر دیتے۔"

"نگی پلیز جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔" وہ بہت ضبط سے کہہ رہا تھا۔

"آپ سے کہا کس نے ہے؟" نگین کو پریشانی نے گھیر لیا تھا۔ بھائی کی تسلط پسندانہ طبیعت اس سے مخفی نہیں تھی۔ وہ اپنی چیز کو صرف اپنی ہی ملکیت میں دیکھنا پسند کرتا تھا۔

"وہیں فنکشن والے روز کوئی بات کر رہا تھا۔" نوفل کا انداز سرسری ٹالنے والا تھا۔

"بکواس ہے سب جھوٹی گپ ہے۔ ایسے موقعوں پر عورتیں یونہی ادھر ادھر کے رشتوں کے جوڑ توڑ میں لگی رہتی ہیں۔ وگرنہ مریم پھپھو نے رشتہ مانگا ہوتا تو وہ لوگ کیوں انکار کرتے؟"

نگین کی دلیل کافی مضبوط تھی مگر وہ کسی بھی قسم کا شبہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

"پھر بھی تم ایک مرتبہ کنفرم کر لو۔" اس نے اٹل انداز میں کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"اچھی لگوں گی نا میں ان لوگوں سے اب ایسی بات پوچھتے ہوئے حد ہوتی ہے بے اعتباری کی بھی۔" اس کی پریشانی اور آنکھوں کی نمی نوفل کو متاسف کر گئی۔

"او کے اسٹوپڈ میں تو یونہی پوچھنے کو کہہ رہا تھا۔" فوراً اسے بازو کے گھیرے میں لے کر نرمی سے کہا۔

"دیکھو لڑکیوں کے ساتھ ایسے معاملات میں زبردستی کرنا کہاں کا انصاف ہے اس لیے مجھے خیال آیا کہ صبا کی مرضی بھی پوچھ لینی چاہیے تھی۔" وہ اسے بہلا رہا تھا۔

"ان لوگوں نے ضرور پوچھا ہوگا۔ ورنہ کبھی وہ یہ رشتہ قبول نہ کرتے۔" نگین نے تیقن سے کہا تو اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

اور نوفل نے چاہے نگین کو کتنا بھی مطمئن کرنے کی کوشش کیوں نہ کی ہو اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ رات اس نے فون کیا تو چند ایک باتوں کے بعد بہت سرسری انداز میں نگین نے یہ بات بھی چھیڑ دی۔

"ہاں مریم پھپھو کی خواہش تو تھی مگر انہوں نے پراپروے میں پروپوزل نہیں دیا تھا مگر تمہیں کس نے بتایا؟" وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"جس نے بھی بتایا ہو آپ نے تو نہیں بتایا نا۔" نگین کے جتانے والے انداز پر وہ ہنس دیا پھر کہنے لگا۔

"ایکچوئلی مجھے خود بھی عماد کے مقابلے میں نوفل کا پلڑا بھاری لگا تھا۔ عماد بہت لاابالی سا شخص ہے۔ جس کے لیے زندگی صرف کھاؤ کھیلو اور انجوائے کرو کا نام ہے۔ جب کہ صبا کی سنجیدہ طبیعت کے لیے نوفل جیسا میچور مائنڈڈ پرسن ہی ہونا چاہیے تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عماد میں خدانخواستہ کوئی برائی ہے وہ مجھے بالکل اپنے سگے بھائیوں کی طرح عزیز ہے۔ مگر صبا کے لیے مجھے ہر لحاظ سے نوفل ہی بیسٹ لگتا ہے۔"

"آپ لوگوں نے صبا سے تو پوچھا تھا نا؟" اس کے جھجکتے ہوئے سے انداز سے وہ اس کا مطلب پا گیا تھا۔

"کم آن نگی۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہم لوگ اتنے کنزرویٹو نہیں کہ کسی کے جذبات کے بلبے پر اپنی انا کا محل تعمیر کر لیں۔ صبا کو فقط کراس میرج کے مسئلے پر اعتراض تھا۔ اینڈ دیٹس آل۔ یہ رشتہ سو فیصد اس کی مرضی سے ہوا ہے۔" اس کا پریقین لہجہ اسے ہلکا پھلکا کر گیا۔

"شکر ہے خدا کا۔" اس کی طمانیت سے پر گہری سانس انس کو ٹھٹکا گئی۔

"از اینی تھنگ رانگ ہیئر؟"

"اوہ نو۔" وہ بہ سرعت سنبھلی تھی۔ "ناٹ ایٹ آل یونہی میں نے سوچا کہیں میری وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ اتنے دھڑلے سے تو میں نے صبا کا رشتہ مانگ لیا تھا۔"

اور میں نے تمہاری مانگ کتنی آسانی سے پوری کر دی۔ اس سے بھلا کیا ثابت ہوتا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ نگین نے کہا۔

"کیا؟"

"یہی کہ میں مستقبل قریب میں ایک بہت اچھا شوہر ثابت ہوں گا۔" اس کا لہجہ شرارتی تھا نگین جھینپ گئی۔

"آپ کو تو بس پٹڑی سے اترنے کا موقع ملنا چاہیے۔" اس کے شرمیلے سے احتجاج سے وہ بہت محظوظ ہوا تھا۔

"بھئی میں تو بس ایسا ہی ہوں۔"

"مگر مجھے ایسوں کو ٹھیک کرنا بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔" وہ ہنسی دبا کر بولی تو وہ جیسے اس کی اس ادا پر قربان ہی ہو گیا۔

"تو پھر جلدی سے آ ونا۔" اس کا بے قرار لہجہ نگین کی دھڑکنیں تھامنے لگا۔

"جی نہیں مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔" وہ بہت سنبھل کر کترائے ہوئے انداز میں بولی تو انس نے آہ بھر کر کہا۔

"ایک تم ہو کہ میری کوئی پروا ہی نہیں کرتیں اور ایک ہم ہیں کہ....."

"آپ کیا کرتے ہیں؟" وہ اس کا مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تو لحظہ بھر کے توقف کے بعد ریسیور میں سے گونجنے والا اس کا دھیما مگر جذب سے بھرپور لہجہ اس کی رگوں میں سیال بن کے دوڑنے لگا۔

کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں
تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں
کبھی دل کے صحیفے پر
تجھے تصویر کرتے ہیں
کبھی پلکوں کی چھاؤں میں
تجھے زنجیر کرتے ہیں
کبھی خوابیدہ شاموں میں

کبھی بارش کی راتوں میں
کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں
تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں

"تم نے کبھی ایسا کیا ہے؟" وہ بوجھل سے لہجے میں پوچھتا اس کی دھڑکنیں اتھل پتھل کر گیا۔

"جی نہیں میرا دماغ ابھی خراب نہیں ہوا۔" وہ تیزی سے سنبھلی تھی۔

"ہاں جی یہ عشق و عاشقی تو ہم سر پھروں ہی کا کام ہے۔ تم دماغ والوں کو اس سے کیا لینا۔" اس کے مایوس کن انداز پر نگین کو ہنسی آگئی۔

"آپ کو اس عشق و عاشقی کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے کہ نہیں؟"

"آتا تو بہت کچھ ہے مگر وہ کیا ہے کہ!"

عشق کو یہ کمال حاصل ہے
وقت بے وقت اچھا لگتا ہے

اس کے انداز پر وہ ہنستی چلی گئی۔

"پتا ہے نگی تمہاری ہنسی تمہاری باتوں سے زیادہ خوب صورت ہے۔" وہ دفعتاً بولا تو نگین یوں جھینپی جیسے وہ اس کے مقابل موجود ہو۔

"آپ کو تو بس باتیں ہی بنانا آتی ہیں۔" اس نے فہمائشی انداز میں کہا مگر وہ بدستور شرارت کے موڈ میں تھا۔ ذو معنی انداز میں بولا۔

"ارے ہم تو جانے بندے کو کیا سے کیا بنا دیتے ہیں۔ تم ایک بار دستیاب تو ہو جاؤ۔"

"اب میں فون بند کرنے لگی ہوں۔ موسم کی گرمی سے آپ کا دماغ تحت متاثر ہو رہا ہے جا کر شاور لیں۔" اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔ اس نے بے اختیار قہقہہ لگایا تو اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اف۔"

اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے تو اس کی باتیں یاد کر کے اسے ایک بار پھر ہنسی آگئی۔

وہ اسی وقت اٹھ کر نوفل کے کمرے میں گئی تھی۔ جو اس وقت سونے کی تیاری میں تھا۔

"آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ ان لوگوں نے آپ کو عماد بھائی پر ترجیح دی ہے۔ حالانکہ ان میں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔" نگین نے اسے ساری بات بتانے کے بعد کہا تو وہ ہنس دیا۔

"تم تو بالکل پاگل ہو گئی۔ یہ بھی کوئی کنفرم کرنے والی بات تھی۔ میں تو بھول بھی چکا۔"

نگین نے بے یقینی سے اسے دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تھینک گاڈ۔ ورنہ آپ ایسی باتوں کا پیچھا کم ہی چھوڑتے ہیں۔" نگین نے طمانیت بھری سانس لیتے ہوئے مسکرا کر کہا اور اس کے کمرے سے نکل گئی۔

نوفل کے چہرے پر اب مسکراہٹ کی بجائے پر سوچ سا تاثر تھا۔

⌘☆⌘

آج پھر دل بے حد پژمردگی کے حصار میں تھا۔ تمام رات اس کی نیند بے حد ڈسٹرب رہی تھی۔ اتنے دنوں کے بعد جانے کیوں پھر سے عمر کا کسی کی یاد نے اسے تنگ کر کے رکھ دیا تھا۔ حالانکہ وہ اس بے وفا اور سنگدل شخص کے لیے ایک بھی آنسو نہ بہانے کا خود سے وعدہ کر چکی تھی۔

مگر یادیں تھیں کہ آندھیوں کی طرح پر شور انداز میں دل کے کواڑوں کو دھکیلتی ایک کے بعد ایک پلکوں تلے جمع ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ وہ بے طرح مضطرب ہوئی تھی اور بے تحاشا روئی تھی اور پھر خود سے ایک اور وعدہ کر لیا تھا کسی پر اعتبار نہ کرنے کا۔ کبھی کسی سے محبت نہ کرنے کا۔

"ٹھیک سے ناشتا کرو ضحی۔ دھیان کدھر ہے تمہارا؟" وہ کتنی دیر سے چائے کا کپ لیے بیٹھی تھی۔ تائی جان نے ٹوکا تو معید نے بے ساختہ اس کو دیکھا تھا۔

وہ بہت مضمحل اور تھکی تھکی سی لگی۔ آنکھوں کی سرخی بے خوابی کا نشان تھی۔

"بس تائی جان دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے بے زاری سے کہا تو چچی جان نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"ایک تو یہ دل ہمیں لے بیٹھا ہے۔ ذرا اس کی صحت دیکھیں آپا۔ چائے پی پی کر اپنا ستیاناس مار لیا ہے اس نے۔" چچی جان کو خالصتاً ماؤں والی فکر لگی تھی۔ جب کہ وہ سب کی توجہ خود پر مرتکز پا کر جز بز ہونے لگی۔

"اچھی خاصی تو ہوں آپ کو تو یونہی وہم ہو گیا ہے۔"

"اب تو پیپرز سے بھی پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ اب کس بات کی فکر ہے آپی۔"

اتوار کی چھٹی کی وجہ سے وہ سبھی بہت آرام سے ناشتہ کر رہے تھے۔ وجدان نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ خاموشی سے چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

"واقعی ضحی اپنی صحت کی طرف دھیان دو۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑنے لگے ہیں۔ کمزوری کی وجہ سے۔" صبا نے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا تو بنا کچھ کہے کپ کو سیاسر میں پٹخ کر وہ وہاں سے اٹھ کر ہی چلی گئی۔

صبا بے چاری ہق دق سی رہ گئی۔ باقی سب کے لیے بھی اس کا یہ طرز عمل انتہائی غیر متوقع اور ناگوار تھا۔ وہ تو شکر ہے کہ تایا جان اور چچا جان ان سے پہلے ہی ناشتے سے فارغ ہو کر جا چکے تھے ورنہ ضحی کی کھنچائی لازمی تھی۔

"بہت بدتمیز ہو گئی ہے یہ۔" چچی جان بے چاری خجل ہو گئیں۔

جب سے انہیں تائی جان کے ضحی اور معید سے متعلق فیصلے کا علم ہوا تھا تب سے وہ دلی طور پر ضحی کے اچھے رویے کی متمنی ہو گئی تھیں۔ حالانکہ اس کی ہر عادت اور انداز سب کے لیے کھلی کتاب کی مانند تھا مگر معید جیسے سلجھے ہوئے لڑکے کے لیے ان کے خیال میں ضحی کو اپنے اندر بہت زیادہ تبدیلی لانے کی ضرورت تھی۔

"یہ سب بھی تو پیپرز کو اس کی چھیڑ بنا کے بیٹھ گئے ہیں۔" تائی جان نے اپنے مخصوص انداز میں ضحی کی حمایت کی تو صبا نے بڑی سادگی بھری شرارت سے کہا۔

"یوں تو آپ سب ہی کو کنفیوز کرنے کے لیے معید بھائی کا سہارا لیتی ہیں۔ یہ ضحی کو کیوں نہیں سمجھاتے۔"

"میں کیا سمجھاؤں؟" معید نے اسے خفیف سا گھورا تھا۔ صبا کا مطلب پا کر تائی جان کے ہونٹوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے بھی تو سمجھا رہے تھے۔" اس نے لاپروائی سے کہا تو وہ متاسفانہ انداز میں سانس بھرتا ڈان کے صفحات کھنگالنے لگا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میرے عامل بابا سے رجوع کیا جائے۔ ہر مشکل کا حل منٹوں میں نکل آئے گا۔" وجدان کی زبان پھر سے بے قرار ہوئی۔

"بالکل ٹھیک یہ ایسا عمل کرائے گا کہ ضحی آپی کی سیٹ پر عامل بابا کے موکل پیپرز دے آئیں گے۔ کیوں؟" حمزہ کی اس سے کم ہی بنتی تھی۔ وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"ہاں کیوں نہیں آزما کے دیکھ لو۔"

"تمہاری جگہ تو بھی کوئی جن نہ گیا پیپرز دینے۔" صبا نے اسے گھورا تھا۔

"میں آپی کی طرح نالائق تھوڑی ہوں۔" اس نے شان بے نیازی سے کہا تھا۔

"وجی! تم اپنے عامل بابا سے ایک عدد تعویذ خاتمہ خوش فہمی کا کیوں نہیں لیتے؟" حمزہ نے ملائمت سے پوچھا تو وہ بولا۔

"تمہارے لیے؟"

"جی نہیں اپنے لیے۔" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ تو چچی جان نے اسے جھڑک دیا۔

"بھئی تو خاموشی سے کچھ کھا پی لیا کرو۔ اسی لیے تو صحت نہیں بنتی تم لوگوں کی۔" وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

"ابھی نہیں آیا ابھی تک؟" تائی جان کو تشویش ہوئی تھی۔ صبح سویرے ہی موصوف اپنے کسی دوست کے ساتھ نکل لیے تھے اور ابھی تک غائب تھے۔

"ایک ہی تو چھٹی ہوتی ہے آپا۔ گزارنے دیں اپنے ڈھنگ سے۔" چچی جان نے مسکرا کر کہا تو وجدان نے لقمہ دیا۔

"اس کے بعد تو لمبی قید ہے بلکہ عمر قید۔" اس کا اشارہ سمجھ کر سبھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔
"تمہارا کیا خیال ہے شادی سے متعلق معید؟" تائی جان نے اچانک ہی پوچھا تھا۔
"جی اچھا ہے۔" وہ اس سوال کے لیے تیار نہیں تھا گڑبڑا گیا۔ وجدان کا قہقہہ سب سے بلند تھا۔
"کیا خوب کہا یہ تو تیار بیٹھے ہیں۔"
"میرا مطلب تمہاری شادی سے متعلق ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ خفیف سا ہو گیا۔ ٹالنے والے انداز میں بولا۔
"ابھی آپ ان دو شادیوں سے تو نمٹ لیں۔"
"یہ تو اللہ کی مدد سے ہو ہی جائیں گی مگر تم بھی تو کچھ سوچو۔"
"فی الحال تو میں اپنے کیریئر کو اسٹیبلش کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہی کچھ سوچوں گا۔"
وہ خود کو ان ایزی محسوس کرتے ہوئے بات ختم کرنے والے انداز میں بولا تھا۔ تائی جان نے کہا۔
"تم بس ارادہ کر کے مجھے بتا دینا۔ سوچنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے لیے لڑکی میں خود ڈھونڈوں گی۔"
"آف کورس بڑی مامی۔" وہ جھینپ سا گیا تھا۔
"ہائے امی بے چارے معید بھائی سے تو پوچھ لیں ہو سکتا ہے کہ....." حمرہ کو معید کی فرمانبرداری پر ترس آیا تھا مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی صبا بول اٹھی۔
"ابھی ٹائم ہے معید بھائی۔ بتا دیں ورنہ امی تو لڑکی پسند کیے بیٹھی ہیں۔"
صبا کی بات پر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ چچی جان نے بھی سنجیدگی سے کہا۔
"واقعی بیٹے پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ فرمانبرداری بھی ایک حد تک ہی اچھی ہوتی ہے۔"
"ارے نہیں چھوٹی مامی۔" وہ دھیرے سے ہنس دیا تھا۔ "آپ بھی کس کی باتوں میں آ رہی ہیں۔ میرا فیصلہ بھلا آپ لوگوں سے الگ کیسے ہو سکتا ہے۔ آج تک میری ذات سے متعلق جتنے بھی فیصلے ہوئے ہیں میں ان سے بہتر فیصلے کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو اس کی فرمانبرداری ان کے دل میں اتر گئی۔
"مجھے یقین تھا معید بھی اس کی طرح ہر معاملے میں بڑھ بڑھ کر نہیں بولے گا۔" تائی جان نے آرام سے کہا تو ان سب کو ہنسی آ گئی۔
بہر حال اس گفتگو سے تائی جان کے ساتھ ساتھ چچی جان کو بھی تسلی ہو گئی کہ صبحی کا مستقبل محفوظ تھا۔
فون کی مسلسل بجنے والی بیل نے صبحی کو جھنجلا کر اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایک تو یونہی صبح سے موڈ خراب تھا اوپر سے گھر والوں نے بھی جیسے اس سے لاپروائی اختیار کر لی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ہمیشہ کی طرح صبا اس کے پیچھے آ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرے گی مگر وہ بھی جیسے اس کی خفگی سے بے نیاز سی ہو گئی تھی۔ اب بھی وہ بہت بے زاری کے حصار میں تھی مگر دوسری طرف نوفل کو پا کر ساری بے زاری اور کوفت لمحہ بھر میں اڑن چھو ہو گئی۔

⌘☆⌘

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ضوئی۔ اس بھری دوپہر میں تمہیں شاپنگ سوجھ رہی ہے۔" صبا نے چڑ کر کہا تھا۔
پہلے تو وہ صبح سے اپنے کمرے میں گھسی رہی تھی۔ صبا نے اس کے پیچھے جانے کا قصد کیا تو چچی جان نے اسے صاف منع کر دیا۔ ان کے خیال میں وہ زیادہ ہی بگڑتی جا رہی تھی اور اب اچانک ہی اسے شاپنگ کا جوش چڑھ گیا تھا۔
"تمہارا کیا خیال ہے سارے بازار پاگلوں سے بھرے ہوتے ہیں۔" وہ اس کی الماری چیک کرتے ہوئے آرام سے کہہ رہی تھی۔
"ضوئی میں نہیں جا رہی۔ ویسے بھی اتنے آرام سے شاپنگ ہو تو رہی ہے مریم پھپھو نے اتنا اچھا شیڈول بنا رکھا ہے شام کا۔" صبا کو یوں بھی کہیں آنے جانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور شاپنگ تو قریباً اس کی چڑ ہی بن چکی تھی۔ اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز وہ صبحی یا چچی جان سے منگوا لیتی تھی مگر صبحی آج ہر حال میں اسے ساتھ لے جانے پر مصر تھی۔
"دراصل میں پیپرز کی تیاری کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ سپلی میں دے لوں گی نا۔ اس لیے مجھے بہت امپورٹنٹ بک خریدنی ہے اور کچھ اور چیزیں بھی۔ اب فٹافٹ اٹھ جاؤ۔"
صبا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ بہت اچانک ارادہ نہیں بن گیا تمہارا؟"
"اب نالائقی کا ٹھپہ بھی تو اتارنا ہے۔" اس نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔ صبا اس کے نکالے ہوئے سوٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔
"کس کے ویسے پر جا رہے ہیں ہم؟"
اس نے اپنے کاٹن کے نئے سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔ پیچ کلر کا ہلکی سی کڑھائی اور کٹ ورک سے مزین یہ سوٹ اس نے ضحی کے برتھ ڈے پر پہنا تھا۔ اس کے بعد سے یونہی رکھا تھا۔
"بہت بدذوق ہو تم صبی۔ کبھی کبھار تو بازار جاتے ہیں ہم۔ لوگ کیا سوچیں گے۔ کیسے برے حلیے میں آتی ہیں۔" ضحی نے اپنے تئیں بڑی عقلمندانہ بات کہی تھی مگر صبا اسے فہمائشی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔
"جلدی کرو نا۔ میں نے حمرہ کو بھی کہہ دیا ہے۔ آئس کریم کا پروگرام ہے۔" ضحی نے عجلت بھرے انداز میں کہا مبادا وہ مزید سوال جواب پر اتر آئے۔
"خیریت تو ہے نا ضحی آج تک تم نے خود تو اپنے پیسوں سے آئس کریم کھائی نہیں ہے ہمیں کھلانا تو بہت دور کی بات ہے۔" صبا نے خاصی بے یقینی سے اسے دیکھا تو ضحی نے کپڑے اس کے ہاتھ میں تھما کر اسے باتھ روم میں دھکیل دیا۔
"ہو گئیں آپی تیار؟" حمرہ بالکل ریڈی تھی۔
"یہ جو تمہاری آپی ہے نا۔ یہ ڈنڈے کے زور پر قابو آتی ہے۔ یہ مشکل تو کپڑے بدلنے کے لیے گھسایا ہے۔" آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے خود کا جائزہ لیتے ہوئے مدبرانہ جواب دیا تھا۔
"ویسے ضحی آپی! آپ واقعی آئس کریم کھلائیں گی ہیں؟" حمرہ کو بھی یقین کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔
"ہائے حمرہ کیا میں اتنی کنجوس ہوں؟" وہ پریشان سی اس کی طرف پلٹی تھی۔
"آپ کو نہیں پتا....." حمرہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی تھی۔
"اتنی گرمی میں پتا نہیں آج میرا کیا حال ہو گا۔" صبا کپڑے تبدیل کر کے نکلتے ہوئے سخت پریشانی سے کہہ رہی تھی۔ وہ حمرہ کو گھورنا چھوڑ کر فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی اور چاپلوسانہ انداز میں بولی۔
"بہت اچھی لگ رہی ہو لیکن اگر بال بھی کھول کے رکھو تو جولائی کے مہینے میں ہی بہار آ جائے گی۔"
"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ اتنی گرمی میں آج میری فوتگی اور پرسوں تک سوئم ہو جائے گا۔" صبا نے دانت پیسے تھے۔
"ان کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔" حمرہ نے فیصلہ دیا تھا۔
"اچھا اب جلدی کرو۔ ساڑھے چار بجنے والے ہیں۔" اس نے کہا تو صبا متاسفانہ انداز میں اسے دیکھتی اوپر اوپر سے بالوں کو کنگھی سے سنوار کر دوپٹہ اوڑھنے لگی۔
"بال تو ڈھنگ سے بنا لو۔" وہ رہ نہیں سکی تھی مگر اب کی بار صبا کو غصہ آ گیا۔
"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ میں کون سا کسی کی شادی میں شریک ہونے جا رہی ہوں۔"
"اچھا بابا جیسے چاہو چلو۔ بعد میں مجھے مت کوسنا۔" وہ زچ ہو کر بولی تو صبا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
"امی سے کہہ دیا ہے نا بازار جانے کا؟"
"ہاں اتنی مشکلوں سے اجازت ملی ہے کہہ رہی تھیں شام کو چلی جانا مگر میرا تو ابھی دل چاہ رہا ہے نا۔" اس نے اطمینان سے کہا تھا۔
"ایک تم اور ایک تمہارا دل۔ چلو مرو اب۔" صبا کو ایک اچھی اور پرسکون نیند کے کھونے کا صدمہ تھا۔
اور بازار جا کے ضحی نے خریدا تو کچھ بھی نہیں ہر دکان پر بھاؤ تاؤ کیا اور ناک بھوں چڑھا کر آگے چل دی۔
"پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں میرے۔ ایسی کون سی نادر و نایاب سی شاپنگ کرنی ہے تمہیں۔" شدید گرمی نے صبا جیسے ٹھنڈے مزاج کی لڑکی کو بھی تپا کر رکھ دیا تھا۔
"میرا کیا قصور ہے اگر کوئی چیز پسند نہیں آ رہی تو۔" اس نے مسکین شکل بنائی تو حمرہ نے انہیں ٹوک دیا۔
"ذرا سائیڈ پر ہو کر جھگڑ لیں۔ بیچ سڑک پر لڑتی ہوئی بالکل جاہل لگ رہی ہیں۔"
"سائیڈ پر لڑتی بھی جاہل ہی لگیں گی۔ خوامخواہ ہی ہمیں جولائی کے مہینے میں مارچ کروا رہی ہے۔" صبا جل بھن کر رہ گئی

تھی۔
"چلو آؤ آئس کریم کھلاتی ہوں تمہیں۔ ساڑھے پانچ تو بج ہی چکے ہیں۔" اسے صبا کی تمتماتی رنگت دیکھ کر ترس آ ہی گیا تھا۔
"تو تم ساڑھے پانچ بجانے کے لیے سڑکوں پر پھر رہی ہو؟" صبا نے اسے کچا چبا جانے والے انداز میں دیکھا تھا۔
"نہیں بجانے تو چھے تھے مگر خیر۔ انتظار کر لیں گے۔" وہ نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں کہتی آگے بڑھ گئی۔
ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہوئے صبا قدرے ہچکچائی تھی۔
"کہیں اور آئس کریم نہیں ملتی ہے کیا؟"
"بے وقوف مت بنو۔" وہ اسے گھرتی گلاس ڈور دھکیلتی اندر داخل ہوئی تو اس کے اعتماد کو رشک سے دیکھ کر صبا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ ان کے ایک ٹیبل سنبھالتے ہی ویٹر چلا آیا تو ضحی ہی نے اسے کولڈ ڈرنکس کا آرڈر دیا تھا اور پھر اسی دوران اسے یاد آ گیا کہ اس نے اپنی ایک بہت ضروری بک لینا تھی۔
"خدا کے لیے ضوئی۔ اب آرام سے بیٹھی رہو۔ میں تو یہاں سے واپسی سے پہلے ایک لمحے کے لیے بھی اٹھنے کو تیار نہیں ہوں۔" صبا نے صاف جواب دے دیا تھا۔ ابھی تو ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں بہ مشکل حواس قابو میں آئے تھے۔ ایسے میں باہر کی دھوپ کا سامنا کرنا اسے جہنم میں جانے کے مترادف ہی لگا تھا۔
"یہ پیچھے ہی تو ہے بک شاپ۔" ضحی نے منت بھرے انداز میں کہا مگر وہ نہیں مانی۔
"واپسی پر لے لینا۔ میں نہیں جا رہی۔"
"آج کل دکانیں جلدی بند ہو جاتی ہیں۔ میں ایسا کرتی ہوں حمرہ کے ساتھ جا کر بک لے آتی ہوں۔" وہ تو جیسے اپنی بات پر اڑ ہی گئی تھی۔
"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ضحی میرے پھپھا کا ریسٹورنٹ نہیں ہے جو مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہی ہو۔" صبا نے دانت پیسے مگر اٹھنے کو اب بھی تیار نہیں ہوئی تھی۔
"بس دس منٹ بیٹھو۔ میں ابھی دو منٹ میں آئی۔"
صبا کی گھورتی نظروں اور غصے سے بے اثر وہ حمرہ کا ہاتھ تھامے یہ جا وہ جا۔ صبا ہق دق بیٹھی تھی۔
"یا میرے خدایا۔ کہیں اس کا دماغ تو نہیں گھوم گیا۔" وہ یوں خود کو اکیلے بے وقوفوں کی طرح محسوس کر رہی تھی۔ ضحی نے سوچنے کا موقع ہی کب دیا تھا کہ وہ کچھ فیصلہ کرتی۔
دس کے بھی پندرہ منٹ گزر گئے تب اس کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ ویٹر دو مرتبہ آرڈر لینے آیا تو صبا نے خود پر قابو پاتے ہوئے اسے فی الحال منع کر دیا دل ڈوبا جا رہا تھا۔
"کہیں خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو۔ ضوئی کو تو یوں بھی اندھوں کی طرح چلنے کی عادت ہے۔"
اور جب وہ سوچ چکی تھی کہ اب اسے رونا شروع کر دینا چاہیے۔ اسی وقت گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوتے شخص کو دیکھ کر نہ صرف اس نے سکون کی سانس لی بلکہ بے ساختہ مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ ہلا کر آنے والے کو اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ حیران سا اس کی ٹیبل کے پاس آ رکا۔

⌘☆⌘

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" عماد درحقیقت بہت حیران ہوا تھا۔ ضحی تو پھر بھی اکیلی گھر سے نکلنے کی جرأت کر لیتی تھی مگر صبا کا یوں ریسٹورنٹ میں تنہا دکھائی دینا واقعی اچنبھے کی بات تھی۔
"یہ سب اس خبیث ضحی کا کمال ہے۔ مجھے یہاں بٹھا کر خود شاپنگ کرنے دفع ہو گئی ہے۔" اس نے دانت پیس کر کہا تو وہ کرسی کھینچتا اس کے مقابل بیٹھ گیا۔
"اکیلی گئی ہے؟" عماد کو تشویش ہوئی تھی۔
"نہیں حمرہ بھی اس کے ساتھ ہے۔" اس نے بتایا پھر پوچھنے لگی۔
"لیکن آپ یہاں اس وقت کیا کر رہے ہیں؟"
"میرا آفس اور ہے۔ میں روزانہ یہیں لنچ کرتا ہوں۔ تم اپنے ذہن کے گھوڑے فضول خیالات کی طرف دوڑانے کی کوشش

مت کرو۔" اس کی معنی خیز مسکراہٹ عماد کو محظوظ کر گئی تھی۔
"یہ کون سا لنچ کا ٹائم ہے۔ چھ بج رہے ہیں۔" صبا نے حیرت سے کہا تھا۔
"آج ایک میٹنگ میں ٹائم نکل گیا ہے۔ اس لیے ابھی آرہا ہوں۔ ویسے یہ ضحی کا دماغ کچھ زیادہ ہی خراب نہیں ہو گیا۔" عماد نے کہتے ہوئے کلائی الٹ کر ٹائم دیکھا تو صبا نے کہا۔
"اب اس کی سزا یہ ہے کہ آپ مجھے آئس کریم کھلا کر گھر ڈراپ کر دیں۔ وہ یہاں آئے تو مجھے غائب پا کر اس کے بھی حواس غائب ہو جائیں گے۔"
عماد نے اس کی ہوشیاری پر اسے گھورا تھا۔
"یہ اس کی سزا ہے یا میری؟"
"اب اتفاقاً ہی سہی عماد بھائی مگر آپ میزبان بن ہی چکے ہیں تو پھر تکلف کیا کرنا۔" وہ شرارت سے بولی تو عماد نے متاسفانہ انداز میں اسے دیکھا۔
"بہت ندیدی ہو تم صبی۔ نوفل کو بتانا پڑے گا یہ سب۔"
"عماد بھائی۔" وہ جھینپ گئی تھی۔ اس کی تمتمائی رنگت دیکھ کر وہ ہنس دیا۔
لنچ کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے عماد نے بھی آئس کریم کا ہی آرڈر دیا تھا۔ بل پے کر کے اس نے صبا کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو اسے ضحی اور حمرہ کی یاد ستانے لگی۔
"پتا نہیں وہ دونوں کہاں ہوں گی۔"
"ایک فیصلہ کر لو۔ یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنا ہے یا گھر جانا ہے؟" عماد نے اسے گھورا تو وہ گڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"گھر ہی جاؤں گی۔ اس کا کیا پتا کب آئے۔ یاد آگئی ہو گی کوئی نئی چیز۔"
پارکنگ لاٹ میں جگہ نہ ملنے کے باعث عماد اپنی گاڑی سڑک کے دوسری طرف پارک کر کے آیا تھا۔
"ایک تو مجھے لاہور کی ٹریفک سے بہت وحشت ہوتی ہے۔" صبا نے خوفزدہ ہو کر بچوں کی طرح عماد کا ہاتھ تھاما تھا۔
"مان گئے بھئی بڑی پیاری ہو گئی ہے زندگی تمہیں کہیں نوفل کنوارہ ہی بیوہ نہ ہو جائے۔" عماد نے مذاق اڑایا تو لفظ بیوہ پر وہ بے اختیار ہنسی تھی۔
عماد اسے باہر ہی ڈراپ کر کے چلا گیا تھا۔
وہ اپنی حرکت پر محظوظ ہوتی اندر چلی آئی۔ بیگ ٹیبل پر پھینکتے ہوئے وہ صوفے میں دھنس گئی۔
ضحی کا متوقع ردعمل سوچ کر اسے ہنسی آرہی تھی۔
"تم کیا زعفران کا کھیت دیکھ آئی ہو جو دانت اندر نہیں جا رہے؟" ضحی کی آواز بہت غیر متوقع طور پر ابھری تو وہ اچھل پڑی۔ باہر سے آنے کی وجہ سے وہ ساتھ والے صوفے پر نیم دراز وجود کو بالکل بھی نہیں دیکھ پائی تھی۔
"تم..... تم کب آئیں؟" وہ جی بھر کر حیران ہوئی تھی۔
"ہم لوگ تو اسی وقت واپس آگئی تھیں۔" اس نے مزے سے کہا تو صبا کو شاک پہنچا۔
"مجھا کیلی کو وہاں چھوڑ کر؟"
"اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ یہ غیر متوقع ملاقات کیسی رہی؟" ضحی نے اس کی طرف جھکتے ہوئے بڑے اشتیاق سے پوچھا تو صبا نے اسے شکی نظروں سے دیکھا۔
"تمہیں کیسے پتا کہ وہاں میری کسی سے ملاقات ہوئی ہے وہ بھی غیر متوقع؟"
"ہم سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے بالکل۔ ہمارے موکل ہمیں سب خبر دیتے رہتے ہیں۔ تم ملاقات کا احوال بتاؤ۔" "تھوڑی سی باتیں ہوئیں۔ پھر آئس کریم کھائی اور وہ مجھے گھر ڈراپ کر گئے۔"
"باتیں کیا کیا ہوئیں؟" ضحی نے بے تابی سے پوچھا تو اس نے رسان سے کہا۔
"تمہیں گالیاں دیں اور کیا۔"
"خیر اب تم بتانا نہ چاہو تو الگ بات ہے۔" اس نے ناراض ہوئے بغیر کہا پھر دوبارہ متجسس ہوئی۔
"ویسے تم نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا یا نہیں؟"

"اس کی کیا ضرورت تھی۔ بھائی اور ہوتے کس لیے ہیں۔" صبا نے تنک کر کہا تو وہ جیسے چلا ہی اٹھی۔
"بھائی.....؟ تم انہیں بھائی کہہ رہی ہو؟"
"تو اور کیا باجی کہوں۔" صبا نے ناگواری سے اسے دیکھا پھر بولی۔ "جو شروع سے سمجھا ہے وہی کہوں گی نا۔"
"صبی تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟" ضحی کو اس کا مذاق بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔
"اور تمہارے متعلق تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے کس کو بھائی کہہ رہی ہوں میں؟" صبا نے قدرے خجل سے پوچھا تو وہ نا سمجھنے والے انداز میں بولی۔
"نوفل بھائی کو۔"
"مگر میں تو عماد بھائی کے ساتھ آئی ہوں۔" صبا نے کہا تو ضحی صدمے کا شکار ہونے لگی۔
"تو کیا نوفل بھائی وہاں نہیں پہنچے؟"
"کیا؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟" صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔
"انہوں نے ہی کہا تھا تم سے ملنے کے لیے۔" ضحی نے مزید چھپانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔
"کتنی ذلیل ہو تم ضحی۔" صبا پر سوچ کر ہی گھبراہٹ طاری ہونے لگی۔
"اگر وہ واقعی وہاں آجاتے تو.....؟"
"مگر وہ آئے کیوں نہیں؟" ضحی نے متفکرانہ انداز میں کہا تو صبا نے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔
"کیونکہ ان کا دماغ تمہاری طرح الٹا نہیں ہے۔ انہوں نے مذاق کیا اور تم سنجیدہ ہو گئیں۔"
"ویسے بہت بری حرکت کی ہے نوفل بھائی نے۔" ضحی کو بیسارا مزہ کرکرا ہوتا محسوس ہوا تھا۔
"میرے حق میں تو بہت اچھا ہوا ہے۔ کہیں آجاتے تو میں بھی اگلے جہان۔" صبا نے فوراً خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ پھر ضحی کو ایک ہاتھ جڑ دیا۔
"اور تم نے آئندہ ایسی کوئی فضول پلاننگ کی تو پھر دیکھنا اسٹوپڈ۔" اسے واقعی یہ سب پسند نہیں آیا تھا۔ ضحی نے منہ پھلا لیا۔
"آگئیں آپ؟" حمرہ نے آتے ہی مسکرا کر پوچھا تو وہ اطمینان سے بولی۔
"بالکل پہلے عماد بھائی نے آئس کریم کھلائی پھر گھر ڈراپ کر کے گئے ہیں۔"
"یہ عماد بھائی کہاں سے آگئے اس اسٹوری میں؟" حمرہ نے حیران ہو کر ضحی کو دیکھا تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔
"تم لوگوں کی اسٹوری بالکل پاکستانی فلموں جیسی تھی۔ کرنا کچھ ہوتا ہے اور کر کچھ اور رہے ہوتے ہیں۔" صبا انہیں چڑاتی ہوئی اپنی سینڈلز اٹھائے چلی گئی تھی۔
"آپ کی تو ساری پلاننگ ناکام ہو گئی۔" حمرہ نے منہ لٹکائے بیٹھی ضحی سے کہا تو وہ تلملا اٹھی۔
"یہ تو میں نوفل بھائی سے پوچھوں گی نا۔ اتنی گرمی میں ہماری مارچ پاسٹ کرا دی اور یہ محترمہ ٹھنڈی ہو کر گھر پہنچ گئیں۔"
صبا کی مسکراہٹ نے اسے احمق بن جانے کا شدت سے احساس دلایا تھا۔
"ضحی آپی! ٹینگ لاؤں آپ کے لیے؟" حمرہ کو اس پر ترس آرہا تھا۔ واپسی پر وہ کتنی پرجوش سی اسے اپنا کارنامہ سنا رہی تھی۔
"رہنے دو حمرہ گڑیا۔ ٹینگ پینے سے اس آئس کریم کا صدمہ تو کم نہیں ہو گا نا جو تمہاری آپی مفت میں کھا کے آرہی ہے۔"
اس کے آہ بھر کر کہنے پر حمرہ کو ہنسی آگئی۔
"ہم نے بھی تو آج ان کے مقابلے پر کھائی ہے۔"
"کیا؟" ضحی کو سمجھ نہیں آئی تھی۔
"دھوپ اور کیا۔" وہ بے ساختہ بولی تو ضحی کو بھی ہنسی آگئی۔

⌘☆⌘

اوینہ نے ناک کے ذریعے لمبی سانس اندر کھینچتے ہوئے نوفل کو دیکھا جو اس وقت کہیں جانے کو بالکل تیار تھا۔ خوب صورت ڈریسنگ اور خوشبوؤں میں نہایا اس کا بھرپور مردانہ سراپا کسی طور بھی نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔
"خیریت تو ہے۔ آج اس وقت یہ بادِ بہاری کس کے گلشن کو مہکانے جا رہی ہے؟"
اس نے چونک کر آئینے میں اوینہ کے عکس کو دیکھا پھر مسکراتے ہوئے پورے کا پورا اس کی طرف پلٹ گیا۔

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ تمہیں خود ہی پتا چل جانا چاہیے۔" اس کا موڈ بے حد خوشگوار تھا مگر زیادہ جھٹکا ادینہ کا مطلب پا کر لگا تھا۔

"صبا سے ملنے؟" خود پر بہت ضبط کرتے ہوئے بھی وہ تحیر سے پوچھ بیٹھی تو وہ اپنے دونوں بازو دائیں بائیں پھیلا کر شرارت سے بولا۔

"تمہیں میری حالت سے نہیں لگ رہا ہے؟"

اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ' آنکھوں سے چھلکتی جگمگاہٹ اور شوخی ادینہ کے اندر بے حد شور مچانے لگی۔

کیا ہونے چلا تھا۔ اس نے تو بہت ہوشیاری کے ساتھ مہرے چلے تھے۔ پھر یہ مات کیسے اس کا مقدر ہونے لگی تھی؟

"یہ شخص..... کس قدر بے مہر ہے یہ شخص۔ کیسے خوشی سے خود کو کسی دوسرے کو دان کر رہا ہے۔ اسے میں' میری آنکھوں میں مچلتی خواہشات کیوں دکھائی نہیں دیتیں۔"

وہ جیسے ایک خواب کی کیفیت میں چلتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا یہ محبت ہے نوفل۔ اس سے کبیدہ خاطر ہونے کے باوجود تم اسے اس قدر اہتمام سے ملنے جا رہے ہو۔ کیا اسے محبت کہتے ہیں؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا تو نوفل نے پرسکون انداز میں اسے دیکھا تھا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تمہاری تو پسند کی شادی تھی' لو میرج' تم کیا کہتی ہو اس بارے میں؟" لمحوں میں وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی۔

"کچھ مت پوچھو نوفل۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ وقتی کشش تھی اور بس۔ محبت تو ایک ان جانا' ان چھوا جذبہ ہی رہا وہاں۔"

یہ ایک نیا بھید وہ آج کھول رہی تھی۔ اس کے آنسو صحیح معنوں میں نوفل کو گڑبڑانے پر مجبور کر گئے۔

جب سے وہ اس گھر میں واپس آئی تھی۔ اس سے کسی نے کسی قسم کی بھی باز پرس نہیں کی تھی اور نہ ہی نوفل نے کبھی طلاق کی وجوہات جاننے کی کوشش کی تھی۔

"فار گیٹ اٹ ادینہ۔ پوری زندگی پڑی ہے تمہارے سامنے۔ انجوائے یور لائف۔" نوفل نے اس کے آنسوؤں سے متاثر ہوتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔ عورتوں کا رونا اسے ہمیشہ ہی گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ اس نے ہمیشہ حتی الامکان کوشش کی تھی کہ اس کی ماں اور بہن کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہ آئیں' اسی وجہ سے وہ خواتین کو روتا نہیں دیکھ پاتا تھا۔

"تم نے بھی تو مجھے نہیں روکا نوفل' ورنہ آج شاید یہ سب یوں نہ ہوتا۔" اس نے بھیگے ہوئے پرشکوہ انداز میں کہا تھا۔

"کوئی کسی کے روکنے سے نہیں رکتا ادینہ۔ یہ راہ ہی ایسی ہے جتنی دشواریاں بڑھتی ہیں اتنا ہی کوہ پیمائی کا شوق بھی حد سے سوا ہوتا جاتا ہے۔"

"تم مجھے روکتے تو میں رک جاتی نوفل۔ میں تو منتظر ہی رہی کہ کب تم مجھے پکارو گے مگر تم نے تو مجھے کبھی اس قابل سمجھا ہی نہیں۔ نہ کل اور نہ ہی آج۔" وہ بے حد جذباتی ہو کر بولی تو نوفل کو اندازہ ہو گیا کہ وہ پھر سے اس روز جیسے جذباتی دورے کا شکار ہو رہی تھی۔

"یہ سب خدا کی کرنی ہے ادینہ۔ جو جس کے نصیب میں لکھا ہے وہ تو بھگتنا ہی ہے۔"

"تقدیر میں ہی کیوں نوفل؟ اس راہ میں مجھے بھی تو کوئی مخلص اور محبت کرنے والا انسان مل سکتا تھا۔ جیسے تم' صبا کو مل گئے۔" وہ مچل اٹھی تھی۔ ادینہ کے انداز اسے پریشان کرنے لگے۔

"ادینہ! زندگی میں ہر بار وہی کچھ نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔ تم دل چھوٹا مت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تمہارے لیے بھی کوئی بہت اچھا شخص چن رکھا ہوگا جو جلد یا بدیر تمہیں مل جائے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور پھر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔ "اب میں چلتا ہوں۔ کافی لیٹ ہو چکا ہوں۔" وہ یہ عجلت پلٹ کر سائیڈ ٹیبل پر دھری گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھانے لگا تو وہ دلگرفتی سے ہنس کر آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں' بھلا کون رکتا ہے کسی کے لیے۔"

نوفل فوراً اس کی طرف پلٹا تھا۔

"ایسا بھی سوچنا بھی مت ادینہ۔ تمہارا کوئی مسئلہ' کوئی پریشانی مجھ سے الگ نہیں ہے۔" اس نے سختی سے اسے باور کرایا تو وہ یوں ہنس دی جیسے اس سے پہلے کوئی سیریس بات ہی نہ ہوئی ہو۔

وہ بھی مطمئن ہوا تھا۔

"اب میں چلوں؟" دوستانہ انداز میں پوچھا تو ادینہ نے دل کی جلن کو چھپاتے ہوئے کہا۔

"بہت بے تاب ہو رہے ہو۔"

"سمجھا کرو نا یار۔ کسی لڑکی سے پہلی پہلی ملاقات ہے۔ لیٹ ہو جانا اچھا شگن تو نہیں ہے نا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ ادینہ کا جی چاہا اس وقت کوئی ایسی بات کہہ دے جو نوفل کا یہ ہنستا مسکراتا موڈ برباد کر کے رکھ دے اور وہ اسی وقت صبا میر پر لعنت بھیج دے۔

"ویسے وہ مان کیسے گئی۔ وہ تو سنا ہے کہ کسی اجنبی سے بے تکلف نہیں ہوتی۔" وہ بے اختیار بولی تھی۔

"اچھا ہے نا' اس کی پہلی بلکہ ہر ڈیٹ میرے ہی ساتھ ہونی چاہیے۔" وہ پرسکون انداز میں مسکرا دیا تھا۔

پچھلے تین چار دنوں کی ٹینشن تو آج صبا سے ہونے والی ملاقات کے فقط تصور ہی سے اڑنچھو ہو گئی تھی۔ دل و دماغ تمام خدشات و اوہام سے بالکل پاک تھے۔

وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ نوفل اسے بازو سے تھامے اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے آیا۔

"اب مزید ڈسکشن پھر سہی۔ ابھی میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ کہیں بدشگونی نہ ہو جائے۔" وہ شرارت سے کہتا چلا گیا۔ اس کا اٹھنے والا ہر قدم ادینہ کو اپنے دل پر پڑتا محسوس ہوا تھا۔

"خدا نے واقعی میرے نصیب میں بہت شاندار سا آدمی لکھ رکھا ہے اور اسے میں بہت جلد حاصل کر لوں گی نوفل احمد۔" اس نے بہت تنفر سے سوچا تھا۔ پھر نوفل اور صبا کی ملاقات کا تصور ذہن میں لہرایا تو وہ تن بدن سے سلگ کر رہ گئی۔

"خدا کرے نوفل احمد یہ پہلی ملاقات ہی کسی بہت بڑی بدشگونی کا شاخسانہ بن جائے۔"

اس نے تہہ دل سے بددعا مانگی تھی۔

وہ بہت تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرنے کے باوجود مقررہ جگہ پر لیٹ ہی پہنچا تھا۔ اوپر سے ریسٹورنٹ کے باہر کہیں گاڑی پارک کرنے کو جگہ تک نہیں تھی۔ ابھی وہ پارکنگ کے لیے جگہ تلاش کر ہی رہا تھا جب اس کی نگاہ صبا اور عماد پر پڑی تھی۔

کسی کی بددعا نے بہت تیزی سے اس کے گرد اپنا حصار بنایا تھا۔

وہ عماد کے ہاتھ میں ہاتھ دیے سڑک پار کر گئی تھی۔ عماد نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اس کے لیے فرنٹ ڈور کھول دیا تو وہ ہوا سے اڑتے دوپٹے کو سنبھالتی اندر بیٹھ گئی۔

عماد نے کچھ کہتے ہوئے آگے کو جھک کر اس کی طرف کا دروازہ بند کیا تو وہ جواب میں ہنس دی۔ ان کی گاڑی نوفل کے سامنے سے گزری تھی اور وہ اسٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ دھرے بے یقینی سے یہ سارا منظر دیکھتا رہا تھا۔

اردگرد کی گاڑیوں کے تیز ہارن اسے حواس میں لانے کا سبب بنے تھے۔ اشتعال نے غلبہ پایا تو وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔

"تمہارا یہ گناہ ناقابل معافی ہے صبا میر۔" اس نے گاڑی اس قدر بے دردی سے ریورس کی تھی کہ اس کے ٹائر چرچرا اٹھے تھے۔

⌘☆⌘

ہلکی ہلکی بوندا باندی نے شدید گرمی میں بھی ایک لطیف سا تاثر قائم کر دیا تھا اور صبا بارشوں سے جتنی الرجک سہی مگر ضحی اتنی ہی دیوانی تھی۔ اب بھی ڈھلتی شام سے بے نیاز وہ ٹیرس کی سیڑھیوں پر بیٹھی ٹپاٹپ برستی بوندوں کے کھیل سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

ضحی اس کی نظر معید پر پڑی تو وہ بدمزہ سی ہو گئی۔ وہ بھی اسے دیکھ کر چونکا تھا۔ ضحی نے ایک لمحے کو وہاں سے اٹھ جانے کا ارادہ کیا مگر پھر ملتوی کر کے وہیں بیٹھی رہی کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھنے لگے کہ وہ اس سے خوفزدہ ہے۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" بہت غیر متوقع سوال اور نرم انداز تھا۔ ضحی نے تلملا کر اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے بے حد ناگواری سے پوچھا تھا۔ معید نے قدرے دھیان سے اسے دیکھا۔ سرخ اور سفید پرنٹڈ شرٹ اور سفید شلوار دوپٹے میں وہ اب دوبارہ اپنی صحت کی طرف لوٹتی محسوس ہو رہی تھی۔

"یونہی پوچھ رہا تھا۔ پچھلے دنوں تم نے خود کو بزدلوں کی طرح بستر سے لگا رکھا تھا نا اس لیے۔" وہ آرام سے کہتے ہوئے اسی سیڑھی پر اس سے قدرے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ ضحی کا دماغ بھنبھنا اٹھا۔

"تمہیں اس سے کیا۔ میں جو چاہے کروں۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"واقعی مجھے کیا جب یہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا ہے تو....."

وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ ضحی تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔
"تم سے کس نے کہا کہ یہ سلسلہ ختم ہوگیا ہے؟ ہم نے محبت کی ہے' کھیل نہیں کھیلا جو ختم ہوگیا ہے۔"
"مگر وہ ملک چھوڑ کر جا چکا ہے۔" معید نے اسے یاد دلایا تھا۔
"محبت قرب یا دوری سے مشروط نہیں ہوتی معید حسن۔" وہ تلخی سے بولی تھی۔
"مگر میری اطلاع کے مطابق تو وہ دو سال کے لیے گیا ہے۔" وہ اب بھی بہت دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ ضحی کو لگا جیسے وہ اسے نیچا دکھانا چاہتا ہو۔ اس نے یکلخت ہی اپنا لب و لہجہ بدلا تھا۔
"تو کیا ہوا میں اس کا انتظار کروں گی۔" اطمینان سے کہا تو معید نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر اب پہلے والا تناؤ نہیں تھا۔ جیسے کچھ طے کر لیا ہو۔

محبت کرنے والوں کی نگاہیں بھی
ہوا میں ڈولتی خوشبو کی صورت
منظروں میں اپنے ہونے کی نشانی چھوڑتی ہیں
چاندنی راتوں میں جیسے چاندنی کرنیں
سمندر کے بدن میں تشنگی آباد کرتی ہیں
محبت کرنے والوں کے تعلق اور ان کی
دوریاں سب سے انوکھی ہیں

اس نے بہت کھنکتے لہجے میں کہا تھا۔
"بہت خوب۔" معید مسکرا دیا۔ "تو اب یہ محبت کی آزمائش شروع ہو چکی ہے۔" اس نے کہا تھا۔
ضحی کے دل میں ٹیس سی اٹھی مگر اس سنگدل شخص کو تو وہ اپنی ناقدری ہونے کی ہوا بھی نہیں لگنے دینا چاہتی تھی۔ دل کے درد کو بہ مشکل دباتے ہوئے اس نے لاپروائی سے کہا۔
"یہ تو بہت معمولی بات ہے۔ عمر کا انتظار تو میں ساری عمر کر سکتی ہوں۔"
"اور اگر اس بیچ تمہیں کسی اور سے محبت ہوگئی تو" معید کا سوال بہت غیر متوقع تھا۔ ضحی کی پیشانی تب اٹھی۔
"یہ محبت ہے معید حسن صاحب' کوئی کھیل نہیں جو کسی کے بھی ساتھ کھیل لیا جائے۔" اس نے چیخ کر کہا تو وہ جیسے اس کی بے وقوفانہ بات پر زیر لب مسکرا دیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔
"تم کسی بھی طور محبت کی حد بندی نہیں کر سکتیں ضحی۔ یہ تو پھیلتی چلی جاتی ہے۔ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسے سمیٹنا ممکن ہی نہیں۔ بھلا ایک ایسی چیز جو اس کائنات کی وسعتوں سے لے کر رب عرش العظیم تک محیط ہے اس کی تم کیسے حد بندی کر سکتی ہو؟"
وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔ معید کی باتوں نے لحظہ بھر کو قوت گویائی چھین لی تھی مگر معید سے ہارنا کہاں گوارہ تھا۔
"مگر میں یہ حد بندی کر چکی ہوں۔ میں نے اپنے دل کے دروازے کو تالا لگا کر اس کی چابی عمیق گڑھوں میں پھینک دی ہے۔" اس نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا تو وہ محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔
"تو گویا تم نے محبت کو دل کے دروازوں کے پیچھے قید کر دیا ہے؟"
"محبت کو نہیں۔ اپنے جذبوں کو قید کیا ہے۔ ان دروازوں کے پیچھے میں نے۔" اس نے بارش کی بوندوں پر نظریں جماتے ہوئے کہا جو فرش پر موتیوں کی طرح اچھل رہے تھے۔
"لیکن یہ تو کوئی محفوظ طریقہ نہیں ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ

محبت دل پہ دستک ہے
بدن کو روح کا رستہ دکھاتی ہے
محبت اک دعا ہے جو ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
محبت ٹھنڈی چھاؤں ہے جو صحرا کے سفر میں کام آتی ہے
محبت اس کا پلو ہے

جہاں امید کے کچھ الفاظ باندھے ہیں
محبت اس کی آنکھیں ہیں
کہ جن میں خواب اگتے ہیں
محبت اس کا چہرہ ہے
کہ جس کی تہہ میں رکھے دل میں
خواہش سانس لیتی ہے
محبت دل پہ دستک ہے

چار سو خاموشی کا تسلط صرف بوندوں کی ٹپ ٹپ۔ ایسے میں معید کا گمبھیر لہجہ بہت معنی خیز لگا تھا۔
"ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر آہٹ پر دل کا دروازہ کھول دیں۔" اس کے لب و لہجے کے تاثر کو ختم کرنے کے لیے ضحی نے پر تنفر انداز اپنایا تو وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔
"مگر جب محبت دستک دے تو پھر یہ دروازہ آپ آپ کھلتا چلا جاتا ہے' ضحی میر۔ آپ کو اسے کھولنے کی زحمت نہیں کرنا پڑتی۔"
"ہنہ..... فضول....." اس نے سر جھٹکا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ہونٹوں پر دل جلانے والی مسکراہٹ لیے بولا۔
"تو پھر تم کسی سے متاثر ہوئی ہو تو الگ بات ہے ورنہ تم ابھی تک محبت سے نابلد ہو ضحی۔"
"ہاں تم تو جیسے صبح و شام یہی کام کر رہے ہو نا۔" اس کا تو رواں رواں ہی سلگ اٹھا تھا۔
"ہاں تم شاید یقین نہ کرو مگر میں محبت کر رہا ہوں۔ ایک ایسی لڑکی سے جو مجھ سے محبت نہیں کرتی مگر تم دیکھنا ایک روز وہ خود اپنی چاہتوں کا اقرار کرے گی۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ محبت دل پر دستک ہے اور کبھی نہ کبھی اس کے دل میں اس دستک کا شور ضرور برپا ہوگا۔" وہ بہت حیران کر دینے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس قدر نرم لہجہ' آنکھوں سے جھلکتی چمک اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے وہ ضحی کو تحیر کے سمندر میں غرق کر گیا۔
اس کے حیرت سے نیم وا ہونٹوں کو دیکھ کر وہ بھی اپنی بے اختیاری پر خفیف سا ہو کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔
"بہر حال تم اپنا انتظار جاری رکھو اور میں اپنی کوشش دیکھتے ہیں کون پہلے کامیابی حاصل کرتا ہے۔" سنبھل کر کہتے ہوئے وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔
"اوہ مائی گاڈ۔ تو اس روز میں صحیح سمجھی تھی۔ اس کے لاکر میں وہ تصویر کسی لڑکی ہی کی ہے۔"
ضحی کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔ ساتھ ہی غصہ بھی آنے لگا۔
"مجھے کیسے بڑے ابا کی طرح سمجھاتا تھا اور خود کسی غیر لڑکی کی تصویر رکھی ہوئی ہے۔"
وہ اٹھ کر صبا کو یہ دھماکا خیز خبر سنانے بھاگی تھی۔

⌘☆⌘

عمر بھر کی چاہت کو
آسرا نہیں ملتا
دشت بے یقینی میں راستہ نہیں ملتا
خاموشی کے وقفوں میں
بات ٹوٹ جاتی ہے اور سرا نہیں ملتا
معذرت کے لفظوں کو روشنی نہیں ملتی
لذت پذیرائی پھر بھی نہیں ملتی
پھول رنگ وعدوں کی
منزلیں سکڑتی ہیں
راہ مڑنے لگتی ہے
بے رخی کے گارے سے

بے دلی کی مٹی سے
فاصلوں کی اینٹ سے اینٹ جڑنے لگتی ہے
واہموں کے سائے سے عمر بھر کی محنت کو
پل میں لوٹ جاتے ہیں
اک ذرا سی رنجش سے
ساتھ چھوٹ جاتے ہیں

اسے بستر پر نیم دراز دیکھ کر ادینہ کو حیرت کا شدت جھٹکا لگا تھا۔

"نوفل یہاں کیا کر رہے ہو تم؟" وہ کہتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" وہ جواباً سکون سے بولا تھا۔

"میں تمہاری ہر ادا سے واقف ہوں نوفل! اگر تمہیں کوئی بات تنگ کر رہی ہے تو مجھ سے کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لو۔" اس نے بہت ہمدردانہ انداز میں کہا تو نوفل کے اعصاب تن سے گئے۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ میری پرابلمز سننے سنانے والی آ رہی ہے۔ اب تو ہر اعتراف اسی کے سامنے ہوگا۔"

نوفل کا بدلتا انداز ادینہ کے لیے ایک جھٹکا ثابت ہوا تھا مگر وہ خود کو سنبھال کر شکایتی انداز میں بولی۔

"یہ دوستی تو نہ ہوئی نا کہ تم مجھ سے اپنی پرابلمز بھی شیئر نہ کرو۔"

"دوستوں کے ساتھ صرف خوشیاں شیئر کرنی چاہئیں۔ اچھے دوست کو اپنی پرابلمز بتا کر دکھی کرنا کہاں کی دوستی ہے؟" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔

"تم خوش تو ہو نا نوفل؟" ادینہ نے اس کے مسکراتے چہرے پر آزردگی کا کوئی نشان ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی تھی۔

"آف کورس! ہر بات میری پسند سے طے ہو رہی ہے تو کیا مجھے خوش نہیں ہونا چاہیے؟" اس نے اسی پرسکون انداز میں پوچھا تو ادینہ کلس کر رہ گئی۔ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اپنا آخری داؤ بھی کھیل ہی ڈالا۔

"یونہی میں نے سوچا کہیں تم صبا اور عماد کے تعلق کو لے کر اس کی طرف سے بدگمان ہی نہ ہو جاؤ مگر تمہاری قلبی و ذہنی وسعت نے مجھے بہت خوش کیا ہے نوفل۔ تم ان مردوں میں سے نہیں ہو جو ہر وقت بیوی کے ماضی کو کریدتے رہتے ہیں۔ بھلا دبی چنگاریوں کو ہوا دینے سے کیا حاصل۔ میں تو دعا کرتی ہوں کہ تم دونوں گزری ہر بات بھلا کر ایک بہت اچھی اور مخلص زندگی گزارو۔ لڑکیاں تو یوں بھی نئی زندگی میں قدم رکھتے ہی پرانی یادوں کو ذہن سے کھرچ ڈالتی ہیں بے چاری۔" وہ گہری سانس بھرتی اس کو اچھی زندگی گزارنے کی دعا دیتی پلٹ گئی تھی۔ حقیقتاً تو اس نے جس میں چنگاری ڈالنے والی حرکت کی تھی۔ نوفل کا سکون اور طمانیت ادینہ کو آگ لگا گیا تھا۔ اپنی ساری محنت ضائع ہوتی محسوس ہو رہی تھی مگر اب نوفل کے پتھریلے تاثرات دیکھ کر دل کو یک گونا سکون سا مل گیا تھا سو وہ اس کے بھڑکنے سے پہلے ہی کھسک گئی۔

اس کے جانے کے بعد بھی وہ یونہی ساکت سا بیٹھا رہا تھا۔

ادینہ کی باتوں نے نئے سرے سے ایک اذیت جگا دی تھی جو رگوں کو توڑ رہی تھی۔ اعصاب کو تباہ کر رہی تھی۔

وہ ناقابل برداشت تکلیف میں گھرا مضطرب سا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں جو تم سے اس قدر مخلص ہوں صبا میر پھر میرے ساتھ اس قدر بے ایمانی کیوں؟ میں نے مرد ہوتے ہوئے کبھی کسی لڑکی کو نظر بھر کر صرف اس لیے نہیں دیکھا کہ یہ استحقاق میں نے صرف تمہارے لیے رکھ چھوڑا تھا۔ تو تم نے اپنی نگاہ اپنے دل اور جذبات کو لگام میں کیوں نہ ڈالیں کہ یہ بے راہ روی تو مردوں کے نام کے ساتھ منسلک ہے۔ لڑکیاں تو ان معاملات میں کوری ہی اچھی لگتی ہیں۔ ہر طرح سے ان چھوئی پاکیزگی کی حدوں کو چھوتی۔"

چند لمحوں تک وہ مٹھیاں بھینچے کمرے کے وسط میں کھڑا رہا تھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا اور پرسکون ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

اس نے بہت چاہا تھا کہ کوئی انتہائی فیصلہ کر کے اپنی زندگی کو اس کرب سے نجات دلا دے مگر ماں اور بہن کے بنتے

مسکراتے چہرے ہر بار اس کی راہ کی رکاوٹ بن گئے تھے۔

اور پھر ایک اور انکشاف بھی تو ہوا تھا۔

یہ دل..... یہ دل اب صبا میر سے ہٹ کر کچھ اور سوچنے کو تیار ہی نہ تھا۔

اور محبت؟

یہ سوال کتنی ہی دیر تک اس کے دل کے کاسے میں سکے کی طرح کھنکتا رہا تھا۔ مگر محبت تو جیسے ناراضگی کی چادر اوڑھے سرد موسموں میں جا سوئی تھی۔ وہ بدگمانی کی دھند میں لپٹی محبت کو پہچاننے سے انکاری تھا۔

بہم رہ کر
اگر بڑھ جائیں دل کے فاصلے یکدم
بچھڑ جانے کا پھر تو فیصلہ یہ کر بھی سکتی ہے
محبت مر بھی سکتی ہے

"تو میں ہار گیا تھی میر حالات سے خود سے اس دل سے مگر میں تمہیں کبھی بھی جیتنے نہیں دوں گا۔ نہ خود سے اور نہ اپنے آپ سے نہ تو تم بھی عماد کو پا سکو گی اور نہ ہی نوفل احمد کو۔"

وہ بڑے تنفر سے سوچ رہا تھا۔

⌘☆⌘

ساڈا چڑیاں دا چنبا وے
بابل اساں اڈ جانا

ڈھولک پر پہلی تھاپ پڑی اور ساتھ ہی بہت سی سریلی آوازوں نے تان اٹھائی تو انس کے دل میں ٹیسیں سی اٹھیں۔

"یہ کیا فضول بات ہوئی۔ صرف صبا کی نہیں میری بھی شادی ہو رہی ہے۔ مجھے اس چلے میں شامل کرنے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"ہم اپنی بہن کی شادی کے گیت گا رہے ہیں۔" ضحی نے اسے اور جلایا تھا۔ تمام دور اور نزدیک کے مہمان جمع ہو چکے تھے۔ شادی میں محض ایک ہفتہ باقی تھا۔ سوشا پنگ جیسے مشکل مرحلے سے بہ مشکل نمٹنے کے بعد بالکل فارغ ہو کر انہوں نے ڈھولک رکھی تھی۔

"ہاں جی بھائی تو جیسے لے پالک ہے نا۔" انس کو اس کی طوطا چشمی پر خاصا تاؤ آیا تھا۔

"میں نے اپنی فرینڈز کو صرف صبا کی شادی کے گیت گانے کے لیے بلایا ہے۔" اس نے ہری جھنڈی دکھائی تو ضد میں آ کر انس پورے ٹولے کو ان کے مقابل لے آیا۔ نعمان، احمر، ابرار، چاند، وجدان اور عماد۔

جوان جہان لڑکوں کی فوج ظفر موج دیکھ کر وہ سٹپٹائی تھیں۔

ایک سے بڑھ کر ایک شرارتی اور حاضر جواب۔

اب لڑکیوں کے ہاتھوں میں ڈھولک تھی تو لڑکے پرات اٹھا لائے۔ اس کے بعد وہ غدر مچا کر الامان الحفیظ۔ حسب معمول معید ہی نے آ کر ان سب کو شرافت کے جامے میں آنے کا آرڈر دیا تھا جس کے بعد چاند نے بہت شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے گٹار پر بہت اچھے گیت سنائے۔ لڑکیوں نے بھی دل کھول کر داد دی تھی۔

بڑوں کی محفل ٹی وی لاؤنج میں جمی ہوئی تھی۔ جہاں اس وقت ایک سنجیدہ مسئلہ ڈسکس کیا جا رہا تھا جو کہ مستقبل قریب میں ضحی اور معید کے رشتے سے متعلق تھا۔ سب ہی نے اس آئیڈیے کو اپروو کر دیا تو چچی جان کے دل میں بھی سکون اتر آیا۔

"تمہیں پتا نہیں کس نے اگست میں شادی کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ اتنی گرمی اور حبس۔"

وہ سب کزنز صبا کو گھیرے ہوئے تھیں۔ لڑکے اپنے کمروں میں گئے تب ماحول کچھ پرسکون ہوا تھا۔ صبا نے گھور کر اپنی خالہ زاد لائبہ کو دیکھا تھا۔

"مجھے تو جیسے بہت شوق تھا نا شادی کرانے کا۔"

"کوئی گرمی اور حبس نہیں۔ انس بھائی محکمہ موسمیات کی رپورٹ سنا چکے ہیں کہ اس ہفتے موسم بہت عاشقانہ ہوگا۔" ضحی نے شرارت سے کہا تو عائزہ نے اس کے انداز کو آگے بڑھایا۔

"بھئی یہ تو موسم سے زیادہ نئے شادی شدہ جوڑوں کے دل کا احوال معلوم ہوتا ہے۔"

"بہت بے شرم ہو تم لوگ۔" صبا نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی تھی۔

"نوفل بھائی سے ایک آدھ ملاقات جھگڑ لو۔ پوچھ لیں گے تم سے بھی کہ شرم کس بھاؤ بکتی ہے۔" عائزہ نے اسے چھیڑا تو وہ کانوں تک لال پڑ گئی۔

"کس قدر بکواس کرتی ہو تم سب۔"

"ہاں جی ہماری باتوں میں وہ مٹھاس کہاں جو اور لوگوں کی باتوں میں ہوگی۔" عنبرین نے اسے گدگدایا تو وہ عاجز آ گئی۔

"خدا کے لیے کچھ اور بھی سوچ لو۔ بلکہ اس شاپنگ کے متعلق سوچ لو جو ابھی باقی ہے۔ مجھے تو لگ رہا ہے کہ تم لوگوں کی تیاری میری نہیں بلکہ اپنی شادیوں پر ہی اختتام پذیر ہوگی۔"

"تمہارا تو کوئی مسئلہ نہیں نا تم صرف شرمانے کے نت نئے طریقوں اور روٹھنے منانے کی اداؤں پر غور کرو۔ باقی یہ چھوٹے موٹے روکھے پھیکے کام ہماری جانوں پر چھوڑ دو۔" لائبہ نے بڑے اطمینان سے مشورہ دیا تو وہ سب ڈھٹائی سے ہنسنے لگیں۔

"تم لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔"

ان کی ذرا ذرا سی باتیں ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ سی دوڑا رہی تھیں۔ اچھا بھی لگتا تھا مگر گھبراہٹ کا غلبہ بھی طاری تھا۔

"ہاں جی اب تو یہ منہ جلا عروسی ہی میں کھلے گا۔" صبحی نے آہ بھر کر کہا تو اب کی بار وہ صبا کے دھموکے سے بچ نہیں سکی تھی۔

"ہاتھ تو اس کا ابھی سے کھلا ہوا ہے۔ کیا خیال ہے نوفل بھائی کو پہلے ہی سے انفارم نہ کر دیں کہ ذرا بچ کے۔" اس نے پھر سے کہا تھا۔

"مروتم سب۔" صبا زچ آ گئی تھی۔

"سوچ لو نوفل بھائی کہاں ہماری فوتگی کو اتنی غلط تاریخ میں برداشت کریں گے۔" عائزہ نے چھیڑا تو وہ ان سے ہار کر رہ گئی۔ وہ سب اس کی شکل دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

⌘☆⌘

وہ سب نوفل کو گھسیٹ لائے تھے۔

"یہ دیکھو اس کی بھی تو شادی ہے مگر کتنی ڈھٹائی سے تالیاں پیٹتی گانے گا رہی ہے۔ تم خوامخواہ بزرگی طاری کیے پھر رہے ہو۔"

اشارہ نگین کی طرف تھا جو اپنی دوستوں میں بیٹھی تھی۔

"میں اپنی نہیں بلکہ اپنے بھائی کی شادی کی خوشی میں گا رہی ہوں۔" وہ خجل ہوئی تھی۔

"یہ ہوئی ہے ڈھٹائی۔" بہت اطمینان سے کہا گیا تھا۔ بلند و بانگ قہقہے نگین کی کون سنتا۔

"تم لوگ بیٹھو یار مجھے کچھ اور کام ہے۔"

نوفل سنجیدہ تھا اور وہ سب انتہائی غیر سنجیدہ۔

"اور کام کرنے کے لیے اور بہت سے لوگ ہیں۔ تم یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہل سکتے۔" آذر نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔ وہ لب بھینچے صوفے میں دھنس گیا۔ ان سب کی ڈھٹائی سے وہ اچھی طرح واقف تھا اور اتنی ساری لڑکیوں کے بیچ اپنا مذاق اڑوانا اسے نامناسب لگا تھا سو ہتھیار ڈال دیے۔ ورنہ دل میں تو کوئی امنگ کوئی جوش نہیں تھا کہ جس کے لو دینے سے جذبات سلگ اٹھتے۔ آنکھوں میں خمار اترتا اور لبوں کے گوشوں میں نرم سی مسکراہٹ تھرکنے لگتی۔ جب دل کی خوشی اور سکون ہی نہیں تھا تو خوشیوں بھرے لمحات کہاں روح کو طمانیت پہنچاتے۔ الٹا ان ہنگاموں نے طبیعت میں مزید بے زاری بھر دی تھی۔

کبھی ان دنوں کا دن گن گن کر انتظار کیا تھا اور اب جب کہ یہ دن آئے تھے تو وہ دل ہی نہیں رہا تھا جو کہ ان کا تمنائی تھا۔ وہ نگاہ ہی نہیں رہی تھی جو اس چاند چہرہ کی شیدائی تھی۔ اس کی خاموشی اور بے زاری ادینہ کے لیے بہت معنی خیز تھی۔ اس کا ہر انداز اچھی طرح سمجھ میں آ رہا تھا۔ تنگی ہونے تک وہ ہواؤں میں اڑ رہا تھا اور اب جب کہ صبا اس کی ہو جانے والی تھی تو اس کی حالت یہ تھی کہ پر کٹے پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے سے بھی مجبور تھا۔

وہ سب گانے گا رہے تھے۔ نگین اور شاید نوفل کو بھی چھیڑ رہے تھے مگر وہ زیرو پرسنٹ بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ بے زار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ نوفل۔ اپنے ہی ہیں سب۔" صالحہ بیگم اس کی بے زاری کو جھجک پر محمول کر رہی تھیں۔

"اسے کہاں جانا ہے۔ لڑکا چاہتا ہے کہ اب اسے چھیڑا جائے۔" واصف دور کی کوڑی لایا تھا۔

"بھئی اس کا موڈ نہیں ہوگا۔ ہنگامے میں بیٹھنے کا' جانے دو اسے۔" ادینہ نے فوراً اس کی حمایت کی تھی۔ وہ کب چاہتی تھی کہ نوفل کی آنکھوں میں صبا کے نام سے خمار اترنے لگے یا ان سب کی کوئی لطیف سی شرارت بھری بات اس کے جذبات میں تلاطم پیدا کر دے۔

"ہاں بھئی جاؤ تنہائی میں ان کے نقوش بنانا' مٹانا' سنوارنا بھی انتہائی ضروری امور ہیں۔" آذر نے اس کے کان میں گھس کر سرگوشی کی تو اس کے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی نوفل کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بکواس مت کرو۔" بڑی نرم سی تنبیہ تھی۔ جبھی تو وہ سب اسے زچ کرنے پر تل گئے۔

"اب یاروں سے کیا پردہ؟" اسد نے اٹھ کر اس کے شانے پر بازو دراز کیا تو ان سب کے گھیرے میں وہ بے بس ہونے لگا۔

وہ سب اسے لیے اس کے کمرے میں آ گئے جو پہلے ہی ڈریم لینڈ کہلاتا تھا مگر ان سب نے بہت خوبصورت لائٹنگ سے اس کی سجاوٹ کو ہزار درجہ بڑھا دیا تھا۔

اگلے روز اس اور نگین کی مہندی کے فنکشن میں صبا اور نوفل کا نکاح ہونا قرار پایا تھا تاکہ صبا آرام سے بھائی کی شادی کے فنکشن میں حصہ لے سکے۔

اسی بات کو لے کر وہ سب نوفل کو تنگ کرنے کے چکروں میں تھے اور ان سب کی شوخیوں اور شرارتوں ہی کی وجہ سے وہ کچھ دیر ہی میں سب کچھ بھولے ہنس رہا تھا اور کل کون سا دور تھا۔ آیا اور گزر بھی گیا۔ بہ مشکل سب سے جان چھڑا کر وہ اپنے کمرے میں آیا تو کسی کے پیچھے آنے سے پہلے ہی اس نے دروازہ لاک کر لیا۔ جانتا تھا کہ وہ سب رت جگے کے موڈ میں ہیں۔

اے سی کی کولنگ بڑھا کر وہ اپنے وسیع و عریض بیڈ پر گر سا گیا۔

بہت شور' ہنگاموں اور شوخیوں بھری مہندی کی تقریب میں آج نہ صرف وہ کسی کو اپنے نام کرا آیا تھا بلکہ خود بھی کسی کا ہو گیا تھا۔

وہ جو اپنے اور صبا کے درمیان صدیوں کا فاصلہ محسوس کرنے لگا تھا۔ چند بولوں کے بعد اسے خود سے منسلک پا کر ششدر رہ گیا۔

"یہ کیا ہو گیا میرے ساتھ؟" کتنی ہی بار اس نے بہت مجتمع کی تھی۔

"یہ بے ایمانی اور بے وفائی میں برداشت نہیں کر سکتا جو پہلے ہی کسی کی زندگی معطر کر چکی ہے اسے میں اپنی زندگی میں تعفن پھیلانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ مگر فیصلہ کرتے ہوئے جیسے ہمت ٹوٹنے لگتی تھی۔

ماں کا جگمگاتا چہرہ' بہن کی شرمگیں مسکراہٹ۔

"کیا میں اس قدر سفاک ہو سکتا ہوں؟" اس کا ذہن بلینک ہو گیا تھا۔

اور پھر بہت سی مجبوریوں نے اسے ہرا دیا۔ مہر بہ لب کر دیا تھا۔ مگر دل کے کچھ فیصلے اب بھی بہت اٹل تھے۔

"تم میرے نام ہو جاؤ تو ہو جاؤ صبا میر مگر میں اپنا آپ کسی طور تمہارے نام کرنے کو تیار نہیں ہوں کبھی نہیں۔" اس کی نگاہ اپنے ہاتھ کی پشت پر پڑی جہاں ایک ہلکی سی خراش موجود تھی۔ وہ ٹھٹک سا گیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی گزرے کئی لمحات فلم کی طرح آنکھوں کے آگے سے گزرنے لگے۔

اس کی تیل مہندی کی رسم کے بعد ان دونوں کے نکاح کی تقریب ہوئی تھی اور اس کے بعد بقول ینگ جنریشن کے کوئی قانونی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی اس لیے نوفل اور صبا کی تیل مہندی کی رسم اکٹھے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

"کل جا کر صرف نگین کی رسم کریں گے۔" وہ سب اڑ گئے تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔

نوفل کے لاکھ آنکھیں دکھانے پر بھی وہ سب باز نہیں آئے اسے لے جا کر زرد لباس میں ملبوس پھولوں کے زیور اور خوشبوؤں سے آراستہ و پیراستہ وجود کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔

وہ سب بہت چھیڑ چھاڑ کے ساتھ ان دونوں پر فقرے چست کرتے ہوئے نہ صرف ان دونوں کو تیل میں ڈبو چکے تھے بلکہ مٹھائی کھلا کھلا کر بے حال بھی کر چکے تھے۔ اس وقت نوفل سب کچھ بھلائے صرف اپنی جان بچانے سے متعلق سوچ رہا تھا۔

جبھی اس نے ساتھ بیٹھے وجود کی کسمساہٹ کو محسوس کیا تھا۔ اس کا دھیان بٹنے لگا۔ بالکل ساتھ ہی تو وہ بیٹھی تھی۔

وہ صدیوں کا فاصلہ جو نوفل کو محسوس ہوتا تھا۔ کہیں بھی تو نہیں تھا۔ بہت قربت تھی مگر اس قرب میں کہیں بھی تو کوئی سنسنی نہیں تھی۔ سر جھکا کر اس نے کچھ محسوس کرنے کی کوشش کی مگر پہلے ہی لمحے میں اس پر منکشف ہو گیا کہ دل بالکل خالی تھا۔ اس کے مضطربانہ انداز میں پھر سے پہلو بدلنے پر وہ چونکا تھا۔ تب بھید کھلا کہ اس کا کونے کناری سے سجا دوپٹہ ایک سائیڈ سے نوفل کے نیچے دبا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ خود کو مشکل میں محسوس کر رہی تھی۔ تب نوفل نے لب بھینچتے ہوئے یونہی سامنے دیکھتے ہوئے اس کا دوپٹہ پیچھے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ ادھر صبا بھی اس کوشش میں مصروف تھی۔ سو دوپٹے کی بجائے نوفل کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ آ گیا تھا۔ تاڑنے والے بھی قیامت کی نگاہ رکھتے تھے۔ بات کچھ کی کچھ بنا لی گئی۔ صبا نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تو ان سب نے مزید مذاق اڑانا شروع کر دیا۔

"خبیث میں دوپٹہ پیچھے کر رہا تھا۔" موقع پا کر اس نے آذر کو رگیدنے کی کوشش کی مگر اس وقت وہ کہاں رعب میں آنے والا تھا۔ شوخی سے بھرپور انداز میں بولا۔

"یہ آپ کی تقریب نکاح ہے نا کہ شب زفاف کہ گھونگھٹ اٹھانے کی ہو رہی ہے۔" اس کی سرگوشی نوفل کو ٹھنڈا کر گئی۔ نگاہ اپنے ہاتھ کی پشت پر جم گئی جہاں صبا کا ناخن ہلکی سی خراش ڈال گیا تھا۔

اور اب کچھ ایسی ہی خراشیں وہ اپنے دل پر پڑتی محسوس کر رہا تھا۔ ان سب کی ذومعنی باتیں اور لطیف سی چھیڑ چھاڑ کوئی بھی تو مستی بھرا احساس پیدا نہیں کرتی تھی۔ صرف ہلکی سی جلن ہی تھی جو بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

"یہ دل تو جل بجھا صبا میر اب تم آ ولا کھ اس کی راکھ کو کریدو مگر کچھ نہیں پاؤ گی۔ کوئی شعلہ تو کیا ننھی سی چنگاری تک نہیں ملے گی یہاں کہ اگر تمہیں اپنے جذبوں پر بے اختیاری تھی تو میں بھی اپنے جذبات پر حکمران ہوں۔"

اس کی ایک بھی سوچ مثبت نہیں تھی۔

اسی وقت اس کا موبائل بجنے لگا تو اس کے خیالات منتشر ہونے لگے۔

اسکرین پر ژالے آفریدی کا نام جگمگا تا دیکھ کر اسے خود کو بہ سرعت سنبھالنا پڑا تھا۔ رات کی تقریب میں ژالے شرکت نہیں کر پائی تھی کیونکہ وہ ملک میں نہیں تھی۔ اس نے بڑے زور و شور سے نوفل کو نکاح کی مبارک باد دی تھی۔

"اب باقی فنکشنز میں میں تمہاری غیر موجودگی بالکل بھی برداشت نہیں کروں گا۔" نوفل نے اسے دھمکایا تھا۔ وہ ہنس دی۔

"جیسے میں وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں اس سے تو مجھے لگ رہا ہے کہ جو کنٹریکٹ میں کر کے آئی ہوں وہ ختم ہو جائے گا۔ ذرا بھی تو دلچسپی نہیں تھی وہاں میری کسی بھی شے میں۔"

"اب بتاؤ مورال کیسا ہے؟" اس نے بہت شرارت سے پوچھا تو اس کے اضمحلال میں مزید اضافہ ہونے لگا مگر وہ قدرے فریش لہجے میں بولا۔

"یہ تمہیں کیونکر بتاؤں۔ اسی کو بتاؤں گا جس کی وجہ سے مورال ہائی ہوا ہے۔"

جواباً ژالے کا بے ساختہ سا قہقہہ گونجا تھا پھر وہ بولی۔

"ڈیڈی بہت تعریف کر رہے تھے کل کے فنکشن کی۔"

"پسند آیا انہیں؟" نوفل نے اوپری دل سے پوچھا تو اس نے سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"اس قدر پسند آیا کہ وہ میرے لیے بھی ایسا ہی ایک فنکشن کرانے پر ابھی کے ابھی راضی ہیں۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟" نوفل نے اسے چھیڑا تو قدرے توقف کے بعد وہ جتانے والے انداز میں بولی۔

"اتنے سال کسی اور کو سوچنے کے بعد کسی ایرے غیرے کو میں اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنا سکتی۔" انداز و الفاظ بالکل نوفل والے تھے۔ وہ خاموش سا ہو گیا۔

"اور اگر تمہیں بھی ایسا کرنا پڑ جائے تو؟" چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو ژالے نے بھی سنجیدگی ہی سے جواب دیا تھا۔

"اول تو یہ کہ میں یونہی سرنڈر نہیں کروں گی۔ ہر ممکن کوشش کے بعد بھی اگر شموئیل خان کو نہ پا سکی تب شاید اور پھر زندگی تو گزارنی پڑنی ہی ہے نوفل۔ فطرت سے منہ موڑنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔"

"کیا یہ اس شخص سے بے ایمانی نہیں ہو گی جس سے تم شادی کرو گی؟" اس کا لہجہ تھکا ہوا سا تھا۔ لیکن ژالے کی پوری توجہ اس کے الفاظ پر تھی۔ ورنہ وہ یقیناً چونک اٹھتی۔

"بے ایمانی تو تب ہو گی جب میں اپنی گزشتہ زندگی اور اس کی یادوں کو آئندہ زندگی میں ساتھ لے کر چلوں گی۔ اپنی ویزا ملتے ہی میں ایک سو دس فیصد پر یقین ہوں کہ دلہن تو میں شموئیل خان ہی کی بنوں گی۔" وہ بے حد سنجیدگی اور پر یقین انداز میں بولتی نوفل کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"او کے دین..... اب تم اچھے اچھے سے خواب دیکھو۔ یقیناً دل میں مجھے برا بھلا کہہ رہے ہو گے۔" آف کرنے سے پہلے ژالے نے اسے چھیڑا تو وہ بس مسکرا کر رہ گیا۔

"کون سے خواب۔ کہاں کے خواب ژالے بی بی میں تو ان دیکھے خوابوں کی تعبیریں ہاتھوں میں لیے ششدر کھڑا ہوں۔ جو خواب میں نے دیکھے تھے ان کی تعبیریں اتنی بھیانک تو نہیں ہو سکتیں۔ وہ تو کلرفل خواب تھے۔ تتلیوں کے پروں جیسے بھی شاید بھی ان کے رنگ دھوکا دے گئے۔"

⌘☆⌘

وہ رخصتی سے پہلے کسی طور بھی اپنی سسرال جانے کو تیار نہیں تھی مگر صحیح بھی اپنے نام کی ایک تھی اس کے سر پر کھڑی ہو گئی۔

"اب اگر تم نے مجھ سے ساتھ چلنے کو کہا تو میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ صبا نے غصہ دکھایا مگر صحیح کو اس سے زیادہ طیش آ رہا تھا۔

"یہ نکاح ہوا ہی اس لیے ہے تاکہ تم آرام سے سارے فنکشنز اٹینڈ کر سکو۔" اس نے حقیقت واضح کی تھی۔ جو کہ واقعتاً سچ تھی۔ صبا کی شرمیلی طبع سے واقفیت کی بناء پر ہی یہ قدم اٹھایا گیا تھا مگر الٹے لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ منگنی کے بعد تو وہ نوفل کا سامنا کر ہی لیتی مگر یوں نکاح کے بعد اس کے سامنے جانا وہ بھی رخصتی سے صرف ایک دو روز پہلے اس کو ابھی سے ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔

"شرم کرو صبا تم دولہا کی بہن ہو تم جا کے بھابی کو مہندی نہیں لگاؤ گی تو رسم کا کیا خاک مزہ آئے گا۔" لائبہ نے اسے جذباتی کرنے کی کوشش کی تھی وہ سب بالکل تیار تھیں ایک وہی ڈھیٹوں کی طرح اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔

"میں اتنی بہادر نہیں ہوں۔"

"دیکھو تمہارا پردہ کرا دیں گے نوفل بھائی سے۔" عائزہ نے وعدہ کیا مگر وہ اپنے تمام کزنز کی شوخی طبع سے اچھی طرح واقف تھی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب ان دونوں کا ریکارڈ لگانے سے باز رہ سکیں۔ وقتاً فوقتاً سبھی اس کے ساتھ سر پھوڑ چکے تھے مگر وہ اپنے کمرے میں گھس بیٹھی تھی۔

"او بھلا یہ کوئی بات ہے۔ اس کی سسرال میں کیا کہوں گی میں جا کر؟" تائی جان حد درجہ متفکر تھیں۔

"میں دیکھتا ہوں آپ پریشان مت ہوں۔"

معید انہیں تسلی دیتا صبا کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ جہاں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر صحیح پر پڑی تھی۔ گرین اینڈ گولڈن براؤن چوڑی دار پاجامے اور شرٹ میں ملبوس آرگنزا کے گولڈن براؤن دوپٹے کو بازوؤں میں سنبھالتی وہ بڑی محویت سے اپنی کلائی پر بجر لپیٹے گرہ لگانے کی کوشش میں تھی۔

"معید بھائی! کہیں سب چلے تو نہیں گئے؟" عائزہ کی کلائی میں چوڑیاں پہنانے کے بعد لائبہ پلٹی تو دروازے میں ایستادہ معید کو دیکھ کر تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ وہ دفعتاً گڑبڑایا تھا جل سا بالوں میں ہاتھ پھیرتا اندر آ گیا۔

کئی غیر محسوس کن انداز میں رخ پھیر کر عائزہ سے گجرا بندھوانے لگی۔

"تم کیوں نہیں جا رہیں؟" اس کا روئے سخن صبا کی طرف تھا جو معید کو دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ اسے کنونس کرنے آیا تھا سو دوفوراً رونے کو تیار تھی۔

"ہم سب تو اسے سمجھا سمجھا کے تھک گئی ہیں مگر اس کی ناں ہاں میں نہیں بدلی۔" لائبہ نے شکایت کی تو وہ استفہامیہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگا۔ کل والے مہندی کے زرد جوڑے میں ملبوس دونوں کلائیوں میں سبز اور زرد چوڑیاں اور گجرے پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی مگر اتنی ہی خائف بھی تھی اور پھر وہ معید کے کنونس کرنے سے پہلے ہی رو دی۔

"دو دن بعد تو یوں بھی جا ہی رہی ہوں پھر آپ لوگ مجھے وہاں بھیجنے پر کیوں بضد ہیں۔" اس کا انداز نہ صرف جذباتی ہونے بلکہ جذباتی کر دینے والا بھی تھا۔ معید کے لیے یہ تجویز بہت غیر متوقع تھی۔

"او کے..... او کے مت جاؤ مگر رونے کی کیا بات ہے۔" وہ گڑبڑایا تو وہ سب ہنسنے لگیں۔ معید نے انہیں خفیف سا گھورا تھا۔

"معید بھائی اگر یہ آج نہیں گئی تو کل بھی نہیں جائے گی۔" لائبہ نے ہنسی روکنے کا تکلف کیے بغیر کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگا۔

"تک بھی کوئی نہیں بنتی۔ میں انس بھائی کی شادی کی مووی دیکھ کر انجوائے کرلوں گی۔" اس نے بہت نروٹھے مگر رندھے ہوئے لہجے میں کہا تو معید بھی ہلکی سی سانس بھرتا پلٹ گیا۔

صحی نے سارے گھر میں یہ خبر نشر کردی کہ باوجود لیگل ہوجانے کے صبا بی بی بھائی کی شادی میں شرکت کرنے سسرال جانے کو تیار نہیں ہے۔

"زیادہ زور مت دیں آپا۔ ساری بات تو اس کے دل کی ہے۔ اگر اس کا دل نہیں مانتا جانے کو تو رہنے دیں۔" چچی جان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے تائی جان کی پریشانی ختم کی تھی۔

"میں تو اس لیے پریشان ہوں نہیں صالحہ اس بات کو محسوس نہ کریں کہ ہماری بہو کو گھر چھوڑ آئیں۔"

"وہ تو خوش ہوں گی کہ اتنی شرم و تہذیب والی بچی ہے۔" انہوں نے تسلی دی۔ تو تائی جان نے صبا کی کھنچائی کرنے کا ارادہ ملتوی کردیا اور واقعی وہاں صرف صالحہ بیگم ہی نہیں باقی سب نے بھی صبا کی کمی کو شدت سے محسوس کیا تھا مگر چچی جان نے بہت مناسب الفاظ میں انہیں وجہ بتادی۔

مگر کزنز اور دوستوں نے اسی بات کو لے کر نوفل کو تنگ کر ڈالا تھا۔

ان کو تو بھول کر بھی نہ آئی ہماری یاد
ہم انتظار شوق میں جاں سے گزر گئے

آذر نے تاسف بھری آہ کے ساتھ کہا تو سب کے قہقہوں پر وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔ واقعی ایسا ہی تو ہو رہا تھا۔

ابھی نہ سہی مگر کبھی تو اس نے صبا میر کا انتظار کیا تھا۔ مگر اس نے تو آج بھی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ کتنی آسانی سے وہ اسے اس کی قدر بتا گئی تھی۔

"السلام علیکم۔" صحی اور حمرہ نے بہت اچانک اٹیک کیا تھا۔ نوفل کے ہونٹوں پر خیر سگالی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بہت بشاشت سے سلام کا جواب دیا تھا۔

"آپ کیوں سب سے چھپتے پھر رہے ہیں؟" صحی نے سالی بہنوئی والی چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا تھا۔

"ایسا تو کچھ نہیں۔" وہ بہت اعتماد بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو اس کی وجاہت سے متاثر ہوتے ہوئے صحی کو صبا پر رشک آیا تھا۔

کاٹن کے سفید کلف دار شلوار سوٹ اور لیدر کی سیاہ چپل پہنے وہ اپنے لمبے چوڑے سراپے کے ساتھ بے حد متاثر کن اور ماحول پر چھایا ہوا لگ رہا تھا۔ صحی نے شرارت سے کہا تو دل پر جبر کرتے ہوئے وہ اسی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تو اب بتا دیجیے۔"

"اب بتانے میں کیا مزہ۔" وہ بے نیازی سے بولی پھر اسے دفعتاً یاد آیا تھا۔ "اور اس روز آپ ریسٹورنٹ میں کیوں نہیں پہنچے تھے؟" اس نے ڈپٹ کر پوچھا تو بہت سے تکلیف دہ لمحے نوفل کے اعصاب کو لاسٹک کی مانند کھینچ گئے۔

"یونہی بہت امپورٹنٹ میٹنگ آگئی تھی۔" اس نے بدقت ہونٹ پھیلائے تھے۔

"صبا آپی نے تو شکر ادا کیا تھا بلکہ وہ تو صحی آپی کو بھی ڈانٹ رہی تھیں۔ پہلے ہی وہ اتنی مشکلوں سے اس شادی پر رضامند ہوئی ہیں۔" حمرہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی اور یہ سب نوفل کی استطاعت سے بہت بڑھ کے تھا۔ وہ حمرہ کی باتوں کے جواب میں صحی کی آنکھوں میں اترتی فہمائش دیکھ چکا تھا۔

"کہاں کوئی فائنل ڈسیژن تو صبا ہی کا ہے۔" اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا مگر ایف اے کی اسٹوڈنٹ ابھی نگاہوں کی زبان اور لہجوں کے اتار چڑھاؤ سے واقف ہی کہاں تھی۔ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"وہ تو فائنلی تھا نا اور اس سے پہلے جو رو رو کر کہہ رہی تھیں کہ اور جہاں چاہے ہاں کردیں مگر یہاں نہیں۔"

"حمرہ۔" صحی نے دانت پیس کر اسے گھورا تھا۔ پھر نوفل کی طرف متوجہ ہو کر اسے اصل بات بتانے لگی۔ جو وہاں کھڑا اضافہ برداشت کی نہ جانے کون کون سی منازل طے کرچکا تھا مگر اسی وقت ژالے کی اینٹری ہوگئی تو اس کی بات درمیان ہی میں رہ گئی اور یوں بھی ان سب کے لیے تو اس میں کچھ بھی خاص بات نہیں تھی اس لیے صحی کو دوبارہ نوفل سے بات کلیئر کرنے کا خیال بھی

نہیں آیا اور ادھر وہ ایک ان دیکھی مگر جھلسا دینے والی آگ میں جلتا جا رہا تھا۔

اور جہاں سب کے لیے صبا کا نہ آنا افسوس کا باعث بنا وہیں ادینہ نے اپنے آپ کو کامیابی کی پہلی سیڑھی پر کھڑا محسوس کیا تھا۔

"قدرت بھی تم دونوں کا ساتھ نہیں چاہتی نوفل احمد۔"

نوفل کے پتھریلے تاثرات دیکھ کر وہ محظوظ ہوئی تھی۔

⌘☆⌘

اکلوتے بھائی کی شادی میں شرکت نہ کرنے کا افسوس اور دکھ اپنی جگہ مگر وہ کسی طور پر بارات کے ساتھ جانے کی ہمت مجتمع نہیں کرپائی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم شادی میں شرکت نہ کرنے کے غم میں رو رہی ہو یا کل ہونے والی اپنی رخصتی کے خیال سے۔" وہ نہ صرف بار بار خود رو رہی تھی بلکہ باقی سب کو بھی رلا رہی تھی۔ اسے پژمردہ دیکھ کر صحی نے چڑ کر پوچھا تو وہ بھیگے لہجے میں بولی۔

"دونوں وجوہات ہی بہت جذباتی کردینے والی ہیں۔ رونا میرا حق بنتا ہے۔"

"تو تم اکیلی یہ حق بصد شوق ادا کرو مگر میں اپنا میک اپ خراب کرنے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔" اسٹائلش ڈیپ ریڈ اینڈ فان کلر مولی اور دھاگے کے نازک کام سے سجے لباس میں وہ واقعی دیکھنے کے قابل لگ رہی تھی۔

"جب تم پر یہ موقع آئے گا پھر پوچھوں گی۔" وہ پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائی تو اسے لائبہ کے حوالے کرتی وہ خود گلاب کے گجروں کی تلاش میں نکلی تھی۔ کوریڈور میں اس نے وجدان کو پکڑا تھا۔

"فرمائیے۔" کف لنکس بند کرتا وہ عجلت میں تھا۔

"گجرے کہاں ہیں؟"

"کون سے گجرے؟"

"وجی! مجھے جانتے ہو نا؟" صحی خونخوار ہوئی تھی۔

"ہاں بھی یہ دعویٰ تھا مگر یہ جو چہرے پر آپ نے ڈیزائننگ پینٹنگ کی ہے نا اس کے بعد تو امی بھی آپ کو شاید ہی پہچان سکیں۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا اتنی بری لگ رہی ہوں میں؟" اس کی پریشانی بہت فطری تھی۔

"ابھی آئینہ نہیں دیکھا کیا؟" وہ بڑی ہمدردی سے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھا تھا اس میں تو میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ آئینہ ایکسپائر ہوچکا ہے۔ اسے توڑ دیں۔ آپ کو ایک عدد نئے آئینے کی ضرورت ہے جو سچ بولتا ہو۔"

وہ صحی کی پریشانی سے حظ اٹھا رہا تھا۔ اب کی بار اس کی مسکراہٹ صحی کی سمجھ میں آگئی تھی۔

"بہت خبیث ہو تم وجی۔" وہ دانت پیس کر بولی تو وجدان کو اس کی خجالت پر ہنسی آنے لگی۔

"آپ لڑکیاں بھی نا بس ایک شے ہی ہوتی ہیں۔ جب تک اپنے حسن کے قصیدے نہ سن لیں چین نہیں پڑتا۔"

"تمہارا بڑا مجرہ ہے۔ ابھی تو بہ مشکل یونیورسٹی پہنچے ہی ہو۔" صحی نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"مشاہدہ بھی کوئی چیز ہوتا ہے آپی ڈیئر۔"

"اچھا فضول باتیں مت کرو۔" صحی کو دفعتاً اپنی دو سالہ سنیارٹی کا خیال آیا تھا۔

"کپڑے کیوں نہیں تبدیل کیے ابھی تک؟"

اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر پوچھا۔ شاور لینے کے بعد اس نے دوبارہ وہی کپڑے پہن رکھے تھے۔

"امی کا پتا کرنے جا رہا تھا۔ کمرے میں تو کہیں بھی نہیں۔ رات میں امی جان سے کہا بھی تھا کہ ایک بار آئرن پھروا کر الماری میں رکھ دیجیے گا۔" وہ بولا تو صحی کو یاد آیا۔

"پریس کرنے کی ڈیوٹی حمرہ کی تھی اسی کو پتا ہوگا اور گجروں کا حدود اربعہ بھی بتاتے جاؤ۔"

"وہ ڈیوٹی انس بھائی نے اپنے سر لے لی تھی۔ مستقبل کی پریکٹس کے خیال سے۔" وہ ہنستا ہوا چلا گیا تھا۔
"کبھی جو کوئی کام ڈھنگ کا کیا ہو ان لوگوں نے۔" وہ کوفت زدہ سی انس کی تلاش میں بڑھ گئی تو وہ وہاں کمرے میں سب کے نرغے میں الجھتا خفا ہوتا پایا گیا۔
وہ سب اسے ہر حال میں سہرا پہنانے پر بضد تھے مگر وہ کسی طور راضی نہیں ہو رہا تھا۔
"آج کل بھلا سہرا کون پہنتا ہے۔ صرف گھوڑوں کے لیے مختص ہو کر رہ گیا ہے یہ؟"
"کوئی بات نہیں یار پہن لو۔ کبھی کبھار گدھے بھی پہن لیتے ہیں۔" چاند نے اسے پچکارا تو سب کے قہقہوں نے اسے بدکا دیا۔ ضحی کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔
"دیکھ لیں آپ۔ اندر سے یہ خیالات ہیں ان سب کے اور آپ سہرا بندی پر مصر ہیں۔" وہ تلملا رہا تھا۔
ان سب کی لن ترانیوں پر ہنسی تو تائی جان کو بھی آ رہی تھی مگر وہ ضبط کیے رہیں کہ اس بدکے ہوئے گھوڑے کو بہت تحمل سے سنبھالنے کی ضرورت تھی ورنہ کیا خبر کہ دولہا کے عہدے ہی سے سبکدوشی ہو جاتا۔
"انس بھائی! وہ گجرے۔" اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے ضحی نے ابھی پوچھنا ہی چاہا تھا کہ وہ بھنا کر اس کی طرف پلٹا۔
"لاحول ولاقوۃ۔ اب میں گجرے بھی پہنوں گا؟"
"آپ سے پہننے کو تھوڑی کہہ رہی ہوں۔ وجدان نے آپ کو جو گجرے لانے کو کہا تھا ان سے متعلق پوچھ رہی ہوں۔" ضحی کو ہنسی آ گئی تھی۔
"کیا وہ بھی میری ڈیوٹی تھے؟"
"شادی بھی تو آپ کی ہو رہی ہے۔" ضحی نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔
"مجھے تو لگ رہا ہے جیسے کوئی جرم ہو رہا ہے۔" اس کی بے بسی پر وہ سب ہنس رہے تھے۔
"یہ لوگ تو بس شوخیوں میں خوش رہتے ہیں۔ ضحی میں نے فریج میں رکھوا دیے تھے گجرے۔" تائی جان نے ان سب کی غیر سنجیدگی پر کڑھتے ہوئے ضحی کو فارغ کیا تھا۔
وہ اس کی حالت اور اس کی بے چارگی پر ہنستی ہوئی کچن میں چلی آئی تو دروازے ہی میں معید سے متصادم ہوتے ہوتے بچی مگر وہ اپنے چائے سے بھرے مگ کو چھلکنے سے کسی طور نہیں روک پایا تھا۔ ناگواری کے ساتھ اس کو ڈانٹنے کا ارادہ کیا مگر اس کی مضطربانہ سی چیخ ساری توجہ سمیٹ گئی مگ کو سنک کی سائیڈ پر رکھتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا جو اپنا پیر زمین پر رگڑ رہی تھی۔ گرما گرم چائے نے اس کے پاؤں کی خبر لے لی تھی۔
معید نے لحظہ بھر کے توقف کے بعد اسے بازو سے تھام کر اندر کچن میں لاتے ہوئے اسٹول پر بٹھا دیا۔
"ہر وقت مجھے ڈانٹتے رہتے ہو کبھی خود بھی دیکھ بھال کے چل لیا کرو۔ تم نے تو زندگی میں شاید کبھی سے ٹکرانے کی قسم کھائی ہے۔" وہ اس پر الٹ پڑی تھی۔ تکلیف کے مارے آنکھیں بھر آئی تھیں۔
ایک آدھ دراز چیک کرنے کے بعد برنال کی ٹیوب دریافت کر کے وہ پلٹا۔ تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
"اس احسان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
"بیٹھی رہو آرام سے۔" اس نے سختی سے کہتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے اسے دوبارہ سے بٹھا دیا اور اس کے مزید احتجاج کرنے سے پہلے ہی وہ پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کا پاؤں چیک کرنے لگا۔ خوب صورت اسٹریپ والی ریڈ ہائی ہیل میں مقید اس کا سفید پاؤں اب سرخ ہو رہا تھا۔
"کافی جل گیا ہے۔ کہتے ہوئے احتیاط سے اس کا جوتا اتارا تو وہ سسکاری بھر کے جھکی اور اپنے پاؤں کی دگرگوں حالت دیکھنے لگی۔ پہلے تو کچھ خیال نہیں کیا تھا مگر اب جلن کے مارے رونا آنے لگا تھا۔ کچھ یہ بھی خیال تھا کہ اتنے شوق سے خریدا جانے والا میچنگ جوتا اب پہننا نصیب نہیں ہوگا۔
معید نے انگلی پر برنال نکال کر بہت احتیاط اور نرمی کے ساتھ اس کے پاؤں کے اوپری متاثرہ حصے پر پھیلائی تو اب تک اپنی تکلیف کے خیال سے سوں سوں کرتی ضحی کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ اٹھی۔
اس نے بے اختیار اپنا پاؤں پیچھے کھینچنا چاہا۔ وہ سمجھا شاید درد کی وجہ سے خوفزدہ ہو رہی ہے۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اس

کے پاؤں کو تھاما تھا۔
"پھر سارا وقت روتی اور مجھے کوستی رہو گی۔" وہ بہت سکون سے کہتا اپنا کام کر رہا تھا۔ مگر ضحی کو تو یوں لگ رہا تھا جیسے چار سو چالیس وولٹ کے کرنٹ نے اسے چھو لیا ہو۔
"معید پلیز۔" اس نے ایک جھٹکے سے اپنا پاؤں پیچھے کیا تھا۔ "میں خود لگا لوں گی۔" شاید اس کی آواز میں خفیف سی لرزش اتر آئی تھی۔ اپنی تمتمائی رنگت کو وہ خود بھی محسوس کر سکتی تھی۔
"لگ گئی ہے۔ اب جوتا مت پہننا۔" وہ ایک نظر اس کے سرخ پڑتے چہرے پر ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"اچھی لگوں گی نا بارات کے ساتھ ننگے پاؤں جاتی۔" اپنی گھبراہٹ پر اس نے غصے کا پردہ ڈالا اور اسٹریپ سے پکڑ کر جوتا اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"آئی ایم سوری حالانکہ غلطی سراسر تمہاری تھی۔" وہ صابن سے ہاتھ دھوتے ہوئے اطمینان سے بولا تو وہ دانت پیستی دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی لنگڑاتی ہوئی کچن سے نکل گئی۔
"حمرہ! میرے کپڑے کہاں ہیں؟" وجدان اس کے سر پر سوار ہوا تھا۔
"کون سے کپڑے؟ میں نہیں جانتی۔" وہ صاف مکر گئی۔ اتنے دنوں کے بعد تو پرانے حساب چکانے کا موقع ہاتھ آیا تھا۔
"ایک پینٹ ہوتی ہے جس کی دو ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ایک کوٹ ہوتا ہے جس کے دو بازو ہوتے ہیں۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں گویا نشانی بتائی تھی۔
"ایسے کپڑے تو میں نے معید بھائی اور انس بھائی کی الماریوں میں دیکھے ہیں۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی تھی۔
"کیوں تنگ کر رہی ہو حمرہ کہاں ہیں اس کے کپڑے؟" صبا کو وجدان کی شکل پر ترس آیا تھا۔
"مجھے کیا پتا اسے چاہیے تھا کہ یہ اپنے کپڑے ڈرائی کلینرز کو دیتا۔" وہ بڑے انداز سے پرفیوم چیک کرتے ہوئے بولی تو وہ صبا کی طرف پلٹا۔
"آپی اس کے نوٹس کاپی کرانے کے لیے آپ نے دھوبی کو کیوں نہیں دیے؟"
"کیا یعنی آپ نے میرے نوٹس کاپی کرانے کے لیے اس کو دیے ہیں؟" حمرہ کو صدمہ پہنچا تھا۔ صبا نے گہری سانس بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ رکھائی سے بولی۔
"تم میرے نوٹس واپس دے دو۔ میں خود فوٹو کاپی کروا لوں گی۔"
"اب تو میں انہیں کاپی کروا چکا ہوں۔ لہٰذا میرے کپڑے ملتے ہی تمہارے نوٹس تمہیں مل جائیں گے۔" وہ اطمینان سے بولا مگر حمرہ کے لیے جھوٹا پڑنا ممکن نہیں تھا۔
"مجھے نہیں پتا کہاں ہیں تمہارے کپڑے۔"
"اوکے۔" وجدان نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے قناعت پسندانہ انداز میں کہا۔ "میں انہی پرانے کپڑوں میں سب سے پیچھے والی کرسی پر بیٹھ کر تمہارے نوٹس پڑھ کر نائم پاس کر لوں گا۔"
"حمرہ پیٹھ کی نکالنے کا نائم نہیں ہے۔" صبا نے اسے سمجھانا چاہا۔
"رہنے بھی دو آپی آج اس کے نوٹس ہی کو جلا کر باربی کیو تیار کریں گے۔" اس نے شرارت سے چمکتی آنکھیں بظاہر بہت بے نیاز کھڑی حمرہ پر جمائیں تو وہ تلملا اٹھی۔
"انس بھائی کی الماری میں رکھا ہے تمہارا شاہی جوڑا۔"
اس کے لبوں کی تراش میں محظوظ کن مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی کاجل سے سجی خفا خفا سی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے بولا۔
"اور تمہارے نوٹس اور فوٹو کاپی میں نے تائی جان کو دے دی تھی۔"
"اوں۔" حمرہ نے غرا کر پاؤں پٹخے اور واک آؤٹ کر گئی۔ صبا ان دونوں کی حماقتوں پر تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔ وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔
ضحی کو جوتا ہاتھ میں پکڑے لنگڑاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بیڈ شیٹ ٹھیک کرتے اس کے ہاتھ وہیں رک گئے۔

"تمہیں کیا ہو گیا؟"

"جب میرے ساتھ کوئی حادثہ رونما ہوا کرے تو مجھ سے پوچھے بغیر سمجھ جایا کرو کہ کیا ہوا اور کس کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ گرنے کے سے انداز میں اس کے بستر پر بیٹھی اور اپنے متاثرہ پاؤں کا جائزہ لینے لگی۔

"خدا کے لیے ضوئی اب تو بڑی ہو جاؤ۔ خوامخواہ معید بھائی سے الجھنا چھوڑ دو۔" صبا نے اسے سمجھایا تھا۔

"تم تو بس اسی کی سائیڈ لیا کرو۔ کبھی اسے بھی سمجھاؤ کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر ہی پیار سے بات کر لیا کرے۔" وہ خفا ہوئی تھی۔ صبا بے ساختہ مسکرا دی۔

"پیار سے یا پیار کی بات کر لیا کریں۔"

"شٹ اپ۔" وہ ناگواری سے بولی تھی۔

"اچھا یہ ہوا کیا ہے؟" صبا نے اس کے پاؤں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تو اس نے مختصراً سارا واقعہ بتا دیا۔

"ویسے ضوئی یہ کلر تم پر اتنا سوٹ کر رہا ہے کہ مجھے تم پر پیار آ رہا ہے۔ معید بھائی نے تعریف نہیں کی؟" صبا نے اپنے لہجے کو مقدور بھر سرسری بنایا تھا مگر وہ کرنٹ کھا گئی۔

"تم صرف اپنے نوفل احمد سے متعلق سوچو سمجھیں۔"

"مگر سنی امی کا ارادہ ہے کہ تمہاری اور معید بھائی کی....." وہ اس پر حقیقت واضح کرنا چاہتی تھی مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"مگر نہ تو میرا ایسا کوئی ارادہ ہے اور نہ ہی معید حسن کا۔"

"معید بھائی کا کیوں نہیں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"وہ یوں مائی ڈیئر کہ اس سڑے ہوئے کباب کی الماری کے لاکر میں ایک ڈائری ہے اور اس ڈائری میں نہ صرف اس نے شاعری کر رکھی ہے بلکہ ایک عدد لڑکی کی تصویر بھی اس میں موجود ہے۔" اس نے اہل انداز میں کہا تھا۔

"قیافے مت لگاؤ ضوئی معید بھائی ایسے نہیں ہیں۔" اس کے اعتقاد نے صحی کو تپا دیا۔ پاؤں کی جلن دماغ تک پہنچنے لگی۔

"اچھا جی آپ کے مولوی بھائی نے الماری کے لاکر میں اپنے قاری صاحب کی تصویر رکھی ہوگی اور وہ نظم بھی انہی کے حسن جہاں سوز سے متاثر ہو کر لکھی ہوگی کسی جماعت میں شامل ہونے لگے ہوں گے نا۔"

اس کی لاف زنی پر نہ چاہتے ہوئے بھی صبا کو بے اختیار ہنسی نے آ لیا تو وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے پاؤں پر جھک گئی۔

⌘☆⌘

ڈھیر ساری سالیوں کے نرغے میں پھنسا انس اپنی ساری شوخی اور طراری بھلا بیٹھا تھا مگر وہ سب کون سا دور تھے ایک ہی اشارے پر سب دائیں بائیں پیچھے یوں آ کھڑے ہوئے جیسے خدائی فوجدار۔ انس کی سانس آسان ہوئی تھی۔

"سنبھل کے بھئی۔ دولہا بھائی نے حفاظتی بند باندھ لیے ہیں۔" سدرہ نے شریر سا طنز کیا تھا۔

"جہاں نقص امن کا خدشہ ہو وہاں یہ احتیاط لازم ہوتی ہے۔" چاند کے انداز میں بھی شرارت تھی۔

"غور کیجیے گا۔ بولنے کے لیے بھی دولہا بھائی نے الگ سے گارڈ رکھا ہوا ہے۔" زارا نے ہانک لگائی تو عماد نے برجستگی سے کہا۔

"دیکھیں جی بعد میں بھی تو ان کی زبان پر کر فیو لگ جانا ہے اس لیے یہ ابھی سے منہ بند رکھنے کی پریکٹس کر رہا ہے۔"

"اوہو آپ تو سن ساٹھ کے ہیرو بن رہے ہیں۔" وہ سب ہنسی تھیں۔

"چلیں آپ نے کسی طور ہیرو تو مانا۔" چاند نے پراعتماد انداز میں کہا تو وہ بولی۔

"مگر فلاپ۔" ابرار نے انس کے پاس سے اٹھ کر معید کو اپنی جگہ پر بٹھایا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"کیا مسئلہ ہے؟"

"نفری کم پڑ گئی تھی اس لیے آپ کو بلایا گیا ہے۔" بہت حاضر جوابی کا یہ مظاہرہ وادینہ کی طرف سے ہوا تھا۔ جو ابھی اسٹیج پر آئی تھی۔ اسٹائلش سے ڈیپ ریڈ لباس میں ملبوس وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ عماد کی نگاہ میں بے ساختہ ہی ستائش اتر آئی۔

"ارے یہ تو خود نفری بلانے والوں میں سے ہیں موصوف وکیل ہوتے ہیں۔" ابرار نے انہیں ڈرانا چاہا تھا۔

"بھئی ذرا سنبھل کے یہ تو فوراً کوئی دفعہ لگا دیں گے۔"

اب کی بار ایک معید پر کیا گیا تھا۔ وہ تو بولا نہیں البتہ پیچھے کھڑے نعمان نے اس کا شانہ تھپکا تھا۔

"اس کی تو خاموشی ہی بارعب ہے۔"

"جی نہیں بولتے وہ ہیں جن کے پاس بولنے کے لیے کچھ ہو۔" سدرہ نے شوخی سے کہا تھا۔

"خیر ایسا تو نہیں کہا جا سکتا ڈھول اندر سے بالکل خالی ہوتا ہے مگر بجتا بہت ہے۔" احمر کے وار پر انس کے ساتھ ساتھ معید بھی بے ساختہ مسکرایا تھا۔

"آپ ہمیں ڈھول کہہ رہے ہیں؟" صدمے سے پوچھا گیا چاند نے فوراً لہجے میں شیرینی سموئی۔

"ارے نہیں آپ کہاں بولتی ہیں اور ابھی تو آپ کی بولتی بالکل بند ہے۔" اس کے لطیف سے انداز میں گرہ لگانے پر ماحول زعفران زار بننے لگا تھا۔ نکاح کی تقریب بخیر و خوبی انجام پا گئی تھی۔ طعام سے فراغ ہونے کے بعد دلہن کے آنے کا مژدہ سنایا گیا تو مووی میکرز کے کیمروں کا رخ پلٹ گیا۔

"وہ آ رہی ہے۔" انس کی سرگوشی میں بہت بے تابی تھی۔ جہاں معید کو ہنسی آئی وہیں چاند نے آہستگی سے کہا۔

"جب ہمیشہ کے لیے آ جائے گی تب پوچھوں گا۔"

مگر وہ تو جانے کب سے گھڑیاں گن رہا تھا۔ فراق سے وصل تک کی میرون کلر کے خوب صورت لہنگے میں ملبوس نگین پر دلہناپے کا روپ ٹوٹ کر برسا تھا۔ چاند نے ٹہوکا دے کر انس کو اپنی نظروں پر کنٹرول کرنے کا اشارہ دیا تھا اور وہ گڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس احترام میں چھپی بے اختیاری ان سب پر واضح تھی۔ چاند نے گہری سانس بھرتے ہوئے نگین کے لیے صوفہ خالی کیا تھا۔

"یہ تو گیا کام سے اب ساری عمر یونہی کھڑا رہے گا۔" احمر نے سرگوشی کی تھی۔

"کیا بات ہے۔ آج تو جناب لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔" وہ میدان صاف پا کر عماد کی طرف آئی تھی۔

"میں لفٹ نہیں کرا رہا یا تم؟" وہ مسکرایا تھا۔ "اسٹیج پر سے بھی غائب ہو گئی تھیں۔"

"تم نے دل سے یاد نہیں کیا ہوگا۔ ورنہ میں فوراً آ جاتی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے انداز سے بولی۔ تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

کوئی کوری تو نہیں تھی۔ شادی شدہ زندگی کا ایک سال گزار چکی تھی مرد کو لبھانے کے اطوار اور ہتھکنڈوں سے خوب واقف تھی۔ اسے گنگ کھڑا دیکھ کر سمجھ گئی کہ تیر نشانے پر جا لگا ہے۔ یونہی اس کی آنکھوں میں دیکھتی مسکرا دی پھر بڑی معصومیت سے بولی۔

"اچھے دوست ہو ایک بار بھی نہیں بتایا کہ میں کیسی لگ رہی ہوں۔"

"تم....." وہ جیسے کسی ٹرانس میں تھا۔ "جیسے سیاہ رات میں چاند۔"

"لیف چاند ہر طرف اونچے نیچے کڑھے پہاڑ ویرانہ اندھیرا۔ میں اتنی بری ہوں کیا؟" اس کی ادا میں ناز تھا اور اس ناز میں ایک ادا تھی۔

عماد اس کی بات سے محظوظ ہوا تھا۔

"ویری اسٹرینج میں نے کبھی اس طرح سے سوچا ہی نہیں۔ میرے خیال میں تو یہ کسی بھی لڑکی کی پرفیکٹ تعریف ہے۔"

"ہے نہیں تھی۔ اب کوئی نئی تشبیہ سوچو۔ ورنہ تمہی کوئی نقصان بھی اٹھانا پڑ سکتا ہے۔" ادینہ نے بڑی شوخی سے کہا تو وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"ہاں اب تو لگتا ہے کہ دیوان کھنگالنے پڑیں گے کیونکہ اس سے کم میں تمہاری تعریف ممکن نہیں ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

عماد کتنی ہی دیر کسی ان دیکھے سے حصار میں گھرا وہیں کھڑا رہا تھا۔

(اس پیار بھری کہانی کے بقایہ واقعات آئندہ ماہ)

⌘

(قسط نمبر 5)

محبت دل آہنگ

عنت سحر پاشا

بجلیاں آسمان پر کب تھیں
وہ تو سب میری بے قراری تھی
ضبط کا حوصلہ دیا مجھ کو
یہ محبت کی وضعداری تھی

ایک بہت ہنگاموں بھرے دن میں نگین اپنے گھر کو رخصت ہوئی تو سب مہمانوں کی واپسی کے بعد اب ایک محسوس کن سناٹا پورے گھر پر چھا گیا تھا۔ حالانکہ ابھی بہت سے قریبی رشتہ دار جو دور کے شہروں سے آئے تھے گھر میں موجود تھے۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی صالحہ بیگم ضبط نہیں کر پا رہی تھیں۔

چاہے بیٹیاں کتنے ہی اچھے گھروں میں کیوں نہ بیاہی جائیں' یہ حقیقت ہے کہ ہر ماں کا دل کانپتا ہے' جگر کٹتا ہے۔ سالوں اپنے جگر کے ٹکڑے کو لاڈ' پیار سے پالنے کے بعد یوں کسی کے حوالے کر دینا' ایک عورت کی زندگی کو کتنے امتحانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انہیں سنبھالتے ہوئے نوفل خود بہت عجیب سی اُداسی کے حصار میں گھرا تھا۔ انہیں ان کے کمرے میں عبیدہ خالہ کے پاس چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ جہاں بہن کو باوقار طریقے سے رخصت کرنے کی خوشی اور اطمینان تھا وہیں اس کے پرائے ہو جانے کا غم بھی دل کو کھرچ رہا تھا۔ کپڑے تبدیل کر کے وہ اپنے بستر پر آ گیا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوتے ہوئے اس نے سگریٹ سلگائی تھی۔

کل

اس نے سارا دن اپنے ذہن کو سوچوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی تھی حالانکہ ژالے' صبا کے حوالے سے اور تمام کزنز صبا کے شادی میں شرکت نہ کرنے کے حوالے سے اسے تنگ کرتے رہے تھے۔

اور اب ان دونوں کے بیچ سفر کی صرف ایک رات باقی تھی۔

کل وہ اس کی زندگی میں آ جانے والی تھی۔

یہ کمرہ.....

اس نے اپنے بہت آرٹسٹک انداز میں ڈیکوریٹڈ کمرے پر ایک خالی سی نظر دوڑائی تھی۔

پلاسٹر آف پیرس کے مجسمے پر اس کی نظر ٹھٹکی تھی۔ مجسمے کے دعائیہ انداز میں اٹھے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ "بالکل میرے دل کی طرح..... اور ان دونوں کو خالی کرنے والی تم ہو صبا میر!" اس کے اعصاب تھکے ہوئے تھے۔

وہ اب اس مقام پر تھا جہاں غصے پر شدید بے حسی کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ اس نے گزرے ایک ایک پل کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کر دیکھا تھا۔ اور ایک حقیقت جو کہ بہت تکلیف دہ سہی مگر اٹل تھی کہ صبا میر کو اس کے دل میں جو مقام حاصل ہوا تھا وہ اسے اس سے دستبردار نہیں کر پایا تھا۔

اس کا ہر انداز اس کی ہر ادا پوری آب و تاب کے ساتھ ذہن کی اسکرین پر جگمگا رہی تھی مگر پتہ نہیں کیا بات تھی کہ وہ خود کو بہت سرد محسوس کر رہا تھا۔ نہ کوئی جذبہ نہ اُمنگ۔

مگر پھر بھی وہ اس رشتے کو نبھانے پر مجبور تھا۔

اور یہ سب کس قدر اذیت ناک تھا' یہ اور کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا۔

□□□

"میری زندگی کے مالک' میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں' میرا دم نکل نہ جائے"

چاند اور اس کے گروپ نے نگین کو بہت خوب صورت ریسپشن دیا تھا۔ اتنی شوخیاں' اتنی شرارتیں تھیں کہ چند لمحوں پہلے کی جدائی کا دکھ مندمل ہونے لگا تھا۔

"دم نکل نہ جائے یا دم نکل نہ آئے؟" عماد نے فقرہ کسا تو قہقہوں کی پھوار پڑنے لگی۔ وہ سب دولہا اور دلہن کو برآمدے کے دروازے ہی میں روکے ہوئے تھے۔ ان سب کے تنگ کرنے کے باوجود انس کے چہرے پر مستقل مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔

"تو تھا پیسٹ کی ساری کرامات آج ظاہر ہو رہی ہیں۔" ابرار نے گہری سانس بھری تھی۔

"اب راستہ روکے کیوں کھڑے ہو' اندر چلو۔" تائی جان نے ٹوکا تو وہ سب مزید پھیل گئے۔

"جی نہیں' مفت میں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گھر میں داخل ہونے کا نیگ بھابھی سے وصول کیا جائے گا۔" عماد نے صورت حال پر روشنی ڈالی۔

"نیگ یا غنڈہ ٹیکس؟" ثمینہ نے نگین کو سپورٹ کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ لڑکیوں کو تو اس "کمائی" میں سے کچھ ملنے والا نہیں' سو اس نے ان سب کی حمایت کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"یُو..... تھالی کا بینگن....." چاند نے اسے گھورا تھا۔

"شرم کریں' مووی بن رہی ہے۔" صبا نے بھی ان سب کو احساس دلانا چاہا تھا۔

"اچھا ہے' ریکارڈ رہے گا۔ کل وہاں تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔"

"کراس میرج میں ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ اب صبا کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ وہ شرم کے مارے کچھ بول بھی نہیں پائی۔

"عماد! بدتمیزی مت کرو۔ ہمارے یہاں ایسی کوئی رسم نہیں ہے۔" مریم پھوپو جو کب سے چوکھٹ پر تیل ڈالے

دلہن کے استقبال کو کھڑی تھیں' بیٹے کو گھرکنے لگیں۔

"آپ کی دفعہ نہیں ہوگی۔ ہم نیو جنریشن ہیں' نعمان بھائی کیا نام ہے بھلا سا' اس رسم کا؟" بہت اطمینان سے پوچھا گیا۔

"یہ کون سا نئے ہیں۔ ان کی دفعہ بھی یہ رسم نہیں تھی۔" اسما بھابھی بھی میاں سے غداری پر کمربستہ ہوئیں تو اب نعمان کا مذاق اُڑایا جانے لگا۔ اس نے بیوی کو فہمائشی نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ تمہارے اس جملے کے بعد اب سب تمہاری عمر کا حساب لگانے بیٹھ گئے ہوں گے۔"

"بس کرو اب' وہ بے چاری کھڑی کھڑی تھک گئی ہوگی۔ اندر آنے دو اسے' پھر چاہے جتنی رسمیں کر لینا۔" چچی جان نے کہا تو وہ سب شور مچانے لگے۔

"پہلے یہ سب دیوروں کو "چوکھٹ پکڑائی" دیں گی۔ پھر اندر آنے کی پرمیشن ملے گی۔" چاند کو بہت موقع پر مناسب سا نام سوجھ گیا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا.....؟" انس نے نظروں ہی نظروں میں دیوروں کی تعداد کو "ماشاءاللہ" پا کر چاند کو گھورا تھا۔

"دیکھ لو' ہم تو اپنی بات سے ہٹنے والے نہیں۔" احمر نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

"مان لو' ورنہ نقصان تمہارا ہی ہوگا۔ یہیں کھڑے کھڑے ہم ساڑھے گیارہ سے صبح کے چار بجا دیں گے۔" نعمان اس کے کان میں گھسا تو وہ بے چارہ پھنس کر رہ گیا۔

پھر روپوں کا نقصان کم لگا تو اس کا ہاتھ اپنی جیب میں رینگ گیا۔

"یہ ہوئی نا بات' بھابھی آپ بھی پرس کھولیں۔ مشورہ دو نا انس۔" وہ سب اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ نگین بے چاری گومگو کی سی کیفیت میں کھڑی تھی۔ دفعتاً انس نے اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں کچھ کہا تو وہ سب شور مچانے لگے۔

"بہت خبیث ہو تم لوگ۔" وہ ہنس دیا تھا۔ کچھ مووی لائٹ کی تپش اور کچھ جذبات کی تمتماہٹ اس کے چہرے پر سرخی بن کر چھلک رہی تھی۔ نگین نے پرس کھول کر ہزار کا نوٹ نکالا تھا۔

"فاؤل..... فاؤل ہے یہ' صرف ایک نوٹ ہے یہ۔" عماد نے شور مچایا تھا۔

معید ابھی کولڈ ڈرنک کا گلاس ہاتھ میں تھامے اندر سے آیا تو ان سب کو وہیں جما پا کر کوفت سے سر ہلاتا آگے بڑھا۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو یار۔ آپس میں بانٹ لو' ہزار روپے کافی ہوتے ہیں۔" معید نے نوٹ تھام کر عماد کو پکڑایا اور انس کو اندر بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"بہت گڑبڑ کی ہے تو نے معید۔" چاند کو افسوس ہوا تھا۔

"معید بھائی کو ہر طرح کے کرمنلز سے نمٹنے کا گر آتا ہے۔" صبا انہیں چڑاتے ہوئے نگین کو سہارا دیئے اندر بڑھی تھی۔

"وہ تھک گئی ہوں گی یار اور پھر ابھی مووی بھی بننا ہے۔" معید نے آرام سے کہا تھا۔

"بمشکل سو سو روپے ہاتھ آ رہے ہیں۔" احمر نے حساب لگایا تو وہ سب معید کو کینہ توز نظروں سے گھورنے لگے۔

"نو پرابلم..... ابھی اور بھی بہت سی رسمیں باقی ہیں۔"

نعمان کو چونکہ سال بھر پہلے شادی شدہ ہو جانے کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا اس لیے اب وہ انہی تجربات کو بروئے کار لا رہا تھا۔

"شرم کرو اور اس تکلیف کو یاد کرنے کی کوشش کرو جو اس وقت تمہیں اپنی جیب سے روپے نکالتے وقت ہو رہی تھی۔" معید نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"میں اپنے دشمنوں کو کبھی نہیں بھولتا۔ اس وقت مجھ سے روپے نکلوانے میں انس سب سے آگے تھا۔"

ان سب کو چکنا گھڑا پا کر معید سر ہلاتا اندر بڑھ گیا جہاں سب ہال کمرے میں براجمان تھے اور مووی سیشن چل رہا تھا۔

صبا چونکہ بارات کے ساتھ نہیں جا سکی تھی سو اب وہ مووی کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی کھینچوا رہی تھی۔ انس نے صبا، ضحیٰ اور حمرہ کو گولڈ کے لاکٹ پہنائے تھے۔

"اسے کہتے ہیں اقربا پروری۔" چاند کو گلہ ہوا تھا۔

"لان کی کھدائی تک ہم سے کروالی اور تنخواہیں ان پوستیوں کو دی جا رہی ہیں۔" عماد کو بھی اس تقسیم پر صدمہ پہنچا تھا۔

"ابھی دیئے تو ہیں ہزار روپے تم لوگوں کو۔" انس نے انہیں یوں تسلی دی جیسے پتہ نہیں کتنے لاکھ دے دیئے ہوں۔

"بالکل..... اور ابھی تو کتنی ہی رسمیں باقی ہیں۔" نعمان نے دھمکانے والے انداز میں کہا مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ جمی تھی۔

"چلو بھئی عماد..... بھابھی کی گود میں بیٹھو۔"

"کیا.....؟" انس نے انہیں گھورا۔ اس فرمائش پر نگین بھی گڑبڑائی تھی۔

"جی جناب، میری بیگم کی گود میں بھی آپ ہی بیٹھنے کو تیار تھے۔" نعمان نے اسے گزرا ہوا زمانہ یاد کرانے کی کوشش کی تھی۔

"مگر میں بیٹھا تو نہیں تھا۔" انس نے عماد کو گھورتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی تو اطمینان سے کہا گیا۔

"کیوں کہ میں نے اس سے پہلے ہی تم لوگوں کا مطالبہ پورا کر دیا تھا۔" انس نے دانت پیستے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو چاند نے شور مچا دیا۔

"یہ نیگ صرف بھابھی دیں گی کیوں کہ ابھی بھابھی جان کی جان مشکل میں ہے۔"

"تمہاری باری تو ابھی ٹھہر کے آئے گی۔" عماد نے معنی خیز انداز میں کہا تو وہ گہری سانس لیتا خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بیٹھ گیا۔

"کیا خیال ہے بھابھی۔ میں آپ کی گود میں تشریف رکھ سکتا ہوں؟" عماد نے بہت شرارت سے پوچھا تو نگین نے گھبرا کر پھر سے ان سب کی خدمت میں ہزار کا نوٹ پیش کر دیا۔ جو اس بار شرافت سے تھام لیا گیا مگر پھر عماد کے پیچھے ہٹتے ہی چاند نے آگے بڑھ کر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے نگین کا دایاں اور احمر نے بایاں گھٹنا تھام لیا۔

"اسے کہتے ہیں گھٹنا پکڑائی۔" نعمان نے حاضرین محفل کے علم میں اضافہ کیا تو سب کو ان کی حرکتوں پر ہنسی آنے لگی۔

"کیا کر رہے ہیں یہ لڑکے؟" تائی جان نے سر تھاما تھا۔

"یہ فاؤل ہے۔" انس نے اپنا احتجاج معید کے پاس نوٹ کرایا تھا۔

"یہ سب تمہاری ہی ایجاد کی ہوئی رسمیں ہیں۔" وہ ہمدردانہ نظروں سے اس کی گت بنتی دیکھ رہا تھا۔

مجبوراً نگین کو پھر سے اپنی جان بلکہ گھٹنے چھڑانے کے لیے ایک ہزار روپے سے ہاتھ دھونا پڑے۔ ان سب کی شرارتوں پر اسے بہت ہنسی آ رہی تھی۔

"بہت غلط طریقہ ہے یہ کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا۔" ضحیٰ نے ان سب کو احساس دلانا چاہا۔

"تم تو چپ ہی رہو۔ خود کو خاموشی سے گولڈ کا لاکٹ مل گیا اس لیے نصیحتیں سوجھ رہی ہیں ورنہ عماد سے پہلے گود میں بیٹھنے کا خیال تمہیں آتا۔" چاند نے اس کی کھنچائی کی تھی۔ سب کے ہنسنے پر وہ خجل سی اسے گھور کر رہ گئی۔

"چلو اب بس کرو۔ مووی والا بے چارہ پریشان ہو رہا ہے۔ اس نے کمرے میں دلہن کی مووی بنانی ہے۔" چچی جان نے قطعی لہجے میں صرف کہا ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی نگین کو سہارا دے کر کھڑا بھی کر دیا۔

"یہ سخت ناانصافی ہے۔" احمر نے احتجاج کیا تھا۔

"ان کی مت سنیں بھابھی۔ یہ تو بس منحوسیاں کرنے میں خوش رہتے ہیں۔" مریم پھوپھو بھی چچی جان کی مدد کو بڑھی تھیں۔

نگین کو لے جا کر خوب صورتی سے سجے کمرے میں وسیع و عریض بیڈ پر بٹھا دیا گیا جہاں نئے سرے سے مووی سیشن شروع ہوا تھا۔

انس نے دزدیدہ نظروں سے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا جہاں سوئیاں ڈیڑھ بجا رہی تھیں اور وہ سب تھے کہ جان چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ حالانکہ چچی جان ابھی سختی سے ان سب کو سو جانے کا کہہ گئی تھی۔ در پردہ یہ انس کے لیے ہدایت تھی کہ اب اسے اپنے کمرے میں ہونا چاہیے مگر اب یہ بات ان سب سر پھروں کو کون سمجھاتا۔

"شادی کرنی ہی نہیں چاہیے۔ زندگی بھر کی غلامی۔" احمر نے اپنا سنہرا نظریہ پیش کیا۔

"ہاں بالکل، بھلا آزادی گنوانا کہاں کی عقل مندی ہے۔" عماد تو یوں بھی اس نظریے کا حامی تھا۔

"اب مجھے ہی دیکھ لو، گزرا زمانہ تو خواب و خیال ہو گیا ہے۔ آنکھیں بند رکھوں تو ہائے دل، ہائے دل کی آواز آتی رہتی ہے مگر جونہی آنکھ کھلتی ہے بیگم ہاتھ میں بیل لیے کھڑی ہوتی ہیں۔" نعمان کو کافی تلخ تجربے تھے، سو آہ بھر کر کہا گیا۔

معید نے ان سب کی بکواس سنتے ہوئے مضطرب بیٹھے انس پر نظر ڈالی تو ہنسی کے ساتھ ساتھ ترس بھی آنے لگا۔ وہ تو جیسے اڑ کر اپنے کمرے میں جانے کو تیار بیٹھا تھا مگر وہ سب بھی پلاننگ کیے بیٹھے تھے۔

"تم کیوں بیٹھے ہو یہاں؟" معید نے اس کی جان چھڑانی چاہی۔

"کوئی پہلی بار بیٹھا ہے ہمارے ساتھ۔ ہم ہر فنکشن مل کر انجوائے کرتے ہیں۔" انس سے پہلے ابرار بول اٹھا تھا اور وہ بچہ نہیں تھا جو ان کی چالاکی نہ سمجھ پاتا۔ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"وہاں بھابھی اکیلی ہوں گی۔ جانے دو اسے۔" معید کو مجبوراً کہنا پڑا۔

"اف..... اکیلی لڑکی کے کمرے میں جائے گا یہ....."

اس قدر تحیر سے آنکھیں پھاڑی گئیں کہ معید کے ساتھ ساتھ انس بھی خجل ہو گیا۔

"شرم کرو انس، ایک لڑکی کی خاطر یاروں سے دغا کر رہے ہو۔" نعمان نے اپنا وقت بھولتے ہوئے اسے شرم دلائی تھی۔

"میں کہاں جا رہا ہوں۔" اس نے دل پر پتھر رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو چاند نے اس کا شانہ تھپ تھپایا۔

"بالکل' آج رت جگا ہوگا۔ ساری رات باتیں کریں گے۔"
"ساری رات....." انس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔
"چلو بھائی چاند' کوئی زبردست سا سونگ ہو جائے۔"
ابرار نے فرمائش کی تھی۔ چاند نے فوراً گٹار سنبھال لیا۔ آواز تو اچھی تھی ہی' سو جب اس نے جعفر شیرازی کی خوب صورت غزل شروع کی تو باقی سب کا تو پتہ نہیں مگر انس کے چشم تصور میں دلکش و دل نواز سا سراپا اُتر آیا۔

وہ ہے ایک حُسن و جمال میں' اسے دیکھنا
وہ ہے آپ اپنی مثال میں' اسے دیکھنا
کبھی سوچنا وہ طلسم ہے' کوئی پیار کا
کبھی لا کے اپنے خیال میں' اسے دیکھنا
تمہیں اس جہاں میں محبتوں کی تلاش ہے
تو محبتوں کے کمال میں' اسے دیکھنا
اسے دیکھنے سے رُوح کو ملے گی تروتازگی
کبھی زیست کے خدوخال میں' اسے دیکھنا
اسے دوستوں کی طلب ہے کتنی یہ جانچنا
کبھی اس کے شوقِ وصال میں' اسے دیکھنا"

وہ بہت ڈوب کے گا رہا تھا۔ انس صوفے میں نیم دراز کی کیفیت میں دھنسا' بند مٹھی ہونٹوں پر ٹکائے خاموش بیٹھا تھا۔
ان سب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیے تھے۔
"اٹھو انس' اپنے کمرے میں چلو۔" معید سے ان سب کا انس کو زچ کر دینے کی حد تک تنگ کرنا کم ہی برداشت ہوتا تھا۔ اب بھی اٹھ کر چٹکی بجاتے ہوئے اس نے انس کو اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ "بہت دیر ہوگئی ہے۔"
"کہاں؟ آج تو رت جگا ہے۔" چاند نے شرارت سے کہا۔
"رائٹ۔ مگر اس رت جگے میں تم لوگوں کا کیا کام ہے؟" معید نے سنجیدگی سے پوچھا تو عماد نے زبردست سا قہقہہ لگایا تھا۔
"چلو جاؤ' کیا یاد کرو گے۔" نعمان نے شاہانہ انداز میں کہا تھا۔ "ویسے تو ابھی تم سے کمرے میں داخل ہونے کا ٹیگ بھی وصول کرنا تھا' مگر پھر سہی۔"
"ہاں' پہلے ہی کافی کم ٹائم رہ گیا ہے تمہارے پاس۔" عماد نے اسے اٹھتے دیکھ کر چھیڑا تو وہ خفیف سا ہو کر ہنس دیا۔
"آ لینے دو تمہاری باری۔"
"حوصلہ رکھو یار۔ اگر اتنا ٹائم نہیں ہے تو ڈائیلاگز شارٹ کر لینا۔" نعمان نے تسلی دی تھی۔ وہ سب اس کا ریکارڈ لگانے کے موڈ میں تھے۔ وہ انہیں گھورتا ہوا چلا گیا تھا۔
"بہت گالیاں دے رہا ہوگا دل میں ہمیں۔" چاند ہنسا تھا۔
"صحیح کہہ رہے ہو۔ میں نے بھی یہی کہا تھا۔" نعمان نے آرام سے کہا تو وہ سب ہنسنے لگے۔ معید نے ان کی

محفل برخاست کرتے ہوئے انہیں سونے پر مجبور کیا تھا کیوں کہ اگلے روز صرف انس کا ولیمہ ہی نہیں تھا بلکہ صبا کی بارات بھی آرہی تھی۔

□□□

صبا اور ضحیٰ کے جانے کے بعد وہ پتہ نہیں کتنی دیر محوِ انتظار رہی تھی مگر انس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اسے یاد آیا صبا کہہ رہی تھی کہ سب کزنز اسے گھیرے بیٹھے ہیں اور ان سب کی شوخیوں سے تو نگین بھی اب واقف ہو چکی تھی۔

سارا وقت مجسمے کی طرح ساکت بیٹھے رہنے کی وجہ سے کمر اکڑ کر تختہ ہو رہی تھی۔ اس نے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تو کچھ سکون حاصل ہوا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔

ذہن مختلف سوچوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔

نئی زندگی شروع کرنے کا تھرل بھی تھا اور کچھ خوف بھی۔ ایک اجنبی کے ساتھ پہلی ملاقات کی سنسنی بھی تھی اور ایک اپنا ہو جانے والے سے ملنے کا چارم بھی۔ وہ بہت بے قرار سا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ہینڈ لاک دبا کر پلٹا تو پھولوں بھرے بستر پر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اسے غیر آرام دہ حالت میں محوِ استراحت پا کر وہ ٹھٹک گیا۔

"لعنت ہو ان خبیثوں پر۔" ان سب کو کوسا' جن کی وجہ سے دیر ہوئی تھی۔ وہ گہری سانس لیتا آگے بڑھا تھا۔

خاموشی سے اس کے بالمقابل بیٹھتے ہوئے انس نے آرگنزا کے میرون دوپٹے کے نیچے چھپے حسن کو تلاشنے کی کوشش کی تھی۔ آج کل دلہن کے گھونگھٹ کا رواج تو رہ نہیں گیا تھا' سو الگ سے آرگنزا کا دوپٹہ اوڑھا کر چہرے پر کھینچ دیا گیا تھا جو واقعی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

اب پتہ نہیں یہ اس کی پرشوق نگاہوں کی تپش کا اثر تھا یا کوئی اور احساس' نگین نے نیند سے بوجھل آنکھیں کھولیں تو غیر متوقع طور پر انس کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ پا کر ساری نیند اُڑن چھو ہو گئی۔ وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی تھی۔

گھبراہٹ اس قدر شدید کہ دل ہاتھوں' پیروں میں دھڑکتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"سوری' مجھے کافی دیر ہو گئی۔ مگر اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ وہ سب اس قدر خبیث ہیں کہ اُٹھنے ہی نہیں دے رہے تھے۔ مجھے خاموشی سے بیٹھنا پڑا' ذرا بھی بے تابی دکھاتا تو ساری رات وہیں بٹھائے رکھتے۔"

انس نے وضاحت کی تھی۔ وہ خاموش بیٹھی اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہی۔ انس نے جیب میں سے چابی نکال کر سائیڈ ٹیبل کی دراز ان لاک کی تھی۔

"یہ تمہارا منہ دکھائی کا گفٹ ہے۔ بشرطیکہ مجھے منہ دکھائی بھی دے۔"

مخملیں کیس اس کے سامنے کھولتے ہوئے انس نے شرارت سے کہا تھا۔ گولڈ کا خوب صورت سا لاکٹ سیٹ اس کے سامنے تھا۔

انس کی ساری بے تابی گھونگھٹ الٹنے تک ہی تھی۔ اس کے بعد نگین کے ہوش رُبا حسن نے سارے حواس ہی چھین لیے تھے۔ آنکھوں میں حیا کے ڈورے گالوں پر تمتماہٹ' لبوں کی لرزش' ایمان شکن۔

"جو اس کے چہرے پہ رنگِ حیا ٹھہر جائے
تو سانس' وقت' سمندر' ہوا ٹھہر جائے
وہ مسکرائے تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو..... بادِ صبا ٹھہر جائے"

گولڈ کی بھاری چین میں سجے خوب صورت لاکٹ کو اس کی گردن کی زینت بناتے ہوئے وہ جذبات سے پُر

لہجے میں بولتا نگین کو ہر طرف چھایا محسوس ہونے لگا تھا۔

"آداب....." اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے چھوتے ہوئے وہ شرارت سے مسکرایا تھا پھر اسے کسمسا کر خود میں سمٹتے دیکھ کر آہستگی سے ہنس دیا۔

□□□

اس سے پہلے بھی "میر ہاؤس" میں بہت سی صبحیں اُتری تھیں مگر ایسی پُر رونق اور دھنک رنگ صبح کسی نے نہ دیکھی تھی۔ ہنسی، قہقہے، شوخیاں، پھولوں کی مہکار۔ صبا کا دل جیسے کسی نے شکنجے میں کسا ہوا تھا۔

اس گھر میں اب اس کے چند گھنٹے ہی رہ گئے تھے۔ رات ہی سے وہ عجیب سے اضطراب اور واہموں کا شکار ہو رہی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چیز تھی جو اس کے دل کو بے چین کر رہی تھی اور اسے خوش نہیں ہونے دے رہی تھی مگر کوئی خاطر خواہ جواب نہ پا کر وہ ساری رات اُلٹی سیدھی سوچوں میں گم رہی۔ کبھی ہمیشہ کے لیے ماں باپ سے جدا ہونے کا خیال زور مارتا تو آواز دبا کر رو بھی پڑتی۔ باقی سب تو نیند میں بے سُدھ پڑی تھیں۔ البتہ صبح صبحی نے اس کی گلابی پن لیے سُوجی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو اسے خوب جھاڑا۔

"ضروری نہیں تھا کہ نوفل احمد کو جاگ کر ہی سوچا جاتا۔ خوابوں میں زیادہ اچھے طریقے سے ملاقات ہو سکتی تھی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ لائبہ اور عائزہ کو ہنستے دیکھ کر جز بز ہوئی تھی۔

"اسے خواب دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج تو یوں بھی بالمشافہ ملاقات ہو جانی ہے۔" اسما بھابھی نے بھی اس چھیڑ چھاڑ میں حصہ ڈالا تو وہ انہیں گھور کر رہ گئی۔

"اسماء..... انس اٹھا یا نہیں؟" تائی جان نے مدھم آواز میں پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"میں تو دو دفعہ دروازہ کھٹ کھٹا آئی ہوں، ہو سکتا ہے کوئی رزلٹ نکل ہی آئے۔ آپ بھی انتظار کریں۔" صبحی نے معنی خیز نظروں سے صبا کو دیکھا تو اس نے جھینپ کر دانت کچکچائے تھے۔

"تم اپنے دھیان کو ذرا "دھیان" سے رکھا کرو۔"

"پتہ نہیں اتنی صبح کیوں جگا دیا ہے امی نے۔" لائبہ کی آنکھوں میں ابھی تک نیند رچی ہوئی تھی۔ صبحی اسے سُستی کے طعنے دینے لگی تو صبا نے اس کی توجہ خود پر سے ہٹتی دیکھ کر اطمینان کی سانس لی تھی۔

وہ شاور لے کر نکلا تو نگین تیار بیٹھی کلائیوں میں چوڑیاں پہن رہی تھی۔ فیروزی کلر کا کامدانی جوڑا پہنے وہ صرف لپ اسٹک لگائے ہوئے بھی دلکشی کی حدود کو چھو رہی تھی۔ کھلے سیاہ بال چاند چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔

ایک نگاہ!

بس ایک نگاہ کی بات تھی

میں اس کا

اور وہ میری ہوئی

گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا مسکراہٹ لیے وہ اس کے پاس جا بیٹھا۔ نگین کا ہاتھ کانپا، چوڑیاں چڑھانے کی رفتار سُست پڑ گئی تھی۔

انس نے تولیا گردن میں ڈالتے ہوئے اس کا مخروطی ہاتھ تھاما اور بہت احتیاط کے ساتھ چوڑیاں کلائی میں چڑھا دیں۔

"یہ کام آسان کام ہے اور پُر لطف بھی۔ اس بار چاند رات کو چوڑیوں کے اسٹال کی ٹرائی کروں گا۔" اس کے خوب صورت مخروطی ہاتھ کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے وہ بہت شرارت سے کہہ رہا تھا۔ نگین کو ہنسی آ گئی۔

"اس کے ہاتھوں سے جو خوشبوئے حنا آتی ہے
ایسا لگتا ہے کہ جنت سے ہوا آتی ہے"

"سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" دبے دبے لفظوں میں اسے احساس دلانا چاہا۔ انس نے اس کے تمتماتے رخساروں اور جھکی لرزتی پلکوں کو بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔

"ان سب کے انتظار کا بہت خیال ہے تمہیں اور میرا کچھ نہیں۔" جتانے والے انداز میں کہا تو اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ کیا کہتی اس کی بے تابی اور دیوانگی کی ابھی تو ایک جھلک ہی دیکھی تھی اور حواس مختل ہوتے محسوس کیے تھے اور اب اس کا یوں بالمقابل بیٹھ کر شناسائی کے نئے در کھولنے والا انداز بھی پریشان کرنے والا تھا۔

"دو بار ہمیں کوئی بلانے آ چکا ہے۔" مجبوراً نگین کو پھر سے کہنا پڑا تھا مگر وہ تو جیسے بہت فرصت میں بیٹھا تھا آرام سے بولا۔

"سارے دولہا دلہن وی آئی پی ہوتے ہیں، جب جی چاہے جا گیں۔"

"اچھا نہیں لگتا ناں۔" نگین نے مدھم لہجے میں احتجاج سمویا تھا۔ اسے پہلے ہی خفت محسوس ہو رہی تھی کہ کسی نے دو بار دروازہ کھٹکھٹا کر انہیں صبح ہو جانے کا مژدہ سنایا تھا۔ ایک بار جب وہ دونوں سو رہے تھے اور دوسری بار جب وہ باتھ روم میں تھی اور اب انس کے ارادے جلدی والے تو ہرگز نہیں تھے۔

"سب کو پتہ ہے، نئی نئی شادی ہوئی ہے، رومینس کا موڈ بھی ہو سکتا ہے ہمارا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بہت سنجیدہ بنا ہوا تھا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں۔" نگین نے بے ساختہ کہہ کر پھر گڑبڑاتے ہوئے انس کو دیکھا جو اس کی بات پر ہلکا سا قہقہہ لگا کر بیٹھا تھا۔ سیاہ جینز اور نیٹ کی سیاہ ہی بنیان میں اس کا مضبوط سراپا نمایاں تھے۔ گیلے بکھرے بال اچھے لگ رہے تھے۔

"ہم جلدی بھی جاگ سکتے تھے۔ یہ سب تمہارا قصور ہے۔"

وہ کہہ رہا تھا، نگین نے احتجاج کیا۔

"میرا کیوں.....؟"

"تو اور کس کا ہے۔ دو اُن سب نے بجا دیے اور اڑھائی تم نے۔" وہ بے حد شرارت سے کہنے لگا تھا کہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی شوخ سی چمک نگین کو سنسنا گئی۔

"انس۔" وہ مدھم لہجے میں چلائی تھی۔ پھر سرخ چہرہ لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بھی ہنستا ہوا اٹھا تھا۔ وہ خفا سی رُخ موڑ گئی۔

"اچھا لگ رہا ہے یوں بنا روک ٹوک گفتگو کرنا۔ ویسے عجیب سی بات ہے نا کہ آپ شادی کے بعد ہر وہ بات آپس میں کر سکتے ہیں جو کسی اور سے کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔"

بدن پر شرٹ چڑھاتے ہوئے وہ بہت محظوظ ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نگین نے دزدیدہ سی نگاہ اس پر ڈالی۔ اب وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ چہرے پر سکون اور طمانیت کے سبھی رنگ لیے وہ بہت اچھا اور مکمل دکھائی دے رہا تھا۔ اسی وقت دروازے پر پھر سے دستک ہوئی۔ نگین نے پہلے ہی سے دروازہ ان لاک کر رکھا تھا، اس

لیے ناب گھمانے پر کھلتا چلا گیا۔

اسما بھابھی اجازت لیتی اندر چلی آئی تھیں۔ نگین نے کھڑے ہوتے ہوئے انہیں سلام کیا تو انہوں نے بہت خوش دلی سے جواب سے نوازا۔

"میں نے تو سوچا شاید آج دولہا صاحب سوتے میں ہی ولیمہ اٹینڈ کریں گے۔" نگین کے پاس بیٹھتے ہوئے انہوں نے انس پر طنز کیا تھا۔

"میں تو کب سے تیار بیٹھی ہوں یہی....." نگین خفیف سی ہوگئی تھی۔

"گھبراؤ مت نگی۔ یہ سب روایتیں ان کے میاں ہی کی ڈالی ہوئی ہیں۔ اسے آ کر اس کے سسرالیوں نے جگایا تھا۔" انس نے اسے تسلی دی تو اب کی بار اسما بھابھی جھینپ گئیں۔

"فضول بول رہا ہے۔"

انس ہنستے ہوئے جھک کر پرفیوم اٹھانے لگا۔ صبا ان دونوں کے لیے چائے لے آئی تھی۔ نگین کو گلے سے لگا کر محبت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"اوہو میری مہمان بہن کو کس نے کام پر لگا دیا۔" انس نے پرفیوم کا سائلنسر پریس کرتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ نگین سے الگ ہو کر اس کی طرف پلٹ گئی۔

"اسے کچھ مت کہو اسے تو بس رونے کا بہانہ چاہیے آج۔" اسما بھابھی نے چائے کا مگ نگین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو انس نے اس کی بھیگی پلکیں دیکھتے ہوئے بے اختیار اسے شانے سے لگا لیا۔

"انہیں کیا سمجھائیں یہاں تو بھائی خود شہنشاہِ جذبات ہیں۔" اسما بھابھی نے سانس بھرتے ہوئے کہا تو صبا آنکھیں مسکتی ان کے پاس آ بیٹھی۔

"لگتا ہے آج آپ میری کھنچائی کے موڈ میں ہیں۔" انس نے ماحول کی اداسی کو بدلنا چاہا تھا۔

"صرف آج کیا اب تو روز یہی کام ہونا ہے برخوردار۔" انہوں نے لطیف سا طنز کیا تو نگین نے اپنی مسکراہٹ کو مگ کے پیچھے چھپا لیا۔

"آپ کو تو نعمان نے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔" وہ تاسف سے کہتا پھر سے بالوں میں برش پھیرنے لگا تھا۔

"منہ دکھائی میں کیا دیا ہے انس نے۔ اتنا گھنا ہے کسی کو خبر تک نہیں ہونے دی۔" اس قدر بے باک موضوع نے نگین کے ساتھ صبا کو بھی سٹپٹایا تھا۔

"آپ کو خبر کرتا تو نعمان کو تکلیف ہوتی۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ اسے گھورتے ہوئے وہ نگین کی طرف متوجہ ہوگئیں جو گلے میں پڑا خوب صورت سا لاکٹ دکھا رہی تھی۔

"انس نے پہنایا ہے یا تم نے خود ہی پہن لیا؟" وہ بہت تجسس بھرے انداز میں بولیں تو نگین کا چہرہ بلش کر گیا۔ صبا نے گڑبڑا کر انہیں چٹکی بھری تھی۔

"کیا کر رہی ہیں آپ.....؟"

"تم یہ سوال کل پوچھنا۔" انہوں نے اپنا بازو سہلاتے ہوئے کہا تو وہ فہمائشی نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"ہم نہیں پوچھیں گے تو اور کون پوچھے گا۔" انہوں نے صفائی پیش کی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے وائیوا لینے کی۔" انس کی موجودگی کے خیال سے وہ مدہم لہجے میں بولی تو وہ ہنسنے لگیں۔

"یہ لاعلاج ہیں۔" وہ نگین کو مطلع کرنے والے انداز میں بولی تو وہ بھی ہنس دی۔

"اب دیر نہیں ہو رہی کیا؟" کھڑے کھڑے چائے ختم کرنے کے بعد انس نے ان پر طنز کیا تھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"تمہیں بھی ہماری وجہ ہی سے جلدی پڑی ہے ورنہ تو تم بارہ بجا ہی رہے تھے۔"

"بہت برداشت کر لیا۔ اب نعمان کو آپ کی شرانگیزیوں سے متعلق بتانا ہی پڑے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نگین اور انس کو شانہ بشانہ آتے دیکھ کر تائی جان نے بے اختیار آیۃ الکرسی پڑھ کر ان پر پھونکی تھی۔

"بڑی مامی۔ یہ تو صرف لاحول ولاقوۃ پڑھنے سے بھی غائب ہو جاتا ہے آپ کیوں لمبے ورد کر رہی ہیں۔" عماد نے ہانک لگائی تھی اور بس اس کے بعد ناشتے کی میز پر ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کا عمل شروع ہو گیا جو نگین کے لیے بہت دلچسپ اور پرلطف تھا۔

"ایک کپ چائے....."

معید کی فرمائش اس وقت تو ضحیٰ کو بالکل نہیں بھائی تھی۔ وہ خود افراتفری میں کچن ہی میں چلتے پھرتے چھوٹے چھوٹے کام نمٹاتی ناشتہ کر رہی تھی کہ تھوڑی دیر میں صبا اور نگین کو بیوٹی پارلر لے جانے کی ذمہ داری لائبہ اور اس کے سر تھی۔

"وہاں ٹیبل پر موجود ہے چائے۔" اس نے کپڑا پھیر کر سنک خشک کرتے ہوئے دوسرے لفظوں میں اسے ٹالنا چاہا تھا مگر وہ اطمینان سے کرسی گھسیٹتا چھوٹی ٹیبل کے پاس براجمان ہو گیا۔

"وہاں سے ہی آرڈر لایا ہوں۔ مجھے تازہ اور گرم چائے چاہیے۔" وہ تائی اماں کے لاڈ پیار کا عادی تھا مگر ضحیٰ کو یہ نخرے برداشت کرنے کی عادت نہیں تھی۔

"یہ اچھی عادت تو نہیں ہے۔ کون بنا کے دیتا رہے گا تمہیں گرم اور تازہ چائے۔" ضحیٰ نے جتانے والے انداز میں کہا تو اسے چائے کے لیے چولہے پر پانی چڑھاتے دیکھ کر اس نے سر ہلا دیا۔

"یہ تو ہے۔"

چند لمحے یونہی خاموشی سے سرکے تھے۔ وہ اب چائے ابلنے کے انتظار میں کھڑی تھی۔

"عمر کا کوئی اتہ پتہ چلا یا نہیں؟"

اس کا سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ نیٹ میں چائے چھانتے اس کا ہاتھ بہک گیا۔

"اوہوں..... دھیان ہے۔"

اس کی توجہ ادھر ہی تھی۔ ضحیٰ نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا۔

"وہ گمشدہ نہیں ہے کہ اس کا اتہ پتہ معلوم کیا جائے۔"

ناگواری کے پردے میں اپنی بے بسی اور شکستگی کو چھپا لیا۔

"یعنی اس سے کنٹیکٹ ہے تمہارا؟"

وہ حیران تھا اور اس کی حیرانی نے ضحیٰ کو سکون دیا تھا۔

"ظاہری بات ہے ہمارا تعلق ختم تو نہیں ہوا بلکہ اور مضبوط ہو رہا ہے۔ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔"

اب کی بار اس نے بہت ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔ معید سے نمٹنے کا ایک یہی طریقہ اسے نظر آیا تھا کہ یونہی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتی رہتی۔

"کیا گارنٹی ہے کہ تمہیں یہ انتظار کرنے دیا جائے گا؟" وہ اپنی خوش نما آنکھوں کو ہلکی سی جنبش دے کر پوچھ رہا تھا۔

"تمہیں اس سلسلے میں کودنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی پریشان ہونا تمہارا فرض ہے۔ جب کسی نے مجھ سے پوچھا تو میں خود جواب دے لوں گی۔" اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تھا۔

معید کا یہ انداز اس کے لیے بہت عجیب اور حیران کر دینے والا تھا۔ یوں دوستانہ انداز میں اس مسئلے کو ڈسکس کرنا تو دور کی بات تھی وہ تو یونہی ہر بات میں دادا ابا کی کرسی سنبھالے رہتا تھا۔

"میں بھی اس مسئلے میں تمہاری مدد کر چکا ہوں۔" وہ جتانے والے انداز میں یاددہانی کرا رہا تھا۔

ضحیٰ نے چائے کا مگ اس کے سامنے پٹخا تو چائے کناروں سے چھلک کر ٹیبل کو داغ دار کر گئی۔

"بھول جاؤ اس معاملے کو اور سمجھو کہ نہ تو میں نے تم سے کبھی مدد مانگی تھی اور نہ ہی تمہارا اس مسئلے سے کوئی تعلق ہے۔"

وہ حلق تک بھر گئی تھی۔ اوپر سے معید کی ہلکی سی مسکراہٹ اور چہرے سے جھلکتا اطمینان، منہ نوچ لینے کو جی چاہ رہا تھا۔ دل کے بمشکل بھرتے زخموں کو پھر سے کریدنے آ گیا تھا۔

"تعلق تو اب بن ہی چکا ہے اور اس کا کریڈٹ تمہیں جاتا ہے۔" اس نے کہتے ہوئے چائے کا گھونٹ بھرا پھر ناگواری سے بولا۔

"کتنی مرتبہ تمہیں کہا ہے کہ میری چائے میں بے حساب چینی مت ڈالا کرو، صرف ایک چمچہ....."

"میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں جو اتنے حساب کتاب رکھوں۔ اینڈ مائنڈ اٹ معید حسین، آئندہ سے تم اس موضوع پر گفتگو مت کرنا کیوں کہ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے، تم اپنی سوچو۔ اپنی ڈائری میں رکھی تصویر والی کا مسئلہ حل کرو، میں کبھی تم سے مدد نہیں مانگنے والی۔"

وہ تلخی سے کہتی رکی نہیں تھی۔ اس کے جانے کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے معید نے چائے سے اٹھتے دھوئیں پر نظریں جما دیں۔ اس کی خوش نما آنکھوں میں اس پل گہری سنجیدگی اور سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

□□□

سب کا کہنا تھا کہ چاند و سورج کی جوڑیاں آج "میر ہاؤس" میں اتر آئی تھیں۔ انس اور نگین کا ہنستا مسکراتا، ہشاش بشاش سا کپل جہاں سب کی توصیفی نگاہوں کا مرکز تھا، وہیں پر سب کی نظریں بے پناہ ستائش لیے سنجیدہ سے نوفل اور صبا کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

ہمیشہ کی سادگی پسند صبا پر آج ٹوٹ کر روپ برسا تھا۔

نگین کی بات بے بات ہنسی اور سرخی چھلکاتا چہرہ صالحہ بیگم کے دل میں سکون اور آنکھوں میں تراوٹ بھر گیا۔ وہ بے اختیار اس کی دائمی خوشیوں کی دعا مانگنے لگیں۔

ادینہ نے بے حد سلگتی نظروں سے اسٹیج کی طرف دیکھا تھا جہاں اس وقت نوفل اپنی سالیوں کے جمگھٹے میں گھرا تھا۔ عام دولہوں کی نسبت وہ بہت پرسکون اور بااعتماد سے انداز میں اس سارے معاملے سے نمٹ رہا تھا۔

اس کے پہلو میں ہی تو وہ بیٹھی تھی جو اس کے ارمانوں کی قاتل تھی۔ اس کے خوابوں کو چھیننے والی، صبا میر، کتنی آسانی سے وہ صبا نوفل احمد ہونے کا اعزاز پا گئی تھی۔

میرون کلر کے راجستھانی لہنگے میں ملبوس زیورات سے لدی پھندی وہ دلہناپے کا پورا سنگھار کیے واقعی کوئی شے

لگ رہی تھی۔

صالحہ بیگم نے کسی بھی شے میں کنجوسی نہیں کی تھی۔ بلا مبالغہ انہوں نے ان دونوں شادیوں پر لاکھوں خرچ کیے تھے۔ ادینہ کا دل کیسے تڑپ سلگ کر رہ گیا تھا۔

"یو آر ویری لکی نوفل۔" ژالے نے بے اختیار کہا تھا اور مجسم حسن جب کسی کی تعریف کرے تو پھر اس حسن کا کیا عالم ہوگا؟ مگر وہ ان سنی کر گیا تھا۔

ژالے کی آواز سن کر صبا نے اپنے اندر عجیب سی بے چینی محسوس کی تھی حالانکہ اس نے ادینہ کی بات کو محض مذاق سمجھ کر بھلا ڈالا تھا مگر اب ایک دم سے پھر اس کا ذہن بھٹک سا گیا۔

"خیریت، تم یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟" زارا اور سدرہ اس کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

"یونہی۔" وہ بری طرح چونکی تھی۔

"کتنی خوب صورت لگ رہی ہے صبا۔ صحیح فدا ہوئے ہیں نوفل بھائی۔" سدرہ نے اسٹیج کی طرف دیکھتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو اشتعال کی لہر لیزر کی طرح ادینہ کو اندر سے کاٹ گئی۔

"ظاہری حسن سے کیا ہوتا ہے، ساری بات گنوں کی ہوتی ہے۔ شوہر اور سسرالیوں کے دل ہی میں جگہ نہ مل سکے تو سارا حسن بے کار۔"

"صبا کو تو سسرالیوں کا کوئی مسئلہ ہی نہیں، دو تو بندے ہیں گھر میں اور ایک کے دل پر تو وہ پہلے ہی قابض ہے۔ خالہ یونہی اتنی سویٹ سی ہیں، ویسے بھی وہ اتنی محبت سے بیاہ کر لے جا رہی ہیں کہ میں بھی صبا سے حسد محسوس کر رہی ہوں۔" سدرہ نے آہ بھری تھی۔

"شرم کرو۔ دو ماہ تک معاذ بھائی امریکہ سے آ رہے ہیں، شادی ہو جانی ہے تمہاری۔" زارا نے اسے ایک جھانپڑ لگایا تھا۔ وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔

"خواب دیکھنے پر پابندی تھوڑی ہوتی ہے۔"

"واقعی..... خواب دیکھنے پر پابندی تو نہیں ہوتی۔"

ادینہ کی نگاہ بھٹک کر پھر سے نوفل کے چہرے پر جا ٹھہری۔ جب جب اس نے نوفل کے تاثرات میں سنجیدگی اور بے اعتنائی سی دیکھی تھی، اس کے دل میں بہت اطمینان اترا تھا۔ اسے اپنی بچھائی ہوئی بساط پر اپنے چلائے ہوئے مہروں کی کامیابی کا بہت یقین تھا۔

"نگی بھی بہت خوش قسمت ہے۔ اتنی اچھی سسرال اور اتنا چاہنے والا شوہر تو نقد بھی مل رہا ہو تو خرید لینا چاہیے۔" سدرہ نے دل کھول کر تعریف کی تھی۔

"واقعی..... وہ بھی منہ مانگی قیمت دے کر۔" زارا نے بھی لقمہ دیا تھا۔

"نگی ہمارے ساتھ گھر جا رہی ہے یا نہیں؟"

ادینہ کو ان کی باتیں سلگا رہی تھیں، سو اس نے سنجیدگی کے ساتھ موضوع بدل ڈالا تو وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"انس بھائی نے سب کے سامنے اسے منع کر دیا ہے۔ کہہ رہے تھے کہ کل ولیمے کی تقریب میں اکیلا شرکت کرتا اچھا نہیں لگوں گا۔" سدرہ نے بتایا تھا۔

"سچ، بہت رومینٹک ہیں انس بھائی۔ سب کے سامنے ہی والہ و شیدا ہو رہے ہیں۔" زارا نے لطف لینے والے انداز میں کہا تھا۔

"یہ سب نئی نئی شادی کا خمار ہے۔" ادینہ کا لہجہ بہت سرد اور چونکا دینے والا تھا۔ سدرہ نے تیکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ہر کوئی "نئے نئے" کا شوقین نہیں ہوتا۔ جہاں محبت ہو عزت ہو وہاں تمام عمر ایک دوسرے کے دل میں رہ کر زندگی تمام ہوتی ہے۔"

سدرہ کا لہجہ بہت اٹل اور بھرپور تھا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"میرے خیال میں اب رخصتی ہونے والی ہے۔" سدرہ نے زارا کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا اور اس کے پاس سے اٹھ گئیں۔

"یہ لڑکی کبھی سدھر نہیں سکتی۔" سدرہ کو ادینہ کی نیچر بالکل پسند نہیں تھی۔

"واقعی یار۔ پتہ نہیں کیوں ہر بات کو نیگیٹو پوائنٹ آف ویو سے دیکھتی ہے۔" زارا کو بھی اس کی باتیں ناگوار گزری تھیں۔ اس موقع پر جب غیر بھی دائمی خوشیوں کی دعائیں کرتے ہیں' ادینہ کا سرد مہری کا رویہ اور انداز گفتگو بہت ناپسندیدہ تھا۔

"میں تو خالہ جان سے ضرور کہوں گی کہ اب اسے ذرا کھینچ کر رکھیں' بہت سر پر چڑھی ہوئی ہے۔" سدرہ نے قطعی انداز میں کہا تھا۔

"صالحہ آنٹی بے چاری اپنی مروت اور سادگی کے ہاتھوں مار کھا جاتی ہیں' کوئی اور ہوتا تو اس کے اتنے نخرے نہ دیکھتا۔" زارا نے کہا تو وہ بولی۔

"پھر بھی۔ اب بات اور ہے' گھر میں بہو آ جائے تو پہلے والی لاپروائی اور بے ترتیبی سمیٹ لینی چاہئے۔"

"بس دعا کرو کہ صبا دیکھنے سننے میں جتنی اچھی ہے' صالحہ آنٹی کو سنبھالنے میں بھی ایسی ہی ثابت ہو۔"

"خالہ جان تو بہت مطمئن ہیں' باقی سب قسمت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اپنی طرف سے تو سب اچھا ہی سوچتے ہیں۔"

سدرہ نے کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

ہنستے مسکراتے پل تمام ہوئے تو گجر نے رخصتی کا اشارہ دے دیا۔

صبا کو لگا جیسے آج سب کچھ ختم ہو چلا ہو۔

بے حد محبت کرنے والے ماں باپ' شوخ و شریر بھائی بہن۔

اس کا دل پسیجنے لگا۔

"صبا پلیز رونا مت....." نگین نے اس سے التجا کی تھی۔ خود تو وہ واقعی نہیں روئی تھی جس میں سراسر اس کی لاپروا طبیعت کا دخل تھا۔

"اب ہر کوئی تمہاری طرح تو نہیں ہوتا نا۔ اپنی رخصتی سے زیادہ میک اپ خراب ہو جانے کا ڈر تھا تمہیں۔"

انس نے یہ بھی خیال نہیں کیا تھا کہ وہ ابھی ایک روز پرانی دلہن ہے۔ جواب دینے کو تو نگین کا بھی بہت جی چاہ رہا تھا مگر اتنے بہت سارے لوگوں کی موجودگی کا خیال مانع تھا۔

البتہ رخصتی کے وقت وہ نوفل کو نہ صرف صبا کا خیال رکھنے اور اسے بہت خوش رکھنے کی تائید کرتی رہی بلکہ موقع محل کے حساب سے چند ایک دھمکیاں بھی دے ڈالیں۔ نوفل کو غصے کے ساتھ ساتھ اس کی بے وقوفانہ محبت پر ہنسی بھی آ رہی تھی۔

"آنٹی آپ بالکل بھی فکر مت کریں' نوفل بہت پیارا بندہ ہے۔ صبا کو بھی بہت خوش رکھے گا۔" ژالے نے تائی جان کو تسلی دی تھی جب کہ نوفل کو ہمیشہ کی طرح خواتین کے رونے سے وحشت سی ہو رہی تھی۔ وہ جلد از جلد اس ماحول سے نکلنا چاہ رہا تھا۔

خود کو بہت سنبھالنے اور ضبط سے کام لینے کے باوجود جب تایا جان اسے پیار دینے کو آگے بڑھے تو وہ رو پڑی تھی۔ اس کے بعد انس' معید اور پھر عباد' وہ اس کے شانے سے لگی سسکیاں بھر رہی تھی۔

نوفل نے اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس کی تھیں۔

"بس بیٹا' رونا نہیں۔ خوشی خوشی یہاں سے وداع ہوں' انشاء اللہ تعالیٰ ساری عمر کا آنا جانا ہے۔" نوفل کے ماموں جان نے صبا کا سر تھپکا تھا مگر ایسے موقع پر دل یونہی طفل تسلیوں سے تو قابو میں نہیں آ جاتا۔

حمرہ اور ضحیٰ بھی رو دی تھیں حالانکہ ضحیٰ نے اسے بہت دھمکیاں دی تھیں کہ رونا میک اپ کے لیے سخت مضر ہے اور اب وہ اپنے تمام فرمودات بھولی ہوئی تھی۔ لائبہ نے اسے بمشکل کھینچ کر صبا سے الگ کیا تھا اور مریم پھوپو نے سب کو ڈانٹا تھا۔

"اداسی الگ چیز ہے مگر یوں رونے کی کوئی تک نہیں بنتی۔ بس بہن کو دعاؤں میں رخصت کرو۔"

صبا کی رخصتی کے بعد ان سب کی چہچہاہٹ جیسے گم ہو گئی تھی۔

ایک فرض ادا ہو جانے کی طمانیت اپنی جگہ مگر ایک محسوس کن اداسی نے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

نگین بے چاری اپنی پوزیشن بھول کر سب کو تسلیاں دیتی پھر رہی تھی۔

"کل دیکھنا اس کی بیٹی ہی اندر نہیں جائے گی۔"

لائبہ نے ضحیٰ کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر تسلی دی تھی۔

"ہر خوشی اپنی جگہ مگر جدائی کا درد بھی کم تکلیف دہ نہیں ہے۔" وہ پژمردہ سی ہو رہی تھی۔

پھر لڑکوں ہی نے سارا ماحول اور موڈ بدلنے کی سعی کی تھی۔ چاند اور ابرار نے گٹار پر بہت خوب صورت سے گانے اور دھنیں سنائیں' تب انس بھی کچھ سنانے کو بے قرار ہوا تھا۔

"تمہیں بالکل بھی اجازت نہیں' کیوں کہ تمہارے ساتھ ایک بہت بڑا المیہ ہو چکا ہے۔" عماد نے اس پر پابندی عائد کی تھی۔

"کیسا المیہ.....؟" وہ سمجھا نہیں تھا۔

"اب تم شادی شدہ ہو چکے ہو۔" وہ اطمینان سے بولا تو سب کے ساتھ نگین کو بھی ہنسی آ گئی مگر انس نے بھی آرام سے کہا۔

"میرے یار اس المیے نے میری صلاحیتوں کو اور بھی نکھار دیا ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ عشق میں ناکامی کے بعد انسان اچھا شوہر نہ سہی مگر اچھا شاعر ضرور بن جاتا ہے۔"

"اچھا جی' ہم بھی تو سنیں آپ کی نکھری ہوئی صلاحیت میں کیا نئے رنگ بھرے گئے ہیں۔" چاند نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے ایک نظر ضحیٰ کے ساتھ بیٹھی نگین پر ڈال کر بڑے انداز سے بولا۔

"گل تیرا رنگ چرا لائے ہیں گلزاروں میں
جل رہا ہوں بھری برسات کی پھواروں میں

مجھ سے کترا کے نکل جا مگر اے جانِ حیا
دل کی لَو دیکھ رہا ہوں تیرے رُخساروں میں
مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مصلوب کرو
میں تو شامل ہوں محبت کے گناہ گاروں میں"

"سنسر..... سنسر....." عماد نے شور مچا دیا تھا۔

"یہ اتنے پُرمحبت قسم کے شعر سُنانے کو کس نے کہا ہے تمہیں؟" چاند نے اسے گھورا تھا۔

"یہ اس کی پرانی بیماری ہے۔" معید نے بڑے اطمینان سے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"چلو معید اب تمہاری باری ہے۔" نعمان نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"میرا شعبہ وکالت ہے نہ کہ شاعری۔"

"نعمان بھائی بعض لوگ چھپے رستم بھی ہوتے ہیں۔" ضحیٰ نے درپردہ معید پر حملہ کیا تھا' وہ چونک کر اس کو دیکھنے لگا۔

"چلو معید۔ آج قسم توڑ دو سُنا دو کچھ۔" احمر نے بھی اصرار کیا تھا۔

"چاہے کھری کھری سُنا دو یا جو منہ میں آئے وہ سُنا دو۔" عماد نے پھر سے لقمہ دیا تھا۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ سب بہت اشتیاق کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
کوئی ایسا شخص ہُوا کرے
جو میرے لیے ہی سجا کرے
جس کی زُلف مجھ پہ ہُوا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
کبھی روئے جائے وہ بے پناہ
کبھی بے تحاشا اُداس ہو
کبھی چپکے چپکے دبے قدم
میرے پیچھے آکے ہنسا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
میری قربتیں میری چاہتیں
کوئی یاد رکھے قدم قدم
میں بڑے طویل سفر میں ہوں
میری واپسی کی دُعا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے"

بہت پُراعتماد اور دلکش لب و لہجہ تھا۔ معید نے پہلی مرتبہ ان سب کی ایسی محفل میں شرکت کی تھی اور وہ سب متاثر بھی ہوئے تھے۔ تالیاں بجا کر داد بھی دی گئی اور دھمکایا بھی گیا۔

"میں بات کرتا ہوں بڑی مامی سے۔ لڑکے نے اپنی آئیڈیل سوچ رکھی ہے۔" عماد نے اسے گھورا تھا۔

"میں نے نہیں' یہ سب شاعر نے کہا ہے۔" اس نے اطمینان سے تصحیح کی تھی۔

"شاعر نے کہا ہے مگر تمہارے حسب حال۔" چاند نے لقمہ دیا۔

"اب ایسی لڑکی ڈھونڈنی پڑے گی۔" احمر کو تشویش ہوئی تھی۔

"تم لوگ بس فکروں ہی میں پڑے رہو گے مگر ہو سکتا ہے کہ یہ تمہیں ڈھونڈنے کی زحمت ہی نہ کرنے دیں۔"

ضحیٰ نے بظاہر بڑے عام سے انداز میں کہا تھا مگر معید نے اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے فہمائشی انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ نگین کی طرف متوجہ ہو گئی۔ مگر موقع پاتے ہی معید نے اسے سرزنش کرنا لازمی خیال کیا تھا۔

وہ تایا جان کو دودھ کا گلاس پہنچا کر نکلی تو اس کے پیچھے ہی معید بھی اٹھا تھا۔

"تمہیں میرے معاملے میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"اگر میرے معاملے میں بولنے کا تم کو حق ہے تو پھر مجھے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔" ضحیٰ نے جتانے والے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گئی مگر وہ دیوار پر ہاتھ رکھ کر اسے روک گیا۔

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو۔" بھنویں اچکاتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"دھمکی نہیں' جیسے کو تیسا۔" وہ اسے چڑانے والے انداز میں کہتی جھک کر اس کے بازو کے نیچے سے نکل گئی تھی۔

وہ سر جھٹکتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

□□□

وہ کمرے میں آتے ہی تھکن سے بے حال' کپڑے بدلنے کی فکر میں تھی کہ انس اس کے ہاتھوں سے ہینگ کیا ہوا لباس چیئر پر رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے اپنے سامنے بٹھا کر بولا۔

"ابھی تو میری تم کو دیکھنے کی باری ہے' ورنہ تو چھ ہزار کے میک اپ پر پانی پھر جائے گا۔"

اس کی نظروں کے ارتکاز اور لہجے کی شرارت پر وہ کسمسائی تھی۔

"میں بہت ان ایزی فیل کر رہی ہوں۔"

اس کا اشارہ بھاری لہنگے اور زیورات کی طرف تھا مگر وہ جان بوجھ کر بات کو اپنے ہی انداز میں لے گیا۔

"ابھی نئی نئی شادی ہے نا' ابھی تو یونہی سامنے بٹھا کر دیکھوں گا تمہیں۔" نگین کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"میں اس بارے میں نہیں کہہ رہی۔"

"یعنی اس سے متعلق تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے؟" وہ شریر ہوا تھا۔

"میں نے یہ بھی نہیں کہا۔" وہ نروس ہونے لگی۔ انس کو اس کی گھبراہٹ بہت مزہ دے رہی تھی۔

"ذرا نظر ملا کے تو بات کرو' ابھی تک میں تمہاری آنکھوں کا رنگ نہیں جان پایا ہوں۔" اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر چہرہ اونچا کرتے ہوئے انس نے کہا تو اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔ حسن و حیا کا سنگم اپنی تمام تر دلکشی کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔ لحظہ بھر ہی میں وہ اپنی ساری شوخی بھول گیا تھا۔ اس کی بے خودی کو بے اختیاری میں بدلتے پا کر وہ اپنی بے ترتیب دھڑکنیں سنبھالتی پیچھے ہٹی تھی۔

"آپ نے آج مجھے گھر بھی جانے نہیں دیا۔" اس کی خود پر سے توجہ ہٹانے کے لیے وہ شکوہ کر گئی تھی۔

"میں نے اپنے لیے تھوڑی تمہیں روکا ہے' تمہاری شکل ہی بارہ بجانے لگی تھی میں نے سوچا کہ تم جانا نہیں چاہ رہیں اس لیے۔"

وہ مکر گیا۔

"اُف....." نگین کو ہنسی آ گئی۔ "اس وقت آپ کسی اور کو بولنے ہی کب دے رہے تھے۔"

"تم واقعی جانا چاہ رہی تھیں؟" انس نے اتنے اعتماد سے پوچھا تھا جیسے یقین ہو کہ وہ فوراً نفی میں جواب دے دے گی، مگر اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ظاہر ہے اتنی جلدی تو سب کچھ نہیں بھلا دوں گی نا۔"

"اور مجھے دیکھو ایک دُنیا بھلا ڈالی ہے تمہارے پیچھے۔" اس کی مانگ میں سجے خوب صورت و نازک ٹیکے کو پیشانی پر ٹھیک کرتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا تو نگین نے اپنے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑتی محسوس کی تھی۔ اس کی سجدہ ریز پلکیں اور چہرے کی تمتماہٹ اس کے دل کا حال انس پر اچھی طرح واضح کر رہی تھی۔

"تم لاکھ چھپاؤ چہرے سے احساس ہماری چاہت کا
دِل جب بھی تمہارا دھڑکا ہے آواز یہاں تک آتی ہے"

اس کا لہجہ پُرتپش اور انداز جتانے والا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" نگین نے بمشکل کہا تھا۔ "آپ نے یونہی مجھے روک لیا تھا۔"

"اوکے مان لیا کہ جناب کو ہماری کوئی پروا نہیں ہے مگر.....

دل نے تجھے عادت ہی بنا ڈالا ہے جاناں
تیرے بنا اب اپنا گزارا ہی نہیں ہے"

وہ جذبات سے پُر انداز میں بولا تو وہ بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔ انس نے اسی انداز میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔ اگر میں شاہ جہاں ہوتا تو شاید تمہارے لیے تاج محل بنوا دیتا۔"

"باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔"

وہ بے اختیار ہنس دی تو انس نے اس کی کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

"اور پاگل بنانا.....؟"

اس کی بے اختیاری پر نگین کو اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

□□□

کتنا مشکل ہے
دُکھوں کے بھڑکتے الاؤ میں
ہونٹوں پر مہکتی ہنسی سجانا
سُلگتے دل کو صبر کی مہکتی پھوار سے
تھپک تھپک کے سُلانا
کتنا مشکل ہے
کھلی آنکھوں دیکھتے
دھوکے میں کسی کے آنا
سب جھوٹ پا کے
سب فریب کھانا
پھر بھی نہ کسی کو جتانا
کتنا مشکل ہے

رُوح کو جھلسا دینے والی آگ تھی جو پل پل اسے اپنی لپیٹ میں لیے رہی تھی۔ وہ جو اپنے تئیں خود کو بے حسی اور سرد مہری کے پردے میں لپیٹ چکا تھا، تمام خول تڑختے محسوس کر رہا تھا۔

اس کی خاموشی اور سنجیدگی کسی طور پر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

"اتنا تو بھابھی نہیں شرما رہی ہیں جتنا ہمارا یار شرما رہا ہے۔" اسد نے اس کی سنجیدگی اور لیے دیئے انداز پر چوٹ کی تھی۔

"شادی شدہ ہونے کے لیے مدبر ہونا ضروری نہیں ہوتا۔" واصف نے اسے پچکارا تو آذر نے کہا۔

"بالکل یہ تو بے وقوفوں کی بھی ہو جاتی ہے، جیسے اگلے سال اپنے واصف کی....." واصف کے جھانپڑ نے اسے بات مکمل کرنے نہیں دی تھی۔

وہ سب صبا کو نوفل کے کمرے میں لے آئی تھیں۔

"بیوٹی فل..... یہ نوفل کا کمرہ ہے۔"

ژالے نے بے اختیارانہ ستائش سے کہا تھا۔ تمام کمرہ خوب صورت سی لائٹنگ سے جگمگا رہا تھا۔ صرف دروازے سے لے کر بستر تک اور پھر وسیع و عریض بیڈ پر گلاب کی ان گنت پتیاں بکھیری گئی تھیں مگر کمرہ از خود ہی اتنی خوب صورت اور مکمل ڈیکوریشن لیے ہوئے تھا کہ مزید کچھ ضرورت ہی نہیں تھی۔

"بہت لکی ہو تم بھی صبا کہ تمہیں نوفل جیسا شخص ملا ہے۔ بہت مخلص اور محبت کرنے والا۔" ژالے نے تہ دل سے نوفل کی تعریف کی تھی۔ صبا پلکیں جھکا کر رہ گئی۔

"اور ہم تو آخر تک یہی سمجھتے رہے کہ نوفل آپ کا نام لے گا۔" ادینہ نے اپنے محسوس کاٹ دار انداز میں کہا تھا مگر ہونٹوں پر سجی مسکراہٹ نرمی کا مظہر تھی۔ ژالے محظوظ ہونے والے انداز میں ہنس دی۔

"اسی کو تو لک کہتے ہیں، ورنہ یہاں میں بھی ہو سکتی تھی۔"

صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔

"اپنی اپنی نظر کی بات ہے۔ یہ نوفل سے پوچھیں کہ اس کے لیے صبا کیا ہے۔" سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور ژالے نے زور و شور سے اس کی تائید کی تھی۔ اس سے زیادہ نوفل کی بے قراریوں سے اور کون واقف تھا۔

"واقعی..... انہوں نے خود سے صبا کے لیے ہامی بھری تھی اور کسی بھی لڑکی کے لیے پہلے ہی سے شوہر کی پسندیدگی کی سند رکھنا کوئی عام بات نہیں ہے۔" زارا نے کہا تھا۔

"اینی وے صبا، ڈونٹ وری ابا وٹ می۔ نوفل کو کم از کم مجھ سے تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔" ژالے ہنسی تھی۔

وہ سب مذاق کر رہی تھیں۔ نوفل کے حوالے سے اسے چھیڑ رہی تھیں مگر وہ ٹھیک طرح سے کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"صبا خوب اچھی طرح جانتی ہے، آپ ہی سے تو سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اتنا حُسن دیکھ کے تو بڑے بڑے دیوانے ہو جاتے ہیں۔" ادینہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"مگر دیکھو نوفل کی قریب کی نظر کتنی کمزور ہے۔" وہ آہ بھر کے شرارت سے بولی تو صبا نے ایک نظر اس پر ڈالی

تھی۔

شہد رنگ بالوں کی نئی کٹنگ اسے بہت سوٹ کر رہی تھی۔ جارجٹ کا بلیک ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ اس کے روپ کو قیامت خیز بنا رہی تھی۔ شرٹ کے گلے اور ہاف سلیوز پر گرے کلر کی پٹی تھی جس پر موتی اور ستاروں کا نازک سا کام تھا۔ ایسا ہی نفیس کام ٹراؤزر کے پائنچوں پر بھی تھا' میچنگ اسکارف لاپروائی سے گردن پر ڈالے وہ دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کر رہی تھی۔

صبا کا دل ڈوبنے لگا۔

"نوفل احمد کا دل پتھر کا تو نہ ہوگا' اس قدر شعلہ فشاں حسن کی تو آنچ ہی سلگا دینے کو کافی ہے۔"

اس نے بے اختیار اپنے خدشات کے بے بنیاد ہونے کی دعا مانگی تھی۔

جانے رات کا کون سا پل تھا جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ تھکن زدہ جسم اور خوابیدہ اعصاب لیے بے بس سی بیٹھی تھی۔ اس کی آمد کو محسوس کرتے ہی تمام حواس یکلخت بیدار ہو گئے۔

وہ سیدھا اس کی طرف آنے کی بجائے شیروانی کے بٹن کھولتا ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ صبا اس کے طرز عمل پر الجھ سی گئی۔

ایک تو مستقل سر جھکا کے بیٹھنے کی تھکن اوپر سے نوفل کا سرد سا انداز اس کے اعصاب کی کشیدگی میں اضافہ کرنے لگا۔

وہ ڈریسنگ روم سے نکلا اور اپنی وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ اس کے مقابل تھا۔

صبا کی دھڑکنیں تھم سی گئیں۔

وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

وہ نظریں جھکائے دم سادھے بیٹھی تھی۔

"میں نگی سے بہت محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی زیادہ اپنی ماما سے۔ نگی کو کوئی تکلیف پہنچے تو ماما کو تکلیف پہنچتی ہے جو میں کسی بھی طور برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ بے حد سنجیدگی اور سرد مہری سے کہتا پل بھر کو رکا تھا۔

"نگی کو کسی بھی قسم کی تکلیف سے بچانے اور ماما کو کبھی بھی دکھی نہ دیکھنے کی خاطر میں نے مناسب سمجھا کہ کراس میرج ہونی چاہیے۔"

صبا کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ یوں لگا جیسے کسی نے اس کے پاس ہی کوئی دھماکا کر دیا ہو۔

"دوسرے لفظوں میں آپ میرے پاس نگی کی خوشیوں کی ضمانت ہیں۔" وہ بہت اطمینان سے کہہ رہا تھا اور صبا کو لگ رہا تھا کہ ابھی اس کا دل بند ہو جائے گا۔

بدترین خدشات سچ ثابت ہو رہے تھے۔ اس کی نظروں میں ژالے آفریدی کا چہرہ گھوم گیا۔

"مجھے اس شادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا مگر اپنوں کی خوشی کی خاطر بہت کچھ ان چاہا بھی کرنا پڑتا ہے۔"

وہ بہت سفاکی سے کہہ رہا تھا۔

صبا کی آنکھیں بھر آئیں۔

وہ پیچھے اپنے اتنے چاہنے والے' محبت کرنے والے لوگ جس بے مہر اور سنگ دل شخص کے لیے چھوڑ کر آئی تھی وہ تو لفظوں کی سنگ باری کر رہا تھا۔

نگین اس کی بے تابی و بے قراری کے کتنے قصے سنایا کرتی تھی۔ بے اختیار ہی وہ خود کو بہت خوش قسمت تصور کرنے لگتی تھی۔ اگر وہ حقیقت تھی تو یہ سب کیا تھا.....؟

شاید خواب..... اس کے حواس مختل ہونے لگے۔

"یہ ماما نے کچھ..... شاید آپ کا گفٹ ہے ان کی طرف سے۔" وہ ایک چھوٹا سا مخملیں کیس اس کے سامنے رکھتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔

یعنی اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں تھا' سوائے اپنے نام کے وہ اسے کچھ بھی دینے کو تیار نہیں تھا۔

صبا کا جی چاہا چیخ اٹھے' اتنا روئے کہ سب کو اس کی اصلیت کی خبر ہو جائے۔

"آپ بھی چاہیں تو کپڑے چینج کر کے سو جائیں' بہت رات ہو گئی ہے۔"

اسے مشورہ دیتے ہوئے وہ بستر پر سے پھولوں کی پتیاں ہٹاتا لیٹ گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد پھر اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ واپس آ کر تمام لائٹنگ آف کر دی اور بستر پر آ کر کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

"اے خدا..... اتنی کڑی آزمائش....."

اس کے آنسو روانی سے بہنے لگے تھے۔

ذلت اور اہانت کا احساس اسے زمین میں گڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ شخص جس کی خاطر اس کو پوروں تک سجا کر اس کمرے میں بٹھایا گیا تھا' یوں منہ موڑے سو رہا تھا جیسے اس کی کوئی وقعت نہ ہو۔

تو وہ سب کیا تھا..... وہ وارفتہ نگاہیں' پُر شوق انداز.....

تو وہ سب ایک سازش کا حصہ ٹھہرا۔

وہ بمشکل اٹھ کر ڈریسنگ روم میں آئی تھی۔

سامنے لگے قد آدم آئینے میں اپنا روپ دیکھ کر وہ خود بھی ٹھٹک گئی تھی۔ پھر وہیں اسٹول پر بیٹھ کر رونے لگی' اتنی ناقدری..... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نوفل کے رویے سے کیا نتیجہ اخذ کرے۔

□□□

یہ کیسے خواب سے جاگی ہیں آنکھیں
کسی منظر پہ دل جمتا نہیں ہے!
جو دیکھوں تو ہر جانب سمندر!
مگر پینے کو اک قطرہ نہیں ہے

تمام رات اس نے آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔ وہ جس کے لیے اس نے گزرے کئی دنوں میں پل پل نفرت محسوس کی تھی' اس قدر ماورائی روپ لیے اس کی سیج سجائے بیٹھی تھی کہ نوفل کو اپنے پورے وجود میں خون دوڑتا محسوس ہونے لگا تھا۔

وہ ششدر رہ گیا۔

اتنے دنوں سے تو دل کی دھڑکن تک سنائی نہیں دی تھی اور کہاں یہ بے ترتیبی' یوں جیسے نیا دل سینے میں لگا دیا گیا ہو۔ مگر پھر بہت سی آوازیں اس کی سماعتوں میں سیسہ انڈیلنے لگیں۔ سو اس نے بھی حساب چکتا کر دیا تھا۔ بہت آرام سے اس پر اس کی حیثیت واضح کر دی مگر وہ لیٹا تو آنکھوں میں جلن اتر آئی مگر نیند نہیں اتری تھی۔

صبح کے قریب کہیں اس کی آنکھ لگی تو پھر آذری نے اسے آ کر جگایا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتا رہا تو وہ شرارت آمیز تاسف کے ساتھ بولا۔

"لگتا ہے ابھی تک تمہارے حواس قابو میں نہیں آئے' بھابھی کے حُسن نے کافی زیادہ اثر کیا ہے اعصاب پر۔"
وہ بے اختیار اُٹھ بیٹھا تھا۔
گزری رات کے بہت سے پل آنکھوں میں آسمائے تھے۔ اس نے بلاارادہ کمرے میں نگاہ دوڑائی تھی۔
"جن کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں وہ محترمہ نیچے ناشتے کی ٹیبل پر خالہ جان کے ساتھ موجود ہیں۔" وہ ہنسا تھا۔
"تم صبح صبح کیوں میرا سر کھانے آموجود ہوئے ہو۔" نوفل نے اسے گھورا تھا۔ انداز میں حد درجہ ناگواری چھپی تھی۔
"چہ..... چہ..... ٹائم دیکھا ہوتا تو یوں نہ کہتے۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولا تو نوفل کی نظر بلاارادہ وال کلاک کی طرف اٹھ گئی۔ سوئیوں کو ساڑھے دس بجاتے دیکھ کر وہ خفیف سا ہو گیا۔
ہمیشہ سے وہ سحر خیزی کا عادی رہا تھا' اس لیے اپنی یہ بے اعتدالی اسے خود بھی پسند نہیں آئی تھی۔
"تمہیں چاہیے تھا کہ بھابھی کے ساتھ ناشتے کی ٹیبل پر پہنچتے۔" آذر اسے گھرک رہا تھا۔
"اچھا اب تم میرا دماغ مت کھاؤ' تم جاؤ میں شاور لے کر آ رہا ہوں۔" وہ کسلمندی محسوس کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"اوہو..... تو اب یوں غرور دکھایا جائے گا۔" آذر نے بھنویں اچکائیں پھر آہ بھرتے ہوئے بولا۔ "ہاں جی..... حق بنتا ہے آپ کا۔"
"گیٹ آؤٹ....." نوفل نے کسی قسم کی چھوٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا' سو وہ بھی متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتا چلا گیا۔
صبا کی یہ خود اعتمادی اس کے لیے بہت غیر متوقع اور حیران کن تھی۔ وہ تو اس سے بہت احتجاج کی توقع کر رہا تھا کہ وہ روئے گی' اپنا قصور پوچھے گی اور ہو سکتا ہے کہ چراغ پا ہی ہو اٹھتی۔ مگر وہ تو اتنے آرام سے جا کر گھر والوں میں جا بیٹھی تھی جیسے گزری رات اس کے دامن کو جگنوؤں' ستاروں سے بھر گئی ہو۔ اور شاور لینے کے باوجود وہ خود کو تر و تازہ محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اپنے اعصابی کھنچاؤ کا اسے اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ ایک ناپسندیدہ زندگی اس پر مسلط ہوئی تھی جسے جینا اس کی خوشی نہیں بلکہ ایک مجبوری تھی۔
وہ تیار ہو کر نیچے پہنچا تو وہ صالحہ بیگم کے ساتھ مدھم آواز میں محو گفتگو تھی۔ ٹیبل مہمانوں سے بھری ہوئی تھی' سو وہ ہونٹوں پر نمائشی مسکراہٹ لیے سب کو سلام کرتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ خوش گوار ماحول میں ہلکا پھلکا سا ناشتہ کیا گیا۔
صبا نے صرف چائے کا کپ لیا تھا' صالحہ بیگم نے محبت سے اسے ٹوک دیا۔
"ولیمے کا فنکشن تو شام کو ہو گا' تب تک خالی پیٹ رہو گی کیا۔"
"ابھی دل نہیں چاہ رہا' میں بعد میں کچھ لے لوں گی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔
نوفل سامنے بیٹھا سلگ کر رہ گیا تھا۔
صبا کی معصومیت اور سادگی اسے اب ایک ڈھونگ محسوس ہو رہی تھی۔
"ہنہ..... دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی ادائیں۔" اس نے گرم چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔
ادینہ کی ہدایت کے مطابق زرینہ بیگم تمام ماحول پر ایک نظر ڈال کر واپس لوٹی تھیں۔
"نوفل کا کہیں پتہ نہیں' صبا اکیلی ہی آ کر سب میں بیٹھی ہوئی ہے۔" انہوں نے بتایا تو وہ جو شکستہ دل سی ابھی تک بستر ہی پر لیٹی تھی' اٹھ بیٹھی۔ ایسی بے ترتیبی نوفل کی عادات کا حصہ تو نہیں تھی' پھر کہاں کوئی چوک ہو رہی ہے۔
"نوفل کہاں ہے؟" اس نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"سو رہا ہے۔"
"اور صبا بی بی خود ہی ناشتے کی ٹیبل پر پہنچ گئی ہیں۔" ادینہ کے ہونٹوں پر پُر لطف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
"میرے خیال میں مجھے خود جا کر دیکھنا چاہیے کہ صبا بی بی کے چہرے پر خوشیوں کے کتنے گلاب کھلے ہوئے ہیں۔" وہ اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی تو زرینہ بیگم سر ہلا کر واپس پلٹ گئیں۔
ادینہ گنگناتے ہوئے اپنے لیے اچھا سا جوڑا منتخب کر کے واش روم میں گھس گئی۔ اسے اپنی کامیابی کا بہت پختہ یقین تھا۔ سو اب وہ جلد از جلد وہاں جا کر سارا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہ رہی تھی۔
صبا کے لیے نوفل کا انداز بہت شاکنگ تھا۔
وہ کیا کروں اور کیا نہ کروں والی سچویشن کا شکار تھی۔
"کیا یہ سب اس سازش میں شریک ہیں؟" اس نے صالحہ بیگم کا چہرہ کریدنے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہاں ازلی شفقت اور محسوس کن محبت کی چھاپ پا کر وہ کچھ جاننے' سمجھنے میں ناکام ہو گئی۔ اس کا دل اس قدر گھبرایا تھا کہ وہ سوچے سمجھے بنا آ کر ان سب میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ کمرہ جسے وہ ڈریم لینڈ ہی سمجھی تھی' اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس کے خوابوں کا جزیرہ نہیں تھا۔ وہاں کسی اور کے خواب پلتے تھے' کسی اور کی یادیں بستی تھیں۔ وہاں کی ہر شے میں کسی اور کی محبت کا ڈیرہ تھا۔
حتیٰ کہ نوفل احمد میں بھی۔
وہ سب صبا کے ساتھ بہت محبت اور احترام سے بات کر رہے تھے' اپنائیت کا احساس دلا رہے تھے مگر اسے سب کی باتیں' سب کی نگاہیں اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہو رہی تھیں حالانکہ اس نے اپنے چہرے پر حتی الامکان بشاشت طاری کرنے کی کوشش کی تھی کہ کوئی اس کی بربادی نہ جانچ لے۔
اس کے دکھ کی پڑتال نہ کر لے۔
اور پھر وہ سامنے آ بیٹھا تھا۔
جس نے چند لمحوں میں اس کی گزشتہ زندگی کا سارا مان چکنا چور کر کے رکھ دیا تھا۔ اور اس کا سامنا کس قدر ذلت آمیز تھا یہ صبا کو ہی معلوم تھا۔
بے حد پُر اعتماد اور پُر سکون انداز میں سب کے ساتھ ہنستا باتیں کرتا یہ شخص کس قدر مکارانہ ذہنیت رکھتا تھا' یہ تو کوئی صبا سے پوچھتا۔
"بھابھی تو کچھ بات ہی نہیں کر رہیں۔ کیا یہ نوفل کا آرڈر ہے؟" آذر نے شرارتی انداز میں کہا تو وہ گڑبڑا گئی۔
"اب پہلے دن کی دُلہن تم لوگوں کی مسخریوں کا کیا مقابلہ کرے' اسے تنگ مت کرنا۔" عبیدہ خالہ نے بیٹے کو سرزنش کی تھی۔
"انہیں تنگ کرنے کا پرمٹ صرف نوفل کے پاس ہے۔" اسد نے اطمینان سے کہا تو ایک قہقہہ پڑا تھا۔
وہ بمشکل آنسو پیتی سر جھکا کر رہ گئی تھی۔
سدرہ اور زارا اسے بیوٹی پارلر سے تیار کرا کر لائی تھیں۔ اس کی نگاہیں صرف اور صرف اپنے پیاروں کی دید کی منتظر تھیں انہوں نے ہمیشہ اس کی ہاتھ کے چھالے کی طرح حفاظت کی تھی۔ اس کے آنسو ہر رکاوٹ کو توڑ ڈالنے کی کوشش میں تھے۔ حلق میں مقید چیخیں کسی کو اپنا درد سنانے کو مچل رہی تھیں۔
"تھوڑا سا ریسٹ کر لو یونہی تکیے سے ٹیک لگا کر۔ ابھی فنکشن میں تھوڑی دیر ہے۔ پھر تو سارا وقت یونہی بیٹھنے میں

نکل جائے گا۔" سدرہ نے بہت محبت سے کہا تھا' وہ متشکرانہ نگاہوں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اس وقت یوں بھی دل تنہائی چاہ رہا تھا۔

کھٹکے کی آواز پر اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"میں تنہائی میں مخل تو نہیں ہوئی.....؟" ادینہ مسکراتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ صبا کو اتنا بھی وقت نہیں ملا تھا کہ اپنے چہرے پر پھیلے شکست و ریخت کے نشانات ہی مٹا ڈالتی۔

"ارے..... کیا بات ہے صبا۔ تم رو رہی ہو؟" وہ تیزی سے کہتی آگے بڑھی تھی۔ درحقیقت وہ صبا کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر گھیرنا چاہتی تھی۔

"نن..... نہیں۔ یونہی بس....." اس نے زرد پڑتی رنگت کو مسکراہٹ کے پردے میں چھپانا چاہا تھا۔ ادینہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے گہری سانس بھری اور ہمدردانہ انداز میں بولی۔

"مجھے پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ نوفل اس پروپوزل پر زور کیوں دے رہا ہے۔"

"تو آپ نے..... آنٹی سے کیوں نہیں کہا؟" وہ بے اختیار پوچھ گئی تھی۔

گویا ادینہ نے جو اندازہ لگایا تھا اس پر حقیقت کی مہر لگا دی۔

ادینہ کا دل سینے میں دھمالیں ڈالنے لگا۔

"میں کیا اور میری اوقات کیا' اس گھر میں رہنے تک کا اختیار تو ہمارے پاس ہے نہیں' چہ جائیکہ اتنے بڑے معاملے میں رائے دینا۔" وہ بڑے دکھی انداز میں کہہ رہی تھی جب کہ دل تو قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔ جذبات کی رو گزر گئی تو صبا کو یکلخت شدید پریشانی نے آ گھیرا۔ یہ مسئلہ ادینہ سے تو کسی بھی طور شیئر کرنے والا نہیں تھا۔ یہ کیا کر بیٹھی تھی وہ۔

"کیسا بی ہیویئر تھا نوفل کا.....؟" ادینہ نے اس کی آنکھوں میں اتری سرخی اور سُتے ہوئے چہرے کو نظر میں رکھتے ہوئے اسی ہمدردانہ انداز میں پوچھا تھا۔ صبا نے تیزی سے خود کو سنبھالا اور مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"بی ہیویئر تو ٹھیک تھا مگر بہت سرد اور سنجیدہ سا۔ میں ایسے رویوں کی عادی نہیں ہوں۔"

اس کی بات سن کر ادینہ کو جھٹکا سا لگا تھا۔ اس نے بے اختیار صبا پر نگاہ ڈالی تھی۔

"تو کیا یہ نوفل کو پا چکی ہے۔"

"اتنی خوب صورت ہو تم صبا پھر بھی نوفل....." ادینہ نے اپنے نئے مہرے کو بہت ہوشیاری سے آگے بڑھانا چاہا تھا مگر صبا نے آنسو پی کر مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"یہی بات تو انہوں نے ایک مرتبہ بھی نہیں کہی۔ صرف ایک دوسرے کو پا لینا ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا' کچھ حسین وعدے کوئی اعتراف' مچلتے دل کے ٹھہراؤ کے لیے یہ سب بھی تو ضروری ہوتا ہے نا....."

ادینہ نے حد درجہ بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

اس قدر بودا نکلا نوفل۔ حُسن کی مار نہیں سہہ پایا۔

"اب اتنی جلدی تو وہ پہلی محبت نہیں بھول سکتا نا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تم اسے حاصل کر ہی لو گی۔"

اب کی بار ادینہ نے کھلا وار کیا تھا۔

"اور حاصل کرنا کسے کہتے ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے شریکِ زندگی بن چکے ہیں اور دل کا کیا ہے تو

فیصد عورتوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ شوہروں کے دل میں کیا ہے۔" صبا اپنا ضبط آزما رہی تھی۔ اسے محسوس ہو چکا تھا کہ بات اپنے تک رہے تو ٹھیک ورنہ کھلے عام شکست تسلیم کرنا بہت ذلت آمیز بات تھی۔

"پھر بھی' نوفل کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میرے ہو چکے ہیں اور ابھی تو شروعات ہے' دل لگی بعض اوقات دل کی لگی بھی تو بن جاتی ہے۔" اس نے پلکیں جھکا کر دل پر بہت جبر کرتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو ادینہ اس کے پل پل بدلتے روپ پر حیران ہو گئی۔

"کوشش کر دیکھو صبا۔ ورنہ ژالے آفریدی کا شعلہ فشاں حُسن تو تم بھی دیکھ چکی ہو۔" وہ بدمزہ سی ہو کر اٹھی تھی۔

"ساری بات قسمت کی ہوتی ہے۔ حُسن کام آتا تو آج میری جگہ یہاں ژالے ہوتی۔"

"واقعی۔ ساری بات قسمت کی ہوتی ہے اور خوش قسمتی شوہر کے دل میں رہنے سے ثابت ہوتی ہے' فقط کاغذ کے ایک پُرزے میں اکٹھے رہنے سے نہیں۔"

ادینہ نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ صبا نے اس کے چہرے کو جانچنے کی اس کے تاثرات کو کریدنے کی کوشش کر ڈالی۔

اسے ایکدم سے ادینہ پر بھروسہ کر لینا بھی ٹھیک نہیں لگا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے کہے پر بہت سے جھوٹ کے پردے ڈال گئی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ ادینہ کو اس کے کہے ایک بھی لفظ پر اعتبار نہیں آ رہا تھا پھر بھی وہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اسے وش کرتی چلی گئی تھی۔

"اوہ گاڈ۔" صبا نے اپنے روم میں تھکن کو ڈیرے ڈالتے محسوس کیا تھا۔ اس نے اس قدر خالص اور سادہ زندگی گزاری تھی کہ اب یہ بناوٹ جان کا عذاب معلوم ہو رہی تھی۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ نئی زندگی کی شروعات کرتے ہی قدم قدم پر جھوٹ کا ساتھ دینا پڑے گا۔ اسے خود پر بھی حیرت ہو رہی تھی کتنی بہادر ہو گئی تھی وہ' اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید رات ہی کو اپنے گھر والوں کو فون کر کے کوئی چھوٹی موٹی قیامت مچا چکی ہوتی۔

"اب..... اب کیا کرنا ہے مجھے؟"

اس نے دُکھے دماغ کو سکون دینے کی خاطر آنکھیں بند کر کے تکیے پر سر ٹکا دیا۔

"انس بھائی' کیا میرے اندر اتنی ہمت ہے کہ میں ان کی زندگی بھی برباد کر دوں؟" انس کا ہنستا ہوا پُرسکون سا چہرہ اس کی آنکھوں میں گھوم گیا اور نگین کا شرمیلا سا روپ۔ کس قدر خوب صورت اور مکمل دکھائی دے رہے تھے وہ دونوں۔ اور کیا وہ انس کی محبت اور نگین کے لیے دیوانگی سے واقف نہ تھی۔ وہ ایسا ہی تھا' ہر کسی کے لیے جذباتی۔

اور نوفل..... نوفل احمد

میں نے بھی نہ چاہتے ہوئے ہر مشرقی لڑکی کی طرح تمہیں اپنے دل میں ایک بہت خاص جگہ دے ڈالی تھی۔ فطری طور پر ہی سہی مگر بہت کچھ سوچ ڈالا تھا۔

اور تم..... تم تو کاغذی رشتے کا مان بھی نہیں رکھ پائے۔

کمرے میں داخل ہوتا نوفل بے اختیار ٹھٹک گیا تھا۔

پستئی کلر کے خوب صورت لہنگے میں ملبوس میک اپ اور زیورات سے آراستہ وہ مجسم حُسن لگ رہی تھی۔ آنکھیں بند کیے بے خبر وہ جانے کیا سوچ رہی تھی یا شاید سو رہی تھی۔ اس کی بند پلکوں کے پیچھے موجود "وجود" کا خیال آتے ہی نوفل نے لب بھینچے تھے۔ اس نے اپنا موبائل اور کی چین بستر پر پھینکی تو وہ ہڑبڑا کر آنکھیں کھول گئی۔ شاید لاشعوری

طور پر نوفل اس کے خیالات کو منتشر ہی کرنا چاہتا تھا۔

"کیا ابھی بھی اس ڈھونگ کی ضرورت باقی ہے؟" بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے وہ استہزائیہ انداز میں کہہ یقیناً اس کے بناؤ سنگھار کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

شدید دکھ اور بے یقینی کا شکار ہونے کے باوجود صبا کو غصے کی تیز لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"جہاں قدم قدم پر ڈراموں سے واسطہ پڑتا ہو وہاں یہ ڈھونگ رچانا ہی پڑتا ہے۔" اس کا تلخی سے بھرپور جواب نوفل کو پورے کا پورا اس کی طرف متوجہ کر گیا تھا۔ چہرے پر ناگواری اور آنکھوں میں خفگی کا تاثر لیے وہ واقعی غصے میں لگ رہی تھی۔ نوفل کے دل میں طمانیت بھرنے لگی۔

"میرے دل نے پہلی ہی نگاہ میں تمہاری طلب کی تھی۔ یہ حقیقت گوہر آبدار کی مانند ہے جو میں کبھی تمہارے ہاتھ تو لگنے نہیں دوں گا' مجھے دھوکے میں رکھ کر تم نئی زندگی شروع کرنا چاہتی ہو مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

اس کی نگاہ کے ارتکاز نے صبا کو کنفیوز کر دیا تھا۔ اس کی پلکوں کا لرز کر جھکنا ہی نوفل کو چونکانے کا سبب بنا تھا۔

"ویری گڈ..... یعنی آپ کو زیادہ ڈکٹیٹ کرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ عقل مند ہیں' آگے کا لائحہ عمل خود طے کر سکتی ہیں۔" وہ بہت پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

صبا کا دل بھر آیا۔ یہ اس کا شریکِ سفر تھا..... زندگی بھر کے سفر کا شریک۔ یہ کیسا سفر شروع ہوا تھا کہ وہ پہلے ہی گام پر تھکن سے چور ہو گئی تھی۔

اور یہ کیسا شریکِ سفر تھا.....

بے مروت' کج ادا' دھوکے باز

"مجھے کسی بھی قسم کا لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس قدر مشروط قسم کی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"اوکے' ایز یو وش۔" وہ بلا کا پرسکون تھا۔ اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دے کر اطمینان سے بولا۔

"آپ جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہیں' مگر یہ بھی طے ہے کہ اپنے ہر فیصلے کا ریزن بھی آپ ہی پیش کریں گی۔ مجھے اپنے کندھے پر بندوق رکھنے کا کوئی شوق نہیں۔"

صبا دکھ اور تاسف کا شکار اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"آپ کو اتنی لمبی گیم کھیلنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہم یونہی نگین کو بہت خوش رکھتے' خواہ مخواہ اتنی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیا۔" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ اپنی رسٹ واچ کھول کر موبائل کے پاس رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کریں صبا بی۔ بہت سے کام انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتے ہیں۔" وہ اپنی وارڈ روب کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگا جو آج کی تقریب میں زیب تن کرنے تھے۔

اس کے جواب نے صبا کو ادھ موا سا کر دیا۔

کتنے آرام سے وہ اسے اپنی چال کا شکار بنا گیا تھا اور تو اور بچ نکلنے کی کوئی راہ بھی نہیں چھوڑی تھی۔

کتنے آرام سے اس نے جتا دیا تھا کہ انتہائی فیصلہ کرنے کی صورت میں گھر والوں کے سامنے جوابدہ بھی وہی ہوگی۔

یکلخت ہی اسے طیش آنے لگا۔ جب وہ اسے کوئی اہمیت' کوئی حق دینے کو تیار نہیں تھا تو پھر وہ بھی کیوں اس کی بدطینتی پر پردہ ڈالتی۔

"یہ سب آپ کی مجبوری ہوگا' میری نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ کی اس مجبوری کو نبھانے کی پابند ہوں۔" اس نے چیخ کر کہا تو وہ ہنگ کیا ہوا ڈسٹ کلر کا سوٹ ہاتھ میں تھامے پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

"کیا کہیں گی سب سے؟"

"وہی جو آپ مجھے رات میں کہہ چکے ہیں۔" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ' اتنے اچھے طریقے سے تو ہم نے نئی زندگی شروع کی ہے۔" وہ حیران ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ صبا ششدر رہ گئی۔ ہینگر پر سے کپڑے اتارتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"میں سب کے سامنے بھی یہی کہوں گا اس لیے ایک بار پھر آپ سے کہہ رہا ہوں کہ کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت اس بات کو ضرور مدنظر رکھیے گا کہ اس فیصلے کا ریزن بھی آپ ہی دیں گی۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکتے....." اس کے بھرائے ہوئے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اسی پرسکون انداز میں بولی۔

"چہروں پر مت جائیں صبا بی۔ ان سے بڑا دھوکے باز دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔"

عام حالات میں تو شاید حیا کے مارے وہ اس سے کبھی دو لفظی گفتگو بھی نہ کر پاتی مگر وہ تو اس قدر بے یقینی اور صدمے کی گرفت میں تھی کہ حد نہیں۔ تمام شرم و حیا تمام جھجک اور گھبراہٹ کہیں دور جا سوئی تھی۔ سو اپنے دلہناپے کا خیال تک ذہن میں نہیں تھا۔

یہاں تو زندگی داؤ پر لگنے جا رہی تھی' باقی کسی احساس کی طرف دھیان دینے کا اسے ہوش ہی کہاں تھا۔

"مگر میں یہ مشروط زندگی نہیں چاہتی۔ میں اپنی زندگی گزارنے کا حق آپ کو کس ناتے سے دے دوں۔" وہ بہت تلخی سے کہہ رہی تھی۔ دکھ کے مارے بات کرنا مشکل تھی۔ آنکھوں کی جلن حد سے سوا تھی۔ مگر سامنے کھڑا شخص بھی تو انتہا کا سنگدل تھا۔ وہ روتی بھی تو شاید اس کے حظ اٹھانے ہی کا سامان ہوتا اور یوں بھی ساری رات وقفے وقفے سے وہ یہی کام تو کرتی رہی تھی۔

"مت بھولیں کہ اب ہمارے درمیان ایک کاغذی رشتہ بھی ہے۔" وہ اسے یاددہانی کرا رہا تھا۔

صبا کا جی چاہا کہ وہ چیخ اٹھے۔

"کاغذی رشتہ.....؟" کسی نے اپنے جگر کا ٹکڑا اس کے حوالے کر دیا تھا اور وہ اسے فقط "کاغذی کارروائی" گردان رہا تھا۔

"اگر یہی آپ کے خیالات ہیں تو پھر میری زندگی عذاب میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ آپ باقی سب پر بھی اپنی لوجک واضح کر دیں۔"

"بٹ وائے.....؟" وہ شانوں کو ہلکی سی جنبش سے اچکا کر استعجابیہ انداز میں بولا۔ "میں نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے' بہت سوچ سمجھ کر اپنی بہن کا مستقبل محفوظ کیا ہے۔ میں کیوں سب کو بتاتا پھروں۔"

"مگر میں ضرور بتاؤں گی۔" وہ مشتعل ہو اٹھی تھی۔ لحظہ بھر اسے دیکھنے کے بعد وہ یوں ہنسا جیسے اس نے بہت بے وقوفانہ بات کہہ دی ہو' پھر آرام سے بولا۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لیں مگر ثبوت بھی آپ ہی کو فراہم کرنا ہوگا۔ میں گواہی نہیں دوں گا اپنے لفظوں کی۔"

"آپ اپنے کہے سے نہیں مکر سکتے۔"

"میں مکر جاؤں گا صبا میر۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ قدرے اونچی آواز میں بولا تھا۔ وہ ٹھنڈی

طور پر نوفل اس کے خیالات کو منتشر ہی کرنا چاہتا تھا۔

"کیا ابھی بھی اس ڈھونگ کی ضرورت باقی ہے؟" بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے وہ استہزائیہ انداز میں کہہ یقیناً اس کے بناؤ سنگھار کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

شدید دکھ اور بے یقینی کا شکار ہونے کے باوجود صبا کو غصے کی تیز لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"جہاں قدم قدم پر ڈراموں سے واسطہ پڑتا ہو وہاں یہ ڈھونگ رچانا ہی پڑتا ہے۔" اس کا تلخی سے بھرپور جواب نوفل کو پورے کا پورا اس کی طرف متوجہ کر گیا تھا۔ چہرے پر ناگواری اور آنکھوں میں خفگی کا تاثر لیے وہ واقعی غصے میں لگ رہی تھی۔ نوفل کے دل میں طمانیت بھرنے لگی۔

"میرے دل نے پہلی ہی نگاہ میں تمہاری طلب کی تھی۔ یہ حقیقت گوہر آبدار کی مانند ہے جو میں کبھی تمہارے ہاتھ تو لگنے نہیں دوں گا' مجھے دھوکے میں رکھ کر تم نئی زندگی شروع کرنا چاہتی ہو مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

اس کی نگاہ کے ارتکاز نے صبا کو کنفیوز کر دیا تھا۔ اس کی پلکوں کا لرز کر جھکنا ہی نوفل کو چونکانے کا سبب بنا تھا۔

"ویری گڈ..... یعنی آپ کو زیادہ ڈکٹیٹ کرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ عقل مند ہیں' آگے کا لائحہ عمل خود طے کر سکتی ہیں۔" وہ بہت پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

صبا کا دل بھر آیا۔ یہ اس کا شریکِ سفر تھا..... زندگی بھر کے سفر کا شریک۔ یہ کیسا سفر شروع ہوا تھا کہ وہ پہلے ہی گام پر تھکن سے چور ہو گئی تھی۔

اور یہ کیسا شریکِ سفر تھا.....

بے مروت' بے ادا' دھوکے باز

"مجھے کسی بھی قسم کا لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس قدر مشروط قسم کی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"اوکے' ایز یو وش۔" وہ بلا کا پرسکون تھا۔ اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دے کر اطمینان سے بولا۔

"آپ جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہیں' مگر یہ بھی طے ہے کہ اپنے ہر فیصلے کا ریزن بھی آپ ہی پیش کریں گی۔ مجھے اپنے کندھے پر بندوق رکھنے کا کوئی شوق نہیں۔"

صبا دکھ اور تاسف کا شکار اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"آپ کو اتنی لمبی گیم کھیلنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہم یونہی نگین کو بہت خوش رکھتے' خواہ مخواہ اتنی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیا۔" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ اپنی رسٹ واچ کھول کر موبائل کے پاس رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کریں صبا بی۔ بہت سے کام انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتے ہیں۔" وہ اپنی وارڈ روب کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگا جو آج کی تقریب میں زیب تن کرنے تھے۔

اس کے جواب نے صبا کو ادھ موا سا کر دیا۔

کتنے آرام سے وہ اسے اپنی چال کا شکار بنا گیا تھا اور تو اور بچ نکلنے کی کوئی راہ بھی نہیں چھوڑی تھی۔

کتنے آرام سے اس نے جتا دیا تھا کہ انتہائی فیصلہ کرنے کی صورت میں گھر والوں کے سامنے جوابدہ بھی وہی ہوگی۔

یکلخت ہی اسے طیش آنے لگا۔ جب وہ اسے کوئی اہمیت' کوئی حق دینے کو تیار نہیں تھا تو پھر وہ بھی کیوں اس کی بدطینتی پر پردہ ڈالتی۔

"یہ سب آپ کی مجبوری ہوگا' میری نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ کی اس مجبوری کو نبھانے کی پابند ہوں۔" اس نے چیخ کر کہا تو وہ ہینگ کیا ہوا ڈسٹ کلر کا سوٹ ہاتھ میں تھامے پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

"کیا کہیں گی سب سے؟"

"وہی جو آپ مجھے رات میں کہہ چکے ہیں۔" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ' اتنے اچھے طریقے سے تو ہم نے نئی زندگی شروع کی ہے۔" وہ حیران ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ صبا ششدر رہ گئی۔ ہینگر پر سے کپڑے اتارتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"میں سب کے سامنے بھی یہی کہوں گا اس لیے ایک بار پھر آپ سے کہہ رہا ہوں کہ کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت اس بات کو ضرور مدنظر رکھیے گا کہ اس فیصلے کا ریزن بھی آپ ہی دیں گی۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکتے....." اس کے بھرائے ہوئے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اسی پرسکون انداز میں بولی۔

"چہروں پر مت جائیں صبا بی۔ ان سے بڑا دھوکے باز دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔"

عام حالات میں تو شاید حیا کے مارے وہ اس سے کبھی دو لفظی گفتگو بھی نہ کر پاتی مگر وہ تو اس قدر بے یقینی اور صدمے کی گرفت میں تھی کہ حد نہیں۔ تمام شرم و حیا تمام جھجک اور گھبراہٹ کہیں دور جا سوئی تھی۔ سو اپنے دلہناپے کا خیال تک ذہن میں نہیں تھا۔

یہاں تو زندگی داؤ پر لگنے جا رہی تھی' باقی کسی احساس کی طرف دھیان دینے کا اسے ہوش ہی کہاں تھا۔

"مگر میں یہ مشروط زندگی نہیں چاہتی۔ میں اپنی زندگی گزارنے کا حق آپ کو کس ناتے سے دے دوں۔" وہ بہت تلخی سے کہہ رہی تھی۔ دکھ کے مارے بات کرنا مشکل تھی۔ آنکھوں کی جلن حد سے سوا تھی۔ مگر سامنے کھڑا شخص بھی تو انتہا کا سنگدل تھا۔ وہ روتی بھی تو شاید اس کے حظ اٹھانے ہی کا سامان ہوتا اور یوں بھی ساری رات وقفے وقفے سے وہ یہی کام تو کرتی رہی تھی۔

"مت بھولیں کہ اب ہمارے درمیان ایک کاغذی رشتہ بھی ہے۔" وہ اسے یاد دہانی کرا رہا تھا۔

صبا کا جی چاہا کہ وہ چیخ اٹھے۔

"کاغذی رشتہ.....؟" کسی نے اپنے جگر کا ٹکڑا اس کے حوالے کر دیا تھا اور وہ اسے فقط "کاغذی کارروائی" گردان رہا تھا۔

"اگر یہی آپ کے خیالات ہیں تو پھر میری زندگی عذاب میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ آپ باقی سب پر بھی اپنی پوزیشن واضح کر دیں۔"

"بٹ وائے.....؟" وہ شانوں کو ہلکی سی جنبش سے اچکا کر استعجابیہ انداز میں بولا۔ "میں نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے' بہت سوچ سمجھ کر اپنی بہن کا مستقبل محفوظ کیا ہے۔ میں کیوں سب کو بتاتا پھروں۔"

"مگر میں ضرور بتاؤں گی۔" وہ مشتعل ہو اٹھی تھی۔ لحظہ بھر اسے دیکھنے کے بعد وہ یوں ہنسا جیسے اس نے بہت بے وقوفانہ بات کہہ دی ہو' پھر آرام سے بولا۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لیں مگر ثبوت بھی آپ ہی کو فراہم کرنا ہوگا۔ میں گواہی نہیں دوں گا اپنے لفظوں کی۔"

"آپ اپنے کہے سے نہیں مکر سکتے۔"

"میں مکر جاؤں گا صبا میر۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ قدرے اونچی آواز میں بولا تھا۔ وہ ٹھنڈی

ہنستے مسکراتے یہ چہرے
یہ ہنسی یہ مسکراہٹ صرف میری خوشیوں کی مرہون منت ہے اور اگر ابھی میں اپنی بربادی کا نوحہ سنا دوں تو.....
تو.....؟

اس کا دل تھم سا گیا تھا۔

تو ابو کیا کریں گے، چچا جان، امی اور انس بھائی.....؟ میرا یہ بہت جذباتی سا بھائی۔ پل بھر میں جانے کیا کر ڈالے اور نگین، اس بے چاری کا کیا قصور ہے جو..... مگر میرا بھی کیا قصور ہے..... لیکن میری زندگی اور ان سب کی زندگیاں.....؟

زندگی..... اور زندگیاں۔

ابھی صرف وہ تنہا اس الاؤ میں جل رہی تھی اور اگر ان سب کو بھی حقیقت کی خبر ہو جاتی تو سب کچھ جل کر خاک ہو جاتا تھا۔

تو کیا اتنی ساری زندگیوں کو خارزار پر گھسیٹنے سے بہتر نہیں کہ صرف میری زندگی ہی۔

"انہیں کہیں، کوئی بات کریں، مسکرائیں۔" اس کی سوچوں کے تنے ہوئے تار یکلخت ٹوٹے تھے۔ مووی میکر کو اس کے سپاٹ تاثرات سے الجھن ہو رہی تھی۔ وہ نوفل سے کہہ رہا تھا۔

"کیا بات ہے ہمارے یار کی۔ یہ ہوتا ہے اصل رعب، ورنہ خواتین کی بولتی کون بند کر سکا ہے۔" آذر نے شریر لہجے میں کہا تو وہ سب ہنسنے لگے۔

"جی نہیں، پہلی بار ہم سب سے دور ہوئی ہے اس لیے اداس ہے ورنہ ہماری صبا کی نہ صرف باتیں بلکہ مسکراہٹ بھی بہت پیاری ہے۔" ضحیٰ نے مسکراتے ہوئے جھک کر تائید طلب نظروں سے صبا کو دیکھا تو شدید بے بسی کے حصار میں گھرتے ہوئے اس نے مسکرانے کی بھرپور کوشش کر ڈالی مگر اس مسکراہٹ میں بہت پھیکا پن تھا۔ کیوں کہ اسے بناوٹ نہیں آتی تھی۔ وہ بہت خالص جذبات و احساسات سے گندھی لڑکی تھی۔

مگر یہ بات نوفل احمد نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنی جذباتیت اور انا کے حصار میں گھرا کیسا کھرا پن گنوا رہا تھا۔

□□□

روایت کے مطابق آج ان دونوں کو "میر ہاؤس" جانا تھا جب کہ نگین اور انس یہیں ٹھہرنے والے تھے۔

گھر میں نوفل کا ویسا ہی استقبال ہوا جیسا کہ اکلوتے اور اچھے داماد کا ہوتا ہے۔ وہ کسی کو بھی اجنبیت کا احساس دلائے بغیر ان میں بہت دوستانہ طریقے سے گھل مل گیا تھا جیسے سالوں سے یہیں رہتا آ رہا ہو۔

"یو آر ویری لکی صبا، تمہارا شوہر یقیناً گھر والوں کا پسندیدہ ترین داماد بن جائے گا۔" لائبہ نے بے لاگ تبصرہ کیا تھا۔

صبا کو اس کی بناوٹ اور دھوکہ دہی زہر لگ رہی تھی مگر مجبوری سی مجبوری تھی کہ اپنے گھر میں ہوتے ہوئے اپنے ہی پیاروں سے وہ اصلیت نہیں کہہ سکتی تھی ورنہ یہاں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا جو نجانے کیا کچھ بہا لے جاتا۔ اس کی ایکٹنگ سے گھبرا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں تھک گئی ہوں، کپڑے چینج کر لوں۔"

"ہش..... آرام سے بیٹھو۔ خبردار جو ابھی کپڑے بدلے۔ نوفل بھائی نے تمہیں ڈھنگ سے دیکھا ہی کہاں ہوگا۔" عائزہ نے اسے گھورا تو اس کی "خوش فہمی" پر اسے رونے کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی آنے لگی۔

"انہیں یہ سب پسند نہیں ہے، تم فکر مند مت ہو۔" وہ کسی طور بھی وہاں بیٹھ کر اس کی دھوکہ دہی کا مظاہرہ کرنے کو راضی نہ تھی۔

وہ تینوں صبا کے ساتھ ہی اٹھ آئی تھیں۔

"اب بتاؤ، کیا احوال ہیں تمہارے؟" عائزہ نے بھنوؤں کو شرارت سے جنبش دیتے ہوئے پوچھا تو وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ لو، یہ حال ہے اس کا۔" ضحیٰ بدمزہ ہوئی تھی۔

"اچھا نوفل بھائی نے منہ دکھائی میں کیا دیا ہے؟" لائبہ کو یاد آیا تھا۔ وہاں اتنی بھیڑ بھاڑ میں یاد ہی نہیں رہا تھا، سو اب فوراً پوچھ لیا۔ صبا نے خاموشی سے اپنی داہنی کلائی آگے کر دی جس میں سونے کی طلائی چوڑیوں کے ساتھ بے حد خوب صورت ڈیزائن کے دو کنگن جگمگا رہے تھے۔

"یہ سب؟" ضحیٰ نے تحیر سے پوچھا تھا۔

"یہ کنگن۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔

"بیوٹی فل۔ چوائس اچھی ہے نوفل بھائی کی۔" لائبہ نے اس کی کلائی تھام کر کنگن دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"واقعی، صبی کو بھی انہوں نے ہی پسند کیا تھا۔" ضحیٰ ہنسی تھی۔

"ہاں..... بہت اچھے پلان میکر ہیں وہ۔"

اس کا دل دکھ رہا تھا۔

"کیا تھا جو اتنے خوب صورت دکھائی دینے والے شخص کا دل بھی اتنا ہی خوب صورت ہوتا۔ سنہری رنگت رکھنے والے شخص کا دل کتنا سیاہ ہے اس سے تو صرف میں ہی واقف ہوں۔"

وہ ان کی طرف توجہ دیے بغیر کپڑے لیے باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ پانی کے ساتھ اس نے بہت سے آنسو بھی بہائے تھے۔ وہ خود کو بے کسی اور بے بسی کے عروج پر پا رہی تھی۔ ذہن کوئی بھی فیصلہ کرنے میں ناکام رہا تھا مگر یہ تو طے تھا کہ وہ انس کا گھر کسی طور برباد نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔

"تو پھر مجھے انتظار کرنا چاہیے اس شخص کی قلعی سب کے سامنے کھلنے کا۔ کوئی ثبوت میرے ہاتھ لگ جائے تو، تب میں آہستہ آہستہ سب کے سامنے اس کی اصلیت واضح کرتی رہوں گی اور جب ساتھ ثبوت بھی ہوگا تو پھر کوئی بھی مجھے جھٹلا نہیں پائے گا۔" اس نے خود کو طفل تسلیوں سے بہلانے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی۔ اب جب کہ زندگی طوفان میں لے ہی آئی تھی تو حوصلے اور ہمت سے اس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت تھی۔

وہ شاور لینے کے بعد کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو کمرے میں صرف ضحیٰ ہی رہ گئی تھی۔ صبا کے بستر پر نیم دراز وہ اسے خاموشی سے تولیے سے رگڑ کر بال خشک کرتے دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس کی خاموش نظروں سے صبا اندر ہی اندر جز بز ہو گئی تھی۔ ضحیٰ نے کہا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ اس شادی کے بعد تمہارے اندر کیا تبدیلی آئی ہے؟"

"شادی کے بعد کیا انسان کے سینگ نکل آتے ہیں۔" صبا نے اس کا مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تھا مگر وہ اسی سنجیدگی سے بولی تھی۔

"میرا تجربہ تو نہیں مگر مشاہدہ ضرور ہے۔ نگین کو دیکھا ہے تم نے، کس قدر فریش لگ رہی ہے کل سے۔ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے جدا نہیں ہو رہی اور تم تو مووی میکر کے کہنے پر بھی یوں مسکرا رہی تھیں جیسے کسی نے کنپٹی پر پسٹل

رکھ دیا ہو۔"

"ایک تو تم فضول باتیں بہت کرتی ہو۔" صبا نے پنکھے کی تیز ہوا میں بال خشک کرتے ہوئے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

"تم نوفل بھائی سے شادی پر رضامند نہیں تھیں۔ تب میں نے اس بات کو مذاق میں اڑا دیا تھا' اب میں نے دیکھا کہ نوفل بھائی خوش اور مطمئن ہیں اور تم پہلے کی نسبت ڈل اور بجھی بجھی سی ہو۔"

ضحیٰ اس کے سامنے آ گئی تھی۔

اس کی ہمدم و غم گسار

بچپن سے لے کر کل تک وہ اپنی ہر بات اس سے کرنے کی عادی تھی' اس کے مشورے سے ہر کام کرتی تھی۔

مگر اب اسے معلوم ہوا تھا کہ کچھ باتیں صرف دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر رکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔ ان کا کسی کو پتہ نہ چلنا ہی سب کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ ضحیٰ کی جذباتی طبیعت بھی مدنظر تھی' ابھی پہلے تو جا کر نوفل سے دو دو ہاتھ کرتی اور پھر سارے میں خبر پھیلا دیتی۔

"تو یہ تمہارا قصور ہے نہ کہ میرا.....؟" صبا نے بہت ہمت کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اس لمحے اسے نوفل پر رشک آیا تھا' کس دھڑلے سے وہ سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے "سچ" کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

"تم خوش ہو ناں صبی.....؟"

ضحیٰ کا دل جانے کیسے واہموں سے بھرا ہوا تھا۔ صبا کو سدا کی لاپرواسی ضحیٰ پر پیار آ گیا۔ اس کے لیے کتنی پریشان اور سنجیدہ ہو رہی تھی وہ۔

"میں بہت خوش ہوں ضحیٰ..... بہت خوش۔" اس کا ہاتھ تھام کر کہتے ہوئے صبا نے اس سے زیادہ شاید خود کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی مگر بُرا ہو اس آواز کا جو بُرے وقت میں بھرا گئی۔ وہ ضحیٰ کے گلے لگ گئی تھی۔

"بس تم سب کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی۔ اتنا پیار پایا ہے اس گھر سے' یہاں کے مکینوں سے' بھولنے میں ٹائم تو لگے گا نا۔" وہ ضبط کرتے ہوئے بھی رو دی۔ ضحیٰ کون سا جذباتیت میں کسی سے کم تھی۔ وہ بھی زور و شور سے اس کا ساتھ دینے لگی۔

دل ہلکا ہو جانے کے بعد وہ اس سے الگ ہوئی تو ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں بے ساختہ ہنس دیں۔

"چلو چل کر چائے پیتے ہیں۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ انکار کرتے کرتے رہ گئی۔ ابھی ضحیٰ نے اس کی خاموشی کو نوٹ کیا تھا' اس کی اکتاہٹ اور سوگواری گھر والوں کو پریشان کرنے کا موجب بھی بن سکتی تھی۔ سو وہ دوپٹہ سر پر ٹکائی اس کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی جہاں اس وقت چائے کا دور چل رہا تھا۔

وہ عائزہ اور لائبہ کے پاس جا بیٹھی۔

سامنے ہی نوفل بیٹھا' تایا جان سے بزنس کے امور سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھنے سے احتراز کرتی لائبہ کی طرف متوجہ ہو گئی جو شادی کے دوران ہونے والے دلچسپ واقعات سنا رہی تھی۔

تائی جان' چچی جان' مریم پھوپو..... سبھی اس کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔

نوفل یہ' نوفل وہ' اتنا سمجھا ہوا' فرمانبردار' نیک۔ تایا جان اور چچا جان کو وہ بہت ذہین لگا تھا کیوں کہ وہ کاروباری باریکیوں سے بہت اچھی طرح آگاہ تھا اور اوپر سے اس کے لب و لہجے کا ٹھہراؤ اور احترام کسی طور بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھا۔

"کچھ بھی کہیں جناب' سودا بہت کمال کا ہوا ہے۔ خالو جان نے کھوٹے سکے کے بدلے ہیرا پا لیا ہے۔"

چاند نے انس اور نوفل پر کمنٹ دیا تو وہ سلگ کر رہ گئی۔

بڑوں کے اٹھ جانے کے بعد صرف ینگ جنریشن ہی وہاں بیٹھی رہ گئی تھی مگر پھر بھی وہ کچھ بول نہیں پائی تھی۔

"یہ تو جب انس بھائی آئیں گے تب میں ان کو بتاؤں گی۔" ضحیٰ نے دھمکایا تو وہ تمسخرانہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"کیا بتاؤ گی؟"

"یہی کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے پارٹی ارکان نے لوٹا بن کر دوسری پارٹی جوائن کر لی ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا تھا۔ چاند اسے گھور کر رہ گیا۔

"یہ تو بہت زیادہ ہے۔ اب انس میرا بہنوئی ہے۔" نوفل مسکرا رہا تھا۔

"بس جی..... قسمت۔" احمر نے آہ بھری تھی۔

"اونہوں....." معید نے ہنکارا بھرا تھا۔

"کیا مجال ہے جو معید بھائی ایک بات بھی سُن لیں انس بھائی سے متعلق۔" وجدان نے رشک بھرے انداز میں کہا تھا۔

"یہی تو محبت ہے۔" نوفل نے کہا تو عماد نے فوراً پوچھ لیا۔

"تم یقین رکھتے ہو محبت پر؟" یہ پہلی براہ راست گفتگو تھی جو ان دونوں کے مابین ہونے والی تھی۔ نوفل نے لب بھینچے پھر مسکرا دیا۔

"مل جائے تو بہت اچھی ورنہ بکواس۔" اس کی عجیب سی منطق پر شور مچ گیا تھا۔

"بھئی فی زمانہ تو اس چیز کی کوئی وقعت نہیں' جسے آپ محبت کہتے ہیں۔" نوفل کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو ضحیٰ اس کے یوں محبت کو "چیز" کہنے پر لمبی بحث کا آغاز کر دیتی مگر اب تو اس کا روم روم نوفل کی حمایت کر رہا تھا۔

"آج کل انسان کے پاس صرف روپیہ ہونا چاہیے۔" اس کے لہجے کی تلخی کو صرف معید ہی محسوس کر پایا تھا۔

"اور میں کہتا ہوں کہ انسان کے پاس صرف ٹائم ہونا چاہیے۔" عماد کی بات پر قہقہہ پڑا تھا۔

اس کی ہر موڑ پر محبت میں مبتلا ہو جانے والی عادت سے وہ بھی واقف تھے۔

"اس کا مطلب ہے کہ نوفل کو محبت پر یقین نہیں ہے۔" عماد نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے خفیف سے انداز میں شانے اچکاتے ہوئے چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا۔

"اور آپ کیا کہتی ہیں لیڈی۔ آپ تو نئی نئی اس میدان میں وارد ہوئی ہیں۔" وہ اب صبا کی طرف پلٹ گیا تھا' سبھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لحظہ بھر کے توقف کے بعد وہ اطمینان سے بولی۔

"میرے پاس ماشاءاللہ سے پہلے ہی محبت کا بہت سا اسٹاک جمع ہے اس لیے نئی کھپائی کے لیے ٹائم نہیں ہے۔"

نوفل کے ذہن کی طنابیں کھنچ گئی تھیں۔

"واہ بھئی' یہ کہاں کا انصاف ہوا۔ پرانی محبتوں کو دل کے نہاں خانوں میں رکھنا اچھی بات ہے مگر نئی محبت کا در تو ہمیشہ وا رہنا چاہیے۔" عماد نے کہا تو نوفل کو لگا جیسے وہ در پردہ صبا کو سمجھا رہا ہو۔ اسے دوغلے پن اور دھوکہ دہی کی زندگی گزارنے کی ترغیب دے رہا ہو۔ وہ کوئی جواب دیے بغیر مسکرا کر رہ گئی۔

"لو بھئی یہاں تو سبھی بہت پریکٹیکل مائنڈڈ بندے بیٹھے ہیں' محبت کو فالتو اور وقت کا زیاں سمجھنے والے۔" عماد کو سخت مایوسی نے گھیرا تھا۔

"خیر ایسا بھی نہیں ہے۔ میں نے تو محبت سے بڑی اور سچی حقیقت اور کوئی نہیں پائی۔ چاہے وہ اپنے عقیدے سے ہو یا کسی انسان سے۔" بہت غیر متوقع طور پر معید نے اپنی رائے دی تھی اور اس کے لہجے میں اس قدر سنجیدگی تھی کہ سب کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

"ایک دوسرے پر اعتماد و اعتبار کے سہارے بُرے سے بُرے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا' ایک دوسرے سے جُڑے رہنا' محبت ہے۔" وہ کہہ رہا تھا اور ضحیٰ کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کو سُنا رہا ہو۔

"اور مجھے تو کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ زندگی میں ایک بار ہوتی ہے اور پھر قائم و دائم رہتی ہے۔ چاہے کیسی ہی مشکلات کیوں نہ درپیش ہوں اور بطور ریفرنس یہ نظم سُنائی کہ!

محبت کرنے والوں کی نگاہیں بھی
ہوا میں ڈولتی خوشبو کی صورت
منظروں میں اپنے ہونے کی نشانی چھوڑتی ہیں
چاندنی راتوں میں جیسے چاند کی کرنیں
سمندر کے بدن میں نغمگی آباد کرتی ہیں
محبت کرنے والوں کے تعلق اور ان کی
دُوریاں سب سے انوکھی ہیں"

ضحیٰ کی پیشانی تپ اُٹھی تھی۔

یہ تو سراسر ذاتیات پر اُترنے والی حرکت کی تھی معید نے۔ اس کا جی چاہا چائے سے بھرا کپ اس کے مسکراتے ہوئے چہرے پر اُلٹ دے۔

اب نئے سرے سے معید کی حمایت اور مخالفت میں بحث شروع ہو گئی تھی۔ ضحیٰ بالکل خاموش بیٹھی اپنے کپ کو گھورے جا رہی تھی۔

"یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے نوفل جسے تم کوئی اہمیت دینے کو تیار ہی نہیں' یوں ہمارے ساتھ بیٹھ کر اس قدر بے تکلفی اور دوستانہ پن کا مظاہرہ کرنا محبت ہی ہے' مجبوری نہیں کیوں کہ مجبوری کو نبھانا لازم نہیں ہوتا البتہ محبت بے اختیار نبھائی جاتی ہے اور تمہارے بارے میں تو مشہور ہو چکا ہے کہ محبتیں اکٹھی کرنا تمہارا جنون ہے۔" چاند نے اس کی ذات کو درتہ بے نقاب کرنے کی ہلکی سی کوشش کی تھی۔

"آف کورس یار' میں کب مکرتا ہوں۔ میری ماں' میری بہن مجھ سے وابستہ رشتے' ان سب سے مجھے بہت محبت ہے۔"

"سُن لو صبا' تمہارا نام اس نے چُن کر نہیں لیا۔" احمر نے شرارت سے کہا تو وہ سُلگ اُٹھی۔ یوں چھوٹی چھوٹی باتوں میں دوسرے کو پسپا کر کے سب کے سامنے سنبھلنے کے لیے چھوڑ دینا اسے زہر لگتا تھا مگر بہت اطمینان سے بولی۔

"تو اس میں ایسا کیا خاص ہے۔ میں بھی یہی کرتی۔"

"چہ..... چہ..... بہت خراب حالات ہیں ان کے۔" احمر نے تاسف سے کہا تو صبا کو دزدیدہ نظروں سے نوفل کو لب بھینچتے دیکھ کر بہت سکون ملا تھا۔

یوں ہے تو یونہی سہی نوفل احمد' اگر تم میرے لیے بے تاب نہیں تو مجھے بھی تمہارے لیے بے قراری دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

"یہ سب تو بہت ٹھس ہیں محبت کے معاملے میں۔ چلو بھئی چاند تمہی کوئی اچھا سا گانا سناؤ۔" نعمان نے اکتا کر فرمائش کی تھی اور وہ تو یوں بھی ہر وقت اپنے ٹیلنٹ کا مظاہرہ کرنے کو تیار رہتا تھا' فوراً گٹار ہاتھوں میں لیے شروع ہو گیا۔

"نہ تُو آئے گی' نہ ہی چین آئے گا
میرے آنگن کی ہری بیلوں کا' پتا پتا
سُوکھتا جائے گا' نہ تُو آئے گی' نہ ہی چین آئے گا"

اس نے بہت خوب صورت انداز میں گانا سنایا تو سب نے دل کھول کر داد دی۔

"اتنی نا اُمیدی ٹھیک نہیں ہوتی' وہ ضرور آئے گی اور تمہارے آنگن کی سُوکھتی بیلوں کے پتے پھر سے ہرے ہو جائیں گے۔"

احمر کی تمام تر ہمدردیاں اس کے نام تھیں۔

"دل کسی کی راہ تکے جا رہا ہوں میں
کتنا حسیں گناہ کیے جا رہا ہوں میں
مجھ سے لگے ہیں عشق کی عظمت کو چار چاند
یہ جُرم گاہ گاہ کیے جا رہا ہوں میں"

عماد کے انداز میں شرارت تھی۔ اس کے "گاہ گاہ" سے سبھی محظوظ ہوئے تھے۔

"چلو بھئی صبا' اب تمہاری باری ہے۔ اپنی بیاض کھولو۔" عائزہ کو شرارت سُوجھی۔

"میں.....؟" وہ سٹپٹائی تھی۔

"ہاں تم سناؤ گی..... بھلا کس کے لیے؟" عماد نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تو لحظہ بھر کے توقف کے بعد وہ پرسکون انداز میں بولی۔

"آپ کے لیے۔"

بھری محفل میں اتنی بڑی جرأت' نوفل کو جھٹکا سا لگا تھا۔

باقی سب بھی متجسس تھے مگر جب اس نے نظم سنانا شروع کی تو سب کو اس کا پس منظر جان کر ہنسی آنے لگی۔

"کسی لڑکی سے مت کہنا
کہ اس سے پیار کرتے ہو
اگر بے دھیانی میں بھی یہ اقرار کر بیٹھے
کسی سے پیار کر بیٹھے
تو پھر وعدوں کی ڈوروں میں اُلجھ کر ٹوٹ جاؤ گے
تمہارے پیار کا اس کو اگر احساس ہو جائے
تو ہو سکتا ہے کہ تم اس کا رنگ و رُوپ بن جاؤ

محبت کے سفر میں شاید ایسا موڑ آ جائے
کہ تم ناراضگی کا برملا اظہار کر بیٹھے
کوئی انکار کر بیٹھے
تو یہ سمجھو کوئی شیشہ، کوئی دل ٹوٹ جائے گا
کہ ان کے دل بہت نازک، بہت کم زور ہوتے ہیں
کسی لڑکی کے دل کا ٹوٹنا بھی موت ہوتی ہے
کسی لڑکی سے مت کہنا"

وہ بہت سنجیدگی سے اسے مشورہ دے رہی تھی۔ عماد خجل سا سر کھجانے لگا۔ اپنی عادت سے واقف جو تھا۔

"یعنی جو جرم تم "گاہ گاہ" کیے جا رہے ہو اسے ایک ہی "گاہ" پر محدود کر دو۔" احمر نے لقمہ دیا تھا۔

اور پھر وہ سب عماد کی کھنچائی میں مصروف ہو گئے۔ صبا کو بہانے سے اٹھ کر تائی جان کے کمرے میں جاتے دیکھ کر نوفل سلگ کر رہ گیا۔

خود صبا ابھی تک انہی لفظوں کے گھیراؤ میں تھی۔

آج کتنے ہی دنوں بعد پھر سے ہلکے ہلکے درد نے دل کو جکڑنا شروع کر دیا تھا۔

"بھلا مجھ سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے کہ اس "موت" سے گزرنا کیسا ہے جسے لوگ بہت آرام سے دل کا ٹوٹنا کہہ دیتے ہیں۔"

وہ بھی تھکن کا بہانہ کر کے اٹھ گئی تو پھر محفل برخاست ہونے لگی۔

وہ کمرے میں آئی تو نوفل بستر پر نیم دراز کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنے کمرے میں اپنے بستر پر پا کر صبا کو عجیب سے احساس نے گھیرا تھا۔

جیسے کوئی فسانہ یا کوئی خواب۔

واقعی..... ایک خواب ہی تو تھا ورنہ اس کے "اپنا" ہونے کا کوئی احساس، کوئی سرخوشی تو اپنے حصار میں نہیں لیتی تھی۔ مگر خود کو سنبھالنے کے لیے تو وقت چاہیے تھا نا۔

وہ آئینے کے آگے کھڑی بہت احتیاط کے ساتھ بال سمیٹ کر چٹیا بنانے لگی۔ نوفل کی نگاہ بے اختیار اس کے سراپا میں اٹکی تھی۔

کومل و نازک سا سراپا
گھٹنوں کو چھوتے سیاہ بال
چہرے پر چھائی ملاحت اور معصومیت

"کوئی بھی تو کمی نہیں تھی مگر پھر بھی کتنی بڑی "کمی" ہے تم میں صبا میر۔" وہ تلخی سے سوچتا پھر سے کتاب اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگا تھا۔

صبا کو اس کے جاگتے ہوئے بستر پر لیٹنا عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ ایک کنارے پر ٹک کر بیٹھ گئی۔ وہ اس کا گریز بھانپ گیا تھا یونہی کتاب کے صفحات الٹتا بہت پرسکون مگر جتانے والے انداز میں بولا۔

"فاصلے تب تک نہیں سمٹتے جب تک کہ انہیں مٹانے کا ارادہ نہ ہو۔ آپ آرام سے سو سکتی ہیں کیوں کہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ بھک سے اڑ گئی تھی۔

اتنی کھلی تذلیل، اس قدر گھٹیا گفتگو۔

"ایسا کر کے تو آپ مجھ پر احسان ہی کریں گے کیوں کہ آپ کو اگر ایسی کوئی چاہت نہیں تو مجھے بھی آپ کی نام نہاد توجہ کی کوئی طلب نہیں۔"

وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

اور اس فوری غصے کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ اس کے مطالعے کی پروا کیے بغیر لائٹ آف کر کے نائٹ بلب آن کرتی بستر پر آ کر کروٹ بدلتی لیٹ گئی تھی۔

ساری جھجک، غصے کی تہوں میں دب کر رہ گئی تھی۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ غم کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، نیند سے پہلے تک ہے۔

وہ جتنی دیر جاگتی رہی، کڑھتی، سلگتی رہی تھی۔ آنسوؤں کے لاوے کو اندر دھکیلتی خود کو کم زور نہ پڑنے کا درس دیتی رہی تھی اور پھر جانے کب نیند کے دبوچتے ہی ہر غم، ہر احساس سے عاری دنیا میں چلی گئی، یہ جانے بغیر کہ اسی بستر پر نیم دراز دوسرا وجود کس قدر مضطرب اور اپنے آپ میں سلگ رہا ہے۔

□□□

خوشیوں بھرے دن گزرتے تو ایک پل لگتا ہے، یہ تو غموں کے دن ہیں جو پوری عمر پر محیط لگتے ہیں۔

"زیست وقت کے شانوں پر
جب بوجھ ہونے لگے تو
جیون کی کٹھنائیوں میں الجھ کر
یہ دل!
سارے ضبط، سارے حوصلے کھونے لگے تو
پھر صبح بہاراں بھی
خزاں کی شام لگتی ہے۔"

صبا کو ایک صالحہ بیگم کا مشفق وجود غنیمت لگتا تھا ورنہ نوفل کی تو اول روز سے بے اعتنائی اور بے پروائی تو شاید اس کی جان لے چکی ہوتی۔ اتنے بڑے گھر کی تنہائی پاگل کر چکی ہوتی۔ شادی کو ابھی بمشکل دو ہفتے گزرے تھے اور اس نے آفس جانا شروع کر دیا تھا اور توجیہ بھی بہت معقول تھی۔

"سارا بزنس میرے سر پر ہے۔ انٹی کے ڈیلی گیشن کی میٹنگ کب سے روک رکھی ہے۔ بہت بڑا لاس ہو جائے گا۔"

"تو ہو جائے نقصان، مگر اتنے خوب صورت دنوں کو دو اور دو چار میں مت گنواؤ۔" صالحہ بیگم نے صبا کو بہت مان دینا چاہا تھا۔ وہ دل میں اس ستم ظریفی پر ہنس کر رہ گئی۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا بیٹا یہ سب اپنی مرضی سے کر رہا تھا۔ اس سے بھاگتا پھر رہا تھا، مجبوری کا سودا نبھانے کا بار اجو نہ تھا۔

"امی آپ بھی ناں بس، بات فقط روپے پیسے کی نہیں، زبان کی ہے۔ بزنس میں کانٹریکٹ سائن کرنا پڑتا ہے، ہر کام وقت پر ہونا چاہیے۔" وہ انہیں بہلا رہا تھا۔

صبا کھانے کی ٹیبل پر بیٹھی خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ ہر کام وقت پر ہونا چاہیے۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں کہ تم بزنس میں سر کھپانے لگ گئے ہو۔ اتنا نہیں ہوا کہ صبا کو کہیں گھمانے ہی لے جاؤ۔" انہیں واقعی نوفل کی روٹین پسند نہیں آئی تھی۔

"کل بھی تو یہی کرنا تھا نا اس لیے ابھی سے روٹین سیٹ کرلی ہے۔ گھومنے پھرنے کے لیے تو زندگی پڑی ہے۔" وہ لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔

جتنا صالحہ بیگم اس پر زور دے رہی تھیں اتنی ہی صبا کو شرمندگی ہو رہی تھی۔ اب انہیں کیا معلوم تھا کہ یہاں "مان" رکھنے والے جذبات ہی ناپید تھے۔

"بہرحال۔ اب میں نے کہہ دیا ہے تو سمجھ لو کہ کانٹریکٹ سائن ہوگیا ہے۔ اب یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تم لوگ سیر و تفریح کے لیے کہاں جانا پسند کرو گے۔ کیوں صبا؟" انہوں نے اٹل انداز میں کہتے ہوئے اچانک ہی صبا کی بھی رائے طلب کی تو وہ گڑبڑا گئی۔

"جی..... میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"امی! سمجھا کریں ناں ابھی تو اتنی ساری دعوتوں کے انوی ٹیشنز آئے ہوئے ہیں یوں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تو نہیں نکل سکتا نا۔ اور پھر آپ کو بھی تو یوں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ یقیناً بہانے گھڑ رہا تھا۔

"یہ تو لاپرواہے صبا۔ اب تمہیں ہی سب کچھ دیکھنا ہے جو دل چاہے منوایا کرو۔" وہ اب صبا کو سمجھا رہی تھیں۔

"کمال ہے امی جان۔" وہ کھانا چھوڑ کر ہنس دیا تھا۔ "آپ دنیا کی واحد ساس ہیں جو اپنی بہو کو یہ اتھارٹی دے رہی ہیں۔"

"میری بہو بھی تو بہت پیاری ہے۔" وہ ان چند دنوں میں واقعی صبا کی سنجیدہ مگر محبت کرنے والی طبیعت کی گرویدہ ہوگئی تھیں۔

"چہروں پر مت جائیں ان سے بڑا دھوکے باز اور کوئی نہیں ہوتا۔" وہ بظاہر مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا مگر اس کے لہجے میں چھپے نوکیلے بھالے صبا کو اپنے دل میں کھپتے محسوس ہوئے تھے۔

خود وہ بھی تو تہ در تہ کئی نقاب اوڑھے ہوئے تھا۔

"کوئی نہیں طبیعت کی بھی بہت پیاری ہے۔" صالحہ بیگم نے اسے فہمائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ان کی بات پر سر ہلا کر دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

صبا دل مسوس کر رہ گئی۔

چلو اب بہن کے مستقبل کو محفوظ رکھنے کی خاطر یہ قدم اٹھا ہی لیا تھا تو کیا وہ اس لائق بھی نہیں تھی کہ اس کی بے اختیارانہ نگاہ کی حق دار ہی ہو جاتی۔ ہزاروں لوگ بہت سے مفادات کی خاطر شادی کرتے ہیں مگر مفادات اپنی جگہ اور بیوی سے محبت اپنی جگہ۔

لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور تھا۔

صبا سے صرف اس کا مفاد وابستہ تھا دل نہیں۔

"بہرحال تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس تمہاری پھوپو ہیں ادینہ ہے تم لوگ اطمینان سے اپنا پروگرام بناؤ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ سنگاپور چلے جاؤ۔ تمہیں تو یوں بھی جانا ہی تھا صبا کو بھی ساتھ لے جاؤ۔" وہ بڑے آرام سے سارا مسئلہ حل کر گئی تھیں۔

"خدا کو مانیں امی یہ خالصتاً بزنس ٹرپ ہے اور ابھی تو اس میں کافی ٹائم ہے۔ یہاں اتنے بکھیڑے ہیں کہ سنگاپور

جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے اس بار سنجیدگی سے کہا اور گلاس لبوں سے لگا کر پانی پینے لگا۔ اس کے اس قدر قطعی انداز پر صالحہ بیگم نے بہت حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔ انہوں نے اس کی نگین کے لیے بے تابی دیکھی تھی اور اس ہی پہ کیا موقوف۔ ان نئے دنوں میں تو ہر دولہا ہی اپنی دولہن کے لیے دیوانگی دکھاتا ہے مگر نوفل انہیں پہلے سے زیادہ سنجیدہ لگا تھا۔

انہوں نے صبا کی طرف دیکھا وہ اپنی پلیٹ پر یوں جھکی ہوئی تھی جیسے اس سے ضروری اور کوئی کام ہی نہ ہو۔

انہیں نگین کی شوخیاں اور شگفتگی یاد آنے لگی۔

شادی تو ایسا بندھن ہے جو بے پناہ سنجیدہ بندے کو بھی بدل دیتا ہے۔ آنکھوں میں چمک بھر کر چہرے پر گلاب کھلا دیتا ہے۔

پھر یہاں ایسا کیوں نہیں ہے۔ صبا کی خاموشی نظر انداز کیے جانے کے قابل تو نہ تھی۔ وہ اندیشوں میں گھرنے لگیں۔

کھانا بہت خاموشی سے ختم کیا گیا تھا صبا نے صالحہ بیگم کے منع کرنے کے باوجود نوری کے ساتھ مل کر برتن سمیٹے اور پھر چائے بنانے کھڑی ہوگئی۔

نوری تیزی سے برتن دھوتے ہوئے اتنی ہی تیزی سے زبان بھی چلاتی جا رہی تھی۔ اس کی سادی اور کچھ کچھ بے وقوفانہ سی طبیعت صبا کو بہت پسند تھی سو وہ اب بھی دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"امی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ ہم دونوں بہت خوش ہیں۔"

اس کے قدم ٹھٹکے تھے۔ نوفل کہہ رہا تھا۔

"تو پھر اس گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اتنے دن ہوگئے میں نے صبا کو کبھی ڈھنگ سے سجتے سنورتے نہیں دیکھا۔ کبھی اونچی آواز میں ہنستے نہیں سنا۔" صالحہ بیگم سختی سے کہہ رہی تھیں۔

"اب اس بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ صبا کی نیچر ہی ایسی ہے۔" وہ یقیناً اس تفتیشی مرحلے کے لیے تیار نہیں تھا گڑبڑا گیا مگر صالحہ بیگم یقیناً ان کی طرف سے کھٹک گئی تھیں۔

"اس کی نیچر تو چلو ایسی ہی ہوگی اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ یوں لگتا ہے جیسے تمہاری شادی کو دو ہفتے نہیں دو سال ہوگئے ہیں۔" انہوں نے بے لچک انداز میں کہا تھا۔

نوفل کی آواز قدرے توقف کے بعد ابھری۔

"امی! ذمہ داری کا احساس انسان میں بہت تبدیلی لے آتا ہے۔"

"ایسی کون سی ذمہ داری آن پڑی ہے تم پر اور پھر اس بات کا شادی سے کیا تعلق ہے۔ یہی دن تو ہوتے ہیں گھومنے پھرنے خوشیاں انجوائے کرنے کے۔ آخر بات کیا ہے نوفل میں نے تمہیں ٹرالے کے ساتھ بے حد خوش دیکھا تھا تو خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ تم اپنے پرانے روپ میں لوٹ آئے ہو مگر اب تو تم پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہوگئے ہو۔ صبا سے شادی کا فیصلہ تم نے سو فیصد اپنی مرضی سے کیا تھا پھر تم دونوں میں وہ بات کیوں دکھائی نہیں دیتی جو اس اور نگین میں ہے؟"

وہ بخشنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔ انہیں غصے میں دیکھ کر ہی وہ دھیما پڑا تھا۔

"سوری امی شاید میں ہی غلط ہوں۔ آئی پرامس یو اب آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ میں تو اس لیے سنجیدہ بننے کی ایکٹنگ کر رہا تھا کہ شادی کے بعد آدمی کو ذرا سوبر دکھائی دینا چاہیے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ آپ اتنی سی بات کو دل پر

لے لیں گی۔"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے نوفل' پرائی بچی کو گھر میں لا کر ناقدری کرنا کہاں کا انصاف ہے۔"

"صبا نے آپ سے شکایت کی ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہ بے چاری کیا کہے گی' میری بھی آنکھیں ہیں۔ میں بھی تمہارے اطوار دیکھ رہی ہوں۔" انہوں نے صبا کو بری کیا تھا۔

"کیوں کہا اسے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے' آپ تو یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ اب سکون سے کہہ رہا تھا اور دروازے سے باہر کھڑی صبا کا جی چاہا کہ وہ اندر جا کر تمام حقیقت صالحہ بیگم کو بتا دے۔ نوفل کی پول کھول دے جو اتنا فرمانبردار اور نیک بنا بیٹھا تھا۔

"اور میں اس کے منہ سے کوئی شکایت سننا بھی نہیں چاہتی۔" انہوں نے تنبیہی انداز میں کہا' ابھی شاید ان کی گفتگو جاری رہتی مگر بڑا ہو نوری کا جو کچن ہی سے باآواز بلند بولتی چلی آ رہی تھی۔ صبا جلدی سے چائے کی ٹرے لیے اندر چلی آئی۔

"یہ دیکھو' ابھی ہاتھوں کی مہندی بھی ماند نہیں پڑی اور کچن کے کاموں میں اُلجھ گئی ہے۔" صالحہ بیگم اُلجھ کر رہ گئی تھیں۔

"اپنے گھر کے کام میں کل اور آج کیا۔" اس نے اپنا ضبط آزماتے ہوئے چائے کا کپ انہیں تھمایا اور دوسرا کپ نوفل کی طرف کھسکا دیا۔

"جیتی رہو۔" صالحہ بیگم حقیقتاً اس سے بہت خوش تھیں۔

صبا کا جی چاہا ان سے کہے کہ مجھے صرف جینے کی نہیں' دائمی خوشیوں کی دعا دیں۔

"اپنے لیے چائے نہیں بنائی بیٹا.....؟" انہوں نے پوچھا تھا۔

"مجھے اتنی گرمی میں چائے اچھی نہیں لگتی۔" وہ مدھم سُروں میں بولی تھی۔

"اسی لیے تو ان کا رنگ اتنا گورا ہے۔" نوری نے دانت نکوسے تھے۔

"یہاں چائے کی بات ہو رہی ہے نوری بی بی' کسی کریم کی نہیں۔" نوفل نے اسے یاددہانی کرائی تھی۔

"انہیں تو کریم لگانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہاتھ لگانے سے میلی ہوتی ہیں۔" نوری کو یوں بھی نئے کپڑوں' ہلکے پھلکے زیورات اور مہندی سے سجی صبا بہت اچھی لگتی تھی' سو دل کھول کر تعریف کر ڈالی۔

"ماشاءاللہ بولتے ہیں نوری۔" صالحہ بیگم نے اسے ٹوکا تھا۔

جب کہ صبا کا مارے خجالت کے بُرا حال تھا۔ بھلا یوں کسی نے کب تعریف کی تھی۔ نوفل کی اچٹتی نگاہ کو اس کے رخساروں کی تمتماہٹ نے منجمد کر دیا تھا۔ بمشکل وہ اپنی نگاہ کو اس کے گلاب ہوئے چہرے کی گرفت سے آزاد کر پایا تو چائے کا کپ لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ذرا نیوز دیکھ لوں۔" اس کے جاتے ہی صالحہ بیگم نے نوری کو بھی چھٹی دے دی۔ پھر وہ صبا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"صبا! بیٹا خوش تو ہو نا یہاں؟" انہوں نے بہت دوستانہ انداز میں پوچھا تھا۔

صبا کا جی چاہا ان سے لپٹ کر رو دے۔ انہیں بتا دے کہ ان کا سنگدل بیٹا کس طرح اس کی عزتِ نفس کی دھجیاں اُڑا گیا تھا۔ دل میں کسی کو اور گھر میں کسی اور کو بسا رہا تھا۔ کتنے آرام سے وہ اس کے ارمانوں کو جلا کر خاکستر کر گیا تھا۔

اس کا جی چاہا انہیں بتائے کہ وہ اس گھر میں اس کے دل کی خواہش پر نہیں بلکہ ان کی بیٹی کی خوشیوں کی ضمانت کے طور پر لائی گئی ہے۔

مگر وہ بڑے حوصلے سے مسکرا دی تھی کہ اب مزید اہانت برداشت کرنے کا یارا نہیں تھا۔

"نوفل تھوڑا لاپروا ہے اور بس۔ مگر بہت محبت کرنے والا ہے۔ اپنے سے وابستہ ہر شخص کو عزیز رکھتا ہے بس اظہار نہیں کرتا مگر تم اس کی ان عادات کے ساتھ کمپرومائز مت کرنا' بیٹا خوش رہا کرو' خود کو بھی بدلو اور اس کو بھی۔ ہنسی مذاق کیا کرو' سیر و تفریح کے لیے جایا کرو اور اس سے کہو کہ تمہیں کہیں لے کر جائے۔ انہی دنوں میں تو آزادی کا لطف ہے' اس کے بعد تو روٹین لائف ہو گی۔"

انہوں نے اسے بھی اسی طرح سمجھایا تھا جیسے کہ وہ نوفل کو سمجھا رہی تھیں۔ وہ کیا کہتی۔

اگر بات صرف نوفل کی لاپروائی اور سنجیدگی کی ہوتی تو وہ اسے بدلنے کی سعی بھی کرتی' یہاں تو معاملہ ہی بہت "اوپر" کا تھا۔ ژالے آفریدی پورے طمطراق کے ساتھ اس کے دل و دماغ پر قابض تھی۔

کیا وہ بھول سکتی تھی کہ نوفل نے پہلی رات اس کی کس قدر بے توقیری کی تھی؟

کیا وہ سراپا..... وہ حُسن' نظر انداز کیے جانے کے قابل تھا؟

"اور اگر وہ تمہاری بات نہ مانے تو تم بلا جھجک مجھے بتانا' میں جیسے انس اور نگی کی ماں ہوں' ویسے ہی تمہاری بھی ماں ہوں۔"

وہ بے حد محبت سے کہہ رہی تھیں۔ صبا نے بے اختیار ان کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ کچھ تو دوسراہٹ کا احساس ہوا تھا۔ سہارے کا یقین قوی ہوا تھا۔

"تھینکس امی جان۔"

اس کے دل کی زمین اندر گرتے آنسوؤں سے بھیگنے لگی تھی۔

□□□

انس اور نگین کے شمالی علاقہ جات کی سیر کو چلے جانے کے بعد جیسے گھر میں سناٹا سا چھا گیا تھا ورنہ تو ہر وقت شور' ہنگامے اور شوخیاں جاری رہتی تھیں۔ صبا کا تو دل گھبرانے لگا۔

"تائی جان چلیں ناں' صبا کو ہی بلا لیں۔"

"ابھی پرسوں ہی تو انس اور نگی کے ساتھ سب جا کر اسے مل آئے ہیں۔" انہوں نے کہا تو وہ ٹھٹکی تھی۔

"تو کیا ہوا' اب وہ انہی کی تو نہیں ہو گئی نا' ہم جب جی چاہے اسے یہاں لے آئیں۔"

"ایسے ہی جب جی چاہے لے آئیں' اب وہ شادی شدہ ہے' شوہر اور گھر کی ذمہ داری ہے اس پر۔ ویسے بھی وہ تمہاری طرح نہیں ہے' دماغ سے کام لیتی ہے' تمہیں ان باتوں کی کیا خبر۔" چچی جان نے اسے گھر کا تھا۔

"مگر میں سخت بور ہو رہی ہوں۔" اس نے منہ بسورا تھا۔

"تم خود کیوں نہیں چلی جاتیں صبا کی طرف۔" تائی جان کے مشورے پر اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"یہ ٹھیک ہے' ابھی وجدان اور حمزہ آئیں گے تو مل کر پروگرام بنائیں گے۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تھا۔

مگر اگلے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اس کے جوش پر ٹھنڈا پانی پڑ چکا تھا کیوں کہ حمزہ کا اگلے روز سائیکالوجی کا ٹیسٹ تھا اور وجدان کا انتہائی امپورٹنٹ میچ۔

"وہی کون سا آسٹریلیا کی ٹیم آ رہی ہے تمہارے ساتھ کھیلنے۔" وہ سخت بدمزہ ہوئی تھی۔

"وہ دن بھی دور نہیں ہے ڈیئر آپی! ابھی محنت کروں گا تو اس قابل ہوں گا نا۔" وہ جلدی جلدی کھانا ختم کر رہا تھا۔
"بس میری دفعہ ہی ان سب کو اپنے دنیا جہان کے ضروری کام یاد آ جاتے ہیں۔" وہ پیر پٹختی روہانسی ہو کر بولی تھی۔
"آپی! اگر کہو تو میں اپنے موکل جن کے ساتھ تمہیں صبا آپی کی طرف بھجوا سکتا ہوں۔" وجدان نے شرارت سے آفر کی تھی۔
"بشرطیکہ اس جن نے واپسی کا کرایہ آپی سے نہ مانگ لیا تو....." حمرہ بھی ہنسی تھی۔
"دفع ہو جاؤ تم دونوں....."
"اونہوں..... ضحیٰ!" اس کے غصے کو چچی جان نے تنبیہی ہنکارے نے ماند کر دیا تھا۔ وہ پاؤں پٹختی ان دونوں کو برا بھلا کہتی چلی گئی تھی اور اسی غصے کے مارے وہ شام تک پڑی سوتی رہی تھی۔
حمرہ ہی نے اسے آ کر جگایا تھا۔
"چلیں تیار ہو جائیں صبا آپی کی طرف جانا ہے۔"
وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی تھی۔
"کون جا رہا ہے؟"
"آپ کو نہیں جانا.....؟ جلدی کریں میں نے آپی کو فون کر دیا ہے۔" حمرہ کے کہنے پر وہ پھرتی سے اٹھی تھی۔
"جیو حمرہ شہزادی۔ دیکھنا اب کی بار میں تمہیں ضرور آئس کریم کھلاؤں گی۔ وہ بھی اپنی پاکٹ منی سے۔" اس کے وعدے پر حمرہ نے منہ بنایا تھا۔
"کبھی تو وعدہ خلافی کا ریکارڈ توڑ دیں اس "ہوائی" آئس کریم کا ذائقہ بہت اچھا تو نہیں ہے۔"
"امید پہ دنیا قائم ہے مائی ڈیئر۔" وہ ہنستی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی تھی۔
تیار ہو کر وہ لاؤنج میں آئی تو چائے کا دور چل رہا تھا۔ تایا جان اور چچا جان کو سلام کر کے اس نے وجدان اور حمرہ کی تلاش میں نظر دوڑائی جو وہاں سرے سے موجود ہی نہیں تھے۔ وہ ابھی چائے پی رہی تھی کہ معید بھی فریش سا چلا آیا۔ گیلے سنورے بال گواہ تھے کہ وہ شاور لے کر آ رہا ہے۔
"چائے نکالوں تمہارے لیے۔" تائی جان نے پوچھا تو وہ بولا۔
"نہیں رہنے دیں چلیں کون کون جا رہا ہے؟" اس نے پوچھا تھا۔
"یہ ضوی ہی نے صبح سے ضد لگا رکھی ہے۔" چچی جان نے کہا تو ضحیٰ کے دل میں ناگواری کی لہر اٹھی تھی۔
"وجی کہاں ہے..... اور حمرہ؟"
"وجی کا تو پتا تھا وہ ابھی کہاں آیا ہے اور حمرہ ٹیسٹ کی تیاری کر رہی ہے۔" تائی جان نے بتایا تھا۔ ضحیٰ کا دل کٹنا پڑنے لگا۔
"تو مجھے پہلے بتا دیتیں میں یونہی تیار ہو کے بیٹھ گئی ہوں۔"
"بیٹا جی پرابلم کیا ہے معید جا رہا ہے نا اس کے ساتھ چلی جاؤ۔" تایا جان نے اپنے مخصوص دبنگ لہجے میں کہا تو گویا اس کے معید کے ساتھ جانے پر مہر ثبت ہو گئی۔
"چلو پھر واپس بھی آنا ہے۔" اس کا انداز بھی مارے بندھے ذمہ داری نبھانے والا تھا۔ ضحیٰ بھی منہ بنائے ہوئے اٹھی تھی۔

ان دونوں کو ساتھ جاتے دیکھ کر تائی جان کو بہت اچھا لگا تھا۔
"تمہیں اب گھر میں دلچسپی لینی چاہیے۔ کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرو۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی معید کی نصیحتیں بھی اسٹارٹ ہو گئی تھیں۔
"میں نے تم سے ساتھ چلنے کو نہیں کہا تھا تم تائی جان کو انکار کر سکتے تھے۔" اس نے ناگواری سے کہا تاکہ اسے احساس ہو جائے کہ اس کے ساتھ سفر کرنا تو مجبوری ہو سکتا ہے نصیحتیں سننا نہیں۔"
معید نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ تنے تنے تاثرات لیے وہ بہت اکتائی ہوئی لگ رہی تھی۔
"میں بڑی امی کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا۔" وہ شاید اپنی فرمانبرداری جتا رہا تھا۔
"تو پھر یہ تمہاری مجبوری ہے میں وجی کے ساتھ بھی آ سکتی تھی۔" ضحیٰ نے بے خوفی سے کہا تھا۔
کافی عرصے سے اس نے معید سے ڈرنا اور اس کے رعب میں آنا چھوڑ دیا ہوا تھا۔
"ضحیٰ..... تم اتنی بدتمیز کیوں ہو؟" قدرے توقف کے بعد اس نے بہت سکون سے پوچھا تھا۔ ضحیٰ سر سے پاؤں تک سلگ اٹھی۔
"میرے بدتمیز ہونے یا نہ ہونے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟"
"مجھے نہیں مگر اسے تو پڑے گا جس کی قسمت میں تم جیسی فوش گرل لکھی ہے۔" وہ ہنوز بہت آرام سے کہہ رہا تھا جیسے اس سے بہت دوستانہ روابط رہے ہوں۔
"ہاں عقل کل تو صرف تمہی ہو جیسے۔" اسے اب غصہ آنے لگا تھا۔
"بالکل ٹھیک۔" وہ فی الفور بولا تھا۔ "میں تمہاری طرح جذباتی اور بے وقوفانہ فیصلے نہیں کرتا۔"
"کیوں جذباتی لوگ انسان نہیں ہوتے ہیں؟" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔
"ہوتے ہیں مگر ذرا جذباتی قسم کے۔" اس کی منطق عجیب سی تھی۔ ضحیٰ نے کوفت زدہ انداز میں کہا۔
"پتہ نہیں کون سی بری گھڑی تھی جب میں نے صبا کی طرف آنے کا پروگرام بنایا تھا۔"
"واقعی کوئی بری گھڑی ہی تھی کیوں کہ اسی وقت میری قسمت میں تمہیں لفٹ دینا لکھا گیا تھا۔" جواباً معید نے بھی دل جلانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔
"مجھے کوئی شوق نہیں تھا تم سے لفٹ لینے کا۔ صرف تایا جان کی وجہ سے میں مجبوراً تمہارے ساتھ آئی ہوں۔"
"اور میں تو جیسے اسی دن کے انتظار میں زندہ تھا۔"
معید کا انداز تمسخرانہ تھا۔ ضحیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دیتی۔ لفٹ دے کر تو وہ گویا کوئی احسان عظیم ہی کر بیٹھا تھا اور اس سے بحث کرنے کا مطلب تھا اپنا دماغ خراب کرنا۔ ضحیٰ نے بہتر سمجھا کہ منہ لپیٹے خاموشی سے بیٹھی رہے ورنہ بدتمیز ہونے کا لیبل تو وہ لگا ہی چکا تھا۔ اب بددماغی کا میڈل بھی پہنا دیتا اور اس کی یہ حکمت عملی مناسب ہی رہی تھی۔ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے تک ان میں کوئی گرمی سردی نہیں ہوئی تھی۔
ان کا بہت تپاک سے استقبال کیا گیا تھا۔ نوفل بھی گھر پہ ہی تھا۔ سو معید کی اس کے ساتھ کمپنی رہی جب کہ وہ صبا کے ساتھ صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ادینہ بھی وہیں چلی آئی تو خاطر مدارت کے ساتھ ساتھ باتوں کا بھی لمبا دور چلا تھا۔ واپسی پر اس نے سوچ لیا تھا کہ اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالنا ہے۔ اپنے اتنے اچھے موڈ کو وہ معید کی دل جلانے والی باتوں سے خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ معید بھی شاید اسی موڈ میں تھا اس سے تمام سفر خاموشی ہی میں طے ہوا تھا۔

□□□

شدید حبس اور گرمی کے زور کو کالی گھٹاؤں اور ٹھنڈی ہوا نے توڑ دیا تھا۔ بارش کے آثار دیکھتے ہی صبا کو کچن یاد آنے لگا تھا۔

وہیل چیئر دھکیلتے ہوئے نہ صرف وہ صالحہ بیگم کو لان میں لے آئی بلکہ ادینہ اور زرینہ بیگم کو بھی چائے کی دعوت دے آئی۔ چائے کے ساتھ اس نے چکن سینڈوچز اور شامی کباب فرائی کیے تھے۔

اتنے خوب صورت موسم میں اس دعوت کو ان سب نے پسند کیا تھا۔ آج بہت دنوں کے بعد صبا کی اُداسی اور پژمردگی بھی دُور ہوئی تھی۔

"نوفل شادی کے بعد کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگا ہے۔"

ادینہ نے یکلخت ہی بات چھیڑ دی تھی۔ صبا اَن سُنی کر کے صالحہ بیگم کی پلیٹ میں شامی کباب رکھنے لگی۔ انہوں نے ہی ادینہ کو جواب دیا تھا۔

"خیر مصروف تو وہ شادی سے پہلے بھی بہت رہتا تھا۔ ماشاءاللہ سے اتنا بڑا بزنس ہے اور وہ اکیلا سنبھالنے والا ہے تھوڑی بہت مصروفیت تو ہو ہی جاتی ہے مگر اب میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ سب کام چھوڑ کر پہلے صبا کو کہیں گھمانے لے جائے۔"

ان کی مدد پر صبا نے اطمینان محسوس کیا تھا ورنہ جھوٹ بولتے ہوئے اس کی تو زبان لڑکھڑانے لگتی تھی۔

"اوہو..... ہنی مون کے لیے جا رہا ہے نیو کپل۔ کہاں کا ارادہ ہے؟" ادینہ نے بظاہر بڑی خوش دلی سے پوچھا تھا۔

"میں نے تو کہا ہے کہ کچھ عرصے تک نوفل سنگاپور جا رہا ہے ساتھ صبا کو بھی لے جائے۔ اب دیکھو کیا پروگرام بنتا ہے۔" صالحہ بیگم نے مسکرا کر کہا تو سینڈوچ کا نوالہ ادینہ کے حلق میں اٹک گیا۔

"سنگاپور؟"

اس نے بے اختیار تائید طلب نظروں سے صبا کو دیکھا تو اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ شانے اُچکا دیے۔

اسی وقت اندر سے آنے والی فون بیل کی آواز نے اس کی گویا مشکل آسان کر دی۔

"ایکسکیوز می....."

وہ ادینہ کے مزید کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اٹھ کر اندر چل دی تھی۔ اس کے فون تک پہنچتے ہوئے کتنی ہی بار بیل بج چکی تھی۔

"ہیلو۔"

"کیا بات ہے اتنی مصروفیت ہے کہ فون سُننے کا بھی ٹائم نہیں۔"

اس کی نرم سی "ہیلو" کے جواب میں نوفل کی ناگواری سے پُر آواز گونجی تو اس کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔ پھر اس کی وضاحت سُنے بغیر وہ تحکمانہ انداز میں بولا۔

"ایک گھنٹے تک میں آپ کو گھر سے پک کر لوں گا ایک پارٹی میں جانا ہے۔"

"مم..... میں....." وہ گڑبڑا گئی تھی۔

بھلا وہ اور نوفل کے ساتھ۔

"اب اگر کہیں سے کرائے پر بیوی ملتی تو اسے لے جاتا بہر حال مجبوری ہے۔" اسی ٹھنڈے لہجے میں کہا گیا تھا۔

"کیسی پارٹی ہے؟ میرا مطلب ہے کس نوعیت کی؟" صبا نے بے دلی سے پوچھا تو وہ بولا۔

"اس سے آپ کو کیا مطلب آپ چھ بجے تک تیار رہیے گا اینڈ دیٹس آل۔"

اس کی بات مکمل ہوتے ہی لائن ڈسکنیکٹ ہو گئی تو صبا ریسیور پٹخ کر رہ گئی۔

"یہ صحیح ہیں صاحب بہادر جیسے لو میرج کیے بیٹھے ہیں آفس میں بیٹھ کر حکم صادر فرما دیا۔"

"کس کا فون تھا؟" صالحہ بیگم نے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ کرسی میں دھنستے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"نوفل کا۔ کہہ رہے تھے شام کو تیار رہنا کہیں پارٹی میں جانا ہے۔"

"ویری گڈ..... بہت اچھی بات ہے۔ اسے بھی کاموں سے فرصت ملی۔" صالحہ بیگم خوش ہوئی تھیں۔

شادی کے بعد نوفل نے کسی بھی دعوت میں جانے کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ خود سے کہیں جانے کو تیار ہوا تھا۔

زرینہ بیگم نے متاسفانہ نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا جس کے چہرے سے اس کے دل کی حالت ظاہر ہو رہی تھی۔

"کتنے بجے جانا ہے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ بولی۔

"مجھے تو چھ بجے تک ریڈی ہونے کا کہا ہے۔"

"پونے پانچ تو بج چکے ہیں۔" انہوں نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا پھر فوراً بولیں۔

"تم جا کے جلدی سے کپڑے منتخب کرو بہت اچھی طرح ڈریس اپ ہونا۔ شادی کے بعد پہلی دعوت ہے تمہاری۔"

"ابھی تو پورا گھنٹہ پڑا ہے۔" اس نے سُستی کا مظاہرہ کرنا چاہا تھا۔

"اس ایک گھنٹے کا پتہ بھی نہیں چلے گا کہاں گیا۔ ادینہ کو ساتھ لے جاؤ کپڑے منتخب کرنے میں ہی کتنا ٹائم لگ جاتا ہے۔" انہوں نے اٹل انداز میں کہا تو صبا کو اُٹھتے ہی بنی۔

اس کے بری اور جہیز کے تمام کپڑے ابھی تک پیک حالت ہی میں تھے۔ سوائے اپنے گھر کے اور کہیں جانے کا اتفاق ہی نہیں ہوا تھا کہ ان کے استعمال کی نوبت آتی۔ ادینہ نے اس کے لیے بری کی ایک بہت خوب صورت ساڑھی نکالی تھی۔ فرنچ شیفون کی سیاہ ساڑی کا پلوؤں اور موتیوں کے دیدہ زیب کام سے بوجھل تھا۔ ایسا ہی نفیس کام بلاؤز کی ہاف سلیوز پر بھی تھا اور گلے کی پٹی پر بھی۔

"ساڑھی تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں پہنی۔" اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

"ایسی تقریبات میں فارمل ڈریسنگ ہونی چاہیے اور پھر تمہارا مقابلہ تو ثانیہ آفریدی کے ساتھ ہے صبا۔"

ادینہ کو اب کھل کر کھیلنے کا موقع ملا تھا۔ صبا ابھی اس کے اچانک جملے کے شاک میں تھی کہ وہ متاسفانہ انداز میں سانس بھرتے ہوئے بولی۔

"چہ..... جن عورتوں کے شوہر دوسری لڑکی کے چکر میں ہوں ان کی ڈیوٹی بہت کڑی ہوتی ہے۔ شوہر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے انہیں۔"

اس کی بات سن کر صبا کو شدید دھچکا لگا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

قسط نمبر 6

محبت دل پہ دستک

عفت سحر پاشا

وہ دبی دبی سی محبتیں مجھے یاد ہیں
تیرے پیار کی سبھی اُلجھنیں مجھے یاد ہیں
تیرے وصل کی سبھی خواہشیں میری بھول تھیں
میں نے مانی تھیں وہ جو منتیں مجھے یاد ہیں

تھا منیر آغاز ہی سے الگ راستہ اپنا
اس کا اندازہ سفر کی رائیگانی سے ہُوا

اس کی طبیعت بے حد مکدر ہو رہی تھی۔

اگر صالحہ بیگم کا خیال نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی نوفل کے ہمراہ کہیں جانے کو تیار نہیں ہوتی۔ اس وقت بھی بجھے دل ہی سے سہی مگر اسے تیاری کرنا ہی پڑی تھی۔

"کاش مجھے پہلے ہی سے نوفل اور ژالے کی کمٹ منٹ کا پتہ چل جاتا تو میں کسی قیمت پر بھی اس شادی کے لیے ہامی نہیں بھرتی۔"

اس کا دل بھر آ رہا تھا۔

سیاہ نگینوں کا خوب صورت نیکلس اس کی صراحی دار گردن کی دلکشی میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔ سر کی ہلکی سی جنبش کے ساتھ کانوں کے آویزے ہلکورے لے کر اس کے رُخساروں کو چوم رہے تھے۔ ایک کلائی دیدہ زیب طلائی چوڑیوں سے بھری تھی جب کہ دوسری کلائی کے خوب صورت کنگنوں کے درمیان مہنے کی سیاہ چوڑیاں جھلکارے مار رہی تھیں۔

وہ بہت بے دلی کے ساتھ اپنی تیاری نمٹا رہی تھی۔ ڈریسنگ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی نوفل کی فریم میں لگی تصویر پر نگاہ پڑی تو چھیا کے بل ڈالتے اس کے ہاتھ ٹھٹک سے گئے۔

کتنی آئیڈیل لگ رہی تھی یہ شادی سب کو۔

اتنا شان دار شوہر، وسیع و عریض گھر، محبت کرنے والی ساس۔ نوفل کا یہ رُخ اس کے سامنے نہیں آتا تو وہ خود کو برملا دنیا

کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کرتی مگر یہاں تو یہ حال تھا کہ آئینے سے بھی نظر ملانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اس شخص نے کس بُری طرح سے اس کا استحصال کیا تھا۔

"مجھے بھی ان کی خوشیوں میں خوش ہونے اور خواہ مخواہ پوز کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انہوں نے مجھے بہت سکھی رکھا ہوا ہے۔"

سیاہ سینڈل کا اسٹریپ بند کرتے ہوئے اس کی سوچیں سُلگ رہی تھیں۔ ایک ایسا شخص جو آپ کو ذرا بھی اہمیت نہ دیتا ہو جس کے نزدیک آپ کی حیثیت صرف شطرنج کے مہرے کی سی ہو اس کے احکامات کو یوں فرمانبرداری سے بجا لانے کی بھلا کیا تک بنتی تھی؟

واقعی میں شوپیس ہی تو بنی جا رہی ہوں۔

صرف ایک مجبوری جسے نا چاہتے ہوئے بھی نبھانا پڑ رہا ہے۔ پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے اس نے اپنے جگمگاتے روپ کو بددلی سے دیکھا تھا۔ ہلکے سے میک اپ نے بھی اس کی دلکشی میں چار چاند لگا دیئے تھے۔

کیا فائدہ اس حسن و خوب صورتی کا؟

جب شوہر ہی آپ کا نہ ہو، یہ دلکشی بے کار، یہ جگمگاہٹ بکواس۔ سوچوں کے الاؤ میں سُلگتے ہوئے اس کا کئی بار جی چاہا کہ وہ پھر سے وہی کپڑے پہن کر بیٹھ جائے۔ آج لے جائیں ذرا اپنی ژالے آفریدی کو ہی ساتھ۔ وہ چیزیں سمیٹ رہی تھی جب نوفل آیا۔ اسے دیکھ کر پہلے تو بے اختیار ٹھٹک گیا پھر بے حد ناگواری سے بولا۔

"یہ کیا فضول لباس پہن رکھا ہے آپ نے؟" اس کا جملہ بہت اچانک تھا۔ اب بے شک صبا کو اس کی طرف سے کوئی ستائشی نظر یا توصیفی جملہ آنے کی توقع نہیں تھی مگر وہ اس انداز کے لیے بھی تیار نہیں تھی۔

اپنا سُلگنا چھپا کر بہت اطمینان سے بولی۔

"میرے خیال میں تو اس لباس میں کوئی بھی فضول بات نہیں۔ سب سے زیادہ ڈھکا چھپا لباس یہی ہے۔"

"اور میرے خیال میں یہ لباس سب سے زیادہ سراپے کو نمایاں کرتا ہے۔" وہ اٹل انداز میں بولا جیسے اب چاہ رہا ہو کہ وہ لباس تبدیل کر لے۔

اور واقعی..... اس نے ساڑھی میں سراپے کے نمایاں ہونے والی بات بالکل درست کہی تھی۔ صبا کی خوب صورت ہائیٹ، متناسب سراپا اور کمر پر جھولتی لمبی چٹیا ہر شے کی خوب صورتی الگ سے دکھائی دے رہی تھی جیسے یہ لباس بنا ہی اسی کے لیے ہو۔ حالانکہ خود اسے بھی یوں نمایاں کر دینے والا یہ لباس پسند نہیں آیا تھا مگر نوفل کی ناپسندیدگی نے جیسے ایک ضدی بیدار کر ڈالی تھی۔

"ایک دُنیا پہنتی ہے یہی لباس، مجھے تو بہت پسند ہے۔" صبا نے لاپروائی سے یوں کہا جیسے یہ لباس پہننے کی خاطر شادی کی ہو۔

نوفل نے ایک تیز سی نظر اس پر ڈالی تھی۔

"مگر مجھے پسند نہیں ہے۔"

"تو کیا ہوا اس سے پہلے بھی تو بہت سے ناپسندیدہ کام مجبوراً کر رہے ہیں ایک یہ بھی برداشت کر لیں۔" وہ بہت پرسکون مگر سُلگانے والے انداز میں کہتی کمرے سے نکل گئی تو وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

گرے کلر کے ڈنر سوٹ میں ملبوس وہ خوشبوؤں میں بسا باہر آیا تو وہ لان میں صالحہ بیگم سے محوِ گفتگو تھی۔ اس کی طرف متوجہ تک نہیں ہوئی۔ اس کی خودسری نوفل کو پہلی بار محسوس ہو رہی تھی۔

"ماشاء اللہ آج تو تم دونوں کی نظر اُتارنی چاہیے۔" صالحہ بیگم نے بے اختیار کہا۔ دونوں ہی اتنے اچھے لگ رہے تھے کہ انہیں اپنی ہی نظر لگ جانے کا احتمال ہونے لگا تھا۔

اور نوفل نے نوفل کی سنجیدگی اور صبا کی خاموشی کو بہت لطف اندوز ہو کر دیکھا تھا۔ ان کے تاثرات سے لگ رہا تھا یا تو ان دونوں کی جھڑپ ہو چکی تھی یا پھر ہونے والی تھی۔ اس لباس کے متعلق نوفل کی ناپسندیدگی سے وہ بہت اچھی طرح واقف تھی اور اگر اس کے بعد بھی صبا نے یہ لباس تبدیل نہیں کیا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ انا اور ضد کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔

"آئندہ یہ بے کار اور بے ہودہ لباس مت پہنیے گا، آئی ڈونٹ لائک دِس۔" گھر سے گاڑی نکالتے ہی وہ بہت سرد مہری سے گویا ہوا تھا۔

صبا کا ذہن جھنجھنا اُٹھا۔ تو گویا وہ ابھی تک وہیں اٹکا ہوا تھا۔

"اگر آپ مجھے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تو صاف کہہ دیں مگر آپ کو میری انسلٹ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے بولا۔

"یہ تو بہت کلیئر بات ہے، مجھے صرف ماما کی خوشی کا خیال ہے اور ان کا دھیان سنگاپور کے ٹرپ سے ہٹانے کے لیے ان پارٹیز میں مصروفیت ضروری ہے۔"

صبا کا دل جل کر خاک ہو گیا۔ کیسے لمحوں میں مٹی کر دیتا تھا یہ شخص۔

"مجھے بھی صرف انہی کا خیال ہے ورنہ اپنی عزتِ نفس سے بڑھ کر مجھے کچھ عزیز نہیں۔" اس نے اپنے لہجے میں لرزش نہیں آنے دی تھی۔

"حالات چاہے کیسے ہی ہوں، اب آپ میری وائف ہیں اس لیے آپ کو میری پسند کے مطابق ہی زندگی گزارنی ہے۔" وہ اسی سرد انداز میں بولا تو اس کی انا انگڑائی لے کر بیدار ہونے لگی۔

"جہاں رشتے سودے کے انداز میں طے ہوئے ہوں وہاں پسند ناپسند نہیں دیکھی جاتی۔" اس نے بھی اپنے لہجے کی تلخی کو نہیں چھپایا تھا۔

نوفل کو اس کے لب و لہجے پر خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔

قصوروار ہوتے ہوئے بھی وہ "سب اچھا" کی متمنی تھی۔

"مجھے شوہر کے ساتھ خواہ مخواہ بحث کرنے والی عورتیں بالکل پسند نہیں۔" وہ سرد مہری سے بولا تھا۔

"آپ کو تو میں ہی پسند نہیں....." وہ بے اختیار کہتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ کر توقف کے بعد بولی۔ "مجھ سے بات کرتے ہوئے آپ دھیان میں رکھا کریں کہ ہماری لو میرج نہیں ہے اور آپ نے ایک بہت عظیم "مقصد" کی خاطر مجھ سے شادی کی ہے۔"

پتہ نہیں کیا ہوا تھا۔ وہ یک لخت اس کی بات کے جواب میں ہنس دیا جیسے اس کی بات نے بہت لطف دیا ہو پھر جھلسانے والے انداز میں بولا۔

"یہ تو میں کسی بھی وقت نہیں بھولتا۔ آپ بے فکر رہیے، اگر آپ کو ٹوکتا ہوں تو صرف اس لیے کہ اب میرا نام آپ کے نام کے ساتھ منسلک ہو چکا ہے۔ آپ کی ہر "کمی بیشی" میرے ہی نام سے یاد کی جائے گی۔"

"اس میں بھی اگر میرا قصور ہے تو بتا دیں۔ میں نے تو آپ کے لیے پروپوزل نہیں بھیجا تھا۔"

صبا کو رونا آنے لگا۔ بہت کنٹرول کرتے ہوئے بھی آواز بھرا گئی تھی۔

نوفل کی رگوں میں طمانیت دوڑنے لگی۔

کوئی ساتھ جل رہا ہو، سلگ رہا ہو تو دوسراہٹ کا احساس بہت تقویت دیتا ہے۔ وہ بھی اسی اطمینان کے حصار میں تھا۔

روشنیوں سے جگمگاتے اور رنگ و بو سے مہکتے لان میں داخل ہوتے وقت وہ فروس سی ہونے لگی۔ زندگی میں پہلی بار کسی مرد کے ساتھ پارٹی اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس کا ٹھٹکنا اور اٹک کر چلنا نوفل نے بھی محسوس کر لیا تھا۔

"بی کانفیڈنٹ میرے فرینڈز اور سرکل کے لوگوں کی پارٹی ہے یہ۔"

سب کی نظریں اب ان پر تھیں شاید اسی لیے وہ مسکرا کر اسے حوصلہ دے رہا تھا۔

"ہیلو گڈ بوائے۔" پچاس، پچپن برس کا سوبر سا شخص نوفل سے بہت پرجوش انداز میں مل رہا تھا۔ دونوں کے مابین رسمی کلمات کا تبادلہ ہوا اس کے بعد صبا کے تعارف کی باری آئی تھی۔

"یہ ژالے کے ڈیڈی ہیں۔" وہ خوش اخلاقی سے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے توصیفی انداز میں صبا کو دیکھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"یو آر ویری لکی گڈ بوائے۔"

"ابھی تک یہ طے نہیں ہو پایا کہ ہم دونوں میں سے کون لکی ہے انکل۔" وہ کہہ رہا تھا اسی وقت ژالے دور ہی سے شور مچاتی ان کے ناموں کے نعرے لگاتی چلی آئی۔

"سچ مچ تم وی آئی پی ہو نوفل احمد۔ کب سے ہم لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے طنز میں شکوہ سمویا تھا پھر صبا کو گلے لگا کر پیار سے بھینچتے ہوئے بہت شرارت سے بولی تھی۔

"مگر صبا کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہیں دیر کیوں ہو گئی۔"

اس کے اس قدر کھلے انداز پر صبا کو اپنی پیشانی تپتی محسوس ہوئی تھی۔ اوپر سے نوفل کا برجستہ قہقہہ اس کے کانوں کی لویں تک سرخ کر گیا تھا۔

"تو ان میں "ایسی" باتیں بھی ہوتی ہیں۔" اس نے سوچا۔

"سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں، جن کے آنر میں پارٹی دی گئی ہے وہی موجود نہیں تھے باقی تو کب کے آ چکے۔" صبا کا ہاتھ تھامے آگے بڑھنے لگی۔

"ان کا ذرا دھیان رکھنا، نہ صرف اس طرح کی پارٹی اٹینڈ کرنے کا بلکہ ساڑھی پہننے کا بھی پہلا تجربہ ہے ان کا۔"

نوفل کی تنبیہ میں صبا کو سراسر اپنی تضحیک کا پہلو نظر آیا تھا جب کہ ژالے نے اپنے مخصوص بشاشت بھرے انداز میں ہنسی کا پیالہ چھلکایا تھا۔

"باؤ سویٹ....." ژالے اسے ساتھ لیے سب سے متعارف کراتی پھر رہی تھی۔ صبا کو اندازہ ہو رہا تھا کہ ان سب میں نوفل کی شخصیت بہت پسندیدہ تھی۔

اپنی گھبراہٹ اور جھجک کو خاموشی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے پیچھے چھپائے وہ بہت پُراعتماد دکھائی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ اتنے سارے مردوں کو پارٹی میں شریک دیکھ کر اسے اپنی ساڑھی پہننے کے فیصلے پر شدید ندامت ہو رہی تھی۔ حالانکہ وہاں کئی اور خواتین بھی اسی لباس میں ملبوس تھیں مگر ان کے بلاؤز چوڑائی، گلے کی گہرائی اور آستینیں اندازہ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا اس ندامت یا جھجک سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ جو صبا کو گھیرے ہوئے تھی۔ ژالے سے معذرت کرتی وہ ایک سائیڈ پر آ بیٹھی تھی۔ ویٹر اس کے سامنے مشروب کا گلاس رکھ گیا تھا۔

وہ خاموشی سے رنگ و نور کے اس سیلاب کو دیکھ رہی تھی۔

بے فکر مرد، ہنسی کے جام چھلکاتی لڑکیاں، بے باک قہقہے۔

اسے یکلخت عجیب سا لگنے لگا۔ احساسِ تنہائی شدت سے اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ قسمت اسے جانے کس موڑ پر لے آئی تھی۔ اس نے دیکھا کچھ لوگ ٹیبلز سنبھالے بیٹھے تھے جب کہ کچھ گروپس کی شکل میں کھڑے باتوں اور ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔

اس کی نگاہ بھٹکتی ہوئی ژالے پر جا ٹھہری۔ نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ سامنے کھڑے ایک لڑکے کو جانے کیا بتا رہی تھی اور اس لڑکے کے ساتھ ساتھ خود نوفل بھی ہنس رہا تھا۔ کتنا اچھا لگ رہا تھا وہ یوں ہنستا ہوا۔ جیسے سردی کی دھوپ، گرماہٹ اور نرماہٹ کا احساس لیے۔ صبا کے دل میں شدید تکلیف کا احساس جاگزیں ہونے لگا۔ کس قدر استحقاق سے ژالے نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

"اور واقعی اس کے ساتھ کھڑے کس قدر مکمل لگتے ہو نوفل احمد۔" اس کا دل بھر آیا تھا۔ اگر محفل کا خیال نہ ہوتا تو وہ یقیناً خوب رو کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی۔

مشروب کا گلاس ہاتھ میں تھامے وہ اُلٹی سیدھی سوچوں کے حصار میں تھی۔ اسے پتہ بھی نہیں چلا کب نوفل اس کے پاس چلا آیا۔

"خیریت؟"

اس کے پوچھنے پر وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

"یہ پارٹی ہمارے آنر میں دی گئی ہے اور آپ تمام اپنی کیٹس بھلائے یہاں بیٹھی ہیں۔" وہ اس کو لاتعلق رویے کا احساس دلانے کے لیے فہمائشی انداز میں کہہ رہا تھا۔ اور وہ تو یوں بھی بھری بیٹھی تھی اندر کا لاوا پھٹ پڑنے کو بے چین تھا۔ نوفل کا کہنا سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

"اتنی ماڈرن تو میں کبھی بھی نہیں ہو سکتی کہ آپ کا ہاتھ ہاتھوں میں لیے سب کے درمیان گھومتی پھروں۔" خود پر ضبط کرتے ہوئے بھی اندر کی کھولن تلخ جملے کی صورت ہونٹوں سے پھسل گئی تھی۔

"واٹ؟" وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگا۔

"بچے نہیں ہیں آپ کہ میں آپ کو ڈکٹیشن دیتی پھروں۔ اچھی لگ رہی ہے ژالے آفریدی آپ کے ساتھ، مجھے آپ یہیں بیٹھا رہنے دیں۔" اب کی بار اس نے سیدھے سبھاؤ انکار کیا تھا۔

"مائی گاڈ۔" نوفل بے اختیار کرسی پر بیٹھ گیا تھا جو کچھ وہ کہنا چاہ رہی تھی وہ اچھی طرح نوفل کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس نے قدرے دھیان سے صبا کے تاثرات سے جھلکتی ناگواری کو جانچا تو غصے پر طمانیت آمیز لطف غالب آنے لگا۔ یکلخت ہی اس کا موڈ بدل گیا۔

"چاہنے کو تو دل بہت کچھ چاہتا ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ اپنا امیج بھی برقرار رکھنا ہے۔"

"اف اس قدر خود پسندی۔" صبا دکھ کے حصار میں گھری اسے دیکھنے لگی تو نم سی جھیلوں کو سحر طراز آنکھوں کا طلسم جکڑنے لگا۔ وہ بے بس سی پلکیں جھکا کر رہ گئی تھی۔

"چلیں آئیں میرے ساتھ۔ اگر میں رسم دنیا نبھا سکتا ہوں تو آپ بھی۔" وہ تحکمانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ صبا کے کانوں میں شائیں شائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک جملے ہی میں وہ اپنے اور اس کے درمیان موجود رشتے کی وضاحت کر گیا تھا۔ باقی تمام وقت وہ ہونٹوں پر زبردستی کی مسکراہٹ لیے مشینی انداز میں اس کے ساتھ ادھر اُدھر گھومتی

پھرتی سب سے ملتی رہی تھی۔ مگر اندر بہت کچھ ٹوٹ گیا تھا۔ بہت سی اُمیدیں خواب اور شاید دل بھی۔

"میڈم! اگر میرے حلقۂ احباب میں اتنا مکمل کپل ہوتا اور میں کسی ایڈورٹائزنگ کمپنی کا ایم ڈی ہوتا تو پہلی فرصت میں اس کپل کو اپنے ایڈ میں بک کرتا۔" یہ بولڈ سا کمنٹ اسد رانا کا تھا۔ ژالے آفریدی کی ایجنسی سے منسلک وہ بہت قابل فوٹو گرافر تھا نوجوان اور پُر جوش۔

"تمہارا کیا خیال ہے میں اتنی ہی بدذوق ہوں۔ میں تو نوفل کی منتیں کر کر کے تھک گئی ہوں مگر اسے اپنی پرسنالٹی پر زیادہ ہی احساس ہے۔" ژالے نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ راز کھولا تھا۔

وہ سب اس وقت ڈنر سے فراغت کے بعد مہمانوں سے رخصت پا کر ژالے آفریدی کے خوب صورت ڈرائنگ روم میں دوستانہ سی محفل جمائے بیٹھے تھے حالانکہ وہ سب ژالے کے حلقۂ احباب میں شامل تھے مگر نوفل کے ساتھ ان کی بے تکلفانہ گفتگو سے صبا کو اندازہ ہو رہا تھا کہ نوفل کے ژالے آفریدی کے ساتھ کافی "گہرے" تعلقات تھے۔

"نہیں بھئی اب انکار نہیں کروں گا۔ بلکہ میں تو تمہاری طرف سے کسی بہت اچھی آفر کے انتظار میں ہوں۔" نوفل کا مسکراتا ہوا جواب اس قدر غیر متوقع تھا کہ ژالے خوشی آمیز تحیر کا شکار ہونے لگی۔

"آر یو جوکنگ نوفل؟"

"ناٹ ایٹ آل۔ سوچ رہا ہوں جہاں اتنے سارے تجربات کر لیے وہیں ایک یہ بھی سہی۔" وہ اب بھی پُرسکون تھا جب کہ اس کے ساتھ بیٹھی صبا کے پہلو میں تلاطم سا مچ گیا۔ تو اب قربت کے نئے بہانے تلاشے جائیں گے۔

"نہیں بھئی یہ تجربہ اب اتنی آسانی سے نہیں تراشے ہوگا۔ آفٹر آل اب تم ایک ہسبینڈ بن چکے ہو۔" ژالے نے شرارت سے کہا تھا۔

"آپ جو بھی کہیں میڈم میں تو پورے کپل کو اگلے ایڈ کی آفر کروں گا۔" اسد رانا نے اپنے مخصوص لاابالی انداز میں کہا تو ژالے نے مسکراتے ہوئے صبا سے پوچھا۔

"کیا خیال ہے پھر صبا۔ کیا تم اس آفر میں انٹرسٹڈ ہو؟"

وہ جو ابھی نوفل ہی کے جواب سے سنبھلی نہیں تھی اب کی بار واضح طور پر گڑبڑا گئی۔

"ام آن ژالے۔ شی از ناٹ۔"

نوفل نے بہت اعتماد کے ساتھ اس کی طرف سے جواب دیا تھا۔

"پتہ ہے مجھے یہ اپنی وائف کے لیے بہت پوزیسیو ہے۔" ژالے نے ان سب کے علم میں اضافہ کیا تھا۔ اور وہ اپنی بیوی کے لیے جتنا پوزیسیو تھا یہ صبا کو واپسی پر اندازہ ہو گیا تھا۔

"عورت کا کام گھر داری کرنا ہوتا ہے نہ کہ ایکسٹرا ایکٹی وٹیز میں حصہ لینا۔" پتہ نہیں وہ اپنا نقطہ نظر بیان کر رہا تھا یا صبا کو کچھ سمجھا رہا تھا مگر وہ اچھی خاصی تپ اٹھی تھی۔ بظاہر بہت رسان سے پوچھا۔

"تو پھر آپ ژالے آفریدی کو کس کیٹگری میں شامل کرتے ہیں؟"

"اوہ..... شی از اے پرفیکٹ لیڈی۔" اس کے لہجے کی شگفتگی اور ستائش صبا نے بہت اچھی طرح محسوس کی تھی۔ بہت ٹھنڈی طبیعت کی مالک تھی اس میں جلن کا مادہ نہیں تھا مگر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا یہ شان دار سا شخص اپنے رویوں سے اسے جلا بھی رہا تھا اور سلگا بھی رہا تھا۔ یہ شخص جس کے ساتھ اتنا اٹوٹ رشتہ ہونے کے باوجود کوئی رشتہ نہیں تھا تھک کر سیٹ سے پشت ٹکاتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔

✿✿✿

تھوڑی دقت ہی سے سہی مگر ادینہ نے اس ریسٹورنٹ کا پتہ چلا لیا تھا جہاں عماد روزانہ لنچ کرتا تھا۔ سامنے ہی کی ٹیبل پر تو وہ بیٹھی تھی۔ عماد کو کیوں دکھائی نہ دیتی۔ وہ حیران سا اس کی طرف آیا جو اس کی آمد سے انجان بننے کی ایکٹنگ میں مصروف تھی۔

"تم یہاں کیسے؟" ہائے ہیلو کے بعد وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔ عماد بے تکلفی سے کرسی گھسیٹتا اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"یہی بات تو میں تم سے پوچھنے لگا ہوں کہ تم یہاں کیسے اور ساتھ کون ہے؟" مسکراتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"میرے ساتھ کون ہوگا کوئی بھی تو نہیں ہے۔" وہ اداس سی ہو گئی تو عماد بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے ادینہ..... آر یو اوکے؟"

"ہوں ٹھیک ہوں میں۔" وہ مبہم سا مسکرائی مگر اس کے تاثرات اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"اتنی اداس کیوں ہو رہی ہو بہت بجھی بجھی سی لگ رہی ہو۔" گذرے دنوں میں ان کی بے تکلفی کافی بڑھ گئی تھی سو عماد کا انداز بھی دوستانہ ہی تھا۔

"اچھا اتنا جان گئے ہو مجھے۔" وہ ہنس دی تھی۔

"اتنا تو جان ہی گیا ہوں کہ تمہاری خوشی اور غم کا اندازہ کر سکوں۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"دعوے سے کہہ رہے ہو یا یونہی خوش فہمی پال رکھی ہے۔" ادینہ نے لطیف سا طنز کیا تھا۔ وہ ہلکا سا قہقہہ لگا بیٹھا۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم اس وقت یہاں کس حسینہ سے ملنے آئے ہو؟" ادینہ نے اس سے پوچھا تھا۔

"خدا کو مانو یار یہ میرا لنچ آور ہے اور میں ہمیشہ اسی ریسٹورنٹ میں لنچ کرتا ہوں۔" وہ صفائی پیش کرنے والے انداز میں بولا تو وہ ہنس دی۔

"اب تم بتاؤ تم اکیلی یہاں کیسے؟" وہ متجسسانہ انداز میں پوچھ رہا تھا وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔

"میں یہاں کسی کی بے وفائی بھگت رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا تھا۔

"مطلب یہ کہ کوئی وعدہ کر کے آیا ہی نہیں ہے۔" وہ قدرے رنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ عماد ہچکچا سا گیا۔

"کس کی بات کر رہی ہو تم؟"

"اوہ تم پتہ نہیں کیا سمجھ رہے ہو۔" وہ پھیکے سے انداز میں ہنس دی تھی۔

"میں اپنی ایک دوست کی بات کر رہی ہوں آج میرا برتھ ڈے ہے جو مجھے اس کے ساتھ سیلیبریٹ کرنا تھا مگر اس کا فون آ گیا کہ وہ آ نہیں سکتی سو اب میں بھی واپس جا رہی تھی۔"

"اوہ۔" عماد کو تاسف ہوا تھا۔ "کافی بے وفا دوست رکھے ہوئے ہیں تم نے بہرحال مینی مینی ہیپی ریٹرنس آف دی ڈے۔"

"تھینکس۔" وہ ڈھنگ سے مسکرا بھی نہیں پائی تھی۔

"کم آن ادینہ۔ ناؤ چیئر اپ میں بھی تو تمہارا دوست ہوں کیا مجھے تمہارا برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کا حق نہیں ہے؟" وہ بہت خوش دلی سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن....."

"اوہ کم آن ڈونٹ بی سو فارمل۔" وہ بے پروائی سے کہتا ویٹر کو بلانے لگا۔ اسے کیک کا آرڈر دیا اور اپنی اور ادینہ کی

پسند کی چند دوسری کھانے کی اشیا نوٹ کرائیں۔ ویٹر کے جاتے ہی ادینہ اس پر خفا ہونے لگی۔

"عماد پلیز! میں کوئی بچی تو نہیں ہوں اس سارے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔"

"تمہیں صرف اس سیلبریشن پر اعتراض ہے یا میرے ساتھ سیلبریشن پر؟" وہ بہت سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

ادینہ کے اندر بڑھتا اطمینان ہلکی سی مسکراہٹ کی صورت اس کے لبوں پر بکھر گیا۔

"کسی پر بھی نہیں۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" وہ شگفتگی سے ہنس دیا تھا۔

"ایک بات پوچھوں عماد! اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو.....؟" اس نے جیسے بہت جھجک کر پوچھا تھا۔ جواباً وہ سکون سے بولا۔

"کیا مجھے پھر سے یاد دلانا پڑے گا کہ ہم بہت اچھے دوست ہیں؟"

"ایکچوئلی سچ بات تو یہ ہے کہ اب میرا محبتوں پر سے یقین ہی اٹھ گیا ہے۔ محبت کی آڑ میں چھپے اس قدر کریہہ جذبے کا سامنا کر چکی ہوں کہ اب یہ سب..... کہیں تم مجھ پر ترس کھا کر یا ہمدردی کی وجہ سے تو....." اس کی اداکارانہ صلاحیت عروج پر تھی۔ اگر عماد کو اس کے خیالات کی بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ اسی وقت اس پر دو حرف لعنت کے بھیج کر جا چکا ہوتا مگر اس کے برعکس وہ ادینہ کی "دکھی حالت" سے بہت متاثر ہوا تھا۔ متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پرسکون انداز میں بولا۔

"کس بات کا ترس، کیسی ہمدردی؟ نہ تو تم اپاہج ہو اور نہ ہی ترس کھانے کے قابل۔"

"صرف جسمانی معذوری ہی تو قابلِ رحم نہیں ہوتی عماد۔" وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی اور عماد کو اس کی بات سمجھنے میں دقت پیش نہیں آئی تھی۔ قدرے توقف کے بعد اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میرے لیے صرف یہ اہم ہے کہ تم آج کیا ہو، جس طرح تمہیں میرے ماضی سے دلچسپی نہیں اسی طرح مجھے بھی تمہارے ماضی سے کوئی غرض نہیں۔ تم میرے لیے اتنی ہی ریسپکٹ ایبل ہو جتنا کہ کوئی دوست ہو سکتا ہے۔"

"مگر لوگ تو....." وہ کچھ کہنے لگی تھی مگر عماد اس کی بات کاٹ کر سنجیدگی سے بولا۔

"لوگوں کی تو ایسی کی تیسی۔ جتنا ٹائم لوگ دوسروں کی زندگیوں میں تانک جھانک کرنے میں گزارتے ہیں اگر اتنا اپنے گرد و پیش پر لگائیں تو اپنے کافی پرابلمز حل کر لیں۔"

"میں نہیں چاہتی عماد کہ میری وجہ سے کوئی ہماری دوستی پر اعتراض کرے۔" اس نے دزدیدہ نظروں سے عماد کے چہرے پر چھائی سنجیدگی کو جانچا تھا۔

"پروا نہ کرو۔" اس کی سنجیدگی میں اب خفگی کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔ "اور ایک بات تم بھی نوٹ کر لو کہ تم صرف اور صرف خود ترسی کا شکار ہو۔ بتاؤ مجھے کس بات کی کمی ہے تم میں؟"

"ہنہ، کبھی مجھ سا کانفیڈنٹ بھی کوئی نہیں ہوتا تھا مگر ڈیورس والے حادثے کے بعد سے تو جیسے میں بالکل خالی ہو کر رہ گئی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں چمکنے والی نمی عماد کے لیے بہت متاثر کن تھی۔

اس کا واسطہ آج تک لڑکیوں کی جس قوم سے پڑا تھا وہ سب شوخ و چنچل لاپروا اور آزاد طبع کی مالک تھیں۔ ایسے میں ادینہ کا حزن اور سوز دل پر شدت سے اثر انداز ہوا تھا۔

"سو واٹ ادینہ..... سو واٹ؟" وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ ٹکاتے ہوئے اپنے لفظوں پر زور دے کر بولا تھا۔

"اس حادثے سے تمہاری زندگی ختم نہیں ہوئی بلکہ زندگی کا ایک دور ختم ہوا اور اگلا دور شروع ہوا ہے۔ زندگی تو

مسلسل حرکت کا نام ہے، تجربات و مشاہدات کا نام ہے، تھک کر ہار جانا، بیٹھ جانا تو موت کی علامت ہے۔"

"اور اگر دل ہی مُردہ ہو جائے تو.....؟" وہ بڑی کامیاب اداکاری کر رہی تھی۔

"تمہارے دل کو تو میں دیکھ لوں گا۔ فی الحال تو کیک آ رہا ہے اسے حلال کرنے کی تیاری کرو۔" عماد نے ویٹر کو کیک سمیت آتے دیکھ کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"آج سے تم اپنی پچھلی زندگی بھول کر ایک بالکل نئی زندگی کا آغاز کرو اور وعدہ کرو کہ گزری زندگی کے ناخوشگوار لمحات کو تم خواب سمجھ کر بھول جاؤ گی۔" وہ کیک پر لگی کینڈل جلاتے ہوئے بہت مخلصی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

سیاہ پینٹ، وائٹ شرٹ پر سُرخ پرنٹڈ ٹائی باندھے، شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ کیے وہ اپنے مضبوط سراپے اور کھڑے نقوش کی وجہ سے کسی طور پر نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں لگ رہا تھا۔ مگر جب آنکھوں پر فریب کی پٹی بندھی ہو تو سامنے لگے آئینے میں اپنی شکل دکھائی نہیں دیتی، کجا حقیقت۔

"او کے سر....." ادینہ نے بھی خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھری ہاتھ میں تھام لی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی۔

"زندگی میں پہلی بار مجھے اتنا اچھا اور مخلص دوست ملا ہے عماد۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں ہی اس دوستی کے تقاضوں کو بہت اچھی طرح نبھائیں گے۔"

"یقیناً۔" وہ فوراً بولا تھا۔ ادینہ نے طمانیت محسوس کرتے ہوئے چھری کے ساتھ کیک کاٹ ڈالا۔ پھر ایک اچھا سا لنچ کیا گیا تھا۔

"تمہارا گفٹ مجھ پر ڈیو ہے۔" وہ وعدہ کر رہا تھا۔

"عماد! اتنا ہی بہت ہے۔" اس نے کہنا چاہا مگر وہ بل کے پیسے پلیٹ میں رکھتا اسے ٹوک گیا۔

"دوستی کے اصولوں سے تم سے زیادہ اچھی طرح واقف ہوں اس لیے تم خاموش رہو۔"

"یہ اچھی رہی۔" وہ ہنس دی تھی۔

"چلو میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔" اس نے آفر کی تو ادینہ نے بلا تامل اس کی آفر قبول کر لی۔

❁❁❁

وہ پلاسٹر آف پیرس کے اسی خالی ہاتھوں والے مجسمے کے سامنے کھڑی تھی اس کے ملائم نقوش پر انگلیاں پھیرتی وہ جیسے کہیں دور نکل گئی تھی۔ کتنی مشابہت ہے ہم دونوں میں بظاہر کوئی کمی نہ ہوتے ہوئے بھی کتنی "بڑی" کمی ہے یہ شاید دیکھنے والی نظر تو محسوس بھی نہ کر پائے۔

"میں تو تمہارا نقصان کر کے کتنی ہی دیر شاکڈ رہی تھی ایک بے جان مجسمے کے لیے آنسو بہاتی رہی تھی اور یہاں ایک جیتے جاگتے دل کو توڑ کر نوفل احمد کس قدر پرسکون ہے۔" اس نے بنا آواز جیسے اپنا دکھ ہلکا کرنا چاہا تھا۔

"آپ جان بوجھ کر بھی توڑ دیتیں۔ آپ کو حق تھا۔ برتر کے مقابلے میں کم تر ہمیشہ ہی شکست کھاتا آیا ہے۔" نوفل کا لہجہ کہیں آس پاس ہی مہکا تھا۔

"ہنہ، کون سی برتری، کیسی برتری، نوفل احمد۔ روز بروز میں تو مٹتی ہوتی جا رہی ہوں اور تم اس کھیل سے محظوظ ہو رہے ہو۔ کاش تمہارا وہ روپ سچ ہوتا۔" اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔

دروازے پر کھٹکے کی آواز سن کر وہ چونکی ضرور مگر پلٹی نہیں تھی۔

"اب کی بار ذرا احتیاط کیجیے گا۔ آپ کو تو یوں بھی بہت کچھ توڑنے کی عادت ہے۔" نوفل کی آواز نے اسے ساکت

کر دیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ پلٹی تو وہ بستر پر بیٹھا شوز اتار رہا تھا۔

"اسی نقصان کا تاوان بھر رہی ہوں آج۔" بلا کا صبر رکھنے والی صبا کو لگ رہا تھا جیسے ضبط کا یارا نہ رہا ہو۔

عورت چاہے دُنیا کا ہر ظلم برداشت کر لے مگر شوہر کی بے اعتنائی اور بے پروائی کی مار نہیں سہ سکتی۔ اس سے بڑی تذلیل اور کچھ نہیں لگتی کہ شوہر اسے ایک نظر کے قابل بھی نہ سمجھتا ہو۔

"یعنی آپ کا خیال ہے کہ اس گلاب کے بدلے میں آپ کو یہاں لایا ہوں؟" اس نے بھنوؤں کو استفہامیہ انداز میں اُچکاتے ہوئے پوچھا پھر ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا۔

"نو وے۔ اس کے بدلے میں تو میں اتنی ہی خوب صورت چیز لا کر یہاں رکھوں گا جو اس کمرے کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کر دے۔"

"اس دُنیا میں خوب صورتی' خوب صورت چہروں کے باعث نہیں ہے۔ خوب صورت رویوں کے باعث ہے' اور کبھی موقع ملے تو اپنی بدصورتی پر بھی غور کیجیے گا۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"ہاہ....." اس کے انداز سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ ہلکا سا قہقہہ لگا بیٹھا تھا۔ فارمل سے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس ٹائی کی ناٹ کھولے وہ تھکا ہوا ہونے کے باوجود بہت موڈ میں تھا یا پھر شاید اس کا دل جلاتے ہوئے وہ یونہی طمانیت محسوس کرتا تھا۔

"مجھے اپنی قدر و قیمت کا بہت اچھی طرح اندازہ ہے اور قدر و قیمت صرف باحیثیت چیزوں کی ہوتی ہے۔"

"یہ آپ کا دوغلا پن ہے اور جس دن آپ کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے آئے گا اس دن آپ کو اپنی اصلی قدر و قیمت کا بھی پتہ چل جائے گا۔" وہ اندرونی ٹوٹ پھوٹ کی زد میں تھی۔ مشتعل سی بولی تو وہ گردن میں سے ٹائی نکالتا ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ اسے دوغلا پن کہہ رہی ہیں جب کہ لوگ مجھے ایک بہت اچھا بزنس مین کہتے ہیں۔" اس کے سامنے کھڑا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ صبا کو لگا وہ زمین میں دھنستی چلی جا رہی ہو۔ آنکھوں میں پھیلتی نمی نے اس کے وجیہہ مردانہ نقوش کو گڈمڈ کر دیا تھا۔

"آپ میرے ساتھ یہ گیم نہیں کھیل سکتے۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔" آنسوؤں کا گولہ اس کے حلق میں پھنسنے لگا تھا۔

"اس کے لیے نہ تو پہلے مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت تھی اور نہ ہی اب ہے۔" وہ پلٹا اور دراز میں سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس نے سگریٹ لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے شعلہ دکھانے لگا۔

"میں بھی سب کو آپ کی اصلیت بتا دوں گی اس کے لیے مجھے بھی آپ کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سرتاپا جل رہی تھی۔

"ایسا گیم کھیلنا بہت دل گردے کا کام ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکتی ہیں تو بصد شوق۔" وہ سگریٹ کا کش لگانے کے بعد اسے انگلیوں میں دباتا ہونٹوں اور نتھنوں سے دُھواں خارج کرتا بے پروائی سے کہہ رہا تھا۔

"اب آپ کو اپنی بہن کی بربادی کا کوئی غم نہیں ہے؟" صبا کا بس نہیں چل رہا تھا قیامت ہی لے آئے۔

"آپ کے حوصلے سے بھی میں بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" وہ زیرلب مسکرا رہا تھا۔

اور واقعی اپنے حوصلے سے تو صبا بھی واقف تھی۔ وہ تو مر کر بھی انس اور نگین کی ہنستی بستی زندگی تباہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہ حوصلہ تو صرف نوفل احمد میں ہی تھا۔ کتنے آرام سے اس نے اندھی بازی لگا دی تھی۔ صبا میر کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو

اب تک دونوں گھر بربادی کی زد میں ہوتے۔

اتنا جان لیا مجھے مگر میری قدر نہیں پہچانی۔ اس کے دل میں طوفان سا اُٹھنے لگا تھا۔

"آپ نے ثالے سے شادی کیوں نہیں کرلی؟" اس کے چبھتے لہجے پر نوفل نے بہت چونک کر اسے دیکھا تھا پھر بہت آرام سے بولا۔

"جن کے ساتھ ساری عمر کا تعلق ہو ضروری تو نہیں کہ ان سے شادی ہی کی جائے۔ محبت تو ایک دوسرے کے دل میں رہنے کے احساس کا نام ہے۔"

"آپ تو محبت کا نام بھی مت لیا کریں آپ کا تو اس جذبے سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔" وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"آپ کو کیسے پتہ صبا بی بی؟" وہ اس کے انداز سے بہت حظ اٹھاتا اس کے بالمقابل آ کھڑا ہوا تھا پھر اس کی نگاہوں کو گرفت میں لے کر بولا۔

"آپ نے برتا ہی کہاں ہے میری محبت کو۔" اس کا لہجہ بہت ٹھہرا ہوا تھا۔ دلکش کولون اور سگریٹ کی خوشبو آن واحد میں صبا کو اپنی لپیٹ میں لے گئی تھی۔ اوپر سے اس کے لفظوں کا کھلا پن ایسا کوئی رشتہ ہی دونوں کے مابین کب استوار ہوا تھا کہ یہ جھجک دُور ہو پاتی۔

"آپ نے ایسا حق دیا ہی کب ہے؟" پتہ نہیں کیسے اس کی زبان پھسل گئی تھی۔ خود اس کا دل بھی دھک سے رہ گیا۔ خفت و خجالت نے یوں اپنے حصار میں لیا کہ زمین میں گڑ جانے کو جی چاہنے لگا۔

اس کے خجالت سے سُرخ ہوتے رخساروں اور ان پر سجدہ ریز سیاہ گھنی پلکوں نے لحظہ بھر کو نوفل کی نگاہوں کو جکڑ لیا تو مگر اگلے ہی پل وہ خود کو سنبھال گیا۔

"آپ کیا کریں گی اس محبت کو برت کے۔ بقول آپ کے گزشتہ محبتوں ہی نے آپ کو مالا مال کر رکھا ہے۔" بہت پرسکون لہجے میں اس کے کہے الفاظ دہرا رہا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کے ماضی کے افیئر زکا ذکر کر رہا ہو۔

بے بسی کی زیادتی نے اس کو رُلا دیا۔

"ہاں نہیں ہے کوئی شوق مجھے آپ کی محبت کو برتنے کا۔ اگر آپ نے کسی غرض سے اس شادی کا اہتمام کیا تھا تو میں نے بھی بہت خوشی سے رضامندی نہیں دی تھی۔"

نوفل کی یکلخت خاموشی نے اس کے دل میں ٹھنڈک اتار دی۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ رونے کی خواہش کو دل میں دبائے صوفے میں دھنس گئی۔

"چلیں اچھا ہوا آج یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ آپ مجھ سے شادی کرنے کو تیار نہیں تھیں۔ کل کو میں اکیلا ہی تو قصوروار نہیں ٹھہرایا جاؤں گا اس معاملے میں۔"

قدرے توقف کے بعد اس نے بہت معتدل سے لہجے میں کہا تھا۔

"مگر میں اپنی زندگی اس قید میں گزارنے کو تیار نہیں ہوں۔ جب ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہی نہیں ہے تو پھر ایک کمرے میں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

اس کی سنگدلی صبا کو چور چور کر رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سے ایسے الفاظ کہے جو اس کا سارا اطمینان اور سکون غارت کر دیں۔ جھک کر سگریٹ کو ساسر میں بجھاتے ہوئے وہ چہرہ گھما کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کے لبوں کی تراش میں محظوظ کن مسکراہٹ جگمگا اٹھی تھی۔

"ایچوئلی میں بہت فیئر کھیلنے کا عادی ہوں۔ میں نے جس نظریے سے آپ سے شادی کی تھی وہ آپ کو بتا دیا ہے

اس کے بعد بھی اگر آپ کے دل میں میرے لیے سوفٹ کارنر ہے تو میں آپ کے جذبات کا پاس رکھ سکتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا صبا کو لگا وہ بھک سے اُڑ گئی ہو۔

کیا سمجھ رہا تھا وہ اسے۔

فطری جذبات سے مجبور ہو کر اس کے آگے جھک کر چند لمحوں کی بھیک مانگنے والی۔

اس کی بات اسے گالی کے مترادف معلوم ہوئی تھی۔

"لی ہیو یو مسٹر نوفل احمد۔"

وہ کسی صورت بھی اپنی آواز کو کنٹرول نہیں کر پائی تھی۔ اشتعال کی تیز لہر اسے بے قابو کر گئی۔

"یہ رشتہ جتنا آپ کے لیے ناپسندیدہ ہے اس سے کہیں زیادہ میرے لیے ناقابل قبول ہے۔ اگر آپ اس بندھن کو کسی مجبوری کے تحت نبھا رہے ہیں تو میری زبان بھی بہت سی مجبوریوں نے بند کر رکھی ہے اور جہاں تک بات ہے جذبات کی تو وہ محبتوں کی پیداوار ہوتے ہیں۔ یہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور میں نفسانی خواہشات کی غلام نہیں ہوں کہ آپ کے ایک اشارے پر آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جاؤں۔"

اس کے غصے سے محظوظ ہوتے ہوئے نوفل نے اپنی سحر طراز آنکھوں کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے ہلکی سی پُراطمینان مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تو جب میں بھی اس سچویشن سے مطمئن ہوں اور آپ کو بھی کوئی فرق نہیں پڑ رہا تو گزرنے دیں زندگی کو اس کی نامرضی سے۔"

وہ اسے نظر انداز کرتا کپڑے بدلنے کی غرض سے ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔ صبا نے خود کو حد درجہ بے بسی کا شکار محسوس کرتے ہوئے سر ہاتھوں پر گرا لیا۔ بہت سے سوال اس کے سامنے آن کھڑے ہوئے تھے جن کے جوابات ڈھونڈنا ازحد ضروری تھا۔ نوفل کا رویہ ناقابل برداشت تھا اور صبا نہ تو طے شدہ زندگی گزارنے کی عادی تھی اور نہ ہی عادی ہونا چاہتی تھی مگر اس سارے کھیل کا پانسا پلٹنے کی لیے ایک بہت مضبوط حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت تھی۔

"تم اپنی سی کوشش کر دیکھو نوفل احمد، مگر میں بھی تمہیں اتنی آسانی سے جیتنے نہیں دوں گی۔ میں اتنی بھی کم زور نہیں کہ تم میری ہی زندگی کی بساط پر مجھے مہرہ بنا کر مجھے ہی مات دینے کی بابت سوچنے لگو۔"

اس نے خود کو حوصلہ دیتے ہوئے اتنے دنوں میں پہلی بار نوفل کے مقابل آ کر اس ساری صورت حال کا سامنا کرنے کی ٹھانی تھی۔

❁❁❁

تائی جان اور چچی جان کسی عزیز کی عیادت کو گئیں تو دوپہر کے کھانے کی ذمہ داری صبا پر آن پڑی۔ اوپر سے اتوار کی چھٹی تھی۔ وہ بوکھلا کر رہ گئی۔ چھٹی کے روز تو بطور خاص سب کی پسندیدہ ڈشز تیار کی جاتی تھیں اور یہاں صبا صاحبہ کا شمار "نکموں" میں ہوتا تھا۔

"ابھی چار دن ہی تو ہوئے ہیں مجھے کچن میں آتے ہوئے اب بھلا میں ان سب کی فرمائشی لسٹ کہاں سے تیار کروں۔"

وہ جھنجلا کر چیزیں ادھر سے اُدھر پٹخ رہی تھی۔ اسے تو دان کی بریانی کی فرمائش ہی نے بوکھلا ڈالا تھا۔ چلو میٹھے میں فروٹ ٹرائفل تو وہ بنا ہی لیتی کہ اس میں کام ہی کون سا تھا مگر یہ بریانی خاصی گڑبڑ والی ڈش تھی اور صبا بی بی کو چچی جان نے ابھی کوکنگ کی پہلی سیڑھی یعنی چاول "اُبالنے" کی حد تک ہی محدود رکھا ہوا تھا۔ سالن کی کوئی ڈش اسے بنانی نہیں

آئی تھی۔

"آپی ڈیئر! بے فکر ہو جائیں۔ ابو جی اپنے کسی دوست کی طرف چلے گئے ہیں اور شام سے پہلے کسی طور واپس آنے کے امکانات نہیں ہیں۔" حمرہ نے اس کی پریشانی کم کرنا چاہی تھی۔

"تایا جان بے چارے کس گنتی میں شمار ہوتے ہیں' وہ تو اتنے اچھے ہیں کہ صبح کا بچا ہوا پراٹھا کھانے کو بھی راضی تھے۔ یہ بس تمہارے اکیلے معید بھائی ہی سب پر بھاری ہیں۔" وہ چڑ کر کہہ رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو اس نے حمرہ کے ذریعے پیغام دیا تھا کہ چکن جلفریزی خاص طور پر بنائی جائے۔

"کیا ہے آپی' کھانا پکانا اتنا مشکل تو نہیں ہے۔ بس ترکیب آنی چاہیے' ہر چیز کا پہلے مصالحہ بھونا جاتا ہے' پھر جو چیز پکانی ہو وہ ڈال کر پانی ڈال دیں' کھانا تیار۔" حمرہ نے چٹکی بجائی تو وہ حسرت آمیز انداز میں بولی۔

"کاش جتنی آسان ترکیب تم نے بتائی ہے اسی ترکیب سے ہر کھانا تیار ہو جائے۔"

"صبا آپی کی ڈائری سے دیکھ لیں نا' اتنی زبردست ترکیبیں لکھی ہوئی ہیں انہوں نے۔ ہر سنڈے کو ایک نئی ڈش بناتی تھیں وہ۔" حمرہ نے مشورہ دیا تھا جسے اس نے مایوسی سے رد کر دیا۔

"دیکھ چکی ہوں میں اس کی عقل مندانہ ترکیبیں۔ صرف مصالحوں کے تناسب اور ڈشز کے نام لکھے ہوئے ہیں یا پھر ان سے متعلق چند ضروری باتیں۔ ظاہر ہے بنیادی ترکیب تو اسے پتہ ہی ہوتی تھی کہ کھانا کس طرح بنایا جاتا ہے اسی نے سب کو بگاڑا ہے۔"

"چلیں اب کچھ تو پکا لیں۔ ٹائم نکلتا جا رہا ہے۔ کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔"

"دال چاول بنا لیتی ہوں۔" آسان ترین ڈش کا خیال آیا مگر حمرہ نے ریجیکٹ کر دیا۔

"معید بھائی کہتے ہیں یہ لڑکیوں کی پسند کی ڈش ہے۔"

"اف' کس قدر نیک ہیں۔ جس ڈش کے ساتھ لڑکیوں کا نام آ گیا وہ بھی نہیں کھائیں گے۔" وہ جھنجلا کر فریزر میں سے چکن کا پیکٹ نکالنے لگی۔

"ہاں بھئی' کیا کیا تیار ہو چکا ہے؟" وجدان نے کچن میں داخل ہوتے ہی یوں دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے جیسے فوراً ہی کھانا کھانے کو بیٹھنے لگا ہو۔

"ابھی تو صرف پلان ہی تیار ہو سکا ہے۔" حمرہ نے بتایا تو وہ چھوٹی ڈائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹتا وہیں بیٹھ گیا۔

"حد ہوتی ہے نالائقی کی آپی۔ کچھ صبا آپی ہی سے سیکھ لیا ہوتا۔"

"اس نے اب تک مجھے سب سے بہترین بیلن اور چھری چلانا سکھایا ہے۔ اگر تم نے اپنی فضول بک بک جاری رکھی تو میں ان دونوں صلاحیتوں کا بہت اچھا مظاہرہ کر سکتی ہوں۔" ضحیٰ نے فوراً دھمکی دی تھی۔ وہ دونوں ہنسنے لگے۔

ضحیٰ نے ان دونوں کے سامنے لہسن اور پیاز بنانے کو رکھے تو وجدان کی بتیسی گم ہوتے دیر نہیں لگی تھی۔

"یہ کیا ہے؟ ایسا کھانا تو شاید جیل میں ملتا ہو گا قیدیوں کو۔"

"لہسن چھیلو اور پیاز کاٹو ورنہ شاید کچے ہی کھانے پڑیں گے۔" وہ اطمینان سے کہہ کر فریج میں سے ٹماٹر اور ہری مرچیں نکالنے لگی۔

"یہ خالصتاً زنانہ کام ہے۔" وجدان کترایا تو ضحیٰ نے اسے چھری دکھائی۔

"آرام سے بیٹھ کر کام کرو' تم ہمیشہ مردوں کی بہترین صلاحیتوں کی تعریف میں سب سے پہلے یہی کہتے ہو کہ دنیا میں بہترین کک بھی مرد ہی ہوتا ہے۔ آج ذرا تمہارا بھی ٹیسٹ ہو جائے۔"

"آپ خود کچھ نہیں کریں گی۔" حمرہ کو اعتراض ہوا تھا۔

"میں ذرا جا کر صبا سے فون پر بریانی کی ترکیب پوچھتی ہوں۔ تم ذرا چولہے پر ہنڈیا چڑھا دینا۔" وہ روانی سے کہہ رہی تھی۔

وجدان گہری سانس لے کر لہسن چھیلنے کی تیاری کرنے لگا۔ ضحیٰ کے انداز سے لگ رہا تھا کہ آج دوپہر کا کھانا بھی دنیا کا بہترین کک ہی پکائے گا۔

"آپ کیا ان کے گھر جا کر ترکیب پوچھ رہی ہیں جو اتنی دیر لگے گی کہ پیچھے ہنڈیا بھی میں ہی چڑھاؤں۔"

حمرہ خود اس سارے چکر سے انجان تھی بدک گئی۔

"گڑیا کام ہی کیا ہے' میں کون سا چکن جلفریزی بنا رہی ہوں۔ سیدھا سادہ چکن کا سالن ہو گا' اچھا تم یہ پیاز تو کاٹو اتنی دیر میں میں ذرا صبا سے نمٹ لوں۔" وہ خود کو بہت مصروف ظاہر کرتی کچن سے باہر تھی۔

"اب تو سیدھے رات کا کھانا ہی پکے گا۔ آدھا گھنٹہ تو یہ محض حال احوال پوچھنے میں لگائیں گی۔"

وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھی تھی' پھر وجدان کو لہسن چھیلتے دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"تم یہ کام اپنے موکل سے کیوں نہیں کروا لیتے' جو بقول تمہارے بابا جی جھنڈے والی سرکار نے تمہاری خدمت میں بطور تحفہ تمہیں دے دیئے ہیں۔"

"اتنے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے موکل بے چارے کو تکلیف کیوں دوں' اس سے تو بڑے بڑے کام لوں گا۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"مثلاً کون سے بڑے بڑے کام؟" وہ سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

"اول جیسے کسی دن اگر تم مجھے کپڑے پریس کر کے نہ دو تو تمہیں غائب کروا دوں گا۔"

"خدا نہ کرے۔" وہ سہم سی گئی تھی۔

"خدا نہیں مگر میں ضرور کروں گا۔" اس نے مزے سے کہا تو وہ اسے گھورتے ہوئے چھری اٹھا کر پیاز کی پرتیں اتارنے لگی۔

معید کچن میں داخل ہوا تو کچھ عجیب سی صورت حال تھی۔ وجدان سنک پر جھکا نل کھولے منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہا تھا اور حمرہ آنسوؤں بھری آنکھیں لیے شاید اپنی باری کے انتظار میں تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" وہ حیران ہوا تھا۔ وجدان آستین سے چہرہ خشک کرتا اس کی طرف پلٹا۔

"آج سے ہم دونوں نے ایک بہترین کک کو اسسٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔"

"اور وہ بہترین کک کہاں ہے؟" معید نے آدھے ادھورے چھلے لہسن اور آدھے کٹے پیازوں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا تو وہ شرارت سے بولا۔

"وہ بہترین کک اس وقت صبا آپی سے فون پر بریانی کی ترکیب پوچھ رہا ہے۔"

معید کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ بریانی بنانا تو بچوں کا کھیل ہے۔ اتنی آسان سی ترکیب ہے' منٹوں میں بریانی بن جائے گی۔" وہ بولتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تو زبان کو بریک اسی وقت لگا جب معید کو وہاں پایا۔

"آپی ڈیئر' جس ڈش کی ترکیب کو نوٹ کرنے میں تمہیں ڈیڑھ گھنٹہ لگا ہے وہ محض منٹوں میں کیسے بن جائے گی؟" وجدان نے اپنی معلومات میں گراں قدر اضافہ کرنے کی خاطر پوچھا تو وہ اسے گھور کر پلٹ گئی۔

"یہ پیاز آپ خود کاٹ لیں، بہت مشکل کام ہے۔" حمرہ ابھی تک ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ رہی تھی۔
"اسے رہنے دو اب صرف بریانی کے لیے پیاز کاٹنا ہے۔ صبا کہہ رہی تھی کہ جب بریانی میں چکن ڈالنا ہے تو الگ سے چکن کی ڈش بنانے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ آرام سے اپنا ارادہ بتا رہی تھی۔
"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ صبا آپی نے معید بھائی کی فرمائش کو منع کر دیا ہو۔" حمرہ انجانے ہی میں اس کا جھوٹ پکڑ گئی تھی۔
"تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟" ضحیٰ نے کھسیا کر اسے آنکھیں دکھائی تھیں، پھر بولی۔
"شامی کباب فریز کیے رکھے ہیں، ساتھ میں دہی پودینے کی چٹنی بنا لیں گے۔"
"غور کریں معید بھائی! "بنا لیں گے" یعنی ہر کام میں ہمیں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔" وجدان نے توجہ دلائی تھی۔
"بہر حال آج کی تاریخ میں جو کچھ بھی بنے اس میں مصالحوں کا تناسب صحیح ہونا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ دو بجے تک میں انتظار کروں گا۔" وہ تنبیہ کر رہا تھا۔
ضحیٰ سلگ کر رہ گئی۔
"اس کے بعد ہوٹل زندہ باد۔" حمرہ کی آنکھیں چمکی تھیں۔
"بالکل نہیں، دو بجے تک مجھے کھانا ملنا چاہیے۔" وہ اطمینان سے کہہ کر چلا گیا تھا۔
"کھانا نہ ہوا عدالت کا فیصلہ ہو گیا جو عین دو بجے سنانا انتہائی لازمی ہے۔" وہ بڑبڑائی تھی۔
"میرا تو آج ایک بہت ضروری میچ ہے۔ میں دو بجے تک آ جاؤں گا۔" وجدان نے کھسکنے کی تیاری شروع کی تو وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
"خبردار جو آج تم نے گھر سے قدم بھی باہر نکالا تو۔ میں اتنی گرمی میں چولہے کے آگے سڑ رہی ہوں اور انہیں اپنی دلچسپیاں سوجھ رہی ہیں۔"
"اچھا چلو یوں کرتے ہیں کہ فروٹ ٹرائفل میں بنا لوں گا۔" وجدان نے مصالحانہ انداز اپنایا تھا۔
"اور میری تو یوں بھی اب کچن میں کوئی ضرورت نہیں۔ بریانی کی ترکیب تو آپ کو مل ہی چکی ہے۔" حمرہ نے بھی اڑنے کو پر تولے تو اسے غصہ آنے لگا۔
"دفع ہو جاؤ تم دونوں نکمے اور کام چور۔"
وہ دونوں اس کے غصے سے متاثر ہوئے بغیر فرار ہو گئے تھے۔
"شکر ہے کہ تائی جان اور امی کے ساتھ ابو جی بھی چلے گئے ورنہ وہ تو دل کھول کر فرمائشی کھانے پکواتے۔"
پیاز کاٹنے کا جگر پاش مرحلہ طے کرتے ہوئے اس نے تشکرانہ انداز میں سوچا تھا۔ بریانی کا مصالحہ تیار کرنا ایک اور بہت مشکل مرحلہ ثابت ہوا۔ پسینے میں ڈوبی وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں آزما رہی تھی۔ بہت احتیاط کے ساتھ اس نے صبا کی ہدایات کے مطابق مصالحہ جات کا استعمال کیا تھا۔ کم از کم وہ آج تو معید حسن کے سامنے شرمندگی کا شکار نہیں ہونا چاہتی تھی۔
مگر اپنی عقل کا ماتم کرنے کو جی تو اس وقت چاہا جب مصالحہ تیار ہو جانے پر یاد آیا کہ چاول تو ابال کر رکھے ہی نہیں تھے۔ گیارہ بجے سے شروع ہونے والی بریانی بمشکل اڑھائی بجے تیار ہوئی۔ تب تک وہ مر جانے کی حد تک تھک چکی تھی۔ گرمی کی شدت نے بے حال کر کے رکھ دیا تھا۔ اس دوران حمرہ اور وجدان فروٹ ٹرائفل اور کبابوں کے لیے چٹنی تیار کر چکے تھے۔ بریانی کو دم پر رکھنے کے بعد اس کی سانسیں آسان ہوئی تھیں۔ وہ فوراً کچن سے نکل آئی تو ان تینوں کو

ٹھنڈی فضا میں مزے سے "ٹام اینڈ جیری" دیکھتے پا کر اس کے تلووں سے لگی سر پر جا بجھی۔
"میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے۔ اب میں شاور لے کر آؤں تو شامی کباب فرائی ہوئے ہونے چاہئیں۔" غصہ دباتے ہوئے بھی وہ جتانے والے انداز میں کہہ گئی تھی۔ معید نے بے ساختہ اسے دیکھا تھا۔ پسینے میں ڈوبی گرمی اور غصے کی شدت سے تمتماتا چہرہ لیے وہ ایک تھکی ماندی کام کے بوجھ تلے دبی خاتونِ خانہ لگ رہی تھی جب کہ اس سے پہلے وہ کبھی بھی "اس قدر" گھریلو حلیے میں دکھائی نہیں دی تھی۔ ہمیشہ نکھری سنوری اور فریش رہتی جیسے کہیں جانے کو تیار ہو۔
"اف آپی! اتنے مزے کے کارٹونز چل رہے ہیں۔" حمرہ تو یوں بھی ابھی تک بچوں ہی میں شمار کی جاتی تھی۔ بچوں کے پروگرامز کی دیوانی، خصوصاً کارٹونز "ٹام اینڈ جیری شو" سے اچھا تو اسے کچھ لگتا ہی نہیں تھا۔
"آپی! جہاں بریانی بنالی ہے وہاں کباب تل کے بھی کچھ اور نیکی کما لو۔"
وجدان کا بھی وہی حال تھا۔ ضحیٰ کا جی چاہا اسے ہی اٹھا کر تل دے۔
"میرا جو کام تھا میں نے کر دیا، مزید نیکی کمانے کا میرا موڈ نہیں ہے۔ اب جو نواب زادے فراغت میں بیٹھے ہیں وہی جا کر کباب تل لیں ورنہ پھر یونہی سوکھی بریانی کھا لینا۔" وہ صاف لفظوں میں معید کو سنا گئی تھی۔
"آپی کے تو دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔"
"کبھی کبھار کام کرنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔" وجدان کے متاسفانہ انداز میں کہنے پر معید نے آرام سے کہا تو حمرہ بادل ناخواستہ اٹھ گئی۔
"یہ تو آج ہم لوگوں کو بھی بہت اچھی طرح معلوم ہو رہا ہے۔"
لون کے سیاہ و سرخ پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس گیلے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی وہ بہت فریش سی کچن میں آئی تو حمرہ برتن نکال رہی تھی۔
"واہ آپی یہ کیا ہے؟" حمرہ متحیر تھی اور بریانی کا فائنل نظارہ تو دم ہٹانے کے بعد خود ضحیٰ کو بھی گڑبڑا گیا تھا۔ گوشت اور چاول آپس میں شیر و شکر ہو رہے تھے جیسے کبھی الگ نہ ہونے کا ارادہ ہو۔
"اف..... ابھی کچھ دیر پہلے تک تو یہ بالکل صحیح تھے۔" وہ اپنی محنت رائیگاں جاتی دیکھ کر روہانسی ہو گئی۔ چاولوں کو تلے اوپر کرنے کی خاطر چمچہ چلایا تو وہ بھی چاولوں میں چپک کر رہ گیا۔
"آدھے گھنٹے سے تو دم پر رکھا ہوا تھا بے چارے چاول دم نہ لیتے تو اور کیا کرتے۔" حمرہ نے بغور دیگچی میں جھانکا تھا۔
"ویسے آپی یہ بریانی کم اور حلیم زیادہ لگ رہی ہے۔"
"اچھا اب زیادہ نقص مت نکالو میں کون سا ماسٹر ہوں کوکنگ میں۔" وہ خود بھی کنفیوز ہو رہی تھی۔ اوپر سے وجدان کی آمد سونے پر سہاگہ ہو گئی۔
"میں بھی کہوں اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ بریانی صاحبہ تیلے کا ساتھ چھوڑنے کو راضی نہیں ہیں۔" وہ آتے ہی صورت حال بھانپ چکا تھا۔
"بکواس مت کرو جی۔" وہ خجل سی ہو گئی
"کب جلدی کرو آپی معید بھائی کا غصہ آسمان کو چھو رہا ہے۔ ٹام اینڈ جیری شو کے بعد اب جیوگرافک اسپیشل کی باری آنی ہے جہاں روسٹڈ لیگز اور سانپ کی مصالحہ دار ڈشز دیکھ کر بے اختیار تمہاری بریانی یاد آ گئی تو انہوں نے مجھے

کچن کی طرف دوڑایا ہے۔" وجدان کی زبان چرخی کی طرح چل پڑی تھی۔ اسے غصہ تو کیا آتا اُلٹا جی متلانے لگا۔

"وجی! دفعہ ہو جاؤ یہاں سے....." اس نے چاولوں سے لتھڑا چمچا اٹھا کر دھمکایا تو وہ دبک گیا۔

"کیا کرتی ہو آپی اس کی کلف بھلا مہینہ بھر کہاں اترے گی شرٹ پر سے۔"

"مجھے تو بتائیں ناں اسے ڈش میں نکالنا ہے یا ڈونگے میں؟" حمرہ اُلجھن میں تھی۔ وجدان کے قہقہے نے اسے جی بھر کر خجل کیا تو وہ حمرہ کو خفیف سا گھورنے کے بعد ڈش میں چاول نکالنے لگی۔ ان دونوں کے سامنے یہ ایک خاصا شرمندہ کرانے والا عمل ثابت ہوا کیوں کہ چاول جس حالت اور شکل میں چمچے کے ساتھ دیگچے سے باہر آ رہے تھے ڈش میں بھی جوں کے توں رکھے جا رہے تھے۔

فروٹ ٹرائفل، شامی کباب، چٹنی اور.....

پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا وہ ٹھٹک گیا تو ضحیٰ نے سانس روک کر کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ سیاہ آنکھوں میں تحیر واضح تھا۔

ڈش میں پڑی چاولوں کی ڈھیریوں کو ضحیٰ نے چمچے سے کافی حد تک پھیلا دیا تھا۔ وہ ٹھیک تو کیا لگتے اور بھی عجیب وضع اختیار کر گئے تھے اوپر سے ان کے اندر سے جھانکتی مرغی کی بوٹیاں اور ہڈیاں بقول وجدان کسی ہارر مووی کا سا سین تھا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ بے یقینی سے ضحیٰ کو دیکھنے لگا تو وہ گڑبڑا گئی مگر پھر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے مخصوص پُراعتماد انداز میں بولی۔

"یہ میں نے بریانی بنائی ہے، بس تھوڑی سی خراب ہو گئی ہے۔"

"اوہ گاڈ۔" معید کو دھچکا سا لگا تھا۔ اس نے سامنے پڑی ڈش کو بغور دیکھا تھا، ذہن پر زور دیا مگر یاد نہیں آیا کہ کبھی امی جان یا چچی جان میں سے کسی نے ایسی نادر و نایاب بریانی بنا کر کھلائی ہو۔

"پچھلے چار گھنٹوں سے تم یہ نایاب ڈش تیار کر رہی تھیں؟" معید کو غصہ آ گیا تھا۔ کبھی جو اس لڑکی نے کوئی "سیدھا" کام سرانجام دیا ہو۔ البتہ الٹے کاموں میں اس کا کام ہمیشہ نمایاں ہوتا تھا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے تو بالکل ٹھیک طریقے سے بنائی تھی۔"

"ہو سکتا ہے چاولوں کی آپی سے کوئی دشمنی ہو اسی لیے گوشت کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا ہو۔" وجدان نے کافی غور و خوض کے بعد نتیجہ نکالا تھا۔

"کبھی کوئی ایسا کام بھی کر لیا کرو جو دوسروں کے لیے قابلِ قبول ہو۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ ضحیٰ کا دماغ سنسنا اٹھا۔ اس فقرے کے تو کئی معنی نکل سکتے تھے۔ اور وہ تو یوں بھی وکیل تھا، بنا سوچے سمجھے بولتا بھی نہیں تھا۔ یقیناً یہ ایک جتلانے والا طنز تھا جو ضحیٰ کو چٹخا گیا۔

اس سے پہلے وہ حمرہ اور وجدان کے سامنے کبھی بھی معید سے نہیں الجھی تھی مگر اس وقت اس نے کسی مصلحت کا خیال کیے بغیر اپنی پلیٹ پٹخ دی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں آپ لوگوں کی تنخواہ دار ملازمہ نہیں جو مجھ پر اتنا رعب جما رہے ہیں۔"

"بی ہیو یو ضحیٰ۔" معید نے خاصی ناگواری سے اسے دیکھا تھا مگر ایک تو اتنی گرمی میں گھنٹوں چولہے کے آگے کھڑے رہنے کا غم اوپر سے رزلٹ بھی بُرا ملا تھا۔ سو دل کو کافی ملال نے گھیر لیا تھا، وہ بھی تنک کر بولی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔ مجھے کھانا بنانا نہیں آتا پھر بھی میں نے بنایا ہے۔ اور تم لوگ بجائے شکر ادا کرنے کے

نقص نکال رہے ہو۔" وہ پاؤں پٹختی چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد وجدان اور حمرہ نے ہنسنا شروع کر دیا۔

"شکر ہے آپی خود ہی چلی گئی ورنہ تو ایک جھگڑا ہماری وجہ سے بھی ہوتا۔ میں تو کبھی بھی یہ آزمائشی ڈش کھانے والا نہیں تھا۔"

"اندازہ کریں کہ ابھی انہوں نے صبا آپی سے پوری ترکیب پوچھ لی تھی، خود سے بناتیں تو جانے کیا چیز معرضِ وجود میں آتی۔"

حمرہ نے معید کی پلیٹ میں شامی کباب رکھتے ہوئے کہا تو وہ متاسفانہ انداز میں سر ہلا کر کبابوں پر چٹنی ڈالنے لگا۔ اب شدید بھوک کا کچھ تو علاج کرنا ہی تھا۔

البتہ شام کو جب چچی جان نے اس کی بنائی ہوئی ڈش کی رونمائی کی تو اپنا سر پکڑ کر بیٹھ رہیں۔

"کیا ہے امی؟ پہلی بار تو سبھی سے ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ منمنائی تھی۔

"اسی لیے..... اسی لیے کہتی ہوں کہ صرف زبان چلانے سے کچھ نہیں ہوتا کبھی ذہن بھی چلا لیا کرو۔" چچی جان جل کر بولی تھیں۔ انہیں تو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ معید کیا سوچ رہا ہو گا۔ وجدان بتا رہا تھا کہ کسی نے بھی بریانی نام کی اس عجیب الخلقت شے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

"ایک تو آپ بھی ناں، پتہ نہیں وہ کون سی مائیں ہوتی ہیں جو اپنی اولاد کی صفات بیان کرتی نہیں تھکتیں۔"

وہ روہانسی ہونے لگی۔ ایک تو اتنی گرمی میں چار گھنٹے چولہے کے آگے جھلستی رہی تھی اوپر سے وہ تینوں نا صرف کباب بلکہ فروٹ ٹرائفل کا بھی خاتمہ کر کے اٹھے تھے نتیجتاً وہ دوپہر سے بھوکی تھی۔ اور یہاں اتنی محنت اور بھوک کاٹنے کا کوئی صلہ نہیں مل رہا تھا۔

"یہاں ایک صفت مل جائے تو بڑی بات ہے کجا صفات۔" وہ کلسی تھی۔

"اوفوہ..... اب بس بھی کریں امی۔ اور یہ وجی کے بچے کو تو میں ابھی پوچھتی ہوں۔ عورتوں جیسی چغل خوری کی عادت پائی ہے اس نے۔" وہ اکتا کر بولی مگر وہ کسی اور ہی تاسف میں تھی۔

"پتہ نہیں بچہ کیا سوچ رہا ہو گا۔"

"کون سا بچہ؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"معید کی بات کر رہی ہوں۔ کیا سوچ رہا ہو گا کہ اتنی بڑی ہو گئی ہو اور ابھی تک کھانا پکانا بھی نہیں آتا۔"

ضحیٰ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"اسے کیا ضرورت پڑی ہے اس طرح کی سوچوں میں پڑنے کی۔ میرا جو جی چاہے گا وہی کروں گی۔"

"فضول مت بولو اچھا۔" چچی جان نے الجھ کر اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"اس سے تو اچھا ہے کہ میں صاف جواب دے دیا کروں ہر کام سے۔" ضحیٰ کا دل بُرا ہونے لگا مگر چچی جان نے اس کی دل گرفتگی کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں ضحیٰ کو کوکنگ سکھانے کا پکا ارادہ کر رہی تھیں۔

❁❁❁

"اب تک تو نوفل کو آ جانا چاہیے تھا، نو بج رہے ہیں۔" صالحہ بیگم پریشان ہو رہی تھیں۔ صبا ان کی وارڈ روب ٹھیک کرنے کے کام سے فارغ ہو کر ان کی طرف چلی۔

"ان کا فون آیا تھا کہ ایک بہت ضروری اپائنٹمنٹ ہے اور پھر ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے خود بھی تو ان سے بات کی

ہے پھر بھی آپ مطمئن نہیں ہو رہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"کیا کروں بیٹا' عادت نہیں ہے نا اس کے انتظار کی۔ ہمیشہ ٹائم پر آفس سے اٹھ جاتا ہے' اس لیے اب ذرا سی بھی دیر ہو جائے تو دل گھبرانے لگتا ہے۔" وہ واقعی متفکر تھیں۔ صبا ان کی ٹیبلیٹس نکالنے لگی۔

"میرے ہوتے ہوئے آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی میڈیسن لیں اور آرام سے سو جائیں۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ نوفل آ جاتا تو اطمینان سے سوتی۔"

"ابھی آ جائیں گے وہ' آپ یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔ اور ویسے بھی میں تو جاگ ہی رہی ہوں ناں۔ آپ بس یہ میڈیسن لیں اور لیٹ جائیں۔" صبا نے ان کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھماتے ہوئے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹیبلیٹس رکھی تھیں۔

"اچھا پھر مجھے کارڈلیس دینا میں ایک بار پھر نوفل سے بات کروں گی۔ اتنی رات کو بھلا میٹنگ کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ اپائنٹمنٹ کینسل بھی تو کی جا سکتی ہے۔"

"وہ میٹنگ میں ہوں گے امی۔ کیا پتہ کال ریسیو ہی نہ کریں اور پلیز اب آپ جلدی سے یہ دودھ ختم کریں اور لیٹ جائیں۔ مجھے پتہ ہے آپ کو نیند آ رہی ہے۔" صبا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے گلاس خالی کرنے لگیں۔

"چلیں اب میرے سامنے لیٹیں۔" خالی گلاس تھامتے ہوئے اس نے کہا تو صالحہ بیگم نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں ہمیشہ ڈرتی تھی کہ جانے نوفل کو کیسی لڑکی ملے گی اور وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرے گی مگر تم نے تو میری تمام فکریں اور خوف ختم کر دیے ہیں۔ نا صرف نوفل کی زندگی میں بہاروں کے رنگ بھر دیے بلکہ میرا بھی دل جیت لیا ہے۔" ان کے مشفقانہ انداز پر وہ جھینپ سی گئی تھی۔

"آپ تو خود اتنی اچھی ہیں امی کہ آپ سے محبت کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"تمہاری اچھائی میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے ورنہ ایک بہو کے منہ سے ایسے الفاظ سننے کے لیے تو جانے کتنی ریاضت کرنا پڑتی ہے۔" انہوں نے محبت سے اس کا رخسار تھپتھپایا تھا۔

صبا کا دل ٹھہرنے کی بجائے مضطرب ہوا تھا۔ مجھے اچھائی کے اس قدر اونچے منصب پر فائز مت کریں ماما۔ میرا منصب تو آپ کے بیٹے نے اول روز ہی واضح کر دیا تھا۔ اگر میں اتنی ہی اچھی ہوتی تو اچھائی کے اس چنگل میں آپ سے پہلے آپ کا بیٹا گرفتار ہوتا۔ وہ سوچ گئی۔

"میرے خیال میں ساس' بہو نے ایک دوسرے کی بہت تعریفیں کر لیں' اب آپ کو ایک اچھی سی نیند لینی چاہیے۔" صبا نے اپنے لہجے کی آزردگی کو خوش گواریت کا لبادہ اوڑھاتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دیں۔ ان کی ہدایت پر اے سی کی کولنگ کم کرتے ہوئے لائٹ آف کر کے وہ ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی۔

بیرونی گیٹ کھولنے کی ذمہ داری تو چوکیدار کے سر تھی مگر کوریڈور کا داخلی دروازہ صبا ہی کو کھولنا تھا سو وہ ناگواری ہی سے سہی مگر نوفل کے انتظار میں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ حالانکہ اسے ٹی وی پروگرامز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نو بجتے ہی اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگتی تھیں مگر جاگتے رہنے کے لیے اسے یہی مصروفیت بھلائی دی تھی۔

نظریں ٹی وی اسکرین پر تھیں جب کہ ذہن تنہائی اور فراغت پاتے ہی اپنی زندگی کے اس ناقابل یقین موڑ میں الجھ گیا تھا۔ یونہی بے دلی سے سوچتے ہوئے اس کا الجھا بکھرا دھیان ٹی وی سے ابھرتی دلکش آواز نے سمیٹ کر ایک ہی

نقطے پر مرتکز کر دیا۔

وہ اب بھی ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ نہیں تھی مگر مغنیہ کی دلکش آواز میں ادا ہونے والا ہر لفظ اس کی سماعت نے اپنے اندر اتار لیا تھا۔

زندگی کچھ نہیں
احساس محبت کے بغیر
جیسے ہو کوئی خلا
جیسے جنگل کی ہوا
کس نے پہچانا اسے
تیری قربت میں یہی راز کھلا ہے مجھ پر
آدمی خاک ہے چاہت کے بغیر
زندگی کچھ نہیں
احساس محبت کے بغیر

"ہاں زندگی کچھ نہیں' کچھ بھی تو نہیں اگر محبت نہیں ہے تو۔" اس کی بند آنکھوں کے کونے نم ہونے لگے تھے۔

"اور کیا میں تم سے خود کہوں نوفل احمد کہ میں اب تک محبتوں بھری فضا میں سانس لیتی آئی ہوں' اس گھر سے اس گھر تک اک فاصلہ بھی تو میں نے محبت کے پل پر طے کیا تھا اور ہوا کیا کہ محبت تو درکنار' احساس محبت بھی نہیں اور وہ تمہاری سحر طراز آنکھوں کا دھوکا' کتنی کامیابی سے ٹریپ کیا ہے تم نے مجھے۔ کتنے رنگ جھلکتے تھے تمہاری آنکھوں سے' کیسا جادو چھلکتا تھا تمہارے لفظوں سے۔ میری اتنی کڑی آزمائش مت کرو نوفل احمد۔ محبت تو میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میں تو سر سے پاؤں تک اس رنگ میں رنگی ہوں' چاہتوں کی خوشبو میں سانس لینے کی عادی ہوں۔ میری سانسوں پر پہرے مت بٹھاؤ۔ مجھے بے رنگ زندگی گزارنے کی سزا مت دو۔"

وہ شکستگی کی زد میں تھی۔

بہت معصوم سے مان کے ساتھ گزرے ماہ و سال گزارے تھے اس نے۔ اب اس قدر پتھر دل شخص کی بے اعتنائی کا سامنا کرنا مشکل کیوں نہ لگتا۔ وہ تو ہمیشہ سے محبتوں کی برکھا میں بھیگتی رہی تھی۔ اچانک کڑی دھوپ کا سایہ بینائی چھیننے کے درپے تھا۔

گاڑی کے ہارن کی آواز نے اسے چونکایا تو اس نے سیدھے ہوتے ہوئے ہتھیلیوں سے چہرہ رگڑ کر شکستگی کے نشانات مٹانے کی کوشش کی اور کوریڈور کا داخلی دروازہ کھولنے کی غرض سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے پہنچنے تک وہ ایک مرتبہ دروازہ کھٹکھٹا چکا تھا۔ صبا نے چابی گھما کر لاک کھول دیا۔ وہ ناب گھما کر اندر داخل ہوا تب تک وہ واپس پلٹ چکی تھی مگر اس کی یہ خاموشی لاؤنج میں پہنچنے تک ہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک وہ جس کرب اور شکستگی سے گزر رہی تھی شاید اس نے یا پھر شاید شدید احساس تنہائی نے اتنے دنوں سے اندر جو گھٹن جمع کر رکھی تھی وہ باہر نکل آئی تھی۔

"میں آپ کی ملازمہ نہیں ہوں جو آدھی رات تک نہ صرف آپ کا انتظار کروں بلکہ دروازہ بھی کھولوں۔"

ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ بے تحاشا چونکا تھا۔

چکن کے پیچ کلر کے سوٹ میں ملبوس چہرے پر ناگواری کے تاثرات سجائے وہ بولی بھی بہت بے زاری سے تھی۔

نوفل نے گہری سانس بھری تھی۔

"آپ خود کو میری ملازمہ نہیں سمجھتیں۔ میں نے بھی آپ کو اس عہدے پر فائز نہیں کیا ہے۔ پھر بھی یوں آپ نے نہ صرف میرا آدھی رات تک انتظار کیا بلکہ دروازہ کھولنے کا ناگوار فریضہ بھی سرانجام دیا' پوچھ سکتا ہوں کیوں؟" کوٹ اتار کر بازو پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے مخصوص پُرسکون لہجے میں کہا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ خجالت نے لحظہ بھر میں چہرہ تمتما دیا۔ اس کے لہجے کا تمسخر چھپا ہوا تو نہیں تھا۔

"یہ سب صرف امی کی وجہ سے ہے۔ صرف ان کی پریشانی کے خیال سے۔" وہ بدقت خود کو سنبھال پائی تھی۔ لہجے میں مقدور بھر سختی سمو کر کہا۔

"اگر آپ کی یہ "مہربانی" صرف امی کے لیے ہے تو مجھ سے کیا شکایت ہے آپ کو۔ امی کو ہی انکار کر دیتیں' میں نے تو آپ سے یہ خدمت نہیں مانگی تھی۔" وہ چند قدم چل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بالمقابل نگاہوں سے تمسخر اُڑاتا وہ صبا کے لیے آزمائش بننے لگا۔ اس کی نگاہوں کی تپش نے پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔ اپنی خواہ مخواہ کی بحث پر اسے پچھتاوا سا ہونے لگا۔

"وہ آپ کی طرف سے بہت پریشان تھیں۔ بمشکل میڈیسن لے کر سونے کے لیے لیٹی ہیں۔" اس نے اپنے لب و لہجے کی مضبوطی میں فرق نہیں آنے دیا تھا۔ نوفل گہری سانس لیتا پلٹ کر صوفے میں دھنس گیا۔ صبا کے ہونٹوں سے دبی دبی سانس خارج ہوئی تھی۔

"میں نے ان سے کہا بھی تھا کہ میری ایک ضروری اپائنٹمنٹ نکل آئی تھی۔ میٹنگ تھی ژالے آفریدی کے ساتھ۔" وہ خود کلامی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ژالے آفریدی کا نام سن کر صبا کو عجیب سی جلن کا احساس ہوا تھا۔

"بہت خوب۔" سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ طنزاً مسکرائی تھی۔ "آدھی آدھی رات تک میٹنگ کا اچھا بہانہ سوچا ہے آپ نے۔"

وہ کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا تھا۔

"حواس میں تو ہیں آپ.....؟"

"میں تو حواس ہی میں ہوں مگر آپ یہ جو کھیل کھیل رہے ہیں اس کا کیا جواز ہے آپ کے پاس؟" اس کے ناگوار انداز پر وہ چیخ گئی تھی۔

وہ دفعتاً مسکرا دیا تھا۔ بہت محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

"محبت سے بڑھ کے بھی کوئی جواز ہو سکتا ہے کیا؟"

"ہنہ' محبت۔" وہ آزردگیوں میں گھرنے لگی۔ "اس چار حرفی لفظ کے بیچ رٹ لینے سے محبت کا سلیقہ نہیں آ جاتا اور آپ کا تو اس جذبے سے دُور دُور تک کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"صحیح کہا آپ نے۔" وہ بہت دوستانہ انداز میں بولا تھا۔ "میں کہاں اس محبت وغیرہ کے چکر میں پڑنے والا تھا۔ یہ سب تو ژالے کی مہربانی ہے۔ اسی نے مجھے بتایا کہ محبت اصل میں کیا ہوتی ہے۔" اس کی دلکش مسکراہٹ صبا کے دل کو خاک کر گئی تھی۔ کتنی بے خوفی سے وہ اپنی بیوی کے سامنے اپنے معاشقے کا ذکر کر رہا تھا۔

"میں آپ سے محبت کے ٹاپک پر لیکچر نہیں سننا چاہتی۔ اگر آئندہ بھی اپنی مس "ژالے آفریدی" کے ساتھ لیٹ نائٹ میٹنگ کا ارادہ ہو تو مہربانی کر کے داخلی دروازے کی ایک چابی اپنے پاس رکھیں۔ میں مجبوراً بھی یہ ڈیوٹی دینے کو تیار نہیں ہوں۔" اس نے مشتعل انداز میں کہتے ہوئے ژالے آفریدی کو گویا دانتوں تلے پیس ڈالا تھا۔ بہت بے رخی سے کہتی وہ تیز قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ نوفل نے چہرہ موڑ کر اسے سیڑھیاں طے کرتے دیکھا پھر گہری

سانس فضا کے حوالے کرتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مضطربانہ انداز میں کچھ سوچنے لگا۔

✿✿✿

انس کا سوات سے فون آیا تو سب سے سلام دُعا کے بعد ضحیٰ کے نگین کے ساتھ شکوے شروع ہوئے تو پھر ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔

"میں یہاں بالکل اکیلی ہوں۔ صبا بھی نوفل بھائی کو ایسی پیاری ہوئی ہے کہ اب ہم اسے پیارے لگتے ہی نہیں۔ اور تم لوگوں کو تو رہے نکلے بیس بائیس دن ہو گئے ہیں' بس اب واپس آ جاؤ۔ ذرا بھی نہیں لگتا کہ یہ نئی شادی والا گھر ہے۔"

وہ اپنی تنہائی کے تذکرے پر اس قدر جذباتی ہوئی کہ نگین کو بولنے کا موقع دیے بغیر شکووں کا دفتر کھول بیٹھی جب کہ نگین مسلسل ہنس رہی تھی۔

دفعتاً کسی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین لیا تو وہ گڑبڑا سی گئی جب کہ معید اب بہت اطمینان کے ساتھ نگین سے بات کر رہا تھا اور اس کے بعد انس کے ساتھ بھی گفتگو کی گئی۔

"کوئی جلدی نہیں ہے' ٹیک یور ٹائم۔ انجوائے کرو اس ٹرپ کو۔"

"ہنہ جنگلی۔" وہ معید کی اس حرکت پر کڑھ کر رہ گئی۔ اوپر سے وہ اس کی کہی شکایتوں کو آگے بڑھا رہا تھا۔

"یہ تو پاگل ہے بالکل اور یوں بھی خالی دماغ شیطانوں کا گھر ہوتا ہے۔ فارغ بیٹھے ہو وس کو تنہائی نہ ستائے تو اور کیا ہو۔ تم بس اپنا خیال رکھنا دونوں۔"

"او کے' اللہ حافظ۔" بہت خوش گوار موڈ میں بات ختم کر کے ریسیور رکھ کر وہ پلٹا تو ضحیٰ ناگواری سے بولی۔

"میں نگین سے ضروری بات کر رہی تھی' ریسیور کیوں چھینا مجھ سے؟"

"ضروری بات؟" معید نے جیسے بہت حیرت سے اسے دیکھا پھر قدرے تمسخرانہ انداز میں بولا۔ "میں نے تو سنا جیسے تم انہیں اپنا غم تنہائی سنا رہی تھیں۔"

ضحیٰ کی پیشانی سلگ اٹھی۔ کیسے بھگو بھگو کر مارتا تھا یہ شخص۔ کبھی جو اس کا ماضی جتلانے سے باز رہا ہو۔

"میں چاہے غم تنہائی سناؤں یا خوشی کے گیت' تم سے مطلب؟ اور تمہارا کیا دُنیا میں ایک ہی کام رہ گیا ہے ضحیٰ میر کی جاسوسی کرنا۔"

"سوواٹ' وکالت کی طرح جاسوسی کرنا بھی بہت انٹرسٹنگ پروفیشن ہے۔" وہ ہلکے سے شانے جھٹک کر اطمینان سے بولا تو وہ زچ آ گئی۔

"ہاں' بہت انٹرسٹنگ ہیں مگر ان کی اجازت صرف تمہی کو ہے۔ میں نے اس روز مارے تجسس کے ذرا سا لاکر کیا کھول لیا کہرام ہی مچا دیا۔"

"مائنڈ یو ضحیٰ میر' تمہاری وہ حرکت جاسوسی نہیں بلکہ چوری کے زمرے میں شمار ہوتی ہے۔" وہ اب بھی بہت رسان سے کہہ رہا تھا مگر ضحیٰ کے تو تلوؤں لگی سر پر جا بجھی۔

"کیا مجھے چور کہہ رہے ہو تم؟ کیا چرایا تھا میں نے وہاں سے؟ ایسے کون سے جواہرات رکھے ہوئے تھے وہاں؟"

"وہ تو میں پہنچ گیا وہاں ورنہ کیا پتہ....."

"مسٹر معید حسن۔" وہ قدرے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی تھی۔ "تم وکیل ہو گے تو اپنی عدالت میں' مگر مجھ پر کیسے بے ہودہ الزام لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہنہ چوری' تم جیسے تو میں کھڑے کھڑے دس خرید سکتی ہوں۔" وہ ہتھیلی کی آخری حد تک اتر آئی تھی مگر خلاف عادت معید اس کے اشتعال کو بہت آرام سے لے رہا تھا۔ اسی رسان

بھرے انداز میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"میرا نہیں خیال کہ تم نے کبھی مجھے اتنا ناپسند کیا ہو ایک میں تو تم سے برداشت نہیں ہوتا' کجا مجھ جیسے دس....."

ضحیٰ کو لگا اس کی پیشانی کو کسی نے جلتے انگارے سے داغ دیا ہو۔ غصے میں کہے گئے عام سے جملے کو پکڑ کر وہ کہاں سے کہاں لے گیا تھا۔

"آئی ہیٹ یو معید حسن' اس دنیا میں اگر کسی سے میں نفرت کرتی ہوں تو وہ صرف تم ہو۔ صرف تم۔" شدید غصے اور بے بسی نے اسے ذلت کا احساس دلایا تو وہ بھرائے ہوئے لہجے میں چیخ کر کہتی ہوئی چلی گئی تھی۔

چند لمحوں تک یونہی کھڑے رہنے کے بعد معید نے گہری سانس بھرتے ہوئے سر جھٹکا اور تائی جان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں نے تو کہہ دیا ہے انس سے کہ اب واپس آ جائے۔ مہینہ بھر تو ہو ہی چلا ہے۔" اسے دیکھتے ہی تائی جان نے کہا تو وہ کہنی تلے تکیہ دبا تا ان کے بستر پر نیم دراز ہو کر مسکرا دیا۔

"آپ لوگ تو بس ابھی وہ ضحیٰ محترمہ بھی ان سے کچھ ایسا ہی کہہ رہی تھیں۔ تھوڑے دن سیر و تفریح کر لینے دیں۔ پھر تو یوں بھی روٹین لائف شروع ہو جائے گی ان کی۔"

"سیر و تفریح کو ساری عمر پڑی ہے۔" وہ جیسے بہت ناراضگی سے کہہ رہی تھیں۔ ان کا موڈ بھانپتے ہوئے معید نے سیدھے ہو کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر محبت سے پوچھا۔

"کیا بات ہے میری پیاری سی ماں اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہیں؟" ہمیشہ کی طرح اس کے یوں لاڈ سے "ماں" کہنے پر وہ نہال ہو گئی تھیں مگر فی الحال انہوں نے خود کو سنجیدہ ہی بنائے رکھا۔

"پریشانی کی ہی تو بات ہے۔ گھر میں یوں خاموشی چھائی رہتی ہے جیسے یہاں کوئی رہتا ہی نہیں۔" وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"اب اس کا مطلب یہ تو نہیں نا کہ ہم ان لوگوں کو واپس بلا لیں۔"

"ان کو نہیں بلا سکتے مگر کچھ خوشی کا اہتمام تو کر سکتے ہیں ناں۔" انہوں نے کہا تو وہ ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تمہیں بھی کسی کھونٹے سے باندھ دینا چاہیے۔" وہ مسکرائیں تو ہمیشہ کی طرح ان کی آنکھوں سے معید کو صرف اور صرف محبت جھلکتی دکھائی دی۔ ان کا مطلب بھانپ کر وہ آہستہ سے ہنس دیا۔

"ابھی تو انس اور صبا کی شادی کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا ہے اور آپ کو ایک اور کھونٹا تیار کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔"

"مذاق میں مت ٹالو معید۔" "وہ" پہلے ہی مجھ پر خفا ہیں کہ انس سے پہلے نہیں تو کم از کم انس کے ساتھ ہی تمہاری شادی بھی ہو جانی چاہیے تھی۔" وہ سنجیدہ تھیں۔ معید نے ان کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا۔

"اتنی جلدی کیا ہے بڑی مامی۔ پہلے میں اپنی پروفیشنل لائف تو سیٹ کر لوں' یہ سب تو زندگی کے ساتھ ساتھ چلتا ہی رہتا ہے۔" اس کا انداز سراسر بہلانے والا تھا مگر وہ خفگی سے بولیں۔

"شادی ہے کوئی چائے' کافی نہیں جو ساتھ ساتھ چلتی رہے گی۔ انس نے کون سا بزنس میں جھنڈے گاڑ لیے تھے جو اس کی شادی ہو گئی اور تمہاری نہیں ہو سکتی۔ پروفیشنل لائف بعد میں سیٹ ہوتی رہے گی پہلے اپنی پرسنل لائف سیٹ

کرو۔"

"کم آن ماں۔ اس سے خوب صورت کسی کی کیا لائف ہو سکتی ہے کہ اس کے پاس آپ جیسی ماں ہو۔" وہ ان کو بانہوں کے گھیرے میں لیتے ہوئے مزے سے بولا تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"یہ ماں ساری عمر تو تمہارے ساتھ نہیں رہنے والی نا۔ اس لیے میری خوشی کے لیے۔" وہ پُر محبت لہجے میں کہنے لگی تھیں کہ وہ کرنٹ کھا کر انہیں ٹوک گیا۔

"پلیز ماں' ایسا مت کہیں..... ابھی نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔" وہ ان کے معاملے میں حد درجہ جذباتی تھا۔ اب بھی ان کی عام سے لہجے میں کہی بات سہہ نہیں پایا تھا۔

"آپ صرف اپنی خوشی کی بات کریں۔ مجھے حکم دیں' جس میں آپ کی خوشی ہو۔"

اس کی فرمانبرداری ان کے دل میں ترازو ہو گئی۔

"میری نہیں تمہاری بھی خوشی لازمی ہے میری جان۔" ان کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔

"آپ کہیں تو....." وہ جاننے کو بے چین ہوا تھا۔

"شادی کے لیے ہاں کہہ دو۔" انہوں نے بہت آس کے ساتھ اسے دیکھا تو لحظہ بھر کو لب بھینچنے کے بعد وہ مسکرا دیا۔

"ہاں۔"

"کیا مطلب ہاں؟"

"خود ہی تو کہہ رہی ہیں کہ شادی کے لیے ہاں کر دوں۔ تو کر دی میں نے۔" وہ اطمینان سے بولا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"آپ کے ساتھ تو میں مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔" وہ مسکرایا تھا۔ وہ کھل اٹھیں' دل پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا ورنہ ضحیٰ کے لیے جس طرح سے رشتوں کی لائن لگ گئی تھی انہیں تو فکر ہی لگ گئی تھی۔ کچھ اپنے کہے کا پاس بھی تھا مگر اب معید تو انہیں تمام پریشانیوں سے آزاد کر گیا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ باقی سب رسمیں تو انس اور نگین کے آنے پر ہوتی رہیں گی' ہم منگنی کی چھوٹی سی رسم کر لیتے ہیں۔" انہوں نے فوراً اپنا پروگرام بتایا تو وہ تحیر سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"آپ تو یوں کہہ رہی ہیں جیسے پتہ نہیں کتنی لڑکیاں تیار بیٹھی ہیں مجھ سے شادی کو' پہلے لڑکی تو تلاش کر لیں۔"

"لو بھلا تلاش کیا کرنی ہے' میری نزدیک کی نظر تمہاری طرح خراب تھوڑی ہے۔" ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا مطلب.....؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں اُلجھن سی تیر گئی تھی۔

"یہی اپنی ضحیٰ اور کون۔"

انہوں نے جیسے دھماکہ کر ڈالا تھا۔ ان کی اس قدر غیر متوقع بات پر معید کے اعصاب کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اچھی ہے نا.....؟" وہ بڑے اشتیاق سے اس کی رائے پوچھ رہی تھیں۔

"ضحیٰ.....؟" وہ اب بھی بے یقینی کے حصار میں تھا۔

"میں نے تو زہرہ کو تسلی دے دی ہے کہ وہ ضحیٰ کی طرف سے بے فکر ہو جائے۔ وہ اب ہماری امانت ہے' سچی بات تو

یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ سے تمہارے ساتھ ضحیٰ ہی کو سوچا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" وہ اپنی خوشی بتانے کے بعد اس کی خوشی پوچھ رہی تھیں۔ وہ گم صم سا بیٹھا چونک گیا' پھر نارمل سے انداز میں بولا۔

"یہ سوال تو آپ کو ضحیٰ سے پوچھنا چاہیے۔"

"لو اس سے کیا پوچھنا۔" وہ قدرے خفگی سے گویا ہوئیں۔ "میری اپنی بیٹی ہے وہ۔ اس کے لیے میں بہترین لڑکا ہی پسند کروں گی چاہے وہ فیملی میں سے ہو یا کہیں باہر سے۔ اور تم سے بہترین اور کون ہو سکتا ہے اس کے لیے۔"

"ماؤں کو تو اپنے بیٹوں میں کوئی خرابی ہو بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔ یہ تو آپ ضحیٰ سے پوچھیں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"کیا تمہیں اس رشتے پر اعتراض ہے؟" وہ ٹھٹکیں۔

"میں تو صرف آپ کی خوشی چاہتا ہوں۔" وہ بدقت تمام مسکرایا تھا۔ تائی جان نے وفورِ محبت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"اور میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔"

"اب میں چلوں۔ مجھے ایک کیس اسٹڈی کرنا ہے۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دل میں یکلخت ہی بے سکونی ڈیرہ ڈالنے لگی تھی۔

❁❁❁

کہیں بے کنار سے رتجگے' کہیں زرنگار سے خواب دے
تیرا کیا اُصول ہے زندگی' مجھے کون اس کا جواب دے
جو بچھا سکوں تیرے واسطے' جو سجا سکوں تیرے راستے
میری دسترس میں ستارے رکھ' میری مٹھیوں میں گلاب دے
یہ جو خواہشوں کا پرند ہے' اسے موسموں سے غرض نہیں
یہ اُڑے گا اپنی ہی موج میں' اسے آب دے کہ سراب دے
کبھی یُوں بھی ہو تیرے رُوبرو' میں نظر ملا کے کہہ سکوں
میری حسرتوں کو شمار کر' میری خواہشوں کا حساب دے

وہ کتنی ہی بار اس غزل کو پڑھ گئی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر لفظ بہ لفظ۔ اندر مچلتی ہلچل تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

"کبھی یُوں بھی ہو تیرے رُوبرو' میں نظر ملا کے کہہ سکوں
میری حسرتوں کو شمار کر' میری خواہشوں کا حساب دے"

اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

"اور تمہاری طرف تو میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں نوفل احمد۔ میرے اعتبار کو فنا کیا ہے تم نے' میری عزتِ نفس کو پامال کیا ہے' میرے خوابوں کے شجر کو اُجاڑ دیا ہے' میری خواہشوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے' کس کس جرم کا حساب چکاؤ گے تم۔"

اس نے جلتی آنکھیں موندیں تو آنکھوں کے کناروں سے گرم پانی بہ نکلا۔ اندر کی تپش اور گھٹن کو نکاسی کا کوئی راستہ چاہیے ہی تھا سو اس نے بھی ان آنسوؤں کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر دروازہ کھلنے کی آواز اس قدر اچانک تھی کہ اس نے تیزی سے سیدھے ہوتے ہوئے دوپٹے سے رگڑ کر چہرہ صاف کیا اور پلٹ کر کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھ

لگی۔

"آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ ژالے کا دو بار فون آ چکا ہے۔" نوفل کی آواز اسے اپنے عقب سے سنائی دی تو وہ پھر سے کتاب کھول کر چہرے کے آگے کیے بیٹھ گئی۔

"میں آپ سے مخاطب ہوں محترمہ۔" وہی طنزیہ سا انداز۔ صبا سلگ کر رہ گئی تھی۔

"میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔" اس نے نارمل سے انداز میں کہا تو بھی اس کی آواز کا بھیگا پن نہیں چھپ سکا تھا۔ نوفل نے چبھتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا جو خود کو کتاب میں محو ظاہر کر رہی تھی۔

"میں نے آپ کے موڈ پر بات نہیں چھوڑی تھی بلکہ آپ سے کہا تھا کہ پانچ بجے تک آپ کو ریڈی ہونا چاہیے۔" اس کے تحکمانہ انداز پر تپ کر صبا نے کتاب بستر پر پٹخی تھی۔

"تو یوں کہیں ناں کہ آرڈر دیا تھا آپ نے۔"

"آپ یونہی سمجھ لیں۔" اس کے بھیگے چہرے پر نظر دوڑاتا وہ سکون سے بولا تھا۔ اس کی شخصیت بہت چارمنگ اور بھرپور تھی۔ کہیں کوئی سقم یا سفاکی کی جھلک نہیں تھی مگر اس کے ٹھنڈے لفظوں کی مار برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اس کا رویہ دل کو تار تار کر جاتا تھا۔

"آئی ایم سوری۔ میں نہیں جا رہی۔"

صبا کو اپنے چہرے سے اٹھتی تپش کا بخوبی احساس ہو رہا تھا۔ سختی سے انکار کر دیا۔ چند لمحوں تک اس کے سرکش انداز کو دیکھنے کے بعد وہ آگے بڑھا اور جھک کر اس کا بازو تھام کر اپنے مقابل کھڑا کر دیا۔ وہ اس افتاد پر برافروختہ سی ہو گئی۔

"آپ نرمی سے میری بات مان لیں گی تو اس میں آپ ہی کا فائدہ ہوگا۔" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ صبا کا دماغ جھنجھنا اٹھا۔

"ورنہ ورنہ کیا کر لیں گے آپ؟"

"میرے خیال میں صبا بی بی آپ زبردستی کو پسند نہیں کریں گی۔" وہ قدرے اس کی طرف جھک کر ذومعنی انداز میں بولا تھا۔ اس کے ملبوس سے اٹھتی دلفریب مہک لمحوں میں صبا کے گرد حصار باندھ گئی تھی۔ مگر وہ اس قدر دل گرفتہ تھی کہ اس قربت پر حیا سے سمٹ بھی نہیں سکی۔ اس کی گفتگو میں ایسے رنگ ہی کب جھلکتے تھے کہ وہ اپنے چہرے کی لالی چھپانے کی تگ و دو کرتی۔

کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے لب لرزے مگر بے بسی کا احساس اس قدر شدید تھا کہ وہ کچھ کہے بنا جھٹکے سے اپنا بازو اس کی بے درد گرفت سے آزاد کرا کی دھپ سے بستر پر بیٹھ گئی۔

"اگلے بیس منٹوں میں آپ کو بالکل ریڈی ہونا چاہیے۔ میں نیچے لاؤنج میں انتظار کر رہا ہوں' بصورت دیگر صورت حال کی ذمہ دار آپ ہوں گی۔" اس کی قلبی و ذہنی حالت سے بے پروا وہ بہت پُرسکون انداز میں آرڈر دیتا چلا گیا تھا۔

اس کے لب و لہجے میں چھپی دھمکی نے صبا کو سلگا کر رکھ دیا۔ اس کا جی چاہا ہر شے تہس نہس کر کے رکھ دے۔ اس قدر چیخے چلائے کہ اندر کا سارا دکھ سارا درد ختم ہو جائے۔

"میرے خدا' میں تیری اس آزمائش کے قابل نہیں ہوں۔ میرے مالک۔" ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ رو دی تھی۔

وہ تیار ہو کر نیچے لاؤنج میں پہنچی تو وہ صالحہ بیگم اور ادینہ کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔ ڈیپ ریڈ کلر کا ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ اس کے روپ کی تابانی کو کئی گنا بڑھا گئی تھی۔ اس پر مستزاد لباس ہی کی مناسبت سے کیے گئے ہلکے سے میک اپ نے اس کے نقوش کو دلفریبی کی انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ ہائی ہیل اس کی قامت پر خوب جچ رہی تھی۔

صالحہ بیگم نے اسے دیکھتے ہی بے اختیار "ماشاءاللہ" کہا تو ادینہ کی کسی بات کا جواب دیتے نوفل نے بھی بے ساختہ صبا کی طرف پلٹ کر دیکھا تھا اور یہ دیکھنا ایسا ہی تھا کہ کئی لمحوں تک کے لیے اس کی نظر واپس پلٹنا بھول گئی تھی۔ وہ اس کی نگاہوں کی بے اختیاری سے بے خبر صالحہ بیگم کے پاس آ بیٹھی مگر نوفل کی یہ بے اختیاری ادینہ کے لیے نظر انداز کرنے والی چیز نہیں تھی۔ وہ اپنی جگہ پر تلملاتی پہلو بدل کر رہ گئی۔

"میرے گھر میں تو صبا کے دم سے روشنی پھیل گئی ہے۔ خدا نے میری بہو کو صورت اور سیرت دونوں سے دل کھول کر نوازا ہے۔" صالحہ بیگم دل و جان سے اس کی موہنی صورت اور سلجھی ہوئی طبیعت کی معترف تھیں۔ وہ ان کے توصیفی انداز پر جھینپ سی گئی اور اس کے چہرے پر بکھری لالی اس قدر دلکش تھی کہ نوفل کو اپنی نگاہ چرانا مشکل ہونے لگا۔ اپنے بکھرتے جذبات کی سرکشی سے گھبرا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میرے خیال میں یہ تعریفی سند واپس آ کر بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اب چلا جائے پہلے ہی ہم کافی لیٹ ہیں۔" اس کے سنجیدہ انداز نے صبا کو خجل سا کر دیا۔ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ہاتھوں میں تھاما خوب صورت سا ریڈ پرس ڈیش بورڈ پر پھینک دیا تھا۔ اگنیشن میں چابی گھماتا وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اگر میں آپ کی ریسپکٹ کرتی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جب اور جہاں چاہیے میری انسلٹ کر دیں۔" وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

"بی ہیو یو یہ لڑنے کی جگہ نہیں ہے۔" چوکیدار کو گیٹ کھولتے دیکھ کر وہ سختی سے بولا تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی مگر گیٹ سے باہر نکل کر روڈ پر آتے ہی جیسے اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"کیا یہ سب حدود میرے لیے ہیں آپ پر وقت اور جگہ کی کوئی پابندی نہیں ہے بدتمیزی کرنے کے لیے۔"

"واٹ؟" اسے خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔ "بدتمیزی.....؟"

"اسے بدتمیزی ہی کہتے ہیں۔ چار لوگوں کے درمیان جو جی میں آیا کہہ دیا۔" اس کے اندر کی تپش کم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ یہ وہی صبا تھی جس کے ٹھنڈے مزاج اور شرمیلی طبع کی سب مثال دیا کرتے تھے مگر بعض جگہیں اور رشتے ایسے ہوتے ہیں جہاں اگر انسان کو تعین کردہ عزت مان اور توجہ نہ ملے تو سلجھی ہوئی طبع کے شفاف آئینے کو چڑچڑے پن کی دھول گرد آلود کرنے لگتی ہے۔ اور اس میں سے اصلیت اور کھرے پن کو ڈھونڈنا مشکل ہونے لگتا ہے۔ وہ بھی ایسی ہی کیفیت میں گھرنے لگی تھی۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔ اگر آپ کو واقعی اپنی تعریف سننے کا اتنا ہی شوق ہے تو واپسی میں پورا کر لیجیے گا۔" وہ بہت رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے ایسا کوئی پاگل پن لاحق نہیں ہے۔" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔ اسٹیئرنگ وہیل سیدھے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے نوفل نے سامنے رکھا پیکٹ اٹھا کر سگریٹ لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے آگ دکھانے لگا۔ وہ دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔

"ہونا بھی نہیں چاہیے اینڈ مائنڈ یو۔ مجھے خواتین کا آدھی آستینیں پہننا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔" سگریٹ کا دھواں بکھیرتے ہوئے وہ اطمینان سے بولا تو اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

"اور آپ بھی یہ یاد رکھا کریں کہ یہ شادی ایک معاہدے کے طور پر ہوئی ہے سو میں آپ کی ان پابندیوں سے مستثنیٰ ہوں۔"

"مت بھولا کریں کہ اب آپ "میری" بیوی ہیں۔" وہ بہت سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔

اس کی سرد و سپاٹ "میری" پر صبا کو ہنسی کے ساتھ ساتھ رونا بھی آنے لگا۔

"اور ہمارے رشتے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بار بار خود کو یاد دلانا پڑتا ہے کہ ہم دونوں کے مابین کیا رشتہ ہے۔" اسے نئے سرے سے اپنے اعصاب کو سمیٹنا پڑا تھا۔

"وہ کیا ہے صبا بی بی کہ میں اپنی زندگی گزارنے کے لیے کچھ اصول طے کر چکا ہوں۔"

"تو آپ اپنی زندگی گزاریں' میں اپنی زندگی خود ہی گزارنا چاہتی ہوں۔" وہ اس کی حد درجہ سنگدلی پر چیخ کر رہ گئی تھی۔

"میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھے بحث کرنے والی خواتین پسند نہیں ہیں۔" اس کی تلخ نوائی کا اثر لیے بغیر وہ جتانے والے انداز میں بولا تو وہ بھڑک اٹھی۔

"آپ کو یہ پسند نہیں' وہ پسند نہیں' میری کوئی بات پسند نہیں۔ مجھے بھی آپ کا سگریٹ پینا پسند نہیں' پھینک دیں اسے۔" اس کے ایک دم آپے سے باہر ہونے پر وہ اپنی سحر طراز آنکھوں کو خفیف سی جنبش دے کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر تمسخر اڑانے والے انداز میں بولا۔

"آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہے صبا بی بی کہ میں خود کو آپ کی خاطر بدل دوں گا؟" ہلکی سی سانس اندر کھینچتے ہوئے صبا نے جیسے اپنا ضبط سمیٹا تھا۔ وہ تو جیسے کوئی راہ نہیں چھوڑ رہا تھا۔ کرچی کرچی کرنے کے بعد بکھیرنے پر تلا ہوا تھا۔

یہ تھا اس کا شریکِ سفر.....؟

زندگی کا ساتھی؟

تو کیا یہ طے ہے صبا میر کہ اب روز خود کو اس بکھرنے اور سمیٹنے کا عادی کرنا پڑے گا؟

"تو پھر آپ بھی اپنی یہ غلط فہمی دور کر لیں نوفل احمد کہ آپ اس نام نہاد رشتے کا سہارا لے کر مجھے بلیک میل کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو میری زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔" اندر ہی اندر خود کو بہادری کا سبق دیتے ہوئے اتنے دنوں میں پہلی بار وہ بے حد مضبوطی سے بولی تھی۔

وہ خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا' ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں بولا۔ جانے کوئی مصلحت پیش نظر تھی یا کوئی جواب ہی نہیں بن پڑا تھا۔

وہ آنکھوں میں اترتی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی زندگی کو حسرت سے دیکھنے لگی۔ دل و ذہن کو کثیف سوچوں نے اپنی لپیٹ میں لے کر اسے حد درجہ آزردہ و دل برداشتہ کر دیا تھا۔

وہ ذہنی طور پر اس قدر اپ سیٹ تھی کہ ژالے کی گرم جوشی کا ٹھیک سے جواب بھی نہیں دے پائی تھی۔ خالی نظروں سے اسے نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اندر بڑھتا دیکھتی رہی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ بری طرح چونکی تھی۔ یہ اسد رانا تھا۔ اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھنے کی اجازت طلب کرتا وہ مسکرا رہا تھا۔

"جی..... پلیز۔" اندر سے گھبرانے کے باوجود اس نے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلائی تھی۔ وہ صبا کا شکریہ ادا کرتا صوفے پر ٹک گیا۔

"شکل و صورت اچھی ہو تو انسان کا آئینے سے جی نہیں بھرتا اور خود کو کیمرے کی آنکھ سے دیکھنا تو اور بھی اچھا لگتا ہے۔ میم آپ نے اس فیلڈ میں آنے سے متعلق کبھی سوچا ہے آئی مین ماڈلنگ وغیرہ.....؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"جی نہیں' مجھے اس سب سے کوئی دلچسپی نہیں۔" اس کے سوال پر صبا کو غصہ تو بہت آیا مگر ضبط کرنا مجبوری تھا' سو اس نے سنجیدگی سے انکار کر دیا۔

"اوکے' چلیں اسٹل فوٹو گرافی میگزینز وغیرہ کے لیے؟" وہ تو جیسے ابھی کنٹریکٹ سائن کرانے کے موڈ میں تھا۔

"آئی ایم سوری' مگر میں اس فضول کام میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔" اس کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔ وہ کان دبا کے فرار ہوا تھا۔

"ریش....." وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

"کم آن صبا۔ تم یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟ میں نے نوفل سے تمہارا پوچھا تو بولا یہیں کہیں ہو گی۔ کمال ہے ایک ہی ماہ میں یہ حال ہے ایک نئے شادی شدہ جوڑے کا۔ چلو اٹھو۔" ژالے اپنے مخصوص انداز میں بولتی اس کا ہاتھ تھامتی اسے اٹھانے لگی تو وہ میز پر رکھا اپنا پرس سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

یہ بھی گزشتہ کی طرح مرد و عورت کی تخصیص کے بغیر پارٹی تھی اور کس خوشی میں تھی یہ ابھی صبا کو پتہ نہیں چلا تھا۔

"یقین کرو نوفل' تمہارا کپل اتنا مکمل اور خوب صورت ہے کہ اب میرا بھی شادی کر لینے کو جی چاہتا ہے۔" ژالے اپنے مخصوص بے باک انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تو میم آپ نے کیوں اتنی دیر کر دی۔ آپ کی خاطر تو کوئی بھی سر کٹوانے کو راضی ہو جاتا۔" کسی نے ہانک لگائی تو وہ ہنستی ہوئی نوفل کی طرف دیکھ کر شرارت سے بولی۔

"بھئی تم لوگ یہ مت سمجھنا کہ مجھے کسی نے لفٹ ہی نہیں کرائی۔ بس بات صرف اتنی سی ہے کہ وہ بھگوڑا نکلا مجھے ہی نہیں بلکہ امریکہ کو بھی چھوڑ کر بھاگ گیا' کیوں نوفل؟"

نوفل کے ہونٹوں پر بھی بہت جان دار سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ اس کا اشارہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا مگر اس کے پہلو میں بیٹھی صبا سر سے پاؤں تک دھڑ ادھڑ جلنے لگی۔

کس قدر بے خوفی سے عشق و محبت کا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ وہ بھی عین اس کی نظروں کے سامنے۔

"بھئی ہو سکتا ہے کہ اس بھگوڑے کی کوئی مجبوری ہو جو اسے تم سے بھاگنا پڑا ہو ورنہ کوئی امریکہ تو چھوڑ ہی دے مگر تمہیں ناممکن۔" نوفل کی بات پر قہقہہ پڑا تھا۔

صبا کو اپنی پیشانی تپتی محسوس ہونے لگی۔ مرد و عورت کی تخصیص کے بغیر ہر طرح کی بات کر دینا تو جیسے ان لوگوں کی عادت تھی مگر وہ جس گھر سے آئی تھی وہاں ان باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ اب بھی اس کا وہاں سے بھاگ جانے کو جی چاہ رہا تھا۔

"ویسے صبا داد دینی پڑے گی تمہارے حوصلے کی۔ تم نے نوفل کو اجازت کیسے دے دی اس فیلڈ میں آنے کی؟" ژالے ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا تھا ژالے ان کے لیے یہ سرپرائز ہے۔" نوفل نے اسے یاد دہانی کرائی تو اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر جیسے اپنی یادداشت کو کوسا پھر جلدی سے بولی۔

"چلو کوئی بات نہیں اس سیکرٹ کو اب اوپن کر دیتے ہیں۔" وہ خاموشی سے ان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"ان میں سے کوئی کچھ نہیں بتائے گا میم۔ اصل میں سرپرائز یہ ہے کہ ہمارے اگلے کمرشل میں مسٹر نوفل ایز اے ماڈل انٹروڈیوس ہو رہے ہیں اور یہ پارٹی اسی کانٹریکٹ سائن ہونے کی خوشی میں دی گئی ہے۔"

اسد رانا نے ہنستے ہوئے پول کھول دی تھی۔ صبا کو حیرت و بے یقینی کا جھٹکا سا لگا۔

"میں تو کب سے اسے فورس کر رہی تھی مگر یہ بہت عقل مند ہے۔ اپنے تمام رائٹس سیف کرنے کے بعد اس فیلڈ میں آنے کی سوچی ہے اس نے۔" ژالے اسے چھیڑ رہی تھی جب کہ وہ ہنستے ہوئے صبا کو دیکھ رہا تھا جو ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے اُلجھی اُلجھی سی بیٹھی تھی۔

"تمہیں حیرانی نہیں ہوئی صبا؟" ژالے نے حیرت سے پوچھا تو وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے قدرے توقف کے بعد بولی۔

"مجھے بالکل بھی حیرت نہیں ہوئی۔ ان کی ایکٹنگ کی صلاحیت کا تو مجھے بھی بہت اچھی طرح اندازہ ہو چکا ہے۔ یہ چاہیں تو ڈراموں میں بھی کام کر سکتے ہیں۔"

"اوہ۔" ژالے نے توصیفی انداز میں سر ہلایا تھا جب کہ نوفل اس کے طنز کو پوری طرح پا گیا تھا۔ کتنے آرام سے سب کے بیچ وہ اس پر چوٹ کر گئی تھی۔ کسی اور کو پتہ چلا ہو یا نہیں مگر جس کو نشانہ بنایا گیا تھا وہ اپنا حوصلہ آزما کر رہ گیا تھا۔

ژالے نے انہی کی میز پر کھانا کھایا تھا۔

"اب بتاؤ نوفل' کیا حال ہے محبت کا؟" چائے کے دوران ژالے نے اسے چھیڑا تو وہ اپنے پہلو سے اٹھتی ٹیس کو نظر انداز کرتے ہوئے ہلکے سے مسکرا دیا۔

"یہ سب فارغ وقت کے مشغلے ہیں ژالے آفریدی۔"

"کیا؟" ژالے نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ "اور وہ جو میرے آگے پیچھے روتے پھرتے تھے' محبت یہ محبت وہ۔"

نوفل نے ایک نظر سر جھکائے اپنے کپ کے کناروں پر انگلی پھیرتی صبا کو دیکھا اور بات ختم کرنے والے انداز میں بولا۔

"محبت کی معراج "پالینا" ہی تو ہوتا ہے۔"

"ویل سیڈ۔" ژالے نے سر دھنا تھا' پھر طنزاً بولی۔ "یعنی پالیا تو محبت فنش۔ پھر مجھے تو شکر ادا کرنا چاہئے کہ مجھے ابھی تک میری محبت نہیں ملی۔"

"لیو دِس ٹاپک ژالے۔"

وہ بھی کون سا اندر سے پُرسکون تھا۔ زچ آ کر بولا مگر وہ بحث پر آمادہ تھی۔

"ایک تو تم مشرقی مرد اس قدر کنزرویٹو ہوتے ہو کہ اپنی محبت کو بیوی تک پر آشکار نہیں کرتے۔" اس نے رُخ بدل کر صبا کو مخاطب کیا تھا۔

"کیوں صبا؟ کیا اس نے تمہیں اپنی شادی سے پہلے والی محبت کے "کارنامے" سنائے ہیں۔ میرے سامنے تو خوب رونا رویا جاتا تھا محبت کا۔"

صبا نے ذرا سی پلکیں اُٹھا کر نوفل کی طرف دیکھا تو وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکا کر سنجیدگی سے بولی۔

"انہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔"

"اوہو۔" ژالے نے شرارت سے نوفل کو دیکھا جو اطمینان بھری سانس لے رہا تھا۔ خفیف سے شانے اُچکا کر مسکرا دیا۔

"بہت لکی ہے نوفل جسے تم جیسی انڈر اسٹینڈ کرنے والی بیوی ملی اور وہ بھی بہت محبت کرنے والا شخص ہے صبا بہت شدت پسند' ایسے شخص کو بہت احتیاط اور محبت سے ہینڈل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے

حصار سے باہر کبھی جا ہی نہیں سکتا۔ تم اسے ضرور سنبھال کر رکھو گی۔"

واپسی پر صبا کی سماعتوں میں ژالے کی باتیں گونج رہی تھیں جو نوفل کی عدم موجودگی میں اس نے صبا سے کہی تھیں۔

اس نے سر سیٹ کی پشت پر ٹکا دیا۔

"تم تو شاید نوفل احمد کو بھول چکی ہو ژالے مگر یہ شخص واقعی شدت پسند ہے اسی لیے تو تمہی کو چاہے جا رہا ہے اور میرے وجود کو دن بدن مٹی کیے جا رہا ہے۔ میں تو اسے تب سنبھال پاؤں گی نا جب یہ تمہارے حصار سے نکلے گا۔ تم نے تو جانے کون سا اسم پھونک ڈالا ہے اس پر اور اگر ایسا کچھ تھا تم دونوں کے مابین تو میری زندگی کو "تجربہ" کیوں بنا ڈالا تم لوگوں نے۔"

"آپ شاید میرے اس فیلڈ میں آنے کی خبر سے ڈسٹرب ہو گئی ہیں۔" وہ شاید اس کی بے بسی سے لطف اٹھانے کے موڈ میں تھا ورنہ کوئی دوستانہ روابط تو کبھی بھی نہیں رہے تھے دونوں کے مابین کہ وہ اس کی "ڈسٹربنس" کی فکر میں مبتلا ہوتا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی' میں یونہی کسی کی بھی وجہ سے "ڈسٹرب" ہونے کی عادی نہیں ہوں۔" وہ چڑ گئی تھی۔

"اوہ۔" وہ آہستہ سے ہنس دیا پھر اندر سے اُمڈتے اضطراب کو دباتے ہوئے عام سے انداز میں بولا۔

"آپ تو یقیناً "خاص" لوگوں کی وجہ سے ڈسٹرب ہوتی ہوں گی' میرا یہاں کیا ذکر۔"

وہ اس کے عام سے انداز میں چھپے خاص طنز کو نہیں سمجھ سکی تھی۔ خاموشی سے رُخ موڑ کر بیٹھ رہی۔ نوفل نے لب بھینچتے ہوئے کیسٹ اندر دھکیل کر فل والیم میں ٹیپ چلا دی۔ میڈونا کا فاسٹ نمبر گاڑی میں اُودھم مچانے لگا۔ اس کا مقصد شاید صبا کو زچ کرنا رہا ہو مگر جتنا شور صبا کو اپنے اندر سے اُٹھتا محسوس ہو رہا تھا اس سے بچنے کے لیے اسے گاڑی میں مچا شور غنیمت لگا تھا۔

✿✿✿

بہت غیر متوقع طور پر اگلے ہی ہفتے انس اور نگین بنا اطلاع کیے ہی لوٹ آئے تو پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ اٹھی۔

"اُف نگین کیا کھاتی رہی ہو؟ اتنی حسین ہو رہی ہو۔" ضحیٰ کتنی ہی بار اس سے پوچھ چکی تھی۔

اور واقعی بے فکرے پن اور انس کی محبتوں نے اسے حسین تر بنا دیا تھا۔ ایک ماہ ہی میں وہ خوب سے خوب تر لگنے لگی تھی۔ خود انس کے چہرے پر بھی خوشی اور طمانیت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ ہونٹوں پر مستقل مسکراہٹ لیے وہ بے حد اچھا لگ رہا تھا۔ تائی جان کتنی ہی بار نظروں ہی نظروں میں دونوں کی بلائیں لے چکی تھیں۔

"بتایا تو ہوتا یار واپسی کا۔" معید نے مسکراتے ہوئے کہا تو نگین نے جواب دیا۔

"انہیں سرپرائز دینے کا شوق چرایا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ گھر سے اتنی دُور اکیلے رہنا بھی نہیں ہو رہا تھا۔ مجھے تو بہت خوشی ہو رہی تھی واپسی کی۔"

"اب بھی کیا وہاں سے نہ بھاگتا؟" انس نے نگین کی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سانس بھری تو وہ سب ہنس دیے۔

"صبا کیسی ہے؟ میری تو صرف دو مرتبہ ہی فون پر بات ہو پائی ہے اس سے۔" نگین پوچھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے وہ۔" ضحیٰ کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئی تھی۔

"ابھی تھوڑا آرام کر لو تم لوگ' اتنا سفر کر کے آئے ہو۔" چچی جان نے ان کی مسلسل پانچ گھنٹوں کی نشست کو ختم کرنا چاہا۔

اور واقعی تھکن تو بہت تھی مگر گھر واپسی کی خوشی اس تھکن پر بھاری تھی۔ اپنوں کے درمیان ہونے کا احساس کسی اور احساس کو حاوی ہی نہیں ہونے دے رہا تھا۔

"میں صبا کو فون کروں؟" ضحیٰ کو خیال آیا تھا۔

"بالکل نہیں، کل جائیں گے ان کی طرف۔ ذرا انہیں بھی تو سرپرائز دیا جائے۔" نگین نے اسے روک دیا تھا۔

"بھائی جان! اب تو ہمیں یقیناً اپنے حفاظتی بند باندھ لینے چاہئیں کیوں کہ آئندہ سے ہمارے کچن کی باگ دوڑ جن دو اور دو چار ہاتھوں میں جا رہی ہے ان میں سے دو کو ہم پچھلے دنوں آزما کر دیکھ چکے ہیں اور یہ تو خدا نے ہی عمر لمبی لکھ رکھی تھی جو آپ سے محوِ کلام ہیں اور باقی بچے دو ہاتھ تو وہ آپ کی بیگم صاحبہ کے ہیں جن سے متعلق نوفل بھائی ہمیں پہلے ہی بتا چکے ہیں سو ابھی سے کچھ متبادل سوچ لیں۔"

وجدان اپنی ہانکے جا رہا تھا۔ ضحیٰ کی گھوریاں بے کار جا رہی تھیں۔ نگین نے جھینپ کر اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"میں اتنا برا نہیں پکاتی۔ بس تھوڑا سا اچھا نہیں بنتا۔"

اس کی بات پر لڑکوں نے قہقہہ لگایا تھا۔

"میری بیگم بہت ذہین ہے۔" انس اترایا تھا۔

"ذہین ہوتی تو آپ کی بیگم نہیں ہوتی۔" اس کا مطلب سمجھتے ہوئے ضحیٰ نے پٹاخ سے جواب دیا تو نگین نے اس کا شانہ تھپک کر شاباشی دی تھی۔

"آتے ہی بے وفائی شروع کر دی۔" انس اس کی طرف جھک کر بڑبڑایا تو وہ ان سنی کر گئی۔

"اچھا اب بتاؤ کہاں گئے کیا کچھ دیکھا۔" ضحیٰ کو کھد بد لگی تھی۔

"بھئی ہر جگہ تصویریں بنائی ہیں، چھ رولز ہیں میرے پاس۔ ڈیولپ کراؤں گا تو دیکھ لینا۔" انس کہہ رہا تھا۔

"اچھا ہوا تم بھی آ گئے۔ ایک بہت خوشی کی خبر سنانی ہے تم سب کو۔" تائی جان مسکرا رہی تھیں۔ سب ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"معید نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے۔" انہوں نے دھماکہ کیا تھا۔ چچی جان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیں، بھلا یہ انکاری کب تھا شادی سے۔" انس نے معید کو گھورا جو سامنے صوفے میں دھنسا مسکرا رہا تھا جیسے اس کی نہیں کسی اور کی شادی کی بات کی جا رہی ہو۔

"خوشی کی بات تو یہ ہے کہ یہ میری پسند کی لڑکی سے شادی کرنے کو راضی ہوا ہے۔"

اب کی بار وہ سب حیرآمیز خوشی میں گھرے تھے جب کہ ضحیٰ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

تو کیا یہ اس تصویر والی سے دستبردار ہو گیا ہے؟

"مان گئے معید بھائی، فرمانبرداری میں آپ سے کوئی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔" وجدان نے پُرستائش لہجے میں کہا تھا۔

"امی بتائیں ناں کون سی لڑکی پسند کی ہے آپ نے معید بھائی کے لیے؟" حمزہ فوراً تائی جان کے سر پر سوار ہوئی تھی۔

"ان کی بھی رائے لے لیتیں تائی جان، چپ چاپ ہر بات پر سر جھکانے والے عموماً بہت گھنے ہوتے ہیں۔" ضحیٰ نے طنزاً کہا تو معید نے ایک ابرو اچکا کر لحظہ بھر کو اس پر جانچتی نگاہ ڈالی تھی۔ لون کے پرپل اینڈ وائٹ پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس اپنے مخصوص مغرورانہ سے انداز میں بیٹھی وہ اپنی پرانی جون میں لوٹتی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیوں معید! ہے کوئی بات دل میں تو بتا دو۔" انس نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے شانے پر بازو دراز کیا تو وہ بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

"بڑی مامی نے کہہ دیا سو کہہ دیا، ان سے بہتر میرے لیے اور کوئی نہیں سوچ سکتا۔" اس کے دوغلے پن پر ضحیٰ جی بھر کر حیران ہوئی تھی۔ دل اور لاکر میں کسی اور کی تصویر رکھنے والا کیسے ان سب کی محبتوں کو دھوکا دے رہا تھا۔ ان کی خواہش پر سر جھکا کر معتبر بن رہا تھا۔ فرمانبرداری کا لقب حاصل کر رہا تھا۔ کیسے کیسے ڈھنگ آتے تھے اس شخص کو اپنی واہ واہ کرانے کے۔

"میرے یار میں بھی کبھی ایسا ہی سوچتا تھا، اب تو پچھتانے کا بھی ٹائم نہیں ملتا۔" انس نے شرارت سے آہ بھری تھی۔ اگر کچھ فاصلے پر تایا جان اور چچا جان موجود ٹی وی نہ دیکھ رہے ہوتے تو شاید نگین چلا ہی اٹھتی۔

"شرم کریں، اتنی اچھی بیوی، پتہ نہیں تائی جان کی کس نیکی کی وجہ سے آپ کو مل گئی ہے اور آپ اتنا ناشکرا پن کر رہے ہیں۔" ضحیٰ نے انس کو گھر کا تھا۔

"ان کا تو وہاں بھی یہی حال تھا۔ مجھے تو کبھی ادھر ادھر جھانکنے بھی نہیں دیا اور خود ہر اچھی لڑکی کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرا کرتے تھے۔" نگین نے شکایت لگائی تھی۔ معید متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ کان کھجاتا جل سا نگین کو گھورتے ہوئے بولا۔

"بھئی اب خدا کی بنائی ہوئی حسین چیزوں کو تو سبھی رشک سے ہی دیکھتے ہیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے وہاں بھی تم نے نگین کو بہت تنگ کیا ہوگا۔ تبھی اس کا دل نہیں لگا۔" چچی جان مسکرائی تھیں۔

"کمال ہے چچی جان۔ بیٹے کی بجائے آپ بہو کی بات کا اعتبار کر رہی ہیں۔" انس نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

"بیٹا ہزار بار کا آزمایا ہوا جو ہے۔" وجدان نے لقمہ دیا تھا پھر وہ نگین کو تسلی دینے لگا۔ "آپ بے فکر رہیں بھابھی، میرے پاس "اتھرے" شوہر کو قابو کرنے کے بہت سے ٹوٹکے موجود ہیں جو کہ جھنڈے والی سرکار کی خاص عنایت ہیں۔ اگر کوئی پرابلم ہو تو آپ مجھ سے رجوع کر سکتی ہیں۔"

"وجی! تمہارے بابا جی تحفل کے تعویز نہیں دیتے کیا؟" ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا تو وہ شرارت سے بولا۔

"آپی! تمہارا مسئلہ میں نے بار ہا ان کے سامنے پیش کیا ہے مگر ان کا کہنا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا جو چیز اللہ نے نہیں دی وہ کیسے دے سکتے ہیں۔"

"بہت خبیث ہو تم وجی۔" انس کے قہقہے پر وہ روٹھ گئی تھی۔

"چلو بھئی اب بس کرو رات بہت ہو گئی ہے۔" تایا جان نے محفل برخاست کرنے کا حکم دیا تو سبھی بلا چوں و چرا اٹھ گئے۔

✿✿✿

صالحہ بیگم کے لاکھ منع کرنے کے باوجود صبا نے کچن کی تمام ذمہ داری اٹھائی تھی۔ باقی گھر کے کام بھی وہ نوری کے ساتھ مل کر کراتی تھی۔ ابھی بھی وہ نوری کو لنچ کی تیاری کے لیے ہدایات دے رہی تھیں۔ اتوار کی چھٹی کی وجہ سے نوفل بھی گھر میں تھا۔ اس کی دلی خواہش نہیں تھی مگر لاشعوری طور پر اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اچھا سا کھانا پکائے۔

"ایکسکیوزمی آپ ذرا کمرے میں آئیں گی۔" شستہ انگریزی میں اسی سے کہا گیا تھا۔ وہ چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ نوفل کی موجودگی کی وجہ سے شاید اس نے زبان غیر کا سہارا لینا ضروری سمجھا تھا مگر صبا تنک گئی تھی۔

"آپ کو جو کام ہے وہ بتا دیں۔"

اس کے انداز پر حسب عادت نوری نے ہنستے ہوئے دوپٹہ منہ پر رکھ لیا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا نا' کمرے میں آیئے۔" وہ اسی سنجیدگی سے کہتا پلٹ گیا تھا۔ اس قدر تحکمانہ انداز صبا کو تو ہضم نہیں ہو رہا تھا سو ہنستی ہوئی نوری پر نظر پڑی تو اسے چڑ کر ٹوک دیا۔

"تم کیوں ہنس رہی ہو؟"

وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"میں تو بس یونہی....."

"دھیان سے یہ سارا مصالحہ گوشت کے پارچوں پر لگاؤ۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔" اسے کہتی وہ کچن سے نکل آئی تھی۔ کمرے میں پہنچنے تک وہ نوفل کو پڑنے والے "کام" ہی کا انداز کرتی رہی تھی۔

اسے موبائل پر مصروف گفتگو دیکھ کر وہ کوفت زدہ سی کھڑی رہ گئی تھی مگر اس نے صبا کی موجودگی سے واقف ہونے کے باوجود بات مختصر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں نے شادی کر لی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بھی یہ حماقت کر ڈالو۔" پتہ نہیں کس کو اس قدر عقل مندانہ مشوروں سے نوازا جا رہا تھا۔ اب جانے صبا کے آنے سے پہلے بھی یہی موضوع ڈسکس کیا جا رہا تھا یا خاص طور پر اس کے دل کو جلانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بہر حال وہ بھی اس "حماقت" کا اہم حصہ تھی سو واقعی سلگ اٹھی۔

"نہیں یار اب اتنا بھی بزدل نہیں ہوں کہ آواز حق نہ اٹھا سکوں۔" دھیرے سے ہنس کر کہا پھر دوسری طرف کی بات سن کر باقاعدہ قہقہہ لگایا گیا اور اس کی وجاہت و دلکشی سے کس کو انکار تھا۔ سحر طراز آنکھوں کو ہلکی سی جنبش دے کر ہنستا وہ صبا کی تمام تر توجہ سمیٹ گیا تھا۔

چہرے پر پھیلی صحت مندی کی سرخی اور تازہ شیو کی نیلاہٹ اس کی وجاہت کو کئی گنا بڑھا رہی تھی۔ اس پر مستزاد بھوری سحر طراز آنکھوں کی چمک۔ وہ لاشعوری طور پر ہی اس کی شخصیت کی بھول بھلیوں میں کھونے لگی۔

مردوں کی مناسب شکل و صورت اور اونچا لمبا ہونا ان کے ہینڈسم ہونے کو ثابت کر دیتا ہے مگر یہاں تو خدا نے اسے وجاہتوں سے مالا مال کر دیا تھا۔

وہ بے خیالی سے زیادہ بے ساختگی میں اس کو دیکھے جا رہی تھی۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں محترمہ!"

جانے وہ کب فون کال سے فارغ ہوا تھا اور اب اس کے مقابل کھڑا چٹکی بجاتے ہوئے وہ اسے متوجہ کر رہا تھا۔ پرفیوم اور آفٹر شیو لوشن کی مہک نے گرد حصار بنا کر اسے جھنجوڑ سا ڈالا تھا۔

"جی....." وہ حد درجہ گڑبڑا گئی تھی۔

اور شاید وہ اس کی بے اختیاری نوٹ کر چکا تھا اسی لیے اپنی بھرپور شخصیت کے تمام تر احساس کے ساتھ رسانیت بھرے انداز میں بولا۔

"ضروری نہیں کہ ہر دل پسند شے آپ ہی کے لیے ہو اس لیے انسان کو اپنے جذبات و احساسات پر کنٹرول ہونا چاہیے۔"

اس کا جملہ اس قدر اچانک تھا کہ صبا کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا مگر اس کے اس قدر جتلانے والے طنزیہ جملے کا مفہوم سمجھ میں آتے ہی جیسے وہ شعلوں میں گھر گئی۔ اسے اپنے چہرے سے آگ کی لپٹیں نکلتی محسوس ہوئی تھیں۔ اس کے صبیح چہرے کو پہلے خجالت اور پھر غصے کی سرخی میں لپٹا دیکھنا نوفل کو محظوظ کر گیا تھا۔

اور یہ اس کے سرخ ہونٹوں پر پھیلی دھیمی سی مسکراہٹ ہی تھی جو صبا کی عزت نفس پر کاری ضرب لگا گئی تھی۔

کچھ اپنی بے اختیاری پر ندامت اور کچھ نوفل کے نوٹ کرنے کے بعد یوں جتانے پر شرمساری اور خجالت کا شدید احساس تھا جس نے اس کی بے بسی کو اندر کی کھولن کی صورت باہر لا پٹخا تھا۔

"میں یہاں آپ سے کوئی لیکچر لینے نہیں آئی۔ آپ کو جو کام ہے وہ بتائیں کیوں کہ مجھے بہت سے ضروری کام نمٹانے ہیں۔" جلتے کوئلوں کی تپش اس کے لب و لہجے میں اتر آئی تھی۔ تیکھی انداز میں بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر اس نے اپنی مسکراہٹ سمیٹی تھی پھر طنزاً بولا۔

"میری وارڈ روب چیک کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور شاید آپ کو یہ سن کر بہت افسوس ہو کہ یہ بھی ایک انتہائی ضروری کام ہے جو آپ ہی کو کرنا ہے۔"

"تو؟" اس کی آنکھوں میں ناگوار سا تاثر اتر آیا تھا جسے محسوس کرنے کے باوجود وہ اپنے مخصوص تحکم بھرے انداز میں بولا جو صبا سے بات کرتے ہوئے خود بخود اس کے لب و لہجے میں اتر آتا تھا۔

"تو یہ کہ میری وارڈ روب بالکل خالی پڑی ہے۔ شرٹس غائب' رومال' جرابیں ٹائیاں ندارد۔ اور میں یہ بے ترتیبی نہ تو برداشت کر سکتا ہوں اور نہ ہی عادی ہوں اس لاپروائی کا۔"

"یہ کام آپ نوری سے کہہ کر بہت اچھے طریقے سے کروا سکتے ہیں۔"

صبا نے کچھ دیر پہلے اس کے کہے جملے کا جواب دے کر گویا اس پر اس کی "اوقات" ظاہر کی تھی۔ بہت نڈر پن کا مظاہرہ کرنے کے بعد وہ جانے کے ارادے سے پلٹ گئی مگر اس کی یہ بے خوفی نوفل کو اس قدر غصہ دلائے گی یہ اس نے نہیں سوچا تھا' اس کے واپس پلٹتے ہی نوفل نے اس کی کلائی تھام کر ایک جھٹکے سے اسے روکا تھا۔ وہ لڑکھڑائی اور سنبھلنے کی کوشش میں دونوں کے مابین موجود فاصلہ انچ بھر بھی نہیں رہا تھا۔

"میں نے آپ سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ ہم دونوں کے بیچ موجود رشتے کو دھیان میں رکھ کر مجھ سے بات کیا کریں۔ جب تک آپ اس حیثیت سے اس کمرے میں موجود ہیں یہاں کا ہر کام آپ کی ذمہ داری ہے اور اس سلسلے میں کوئی بھی کوتاہی میں برداشت نہیں کروں گا۔" اس قدر غیر ارادی قربت صبا کو سنسناہٹوں میں دھکیل گئی۔ سلگتی سانسیں اس کی صبیح پیشانی کو عرق آلود کر گئی تھیں۔ اپنے بکھرتے حواس کو سمیٹ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر مقدور بھر قوت کے ساتھ اسے پیچھے دھکیلنے تک وہ جیسے ہلکان سی ہو گئی تھی۔ ادھر نوفل کو جیسے اس قربت کا احساس بھی نہیں ہوا تھا۔

اور جس قربت میں محبت کی نرمی و گرمی نہ ہو وہ اپنائیت کا نہیں ہتک کا احساس دلاتی ہے۔

وہ بھی اسی اہانت کا شکار ہوئی تھی۔ سو حلق میں اگتے کانٹوں کی پروا کیے بغیر وہ مشتعل ہو اٹھی تھی۔

"بی ہیو نوفل احمد..... یہ بات آپ طریقے سے بھی کر سکتے ہیں۔"

"اوہ....." وہ اس کے سرخ چہرے کو قدرے دھیان سے دیکھتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں مسکرایا اور پھر تھوڑا سا جھک کر اس کی خوب صورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جتانے والے لہجے میں بولا۔

"شاید آپ مجھ سے ابھی تک واقف نہیں ہوئیں صبا بی بی۔ نوفل احمد اس قدر آسانی سے تسخیر نہیں ہونے والا ہے۔"

بات عزت نفس پر آن پڑی تھی سو پلک جھپکے بغیر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بے حد تلخی سے اس پر واضح کر گئی۔

"میں اپنے آپ میں' اپنی ذات میں بہت خوش اور مطمئن ہوں' مجھے نہ تو آپ کو تسخیر کرنے کا شوق ہے اور نہ ہی ضرورت۔"

نوفل کے پہلو میں ایک آنچ سی پھیلتی چلی گئی۔

یوں مضبوط اور سرد لہجے میں بولتی وہ ابھی چند لمحوں پہلے والی اس کے قرب سے گھبرائی اور خائف سی صبا سے بے حد مختلف لگ رہی تھی۔

اپنے اندر پھیلتے اضطراب کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

اسی وقت بے ترتیبی کے ساتھ دروازہ دھڑ دھڑایا گیا۔

"لیں۔" خود کو کمپوزڈ رکھنا ہی تو اس شخص کا فن تھا۔ اب بھی بہت نارمل سے انداز میں بولا تو نوری چہکتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔

"وہ جی نیچے نگی بی بی آئی ہیں' دولہے صاب کے ساتھ۔"

"کک کون..... انس بھائی؟" اس کے سرد پڑتے وجود میں جیسے زندگی کی گرمی دوڑ اٹھی تھی۔

"جلدی آئیں' بڑی بی بی جی نے کہا ہے۔" نوری پیغام نشر کرتی یہ جا وہ جا۔

آنکھوں میں پھیلتی دھند سے بے نیاز وہ بہت بے تابی سے باہر کی طرف لپکی تھی۔ نوفل کے پہنچنے تک وہ انس سے لپٹی ہوئی تھی اور شاید رو بھی رہی تھی۔

"کم آن صبا' ڈونٹ بی سلی یار۔" انس اس کے بالوں کو ہاتھ سے سہلاتے ہوئے سرزنش کرنے والے انداز میں کہہ رہا تھا جب کہ خود اس کی آنکھیں اس کے اندرونی اضطراب کی گواہ تھیں۔

"اتنے دنوں کے بعد مل رہی ہے نا اسی لیے جذباتی ہو رہی ہے۔" صالحہ بیگم نے کہا تھا۔ نوفل کو دیکھتے ہی نگین اس کی طرف لپکی تھی۔

"بھئی یہ کیا حرکت ہے' یوں بنا بتائے کسی کے گھر پہنچ جانا کہاں کی شرافت ہے۔" وہ ڈپٹ کر پوچھ رہا تھا۔ نگین برا مان کر اس سے الگ ہو گئی۔

"مجھے ایک مہینے میں ہی پرایا کر دیا آپ نے۔"

وہ ہنستا ہوا انس کی طرف بڑھا جو صبا کی جذباتیت پر اب پریشان ہو رہا تھا۔

"آپ ذرا دیر کے لیے اپنا پروگرام ملتوی کر دیں گی محترمہ۔" صبا کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے وہ خوش مزاجی سے بولا تو وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔ وہ دونوں بہت گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے تھے۔ وہ نگین سے ملنے کے بعد اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

"مذاق برطرف' مگر شاید تم لوگوں کو اطلاع دے کر آنے کی اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی کہ اس سرپرائز سے ہوئی ہے۔" وہ بہت خوش دلی سے کہہ رہا تھا۔ صبا جلتی نگاہوں سے اس کا بہروپ دیکھنے لگی۔ اس کے لیے طنز کے تیر چلانے والے لب اس وقت جیسے شہد میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"تم کیوں اتنی گم صم سی ہو صبا..... لگتا ہے ابھی تک یہاں دل نہیں لگا۔" اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے نگین نے مدھم آواز میں استفسار کیا تھا۔ حقیقتاً وہ صبا کو اس قدر پژمردہ اور مرجھایا ہوا دیکھ کر ٹھٹک سی گئی تھی۔

وہ دل ہی دل میں اس لطیفے پر ہنس دی۔

ہنہ' دل۔ یہاں ایسا رشتہ ہی کون سا بنا تھا جس سے دل لگانے کا سوچا بھی جا سکتا۔

اس کا ہاتھ دباتے ہوئے وہ بہت ضبط سے مسکرائی تھی۔

"دل کیوں نہیں لگے گا بھلا۔ مجھے تو کبھی محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں یہاں شادی ہو کر آئی ہوں۔"

"واقعی مجھے تو کبھی صبا نے احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ یہ میری بیٹی نہیں بلکہ بہو ہے۔" صالحہ بیگم تو یوں بھی اس کی موہنی صورت اور عادات کی گرویدہ ہو چکی تھیں' اب بھی بہت محبت سے کہہ رہی تھیں۔

"میں ذرا نوری سے چائے کا کہہ دوں۔" وہ معذرت کرتی اٹھ گئی تھی۔ انس سے باتوں میں محو نوفل نے ایک اچٹتی نگاہ اس کے آنسوؤں سے دھلے چہرے پر ڈالی اور پھر دوبارہ انس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نوری کے چائے بنانے تک وہ مختلف لوازمات سے ٹرالی بھر چکی تھی اور چائے تیار ہو جانے پر وہ خود ٹرالی اندر لے کر گئی اور چائے سرو کرنے لگی۔

"تھینکس' بیوی ہو تو آپ جیسی۔ اس وقت مجھے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔" اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھامتے ہوئے نوفل نے تشکرانہ انداز میں کہا تو وہ اندر تک تپ اٹھی۔

کس قدر فریبی تھا یہ شخص۔ پل میں رنگ بدلنے پر قادر تھا۔

وہ نگین کو ساتھ لیے کچن میں آ گئی جہاں دوپہر کے کھانے کی تیاری مکمل تھی۔ باتوں کے دوران صبا نے باقی رہ جانے والی چھوٹی موٹی چیزیں بھی تیار کر لیں جب کہ گوشت کے پارچے روسٹ ہونے کے لیے اوون میں رکھ دیے۔

"یہاں تم لوگوں نے ذرا گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ میرے بھائی کی تو خوب موج ہے اور ادھر انس بے چارے ہنی مون کے دوران ہی پریشان تھے کہ میری بیگم کو تو کھانا بھی پکانا نہیں آتا۔" نگین مزے سے کہہ رہی تھی۔ وہ بے اختیار اسے ٹوک گئی۔

"اس قدر پیارا بندھن ہے شادی' نگین اسے سودا مت کہو۔ یہ تو دو اجنبیوں کو اس قدر قریب لے آتا ہے کہ کوئی خامی کوئی کمی ہو بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔"

"اوہو' لگتا ہے بھائی نے کافی بریفنگ دی ہے۔ انہی کی زبان بول رہی ہو۔" نگین نے اسے چھیڑا تو وہ ہلکی سی سانس بھرتی مسکرا دی۔

"تم خوش ہو نا نگین؟" اس نے نگین کے کھلتے ہوئے چہرے کو نظر بھر کر دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس کے ہونٹوں پر شرمگیں سی مسکراہٹ کھیل گئی۔

"کیا مجھے دیکھ کر اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا؟" اس نے جواباً پوچھا تو صبا نے اس کو چوم لیا۔

"ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ سے اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ حد نہیں۔ اور یہ سب میرے بھائی کی محبت کا کمال ہے۔" وہ قدرے شرارت سے بولی تو نگین بھی ہنس دی۔

"نوری! تم ذرا جا کر نگین کا کمرہ چیک کرو' اگر تھوڑی بہت جھاڑ پونچھ کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر دینا۔" صبا نے نوری کو فارغ کیا تھا۔ اس دوران نگین الجھن بھری نظروں سے اس کے سادہ سے حلیے کو دیکھتی رہی۔

"تم کیا دیکھ رہی ہو؟"

اس کی نظروں نے صبا کو مضطرب کر دیا تھا۔ بظاہر مسکرا کر پوچھا مگر نگین نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

"میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ کہیں تمہاری شادی کو ایک مہینے کی بجائے ایک سال تو نہیں ہو گیا۔"

"کیا مطلب.....؟" وہ حقیقتاً حیران ہوئی تھی۔

"مطلب یہ کہ اتنی سادگی؟ نوفل بھائی کو تو کم از کم پسند نہیں۔" نگین نے صاف گوئی سے بتایا تو وہ نجھے دل سے مسکرا دی۔ جی تو چاہا کہ اسے نوفل کی "پسند" صاف صاف بتا دے مگر اس ہمت ہی کی تو کمی تھی اس میں۔ وہ ہمت' جو نہ صرف اس کی بنتی بگڑتی ازدواجی زندگی کا کوئی بہتر فیصلہ کر دیتی بلکہ انس کی زندگی کو بھی کسی خطرناک موڑ پر لا کھڑا

کرتی۔

اس پل اس کا جی چاہا کہ نوفل احمد کی چہرہ شناسی کی صلاحیت کو داد دے۔ کتنی کامیابی سے وہ اسے مہرہ بنا گیا تھا۔ جان جو گیا تھا کہ وہ رشتوں کی خاطر سب کچھ تیاگ سکتی ہے اور کبھی مر کر بھی کسی کو حقیقت نہیں بتا پائے گی۔ اپنے سکھ کی خاطر اس اور نگین کی زندگی برباد نہیں ہونے دے گی۔ اور کتنا ٹھیک جانچا تھا اس نے۔ کیا وہ اپنے بھائی کی ہنستی مسکراتی زندگی کو داؤ پر لگا سکتی ہے؟

اس نے نگین کے سجے سنورے دلکش سراپے پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔ خوب صورت لباس گولڈ کی میچنگ جیولری اور دونوں کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں پہنے وہ دلکشی کی حدوں کو چھو رہی تھی۔

کبھی نہیں اس کے دل و ذہن نے بہت شدت کے ساتھ اس ظالمانہ سوچ کی نفی کی تھی۔

یہ دلکش و دل نواز سراپا جو اب اس کے عزیز از جان بھائی کی محبتوں کا امین تھا وہ اسے اپنی طرح تشنہ اور برباد نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ سو اس نے بھی نوفل احمد کی طرح چہرے پر چہرہ لگانے کی کوشش کر ڈالی۔

"تمہیں پتہ ہے نا مجھے ان زرق برق کپڑوں سے اس قدر اُلجھن ہوتی ہے۔ اور یہ میک اپ میں نے شادی سے پہلے کبھی ان چیزوں کو چھوا بھی نہیں تھا۔"

"پھر بھی صبا۔ لوگ کیا کہیں گے مجھے دیکھو روزانہ نیا جوڑا پہنتی ہوں میک اپ کرتی ہوں۔" نگین کے بچکانہ انداز پر وہ مسکرا دی۔ پھر قدرے مذاق اُڑانے والے انداز میں بولی۔

"اب میں عروسی لہنگا پہن کر تو کچن میں کام نہیں کر سکتی۔ لوگ تو اس پر بھی کچھ نہ کچھ ضرور کہیں گے۔"

"ہائی داوے تمہیں اتنی جلدی کچن سنبھالنے کو کس نے کہا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ماما تو کبھی بھی اتنی ظالم نہیں رہیں۔" نگین نے ایک اور اعتراض جڑا تھا۔

ویسے تو شاید وہ ان باتوں پر اتنا غور نہ کرتی مگر ان دونوں کے مابین رشتے کی نوعیت اسے حساس ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔

"کم آن نگی اب یہ میرا گھر ہے اور اپنے گھر میں کام کرنے کے لیے ابھی یا کبھی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور پھر مجھے تو یوں بھی گھر داری کا بہت شوق ہے اس لیے ماما کے منع کرنے کے باوجود میں نے تھوڑا بہت کام کرنا شروع کر دیا۔" صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا جو کہ کسی حد تک تو واقعی سچ تھا۔

اسے گھر داری کا شوق تو تھا مگر نوفل کا رویہ بھی اتنی جلدی اسے اپنی توجہ ہٹانے کے لیے کچھ کرنے پر مجبور کر گیا تھا ورنہ عام حالات میں تو شاید ابھی وہ ہنی مون پیریڈ انجوائے کر رہی ہوتی یا پھر خاندانی دعوتیں اُڑا رہی ہوتی۔

"پھر بھی صبا' پتہ نہیں یہ نوفل بھائی اتنے بور کیسے ہو گئے ہیں۔ تم لوگ ابھی تک کہیں سیر و تفریح کے لیے بھی نہیں گئے۔" نگین کو ان دونوں کا خشک سا انداز زندگی پریشان کر رہا تھا تو دوسری طرف صبا اس کی تفتیش سے مضطرب ہو رہی تھی۔

"سیر و تفریح کے لیے تو ساری عمر پڑی ہے اور پھر پلاننگ تو ہے ہماری' بس ان کی کچھ بزنس پرابلمز کی وجہ سے ہمیں اپنا پروگرام ملتوی کرنا پڑ گیا تھا۔" اس نے نرمی سے بات کلیئر کرنا چاہی تھی پھر اضافہ کیا۔

"ویسے خود مجھے بھی سیر و سیاحت کا کوئی خاص شوق نہیں ہے۔"

"صبا! تمہیں نہیں پتہ کہ تم کیا چیز مس کر رہی ہو' یقین کرو اس کا زندگی بھر کا ساتھ اپنی جگہ مگر ان کی جو محبت اور توجہ میں نے ہنی مون پیریڈ کے دوران دیکھی ہے وہ میں ساری زندگی نہیں بھول سکوں گی۔ انہی دنوں میں تو ایک دوسرے

کو جانتے' سمجھنے کے عمل سے گزرا جاتا ہے۔"

"مجھے تمہارے بھائی کو جتنا جاننا تھا' جان چکی ہوں' اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔" اس کے خواب آلود لہجے نے صبا کے اندر جیسے احساس محرومی کو کھرچنا شروع کر دیا تو وہ سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ گئی۔ نگین کو بلانے کی خاطر کچن میں داخل ہوتا نوفل اپنی جگہ جم سا گیا تھا۔ صبا کے اس جملے نے اسے ریڈ سگنل دیا تھا۔ اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے وہ اضطراری انداز میں بول اٹھا۔

"نگی! تم اتنی گرمی میں یہاں کیوں بیٹھی ہو۔"

وہ دونوں چونک گئی تھیں۔

"یہی سوال آپ کو صبا سے بھی کرنا چاہیے۔"

"تم یہاں سے نکلو گی تو ان سے کوئی سوال کروں گا نا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صبا لب بھینچتی اوون کی طرف پلٹ گئی۔

"مجھے صبا سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" نگین ٹھٹکی تھی مگر نوفل نے اسے اُٹھا کر ہی دم لیا تھا۔

"ساری رات پڑی ہے باتوں کے لیے۔ آج تو یوں بھی تم لوگ ادھر ہی رُکنے والے ہو۔ وہاں ماما تمہیں بلا رہی ہیں۔"

"میرا کام بس ختم ہو چکا ہے۔ میں بھی آ رہی ہوں۔" صبا نے اسے تسلی دی تو وہ اسے جلدی آنے کا کہتی کچن سے نکل گئی۔ نوفل اس کے ساتھ جانے کی بجائے فریج کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ نگین کے کچن سے نکلتے ہی وہ پانی کی بوتل نکال کر فریج بند کرتا صبا کی طرف پلٹا تھا۔ اسے اپنی طرف متوجہ پا کر صبا کو کچھ عجیب سا لگا تھا مگر جب وہ بولا تو اس "توجہ" کا راز بھی کھل گیا۔

"کیا کہہ رہی تھیں آپ نگی سے؟"

"میں؟" وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کی زبان بند ہے تو آپ کی عزت نفس بھی قائم رہے گی۔ اس طرح دوسروں کو خود کے دکھڑے سنائیں گی تو سب آپ پر صرف ہنسیں گے' ہمدردی نہیں کریں گے۔" وہ سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔ صبا کا دماغ گھوم گیا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"آپ اچھی طرح سمجھ رہی ہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ معنی خیز انداز میں بولا تھا۔

"آپ کو میری جاسوسی کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟" وہ سر تا پا سلگ اٹھی تھی۔

"کام تو بہت ضروری ہیں مگر میں کوئی 'عام' سا رسک بھی لینا پسند نہیں کرتا۔" وہ اس کے سلگنے سے حظ اٹھا رہا تھا اور اس کا یہ عمل صبا سے مخفی نہیں تھا' فطری طور پر وہ تلملائی تھی مگر خود پر قابو پاتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولی۔

"میں اتنی ہی 'عام' ہوتی تو آپ کی نظروں میں بھی نہیں آتی۔" اس کا جملہ شعوری کوشش کے بغیر ہی ذو معنی بن گیا تھا سو اس کی طرف اُٹھنے والی نوفل کی نظر بہت بے ساختہ و بے اختیار تھی۔

بریزے کی چکن کاٹی پنک لباس اس کی سنہری رنگت کو دمکا رہا تھا۔ گرمی کی شدت سے تمتمائے رُخسار' صبیح پیشانی پر موتیوں کی طرح ٹھہرا پسینہ..... گھنی پلکوں کے پار براؤن آنکھوں میں خفگی شعلوں کی طرح دہک رہی تھی۔ غیر ارادتاً ہی وہ اس کے شانوں کو تھامتا اس کی طرف جھکا تھا۔

"بہت خوش فہمی ہے آپ کو خود سے متعلق.....؟" دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے صبیح پیشانی سے پھسلتی نگاہ اس کے احمریں لبوں کے خوب صورت خم پر رُک گئی تھی۔

"آپ کیوں سمجھتی ہیں کہ میں آپ کی محبت میں ہارا ہوا شخص ہوں؟ حالانکہ میں آپ پر واضح کر چکا ہوں کہ میں نے آپ کو "چاہا" کر نہیں بلکہ ایک پراپر پلان کے تحت پایا ہے۔ اینی ویز' کیپ اٹ اَپ۔ ہوسکتا ہے کبھی میں موڈ میں ہوں تو نظرِ کرم کر ہی دوں۔" صبا کو لگا کسی نے جلتی سلاخ سے اس کی پیشانی داغ دی ہو۔ ذلت اور اہانت کے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تو چہرے سے جیسے آگ کی لپٹیں نکلنے لگیں۔

ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں کو شانوں پر سے ہٹا کر وہ پیچھے ہٹی تھی۔

"اٹس لائف نوفل احمد' بہت غلط سوچا ہے آپ نے میرے متعلق۔ مجھے نہ تو کبھی آپ میں کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہے۔ آپ اپنی یہ نظرِ کرم سنبھال کر رکھیں' کہیں اور کام آئے گی۔" ضبط کے باوجود اس کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔

ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بہت سکون سے اسے سن رہا تھا۔

"اور چاہے آپ مجھے کسی پلان ہی کے تحت یہاں لائے ہیں اور کچھ نہیں تو عزت اور احترام ہی دے دیں' میرے نام کے ساتھ جڑے اپنے نام ہی کی لاج رکھ لیں۔" اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ اسی وقت نوری اسے پکارتی چلی آئی تو اس کے کچن میں داخل ہونے سے پہلے وہ باہر نکل گیا تھا۔

"بڑی بی بی کہہ رہی ہیں کہ جلدی سے باہر آئیں ورنہ وہ یہاں آجائیں گی۔" نوری نے پیغام دیا تو وہ اپنا لہجہ سنبھالتے ہوئے بولی۔

"تم برتن نکالو میں بس شاور لے کر آرہی ہوں۔" وہ تیزی سے چلتی کچن سے نکل آئی۔

نوفل کا رویہ اسے اندر تک توڑ پھوڑ گیا تھا۔

پہلے ہی کون سا وہ اسے سارے سکھ دیئے ہوئے تھا جو وہ اس کی کڑی کسیلی باتیں ہنس کر ٹال دیتی سو اب بھی اس کا انداز گفتگو دل کے زخموں کو اُدھیڑ گیا تھا۔

اور فاصلہ ہی کتنا تھا' بس چند لمحوں اور چند قدموں کا۔

اسی گھر کی چھت تلے اس کا ماں جایا بیٹھا تھا۔ اس کی چھتر چھاؤں۔

اس کی ذرا سی تکلیف برداشت نہ کر سکنے والا۔ اس کی ایک آہ پر تڑپ اُٹھنے والا۔

جی چاہ رہا تھا اس کی بانہوں میں سمٹ کر اتنا روئے کہ اندر کا سارا دُکھ آنسوؤں میں بہہ جائے اور دل کا موسم پھر سے ویسا ہی ہو جائے طمانیت بھرا اور شفاف۔ مگر یہ چند لمحے اور یہ چند قدم اتنے آسان تو نہیں تھے۔ یہ تو خود میں صدیوں کا فاصلہ سموئے ہوئے تھے۔

اَن گنت خوف' بے اَنت سوچیں۔

اور وہ خود میں اتنی ہمت نہیں پاتی تھی کہ صدیوں کی مسافت میں لپٹے ان چند قدموں کا فاصلہ طے کر کے چار زندگیوں کا بے رحمانہ فیصلہ کر ڈالتی۔ کمرے میں داخل ہو کر دروازہ لاک کرنے تک اس کی برداشت جواب دے چکی تھی۔

بستر پر بیٹھتے ہوئے ہاتھوں میں منہ چھپا کر وہ بُری طرح رو دی تھی۔

یہ ٹھیک ہے کہ اس نے نوفل سے متعلق کوئی بہت خوب صورت خواب نہیں بُنے تھے مگر ایک اچھی اور مطمئن زندگی کی چاہت تو بہت فطری سی بات تھی۔ اسی آس میں وہ نوفل کے بھروسے ایک گھر سے دوسرے گھر تک کا سفر طے کر آئی تھی

اور آج اس کی گریہ وزاری سُننے اور بے بسی کا تماشہ دیکھنے کے لیے۔ بے جان چار دیواری کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

اچھی طرح دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد اس نے خود کو بہت سنبھالتے ہوئے اُٹھ کر اپنے لیے جوڑا نکالا اور باتھ روم میں گھس گئی کہ کچھ بھی ہو اب جو فیصلہ کر کے اس نے زندگی کی راہ اپنے لیے چنی تھی اس کی صعوبتیں سہہ کر بھی سب کو خوش اور مطمئن نظر آنا اس کی سب سے بڑی مجبوری تھی۔

❁❁❁

جب سے تائی جان نے معید کے لیے لڑکی پسند کرنے کی بات کی تھی سب کو کھد بد لگ گئی تھی۔

"میں نے تو امی سے اتنا پوچھا ہے مگر وہ بس مسکراتی جا رہی ہیں۔ پتہ نہیں کیسی لڑکی پسند کی ہوگی انہوں نے معید بھائی کے لیے۔" حمرہ اس کے کان کھا رہی تھی۔ تھی نے "خاتون کا دسترخوان" نامی کتاب سے سر اٹھا کر ناگواری سے اسے گھورا تھا' پھر بولی۔

"وہ تو صرف مسکرا رہی ہیں' ہماری تو اسے دیکھ کر ہنسی چھوٹ جائے گی۔"

"جی نہیں' معید بھائی کی وائف بھی انہی کی طرح خوب صورت ہوں گی۔" حمرہ یوں بھی معید کی لاڈلی تھی سو اب بھی بہت اترا کر بولی تو تھی نے کتاب بند کرتے ہوئے گہری سانس بھری اور طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے تو آج تک کوئی سڑا ہوا کباب اچھا' بلکہ خوب صورت نہیں لگا۔"

ٹھہریئے اپنی ناک کا آپریشن کرانے سے پہلے

جدید ہومیو پیتھک سائنسی تحقیق اور تجربے سے تیار کردہ انتہائی زود اثر دوا

Naricol Tablet

ٹوٹکا فری

ایک ہفتے ضرور استعمال کر کے دیکھیں انشاء اللہ ضرور شفا ہوگی

کراچی میں معیاری ہومیو میڈیکل اسٹور اور کلینک پر دستیاب ہے۔
کراچی اور دوسرے شہروں میں اسٹاکسٹ درکار ہیں۔

اسٹاکسٹ

042-6369691-3
0442-514666
091-2571776
574058
5505519

ایک ماہ کا کورس -/2200 روپے۔
کراچی سے V.P پارسل منگوانے کے لیے رابطہ کیں

سرخی کی تکلیف دور کرنے کے لیے
(عورتوں یا مردوں کے موتے سے بچیں)
دیگر امراض کے لئے حد درجہ مفید
ملاقات کے لئے کلینک پر رابطہ کیا جا سکتا ہے

ہومیو پیتھک سوشل کلینک

(پیپلز اسٹیٹ بینک آف پاکستان)

0300-9229413 موبائل 6647312 ٹیلی فون نمبر SC-19 2 E-mail: hdr_shoukatali@hotmail.com

"کیا مطلب.....؟" حمرہ کو اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔
"انس بھائی اور تنگی لوٹے یا نہیں؟" ضحیٰ نے موضوع بدل ڈالا تھا۔
"شام تک آجائیں گے۔" اس نے بتایا تھا پھر اس کے ہاتھ میں موجود کتاب کے ٹائٹل پر نظر دوڑاتے ہوئے شرارت سے بولی۔
"آپ کو خاتونِ خانہ بننے کا شوق کب سے چرانے لگا ہے؟"
"پتہ نہیں یار امی کے سر پر ہی کوئی جنون سوار ہوا ہے۔ مجھے کوکنگ میں ایکسپرٹ کرنا چاہ رہی ہیں خاص طور پر بریانی، جلفریزی اور ایپل پائی..... اور پتہ نہیں چکن کی کون کون سی ڈشز؟" وہ کوفت زدہ سی بولی تو حمرہ نے بے اختیار کہا۔
"کمال ہے یہ سب تو معید بھائی کی پسندیدہ ڈشز ہیں۔" ضحیٰ کو جھٹکا سا لگا تھا۔
"کیا مطلب.....؟"
"مطلب یہ کہ معید بھائی یہ سب بہت شوق سے کھاتے ہیں۔" حمرہ نے آسان ترین لفظوں میں ترجمہ کیا تھا۔
"دنیا میں ہزاروں لڑکیاں یہ ڈشز بنانا سیکھتی ہیں، وہ سب تمہارے لاڈلے معید بھائی کے لیے تو نہیں سیکھتیں۔" ضحیٰ جز بز ہو کر بولی تھی۔
"یہ میں نے کب کہا..... مگر اچھا ہے نا آپ یہ سب پکانا سیکھیں گی تو معید بھائی بھی خوش ہوں گے اور آئندہ سے حلیم جیسی بریانی نہیں پکے گی۔" حمرہ نے مسکراہٹ دبائی تھی۔
"مجھے کوئی شوق نہیں تمہارے معید بھائی کو خوش رکھنے کا۔ اس کے بغیر بھی میری زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے۔" ضحیٰ نے اسے گھورا تھا مگر وہ اثر لیے بغیر بولی۔
"پھر بھی اس گھر میں صرف معید بھائی ہی ایک ایسے شخص ہیں جن کو خوش رکھ کر کچھ بھی منوایا جا سکتا ہے۔"
"ہاں جی۔ عدالتی کارروائی مکمل ہوئے بغیر تو اس گھر میں کبھی کسی کی مانی ہی نہیں جاتی۔" ضحیٰ نے اُکتا کر کتاب بستر پر اچھال دی تبھی دروازے پر ہونے والی دستک نے انہیں چونکایا تھا۔
"حمرہ! تمہیں بڑی امی بلا رہی ہیں۔" معید نے سنجیدگی سے کہا تو حمرہ فوراً اٹھ گئی۔
"مجھے امی سے قمیص کٹوانی تھی۔ مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔"
حمرہ کے جانے کے بعد ضحیٰ نے دیکھا وہ ابھی بھی دروازے میں کھڑا تھا جیسے کسی سوچ میں پڑا ہو۔ وہ پیشانی پر شکنیں لیے یوں کتاب پر جھک گئی جیسے دُنیا کا اہم ترین کام یہی ہو لیکن بجائے اس کی بے زاری بھانپنے کے وہ کسی نتیجے پر پہنچ کر اندر آ گیا تھا۔ وہ تحیر میں مبتلا ہونے لگی۔ اندر کھد بد نے اسے مزید بے پروائی کی ایکٹنگ نہیں کرنے دی تھی یونہی تیوری چڑھائے استفہامیہ نظروں سے معید کو دیکھا تو وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔
"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔ مگر اس کی گزشتہ "باتوں" کا تلخ تجربہ ضحیٰ کو ابھی تک نہیں بھولا تھا سو وہ تنک کر بولی۔
"مگر مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" اس کے خود سرانہ لب و لہجے پر وہ لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔
"تم جیسے لوگ ہمیشہ نقصان ہی اُٹھاتے ہیں ضحیٰ میر، جو بولنے سے پہلے سوچنا پسند نہیں کرتے۔" اس کی طنزیہ بات پر ضحیٰ کو خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اب بھی فوراً اس کا دماغ تپ اُٹھا تھا۔
"میں چاہے نقصان اُٹھاؤں یا فائدہ، تمہیں اس کا حساب رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ضحیٰ کا بس نہیں چلا کتاب

ہی اس کے سر پر دے مارتی۔
"ضرورت ہے اسٹوپڈ گرل۔ زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اردگرد کی بھی خبر رکھی جائے انسان بہت سی ممکنہ پریشانیوں سے بچ جاتا ہے۔" وہ ناگواری سے کہہ رہا تھا۔
"ان سب نصیحتوں کا مطلب پوچھ سکتی ہوں میں؟" وہ بمشکل ضبط کر پائی تھی۔
"مطلب تو اب تک تمہیں اچھی طرح سمجھ میں آجانا چاہیے تھا۔" معید نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا تو وہ کتاب بستر پر پٹختی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"اگر تم صرف طنز کے تیر برسانے آئے تھے تو یہ کام بہت اچھے طریقے سے ہو چکا ہے مگر میں مزید فضول باتیں سننا نہیں چاہتی۔" وہ چیخ گئی تھی مگر اس کے برعکس وہ بہت رسان سے بولا۔
"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ایک بار پھر تمہارے لیے ایک پروپوزل زیرِ غور ہے۔"
اور ضحیٰ کو واقعی ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ تو جیسے زندگی کے اس رُخ پر سوچنا ہی چھوڑ چکی تھی۔ اس نے بے یقینی سے معید کو دیکھا تھا۔
"میں اس قدر بے حس نہیں ہوں کہ تمہارے متعلق اتنا کچھ جاننے کے باوجود تمہیں اندھیرے میں رکھ کر تمہاری زندگی کا فیصلہ ہوتے دیکھتا رہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اب تم عمر سے بات کر لو۔" وہ بے تاثر سے انداز میں کہہ رہا تھا۔
"کیا بات؟" ضحیٰ کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا تھا۔ "اب تو وہ باہر جا چکا ہے۔ جلد یا بدیر اس کے پیپرز بھی مل جائیں گے اس کے گھر والے آ کر منگنی کی رسم تو ادا کر سکتے ہیں نا۔"
اپنی بات کے جواب میں اسے یونہی گم صم کھڑا دیکھ کر وہ جھنجلا سا گیا تھا۔
"میں تم سے کہہ رہا ہوں ضحیٰ....."
وہ کسی خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی تھی۔
"ہوں..... ہاں..... بہری نہیں ہوں میں سُن لیا ہے سب کچھ۔"
"تو؟" وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"تو یہ مسٹر معید حسن! کہ یہ سب آپ کا نہیں، میرا مسئلہ ہے اور میں اسے اپنے طریقے سے ہینڈل کروں گی۔" وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولی تو اس کے لب و لہجے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ابتدائی جھٹکے سے سنبھل چکی ہے۔
معید نے استہزائیہ انداز میں کہا۔
"سوچ لو اچھی طرح۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ گی تو میں شاید تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں۔"
"واہ..... مدد۔" وہ طنزاً بولی تھی۔ "تم شاید نہیں بلکہ یقیناً میری کوئی مدد نہیں کرو گے یہ تمہاری پرانی عادت ہے۔ اینڈ بائی دا وے معید حسن، مجھے تمہاری مدد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میری زندگی کا یہ فیصلہ میں صرف اور صرف اپنی مدد ہی سے کرنا چاہتی ہوں۔"
"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم کہو تو میں ابھی سے اس معاملے کو رُکوا سکتا ہوں لیکن اگر معاملہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"
معید کے لب و لہجے میں اب بھی کوئی تاثر نہیں تھا۔ ضحیٰ نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
"وجہ پوچھ سکتی ہوں اس قدر مہربانی کی؟"
"شٹ اپ ضحیٰ..... میں صرف تمہاری پریشانی کے خیال سے کہہ رہا تھا۔" اب کی بار وہ غصے میں آ گیا تھا۔ اسے اپنی

توقع کے مطابق چڑتا دیکھ کر ضحیٰ کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا تھا۔

"تمہیں میرے لیے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوکے۔" دفعتاً معتدل انداز میں کہتے ہوئے معید نے شانے جھٹکے تھے۔

"اب یہ تمہارا دردِ سر ہے، بہت جلد تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میری اس "مہربانی" کی وجہ کیا تھی۔ مگر تب میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"تمہارا کچھ نہ کرنا ہی میرے لیے کسی مہربانی سے کم نہیں ہوگا۔" وہ لگی لپٹی رکھے بغیر بولی تو انداز اکتاہٹ آمیز تھا۔

معید نے بھی مزید کچھ نہیں کہا اور واپس پلٹ گیا۔

وہ گہری سانس بھرتی بستر پر بیٹھ گئی۔ یکلخت ہی رگوں میں تھکن ڈیرے ڈالنے لگی تھی۔

کتنے جتن کیے تھے اس نے خود کو جوڑنے کے، ماضی کو بھلانے کے اور یہ ایک شخص۔

خدایا! کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بُری خبر مجھے اسی شخص کی وساطت سے ملے۔

عمر کاظمی! کیا کروں میں۔ کس طرح اپنے خوابوں کے سوختہ و برباد محل پر نئی خوشیوں کی بنیاد رکھوں کہ تم نے تو مجھے اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ میں اب کسی اور محبت پر یقین کر سکوں۔ میں نہیں مانتی کہ تم مجبور تھے عمر، مجھے تمہاری مجبوری سے کیا واسطہ، مجھے تو صرف اپنے دل سے مطلب ہے۔ جو تم نے اس قدر بے دردی سے توڑا ہے کہ اب میں چاہتے ہوئے بھی اسے سمیٹ نہیں پا رہی، جوڑ نہیں پا رہی۔ اور اگر جوڑ بھی لوں تو کیا اس میں پڑی بے یقینی اور بے اعتباری کی لکیریں تا عمر مجھے اپنی بے قدری اور بے توقیری کا احساس نہیں دلائیں گی۔ میں مقابل کو وہ مان اور محبت کا بے ساختہ سا احساس کیسے دے پاؤں گی۔

اور یہ ایک شخص معید حسن.....

یہ کبھی بھی مجھے میرا ماضی بھولنے نہیں دے گا۔ یہ میری ہر راہ میں میرے ماضی کے سائن بورڈ کی صورت ایستادہ ہے۔ جس سے میں چاہوں بھی تو کترا نہیں سکتی اور نہ ہی یہ شخص کبھی مجھے میرے ماضی سے کٹنے دے گا۔ آج کتنے ہی دنوں کے بعد وہ پھر سے ایک قیامت کے حصار میں تھی۔ دل کا ہر زخم پھر سے اُدھڑنے کو بے تاب تھا اور وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔

شام تک نہ صرف انس اور نگی بلکہ صبا اور نوفل بھی آ چکے تھے۔ پورا گھر ایک محسوس کن خوشی کی زد میں تھا۔

"حد ہوتی ہے طوطا چشمی کی یار۔ یا میں یہ سمجھوں کہ شادی کے بعد سر پر سلیمانی ٹوپی آ جاتی ہے جس کی وجہ سے یاروں کی شکل دکھائی نہیں دیتی۔" عماد پرشکوہ انداز میں کہتے ہوئے انس سے گلے ملا تھا۔ اسے ابھی ہنگامی حالات میں مریم پھپھو کے ساتھ بلایا گیا تھا کیوں کہ وہ پہلے ہی انس کے واپسی پر نہ ملنے کی وجہ سے خفا ہو رہا تھا۔

"پرسوں تو آیا ہوں یار۔ اور پھر اتنے خوب صورت دن گزار کر آنے کے بعد تمہاری صورت دیکھنا کوئی اتنا خوش گوار عمل نہیں تھا سو....." انس اس کے شانے پر بازو دراز کیے کہہ رہا تھا مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی عماد کا مکا اس کے شانے کی خبر لے گیا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے صبا؟" چچا جان سے محوِ گفتگو نوفل کی گفتگو کا تسلسل مریم پھپھو کی آواز پر یکلخت ہی ٹوٹا تھا۔

"کیوں؟ کیا ہوا ہے؟" وہ جواباً ہلکی سی ہنسی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"ذرا بھی فریش نہیں لگ رہیں۔"

"یہ سب آپ کی محبت ہے پھپھو۔ چاہے میں پھول کر کپا بھی بن جاؤں تو امی کی طرح آپ کو کم زور ہی لگوں

گی۔" وہ یونہی ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔ نوفل نے غیر محسوس کن انداز میں پہلو بدلتے ہوئے ایک اُچٹتی مگر گہری نظر اس پر ڈالی تھی۔

ریشمی دھاگے کی کڑھائی سے سجے اولیو گرین لباس میں ملبوس ہلکی سی جیولری پہنے میک اپ کے نام پر صرف لپ اسٹک لگائے وہ کہیں سے بھی نئی دُلہن نہیں لگ رہی تھی اور اس کے برعکس نگین کے لب و لہجے کی کھنک اور بات بے بات ہنسی سماعتوں کو تر و تازگی کا احساس دلا رہی تھی۔ شوخ رنگوں سے سجی وہ زندگی کا سچا نشان لگ رہی تھی۔ نوفل نے اپنے اندر سے ایک عجیب سے تپش آمیز احساس کو اُمڈتے پایا تھا۔

چچی جان اور تائی جان نے رات کھانے پر شاندار دعوت کا اہتمام کر ڈالا تھا۔

"بڑی مامی! سُنا ہے کہ اس بدمست ہاتھی کو قابو کرنے کی بھی سوچ لی ہے آپ نے۔" عماد نے اپنی پلیٹ میں پلاؤ نکالتے ہوئے معید پر اٹیک کیا تھا جب کہ وہ فقط مسکرا کر چپ ہو رہا تھا۔

"کیا بے نیازی ہے۔ اس کا تو وہ حساب ہے کہ

کیا نیازِ عشق نے سادہ بنا دیا
ہم اس کے ہو گئے ہمیں جس کا بنا دیا"

معید کی اس بے نیازی پر انس نے جملہ کسا تھا۔

"یہ ہوتی ہے فرمانبرداری۔" مریم پھپھو نے فوراً کہا تھا۔

"مجھے بھی آزما کر دیکھ لیں ایسی چپ چاپ تین شادی کروا سکتا ہوں۔ مجھ سا فرمانبردار کہاں پائیں گی۔" عماد نے ڈھٹائی سے کہا تو سب ہنسنے لگے۔

"اب بتا ہی دیں بڑی مامی، کس بے چاری کو دفعہ سُنانے کا ارادہ ہے۔" عماد نے اصرار کیا تو صبا کنکھیوں سے نگین کے ساتھ محوِ گفتگو ضحیٰ کو دیکھنے کے بعد معید کو دیکھنے لگی جو بے حد سنجیدگی سے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ صبا کو عجیب سا اضطراب گھیرنے لگا۔

"لو میں بھلا چھپا تھوڑی رہی ہوں، اسی دن کا انتظار کر رہی تھی کہ کب سب مل بیٹھیں اور میں یہ خوش خبری سُناؤں۔" تائی جان مسکرا رہی تھیں۔

"تو پھر بتا دیں نا امی، کون ہماری بھابھی بن رہی ہیں؟" حمزہ نے بے تابی سے پوچھا تو وہ بے ساختہ ہنس دیں۔

"ارے یہی اپنی ضحیٰ اور کون۔"

کھانے کی ٹیبل پر لحظہ بھر کو سکوت طاری ہوا اور اس کے بعد فوراً ہی خوشی بھرے دو چار نعرے اور چھیڑ خانی۔

مگر ضحیٰ کو لگنے والا شدید جھٹکا اور چہرے پر کھنڈتی بے یقینی اور زردی فقط صبا ہی محسوس کر پائی تھی۔ ایک جھٹکے سے وہ کرسی چھوڑ کر اٹھی تو سب ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

(باقی آئندہ)

(قسط نمبر 7)

محبت دل پہ دستک

عفت سحر ہاشا

کیا قیامت تھی تمہاری نگاہِ معجزہ ساز
خود ہی حیران ہوں کیا کیا میں نکھر آئی ہوں
دھیرے دھیرے ہی سہی صرف تمہاری خاطر
اپنے پندار کے زینے سے اُتر آئی ہوں

اپنی طرف سے اس نے یوں کھانا چھوڑ کر بدتمیزی سے اٹھ جانے کو غصے اور ناراضگی کے اظہار کے طور پر واضح کیا تھا مگر کسی نے بھی اس کی حرکت کو "حیا" سے آگے کے معنی نہیں دیئے تھے لیکن صبا تو اس کی ہر ادا سے واقف تھی اور بہت حد تک اس کے خیالات سے بھی۔ سو وہ سب سے پہلے کھانے سے فارغ ہو کر اٹھ گئی تھی۔

اسے بستر کے کنارے پر ٹکے آنسو بہاتے دیکھ کر صبا نے اس کے پاس بیٹھ کر بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"یہ سب غیر متوقع تو نہیں ہے ضحیٰ۔ میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ....." وہ نرمی سے کہنے لگی تھی کہ وہ غم و غصے میں گھری اس کی بات کاٹ کر ترش روئی سے بولی۔

"اور میں نے بھی ایک بار نہیں دس بار کہا تھا کہ مجھے اس شخص سے شادی نہیں کرنی ہے، پھر یہ فیصلہ کیوں کیا گیا ہے؟"

"کیوں کہ یہ سب کی نظروں میں ایک بہترین فیصلہ ہے۔" صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"زندگی سب کو نہیں مجھے گزارنی ہے۔ اور مجھی سے کسی نے پوچھنا گوارہ نہیں کیا۔" تلخی سے کہتے ہوئے اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"کیا چچی جان نے تم سے بات نہیں کی تھی؟" صبا متحیر تھی۔

"ان کی تو لاٹری نکل آئی ہوگی۔ انہیں تو پہلے ہی اپنے لاڈلے کے آگے کچھ اور سجھائی نہیں دیتا۔" اس کا اندازِ گفتگو اور لب و لہجہ صبا کو پریشان کرنے لگا۔

اس سے پہلے بھی وہ معید سے بے زاری اور اکتاہٹ کا اظہار کرتی تھی مگر اس کے لب و لہجے سے یہ گستاخی اور بدتمیزی کبھی بھی نہیں جھلکی تھی جو اس خبر کو سننے کے بعد اس کے انداز میں در آئی تھی۔

"چلو دفع کرو اس بتانے نہ بتانے کو۔ لیکن یہ کچھ ایسا غلط اور ناگوار فیصلہ تو نہیں کہ اس پر خوش نہ ہوا جائے۔" صبا نے مسکرا کر مصالحانہ انداز میں کہا مگر وہ مدھم پڑنے کی بجائے اور بھڑک اٹھی۔

"میرے لیے یہ فیصلہ سولی پر چڑھنے کے برابر ہے سمجھیں تم۔"

صبا حیران رہ گئی تھی۔ ضحیٰ کے لب و لہجے اور انداز و الفاظ میں صرف انکار تو نہیں تھا۔

"مگر کیوں ضوئی..... اتنی بے زاری.....؟"

"بے زاری نہیں نفرت کہو۔ نفرت ہے مجھے معید حسن سے۔" جو لفظ کہتے ہوئے صبا جھجک گئی تھی ضحیٰ بہت بہادری سے بیان کر گئی۔ صبا چکرا اٹھی۔

"میرا ہاؤس" جیسے محبتوں کے وسیع سمندر میں یہ نفرت کے سوتے کہاں سے پھوٹ پڑے یا خدا! اس نفرت کے پیچھے کوئی "حقیقت" نہ ہو۔ اس نے سہمے ہوئے دل کے ساتھ سوچا تھا۔

"بے وقوف مت بنو ضوئی۔ ذرا ذرا سی باتوں کو لے کر پہاڑ بنا دینا تو تمہاری عادت ہے۔"

صبا نے اسے اپنائیت سے گھرکتے ہوئے یوں ظاہر کیا جیسے اس کی بات کو سنجیدگی سے لیا ہی نہ ہو مگر وہ دوپٹے سے رگڑ کر چہرہ خشک کرتے ہوئے اٹل لہجے میں بولی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا صبا اور اب بھی کہہ رہی ہوں کہ معید حسن اگر دنیا کا آخری شخص بھی ہوا تو میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔"

"مگر کیوں ضحیٰ؟ ایسی کیا برائی ہے اُن میں؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ جواباً وہ اطمینان سے بولی۔

"کسی سے نفرت کرنے کے لیے جواز کا ہونا لازمی بات نہیں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہونا چاہیے کہ میں جس شخص سے نفرت کرتی ہوں اس سے کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔"

اس کا جواب واضح اور مدلل تھا۔ صبا اپنی جگہ پر سُن سی رہ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس گھر میں رہنے والا کوئی مکین اسی گھر کے مکین اور وہ بھی معید حسن جیسے انسان سے اس قدر نفرت کر سکتا ہے۔

"میں نہیں مانتی ضحیٰ، ہر ردِعمل کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔ تمہارا ان سے بے زار ہونا یا چڑنا تو میں مان ہی لیتی مگر اتنی محبتوں کے درمیان رہ کر تم نے یہ نفرت کا طور کیسے سیکھ لیا ضحیٰ۔" وہ دکھ کے حصار میں گھری دل گرفتگی سے کہہ رہی تھی۔

"یہ اسی شخص کی کرامات ہیں جس نے اس گھر کے مکینوں کو اپنی مٹھی میں کیا ہوا ہے۔ ہر کوئی اس سے آگے کچھ اور سوچنے کو تیار ہی نہیں ہوتا۔ اس کی اصلیت میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ تلخی سے بولی تو صبا کا دل چاہا ایک زوردار تھپڑ مار کر اس کے حواس ٹھکانے پر لے آئے۔ بمشکل ضبط کرتے ہوئے اس نے غصے سے پوچھا۔

"کیسی اصلیت؟"

"یہی جو فرمانبرداری اور "بیٹے" بچے کا سا امیج بنا رکھا ہے اس نے دل میں کچھ اور منہ پر کچھ اور۔"

وہ سخت متنفر تھی مگر اس کی گفتگو سے صبا کو کوئی سرا ہاتھ میں نہیں آیا تھا وہ تپ اٹھی۔

"تمہیں ان سے شادی نہیں کرنی تو مت کرو مگر اس شادی سے انکار کے لیے ان کے کریکٹر پر بات مت لاؤ۔ وہ جو ہیں اور جیسے ہیں اس گھر میں ہر کوئی جانتا ہے۔ اگر تمہیں گھر والوں کے سامنے بھی انکار کرنا ہے تو صاف طور پر کہہ

دو کہ تمہیں معید حسن سے شادی قبول نہیں مگر ان سے متعلق کوئی فضول بات مت کہنا۔"

اس کے یوں بھڑک اٹھنے پر ضحیٰ خائف سی ہو گئی تھی اسی لیے وضاحت کرنے والے انداز میں بولی۔

"میں اُس کے کریکٹر پر بات نہیں کر رہی ہوں مگر یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ شروع ہی سے میرے اس کے مابین اختلافات کی خلیج حائل رہی ہے۔" اب کی بار اس کے لفظوں میں شرانگیزی کی جھلک نہیں تھی سو اپنی طبع کے مطابق صبا کو بھی ٹھنڈا پڑنے میں پل بھی نہیں لگا تھا۔

"تم صرف غلط فہمی کی شکار ہو ضحیٰ، نفرت کی نہیں۔ بھلا کوئی معید بھائی سے بھی نفرت کر سکتا ہے۔"

"چلو مان لیا یہ بے زاری اور اکتاہٹ ہے اب تمہی بتاؤ اگر میاں بیوی کے درمیان صرف یہی دو رشتے ہوں تو کیا زندگی گزر سکتی ہے؟" وہ بڑی ہوشیاری سے بات پلٹ کر بظاہر ہتھیار ڈالنے والے بے بس سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ اس کا انداز اور لب و لہجہ چاہے سادہ ہی تھا مگر صبا کے دل کے تو سارے زخم اُدھیڑ گیا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ضحیٰ کے سوال کے جواب میں اس کی رنگت بدل چکی ہے۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کی کم مائیگی پر سے پردہ اٹھا دیا ہو۔ وہ خود میں چوری بن گئی۔

وہ بھی تو ایک ایسا ہی رشتہ بھگت رہی تھی۔ جب خود کو سوچا تو مزید بحث کرنے یا معید کے حق میں اسے قائل کرنے کی ہمت نہیں ہوئی سو وہ خاموشی سے اُٹھ کر واپس آ گئی جہاں تایا جان اور چچا جان کے علاوہ باقی سبھی موجود تھے۔

"گڑی" کدھر ہے؟ عماد نے دیکھتے ہی استفسار کیا تو اسے ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ پھیلانا پڑی۔

"گڑی بہت خوش ہے اسی لیے شرما کر اپنے کمرے میں چلی گئی ہے۔"

معید نے اُچٹتی نگاہ صبا کی پھیکی پڑی رنگت پر ڈالی پھر دوبارہ نوفل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ لڑکا سیدھا سادہ نہیں بلکہ گھنا ہے۔" عماد نے گویا معید کی ٹانگ کھینچنا چاہی تھی۔

"کیوں بھئی.....؟" نوفل بھی مسکرا رہا تھا۔ وہ پہلو بچا گیا۔

"مجھے تو خود ابھی پتہ چلا ہے۔"

"ایسا ظلم ہمارے گھر کی تاریخ میں کہیں بھی درج نہیں۔" انس نے اعلان کیا تھا۔

"ضروری تو نہیں کہ جو کام کبھی پہلے نہ ہوا ہو وہ اب بھی نہیں ہو سکتا۔" وہ اب بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ صبا کو اس کے انداز پر خوش گواریت نے اپنے حصار میں لیا تھا۔ کم از کم معید کا ردِعمل ضحیٰ کی طرح شدید نہیں تھا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی ضحیٰ آپی سے کہ جو ڈشز پکانا وہ سیکھ رہی ہیں وہ سب معید بھائی کی فیورٹ ہیں مگر وہ مان ہی نہیں رہی تھیں۔" حمرہ بہت پرجوش ہو رہی تھی۔

"اب پھر اس سے مت کہہ دینا یہ سب مشکلوں کے ساتھ تو وہ کچن میں گھستی ہے۔" چچی جان نے فوراً کہا تھا۔

"کون سا کہیں پرائے گھر جا رہی ہے۔ آہستہ آہستہ سب سیکھ جائے گی۔" مریم پھوپو نے ضحیٰ کی سائیڈ لی تھی۔

"میں تو پہلے ہی کہتی ہوں کہ بچی پر خواہ مخواہ کی ذمہ داریاں مت ڈالو ساری عمر کے کام ہیں یہ تو۔" تائی جان نے بھی ان کی تائید میں کہا تھا۔

"لو جی چھٹی ہوئی یعنی "بچی" کی سب کو فکر ہے "بچے" کی پروا نہیں اس کے کام کون کرے گا؟" عماد کو اختلاف ہوا تھا۔

"معید بھائی یاد کریں آپی کی کوکنگ کے کرشمے اور پھر ان کی روشنی میں ذرا اپنا مستقبل دیکھنے کی کوشش کریں۔"

وجدان نے اسے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔

"شرم کریں آپ لوگ۔ ایک تو بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی لڑکی کا رشتہ مل گیا ہے اوپر سے آپ لوگ ناشکرا پن دکھا رہے ہیں۔" صبا نے ان سب کی کلاس لی تھی۔

"میں تو کہتی ہوں کہ ایک اچھے سے فنکشن میں منگنی کی رسم ادا ہونی چاہیے۔" مریم پھوپو نے رائے دی تھی۔ وہ خود بھی ملے گلے کی عادی تھیں، سو ایسے فنکشنز کی سب سے بڑی حمایتی وہی ہوتی تھیں۔ اب بھی وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

رات کافی دیر تک وہ دوستانہ سی محفل سجائے رہے تھے مگر صبا چاہتے ہوئے بھی ان سب کو نوفل اور ژالے کے کنٹریکٹ سائن کرنے والی "خوش خبری" نہیں سنا پائی تھی۔ وہ سب تحفے اور معید کی منگنی کے متوقع فنکشن سے متعلق بہت پرجوش ہو رہے تھے اور صبا کو تحفے کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ فی الحال تو وہ خاموش ہو رہی تھی مگر صبا جانتی تھی کہ وہ ضرور کچھ الٹا سیدھا کرنے کی کوشش کرے گی۔ انہی خیالات میں کھوئی وہ غیر متوجہ سی بیٹھی تھی۔ تبھی چچی جان کے دو مرتبہ پکارنے پر گڑبڑا سی گئی۔

"ہوں..... کیا کہہ رہی ہیں چچی جان؟"

"یہ لو یہ بیٹھے بیٹھے کس دنیا کی سیر کو نکلی ہوئی ہیں۔"

انس کو ہنسی آئی تھی۔

"تم کیوں اتنی خاموش سی بیٹھی ہو؟" چچی جان نے اسے ٹوکا تھا۔

"نہیں تو....." وہ سٹپٹا گئی تھی۔

"تم پہلے بھی زیادہ نہیں بولتی تھیں مگر اب تو اور بھی سنجیدہ ہو گئی ہو۔" نگین تو آتے ہی اسے نوٹ کر چکی تھی۔ سب کو اپنی طرف متوجہ پا کر وہ کنفیوز ہونے لگی۔

"کب کوئی سنجیدہ ہوئی ہوں، یونہی بس نیند آ رہی ہے۔"

"بھئی ہماری صبا یونہی اچھی لگتی ہے سنجیدہ اور سوبری۔ نوفل کے تو عیش ہیں۔ معید کا حال دیکھنا ساری تنخواہ تحفے کی آئس کریم پر خرچ ہوا کرے گی۔" عماد کے کہنے پر وہ بے ساختہ سی ہنس دی تھی اور نوفل "ہماری صبا" کی کھوج میں اس کی ہنسی کی کھنک کو کھنگالنے لگا۔

"واقعی یار..... کسی روز تم آ کر پوچھو گے کہ کیا پکایا ہے تو وہ بتائے گی ونیلا آئس کریم ود ویفرز یا پھر چاکلیٹ کرنچ۔" انس نے کہا تو تائی جان نے اسے ڈانٹ دیا۔

"شرم کرو تم لوگ۔ کیوں اس بے چاری کو بدنام کر رہے ہو۔"

"جب معید بھائی کو اعتراض نہیں تو پھر ان سب کی باتیں کیا معنی رکھتی ہیں۔" نگین نے کہا تھا۔

"بالکل جی۔ یہ تو دل و نظر کے معاملے ہیں۔" عماد نے اپنی شرارت کو بڑے مدبرانہ انداز میں چھپایا تھا۔ بڑی کی موجودگی کے باعث معید خجل سا اسے گھور کر رہ گیا۔

"بس یاروں ہی سے پردہ داری رہی ہے اور کچھ نہیں۔" انس نے بھی دھیمی آواز میں شرارت سمو کر کہا تو وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے نوفل کو دیکھنے لگا جو ان کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔

"ان کا صرف دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔" معید نے جیسے جھینپ کر اپنی صفائی پیش کی تھی۔

رات گئے محفل برخاست ہوئی تو عماد نے انس کو بھی اپنے ساتھ معید کے کمرے کی طرف کھینچ لیا۔ اس نے اپنا

احتجاجی نوٹ معید کے پاس درج کرایا تھا۔

"یار اسے سمجھاؤ اب میری ایک عدد بیوی بھی ہے۔"

"اور جو اس وقت شکر ادا کر رہی ہو گی کہ اتنے دنوں سے سر پر سوار تھا جان چھوٹی۔" عماد نے لقمہ دیا تو انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"بکو مت۔ بہت محبت ہے ہم دونوں میں۔"

"اور وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔" عماد شرارت کے موڈ میں تھا۔

"یار میری بیوی....." انس نے مسکین سی شکل بنائی تو معید کو ہمیشہ کی طرح اس پر ترس آ گیا۔

"جانے دو یار....."

پہلے تو عماد مان کر ہی نہیں دیا پھر معید کی تھوڑی سی بحث کے بعد انس کی جان چھوٹی تو وہ وہاں سے نکل بھاگا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بے اختیار ہنس دیے۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے واش روم سے نکلی تو نوفل بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے نیم دراز تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی نائٹ کریم اٹھا کر کھولتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔

"امی نے آپ کا نائٹ سوٹ بھی رکھا ہے۔ چینج کر لیں۔"

وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کی طرف سے لاپروائی برتتے ہوئے بھی وہ آئینے میں خود پر مرکوز اس کی نظروں کو محسوس کر رہی تھی۔

"ویسے آپ کو دوسروں کے سامنے اپنی مظلومیت ظاہر کرنے کا کچھ زیادہ ہی شوق نہیں ہے۔" حملہ بہت اچانک تھا۔ وہ تحیر کے مارے اس کی طرف مڑ گئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا.....؟" اس کے انداز میں ناگواری در آئی تھی۔

"چہ..... خوب....." وہ استہزائیہ انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اداکاری میں تو آپ بھی کمال رکھتی ہیں۔"

وہ کسی گزشتہ طنز کا بدلہ چکا رہا تھا۔ صبا چکرا کر رہ گئی۔

"آپ کو جو کہنا ہے صاف لفظوں میں کہیں، مجھ سے یوں معموں میں بات مت کیا کریں۔"

"بات یہ ہے محترمہ کہ نہ تو آپ اس قدر گئے گزرے گھرانے میں بیاہ کر گئی ہیں کہ آپ کو پہننے کے لیے ڈھنگ کے کپڑے نہیں ملتے اور نہ ہی وہاں کوئی آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ ہر دوسرا شخص آپ کو ٹوک رہا ہے مگر آپ اپنی روش چھوڑنے کو تیار ہی نہیں۔ ایسا کیا ڈھکوسلا گیا ہے آپ کو کہ چہرے پر پینٹ کیے پھر رہی ہیں۔"

تلخی سے بھرپور غیر متوقع انداز صبا کو جھنجھنا کر رکھ گیا۔

اسے لگا جیسے اس کی رگوں میں خون کی جگہ شرارے دوڑ اٹھے ہوں۔ باوجود ضبط کہ وہ خود پر کنٹرول نہیں رکھ پائی تھی۔

"ایسی کوئی خوشی بھی نہیں دی کہ زمانے میں ڈھنڈورا پیٹتی پھروں اور جہاں تک بات ہے غم پینٹ کرنے کی تو میرا ظاہر و باطن بالکل ایک سا ہے، جب میں اندر سے خوش نہیں ہوں تو پھر خواہ مخواہ کی ایکٹنگ کر کے خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ظاہر کر کے آپ کی واہ واہ کیوں کراؤں۔ اور ایک بات کہ آپ مجھ سے اس معاملے میں کسی قسم کی پوچھ گچھ کا حق نہیں رکھتے۔ اگر کوئی مجھے ٹوکتا ہے تو اسے مطمئن کرنا میرا مسئلہ ہے آپ کا نہیں۔ آپ مجھے اس معاملے کو طے کرنے کے لیے فری ہینڈ دے چکے ہیں۔"

اس نے غم و غصے کے حصار میں گھرتے ہوئے اسی کا انداز واپس لوٹایا تھا اور یہی بات نوفل سے برداشت نہیں ہوئی تھی۔

اس کا بازو تھام کر بے اختیار اس نے خفیف سا جھٹکا دیا تھا۔ اس کی گرفت بہت سنگ دلانہ تھی مگر صبا نے لب بھینچ کر اپنی کراہ روک لی۔ وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

"میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بات کرتے ہوئے ہمارے آپسی رشتے کو دھیان میں رکھا کریں۔"

صبا کا ٹوٹ کر رونے کو جی چاہا مگر اس قدر شقی القلب انسان کے سامنے کم زوری دکھانے کا مطلب تھا اس کے جبر کے آگے ہتھیار ڈال دینا اور ایک دفعہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی ہمت کرنے کے بعد وہ اتنی آسانی سے سرنڈر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تلخی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

"اسی رشتے کو دھیان میں رکھ کر بول رہی ہوں۔ کبھی خود دھیان سے اس رشتے کا تعین کر لیں تو آپ کو مجھے ٹوکنے کی کبھی ضرورت پیش نہ آئے۔ یہ صرف مجبوری کا، سمجھوتے اور میری بے بسی کا رشتہ ہے۔ کچھ نہ کر سکنے کی بے بسی۔ اور میں ہمیشہ اسی رشتے کو دھیان میں رکھتی ہوں۔"

"میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے نام کے ساتھ میرا نام جڑا ہوا ہے اس لیے آپ کی ہر خوبی یا خامی میرے سر رکھی جائے گی۔ سو "جب تک" ہمارے درمیان یہ تعلق ہے تب تک تو میں آپ کو من مانی کی اجازت نہیں دے سکتا اور خود پر آنچ آنا تو فوراً ہی نہیں کر سکتا۔" وہ اسے یاد دہانی کرا رہا تھا۔

صبا کو لگا جیسے اس کے دل کو کسی نے کچل ڈالا ہو۔ رگ رگ میں اذیت کا احساس دوڑ اٹھا۔

"جب تک"..... تو یہ حقیقت ہے اس رشتے کی کہ اس کے لیے وہ "جب تک یہ رشتہ برقرار ہے" جیسا جملہ بھی بول سکتا ہے۔

"تو مجھ سے کس بنیاد پر آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں ہر جگہ آپ کا علم بلند کرتی پھروں۔" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

دُکھ..... عظیم تر دُکھ۔ وہ منوں مٹی تلے دبتی چلی جا رہی تھی مگر یہاں دُکھ سننے والا کون تھا۔

وہ اس کے بازو میں اُنگلیاں گاڑے جتانے والے انداز میں بولا۔

"میں نے آپ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ میرے اور اپنے مابین موجود تعلقات کی نوعیت کو چھپا کر مجھ پر کوئی عظیم احسان کریں، اس معاملے میں آپ بالکل آزاد ہیں۔ دنیا بھر کو اپنی مظلومیت اور میری جارحیت کے قصے سنائیں، مجھے قطعاً کوئی پروا نہیں۔ مگر جو سہولتیں میں نے آپ کو دی ہیں ان سے متعلق کوئی مجھے الزام دے وہ میں برداشت نہیں کروں گا۔ روپے، کپڑے، جیولری، کسی چیز کی کمی نہیں آپ کے پاس....."

"لاش کو کیا فرق پڑتا ہے نوفل احمد کہ اس کے تن پر سفید کفن ہے یا اطلس و کم خواب۔ مٹی ہو جانے کے بعد یہ سب نمود و نمائش کیا معنی رکھتی ہے۔" دل کا درد حد سے سوا ہوا تو ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔

"پلیز میرا بازو چھوڑیں، مجھے درد ہو رہا ہے۔"

رخساروں پر بہتے سیال کی توجیہہ پیش کرنا بھی ضروری تھا۔ وہ رُندھی ہوئی آواز میں بولی تو وہ جو اس کے لفظوں پر اپنے اندر عجیب سا اضطراب پھیلتا محسوس کرتا، ساکت کھڑا تھا، فوراً ہی اس کا بازو چھوڑ کر پلٹا اور واش روم میں گھس گیا۔

وہ ہاتھوں میں منہ چھپائے سسک اٹھی۔

کس قدر سنگ دل ہو نوفل احمد۔ التفات کی ایک نظر بھی نہیں ڈالتے اور سونے چاندی میں تولنے کی بات کرتے ہو۔ کس کے لیے بناؤ سنگھار کرنے کا کہتے ہو.....؟ زمانے کے لیے تو میں نے پہلے بھی کبھی بجا سنورنا گوارہ نہیں کیا تھا مگر تم سے رشتہ جوڑنے کے بعد تو شاید مجھے ایک نئی صبا کو جنم دینا پڑے گا۔ ملمع شدہ چہرے پر خوشی اور طمانیت کا نقاب چڑھائے سب کو اپنی سکھ بھری "آئیڈیل" زندگی کے قصے سنائی صبا.....

○○○

دھاڑ سے دروازہ کھولے جانے پر وہ بُری طرح چونک کر پلٹا تھا۔ اور پھر مشتعل سی صبا کو دیکھ کر اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"بہت خوب..... اچھا کھیل کھیلا ہے فرمانبرداری کا۔" وہ طیش بھرے لہجے میں بولی تو معید کو اس کے اشتعال کا ماخذ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آئی مگر وہ اپنے غصے کو دبا کر رسانیت بھرے انداز میں بولا۔

"کسی کے بیڈروم میں داخل ہونے کا یہ سب سے بُرا طریقہ ہے۔"

"میں تم سے صرف یہ پوچھنے آئی ہوں کہ اس سارے کھیل کا کیا مقصد ہے؟" اس کی آنکھوں میں بے یقینی، غصہ، ناگواری کے بھی رنگ تھے۔

وہ فائل اٹھا کر دراز میں رکھتے ہوئے سرسری انداز میں بولا۔

"جو کہنا ہے صاف لفظوں میں کہو....."

اس کے تجاہل عارفانہ کو صبا نے صاف طور پر محسوس کیا تھا تبھی تو سر تا پا دھڑ دھڑ جلنے لگی۔ چیخ کر بولی۔

"تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تم سے شادی کروں گی۔"

خفیف سی جنبش کے ساتھ بھنوؤں کو اچکاتا وہ اس کے غصے سے تمتماتے چہرے کو دیکھنے لگا پھر گہری سانس بھرتے ہوئے رسان سے بولا۔

"یہ میں نے نہیں بلکہ گھر کے بڑوں نے سوچا ہے۔"

"بڑوں نے چاہے سوچا ہو مگر تم لاعلم نہیں تھے۔ ہر فیصلہ تمہاری کورٹ سے اپروو ہو کر نکلتا ہے۔"

معید نے کبھی کسی کو خود سے اس لب و لہجے میں ہم کلام نہیں پایا تھا اور صبا، اس کے منہ سے تو اُلٹی سیدھی بات سنتے ہی وہ اسے جھاڑ دیا کرتا تھا۔ مگر اس وقت وہ اس قدر بے خوفی سے بول رہی تھی کہ معید کو ڈر اور رعب کی حدود سے باہر لگ رہی تھی۔ سو وہ خواہ مخواہ جذباتیت کا شکار ہونے کی بجائے سکون سے پُر لہجے میں بولا۔

"یہ بڑوں ہی کا فیصلہ ہے۔ اور تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تمہیں اس بارے میں الرٹ رہنے کو کہا تھا۔"

"مگر تم انکار بھی کر سکتے تھے۔" وہ جس قدر تلخ و ترش انداز میں بات کہہ رہی تھی سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے معید نے اسی قدر اطمینان سے کہا۔

"اس رشتے پر اعتراض تمہیں ہے، تمہارا خون کھول رہا ہے، تمہی نے جا کر سب کو انکار کیوں نہیں کر دیا؟"

اس کے لفظوں نے صبا کے تمام حواس کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔

"یہی میں بھی کہنا چاہ رہی ہوں معید حسن کہ یہ فیصلہ سن کر تمہیں اعتراض کیوں نہیں ہوا، تمہارا خون کیوں نہیں کھول اُٹھا؟"

وہ کمال اطمینان سے بولا۔

"کیوں کہ یہ میری ماں کا فیصلہ ہے۔"

اس کی بات پر وہ کئی لمحوں تک جیسے قوتِ گویائی کھو بیٹھی تھی۔

سیاہ آنکھوں میں بلکورے لیتا سکون اور چہرے کے تاثرات سے جھلکتی طمانیت گواہ تھی کہ اس خبر کو سن کر وہ ضحیٰ کی طرح کسی بھی انتشار کا شکار نہیں ہوا تھا' جیسے اپنی نہیں کسی اور کی شادی کی خبر سنی ہو۔

''مگر میں تمہارا یہ روپ سب کو دکھاؤں گی۔ بظاہر اچھے پن اور فرمانبرداری کا نقاب اوڑھے تم کس قدر دوغلے اور فریبی ہو۔''

''کیسا فریب..... کون سا دوغلا پن.....؟'' وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ضحیٰ کا جی چاہا اس کا پرسکون چہرہ نوچ لے۔

''تم شاید بھول چکے ہو کہ کبھی تم نے میرے سامنے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا اور اس لڑکی کی تصویر تمہارے لاکر میں پڑی ہے۔'' وہ تلخی سے بھرپور چبھتے لہجے میں کہہ رہی تھی' لمحہ بھر کو وہ خاموش رہ گیا۔

''میں تمہیں بہت اچھی طرح جان گئی ہوں معید حسن۔ تائی جان کے فیصلے پر سر جھکا کر تم ہمیشہ کی طرح اپنی فرمانبرداری کا دکھاوا کر رہے ہو۔ اپنے نمبر بڑھانے کے لیے اپنی واہ واہ سن کر تمہیں بہت خوشی ملتی ہے اور اس کی خاطر تم کسی بھی حد تک جا سکتے ہو۔'' وہ بہت بے خوفی سے معید حسن کی ذات کے پرخچے اڑا رہی تھی مگر جواب میں وہ فقط خفیف سے شانے اُچکا کر لاپروائی سے بولا۔

''یہ سب میرا مسئلہ ہے' تمہیں اس سے کوئی پرابلم نہیں ہونی چاہیے۔''

اس کے سینے میں غم و غصے کا سمندر موجزن ہونے لگا۔

''یہ میری زندگی کا معاملہ ہے۔ اور میری زندگی میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔''

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کر ڈالے جب کہ دوسری طرف وہ ضبط و سکون کی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا۔

''ابھی تو صرف رشتے کی بات ہوئی ہے' تم انکار کا حق محفوظ رکھتی ہو۔ پھر یہ شور و غوغا مچانے کی کیا ضرورت ہے؟''

''میں صرف یہ بات جاننا چاہتی ہوں کہ اگر تمہیں اس سارے معاملے کی خبر تھی تو تم نے اس بات کو ختم کیوں نہیں کروا دیا.....؟'' وہ دانتوں پر دانت جمائے ہوئے تھی۔

''میں اپنی ماں کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا۔''

وہ اسی سکون سے بولا تو ضحیٰ تڑخ کر رہ گئی۔

''مگر مجھے ایسی کوئی مجبوری لاحق نہیں ہے۔ ایسے دوغلے پن کے ساتھ صرف تم زندگی گزار سکتے ہو' دل میں کوئی اور' اور زندگی میں کوئی اور.....''

''اور اگر تمہارا کوئی اور پروپوزل آ جائے اور اسے منظور کر لیا جائے تو کیا تم بھی ایک ایسی دوغلی زندگی نہیں گزارو گی.....؟''

معید کے پوچھنے پر وہ اپنے لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے بولی۔

''مجھے فضول کے مفروضوں میں پڑنے کا شوق نہیں' فقط دو سالوں کی بات ہے میں صرف عمر ہی کا پروپوزل ایکسیپٹ کروں گی مجھے اسی کا انتظار ہے۔''

''بہت خوب..... کسی کھوہ میں بیٹھ کر.....؟''

اب کی بار معید کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔ ضحیٰ کا ضبط جواب دینے لگا۔

''تو اس کا کیا مطلب ہے کہ میں تم سے شادی رچاؤں.....'' اس نے سر جھٹکا تھا پھر ناگواری سے بولی۔ ''اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ میں جیسے جی چاہے اس مسئلے کو ہینڈل کروں' تم بس انکار کر دو۔''

''شٹ اپ ضحیٰ۔ بہت ہو چکا۔'' وہ دفعتاً سرد لہجے میں بولا تھا پھر جیسے اپنا پہلا اور آخری فیصلہ سناتے ہوئے بولا۔

''میں اس رشتے سے انکار نہیں کروں گا۔ تمہیں کوئی پریشانی ہے تو پھر حل بھی خود ہی ڈھونڈو' مجھ سے مدد مانگنا تو ویسے بھی تمہارے شایان شان نہیں ہے۔'' اس کے یکدم بدلتے انداز نے ضحیٰ کو دھچکا لگایا تھا۔

اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کسی اور لڑکی کے ساتھ کمیٹڈ ہونے کے باوجود وہ خاموش کیوں بیٹھا ہوا تھا اور اسے اس رشتے' وہ بھی ضحیٰ جیسی ناپسندیدہ لڑکی کے ساتھ رشتے پر کوئی اعتراض کیوں نہیں تھا؟ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ اسے ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے گا۔ اس لیے وہ باقی کا غبار دل میں دبائے واپس پلٹ گئی۔

''میں بھی دیکھتی ہوں معید حسن کہ تم اپنی گیم میں کس طرح کامیاب ہوتے ہو۔'' وہ سلگ رہی تھی۔

○○○

ٹھہرے ہوئے پانی میں
یوں دور بیٹھ کر نہ کنکر پھینکو
اس ہلچل سے کیا حاصل؟
قریب آؤ اور آخری بار
آئینۂ آب پر
اپنے حسین خدوخال ثبت کر دو
سوکھتے تالاب کو
اس سے زیادہ کی آرزو بھی نہیں

وہ اس قدر حسرت سے کہہ رہا تھا کہ بالوں میں برش پھیرتی نگین کو ہنسی آنے لگی۔

''آپ تو دن بدن شاعر ہوتے جا رہے ہیں۔''

وہ سیدھا ہوتے ہوئے تکیہ گود میں رکھ کر بیٹھ گیا۔

''پتہ نہیں یار۔ آج کل واقعی طبیعت غزل پر مائل ہو رہی ہے۔''

''ہیں.....؟'' وہ بل کھا کر پلٹی تھی۔

اس کا جگمگاتا روپ سروپ اور انداز و ادا دیکھ کر وہ کراہ کر رہ گیا۔

''یہ غزل کون ہے.....؟'' وہ گھورتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''کون غزل.....؟'' وہ سمجھا نہیں' توجہ اس پر تھی اس لیے سوال میں بے توجہی تھی۔

''وہی جس پر آج کل آپ کی طبیعت مائل ہو رہی ہے.....'' اس کے خفگی بھرے انداز نے اس کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

''ویسے نگی..... اب مجھے اس بات پر یقین آ گیا ہے کہ خوب صورتی کے لیے ذہانت کا ہونا ضروری نہیں۔''

''تو ٹھیک ہے نا.....'' وہ اس کی شرارت پر غور کے بغیر بولی تو اس نے بے اختیار اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

''مگر معصومیت کا ہونا از حد ضروری ہے۔'' وہ معنی خیزی سے بولا تو نگین گڑبڑا گئی۔

''وہ..... غزل.....''

"بے وقوف! جب سے تمہیں دیکھا ہے تب سے غزل بلکہ پورا دیوان لکھنے کو جی چاہتا ہے۔" مسکرا کر کہا تو وہ احتجاجاً دور کھسک گئی۔

"یہ آپ نے بے وقوف کسے کہا ہے؟"

"اس کمرے میں اور کون ہے تمہارے سوا.....؟" انس نے شرارت سے پوچھا تو وہ سادگی سے بولی۔

"آپ....."

"ایں....." انس نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔ سُرخ مرطوب لبوں سے پھوٹتی صاف شفاف اور تر و تازہ سی ہنسی۔ چمکتی سیاہ آنکھیں گلابوں جیسے رخسار۔ حسن کے سبھی لوازمات ہی پرکشش تھے وہ کیوں مبہوت نہ ہوتا۔ اس کی بدلتی نظر ہی نے نگین کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا مگر وہ تیزی سے اٹھ کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ہم لوگ ڈنر پر انوائیٹڈ ہیں۔"

"بہت خوب صورت لگ رہی ہو گی اور تم جانتی ہو کہ میں خوب صورتی کا قدر دان ہوں' کفرانِ نعمت کر کے گناہ تو نہیں کما سکتا نا۔" ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ' آنکھوں میں استحقاق کی چمک لیے وہ نگین کو گڑبڑا گیا۔ اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تو دیوار سے جا لگی۔

"اب کیا کرو گی.....؟" اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہاتھ جمائے وہ کسی فاتح حکمران کی طرح پوچھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کی تپش نے نگین کی صبیح پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔

"انس پلیز....."

"تیرے اختیار سے باہر
میری پناہ سے فرار"

وہ جیسے گنگنایا تھا۔

"اب آپ دیر کر رہے ہیں۔"

نگین نے اپنی سراسیمگی کو خفگی کے پردے میں چھپایا تو اس کے پرکشش روپ پر ایک تفصیلی نگاہ دوڑاتا وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

"وجہ تو تمہی بن رہی ہو نا....."

"کیا.....؟" نگین نے اسے گھورنے کی کوشش کی مگر اس کی تمام تر توجہ خود پر مرکوز پا کر جھجکتے ہوئے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ نہ تم اتنی اچھی لگا کرو اور نہ ہی میرا دل ہاتھوں سے نکل نکل جایا کرے۔" اس نے بڑے آرام سے سارا الزام اس پر رکھ دیا تھا۔ نگین کو شرم کے ساتھ ساتھ ہنسی نے بھی آ لیا۔

"تو پھر کیا خیال ہے.....؟" اس کی ہنسی پر وہ مزید پھیلا تو نگین کی جان ہَوا ہونے لگی۔ ابھی بھی وہ انس کی ذرا سی شوخی پر روزِ اوّل کی طرح سراسیمگی کی حدوں کو چھونے لگتی تھی۔ اس کی نگاہوں کے بدلے انداز لمحہ بھر میں اسے بوکھلا دیتے تھے اور اس کی یہ ادائیں انس کو مزید دیوانہ بنا دیتی تھیں۔

"دو مرتبہ صبا کا فون آ چکا ہے انس۔ ہمیں اب تک وہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ امی بھی انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ خائف سی اپنی دھڑکنیں سنبھالتی بولی۔ ابھی وہ مزید محبت سے پیش قدمی کرتا مگر اسی وقت اس کا موبائل بج اٹھا۔

"یہ دیکھو..... مشینی رقیب۔" گہری سانس بھرتے ہوئے وہ ٹراؤزر کی جیب میں سے موبائل نکالنے لگا۔ نگین اس

کی توجہ بٹتے ہی جھک کر اس کے حصار سے نکل گئی۔ اسے گھورتے ہوئے انس نے کال ریسیو کی۔ دوسری طرف صبا تھی۔

"بس..... ابھی دو منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔" انس نے فوراً ہی پیش بندی کی تھی۔ پھر کان کھجاتے ہوئے اس کی بات سُننے لگا۔ اتنی دیر میں نگین نے ڈریسنگ ٹیبل پر بکھری اشیاء کی ترتیب درست کر دی۔ پھر منتظر نظروں سے انس کو دیکھنے لگی۔

"میں تو بالکل ریڈی ہوں بس یہ نگی ہی کی تیاری ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔" اس نے سارا الزام نگین کے سر ڈال دیا تھا۔ وہ احتجاجی نظروں سے انس کو دیکھنے لگی جو اسے نگاہوں کی گرفت میں لیے مسکراتے ہوئے الوداعی کلمات ادا کر رہا تھا۔

"کس قدر جھوٹ بولتے ہیں آپ انس۔ میں تو کب سے کہہ رہی ہوں کہ دیر ہو رہی ہے۔" اس کے موبائل آف کرتے ہی نگین نے خفگی سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"صبا بہت ناراض ہو رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ آپ لوگوں کو شاید ڈنر ہی میں دلچسپی ہے اسی لیے ٹائم پر آنے کا سوچ رہے ہیں۔"

"آپ شاید یہی سُننا چاہ رہے تھے۔" نگین نے گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے لطیف سا طنز کیا تھا' پھر اسے تنبیہ کرنے والے انداز میں بولی۔ "اتنی دیر سے جا رہے ہیں' میں وہاں رات ضرور ٹھہروں گی۔"

دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی بجائے وہ وہیں رک کر پلٹ گیا۔ نگین اپنی جھونک میں چلتی اس سے ٹکرائی تھی۔

"کیا ہوا؟" اس نے سنبھل کر پوچھا تو انس نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ ٹھہرنے والا پروگرام کب بنا.....؟"

"ابھی نہیں بنا۔ میں کتنے ہی دنوں سے چاہ رہی تھی۔ شادی کے بعد میں کبھی بھی وہاں رہنے کو نہیں گئی۔"

نگین نے مسکراتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت کی تو وہ فی الفور بولا۔

"ملنے تو جاتے رہے ہیں ناسب سے۔ مگر یہ ٹھہرنے کی نہیں ہو رہی۔"

"کیا ہو گیا ہے انس۔ ایک دو روز کی تو بات ہے۔ امی کے پاس رُکنے کو دل چاہتا ہے۔"

وہ ابھی بھی مسکرا رہی تھی مگر انس یونہی سنجیدہ تھا۔

"اور میرے پاس رُکنے کو.....؟"

اس کی بات پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"کیسی بات کر رہے ہیں آپ۔ اور کہاں رہنا ہے مجھے ساری زندگی آپ ہی کے ساتھ تو بسر کرنی ہے مگر ماں باپ کا گھر تو اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کی اہمیت اپنی جگہ۔"

"اینی وے..... تم واپسی پر میرے ساتھ آ رہی ہو۔"

وہ اسی انداز میں کہتا ہوا پلٹ گیا تھا۔ نگین ناسمجھی کی کیفیت میں اس کے پیچھے باہر نکل آئی۔

"اتنی دیر کر دی انس۔ کیا کھانے کے ٹائم پر وہاں پہنچو گے۔" تائی جان اسے سرزنش کر رہی تھیں۔

"بس امی نکل رہے ہیں ہم۔"

نگین بھی انہیں خدا حافظ کہتی انس کے ہمراہ باہر نکل آئی۔

انس کے ساتھ سفر کے دوران ہمیشہ ہی وہ بہت انجوائے کرتی تھی۔ اس کی شوخی' شرارت اور برجستگی ہنسی کو ہونٹوں

سے جدا ہونے ہی نہیں دیتی تھی مگر آج پہلی بار وہ بہت خاموش سی تھی۔

"کیا بات ہے مسز؟ کیا زبان گھر میں ہی کہیں بھول آئی ہو؟" وہ اس کی خاموشی کا ماخذ جانتے ہوئے مسکرا کر پوچھ رہا تھا۔ ملیح چہرے پر چھائی سنجیدگی سے نگین کی خفگی بھانپنا قطعی مشکل امر نہیں تھا اور ادھر وہ جیسے اسی انتظار میں تھی، ناراضگی سے بولی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ اتنے ظالم شوہر ثابت ہوں گے۔"

"اوہو..... یہ دفعہ کب عائد ہوئی مجھ پر.....؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

"ابھی..... کچھ دیر پہلے۔ کتنی سفاکی سے آپ نے مجھے امی کے ہاں رہنے سے منع کیا تھا۔" وہ ہنوز اسی خفگی بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔ انس کو ہنسی آ گئی۔

"سفاکی سے کب؟ اوکے تو اب پیار سے بلکہ منت سماجت سے منع کر دیتا ہوں۔"

"آپ چاہے کسی بھی انداز میں منع کریں، سفاکی ہی کہلائے گی۔"

"اور اس سفاکی کے پیچھے جو پیار بلکہ عشق چھپا ہے اس کا کیا.....؟" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ مگر وہ یونہی سینے پر بازو لپیٹے خفا خفا سی ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی رہی تب وہ قدرے سنجیدگی سے بولا۔

"اگر تم میری بات کو سمجھتیں تو ناراض نہیں ہوتیں۔"

نگین نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا بات تھی جو میں نہیں سمجھی؟"

"دل نے تجھے عادت ہی بنا ڈالا ہے جاناں
تیرے بنا اب اپنا گزارا ہی نہیں ہے"

وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کچھ اس برجستگی سے بولا تھا کہ نگین سے اپنی سنجیدگی برقرار رکھنا محال ہونے لگا۔ یہ شعر تو وہ رٹو طوطے کی طرح بولتا تھا۔

"کیا اب بھی مزید وضاحتوں کی ضرورت ہے؟" وہ اس کے چہرے پر پھیلتے رنگوں سے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر اسٹیئرنگ وہیل پر رکھ لیا۔

"عموماً مرد اپنی بیویوں سے اپنے دلی جذبات چھپا کر رکھتے ہیں۔ شاید اس ڈر سے کہ وہ سر پر نہ چڑھ جائیں مگر مجھے ایسا کچھ خوف لاحق نہیں۔ میں آج بھی تم سے کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا۔ آئی لو یو سویٹ ہارٹ۔ اور میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک دن بھی نہیں۔" وہ بڑے سنجیدہ اور دوٹوک انداز میں کہتا نگین کے دل کو تفاخر، طمانیت اور محبت سے بھر گیا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر سگنل پر ٹریفک سارجنٹ نے "یہ" دیکھ لیا تو وہ ضرور چالان کر دے گا۔" مسکراتے ہوئے نگین نے اس کے مضبوط ہاتھ تلے دبے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو وہ دوبدو بولا۔

"شادی کے بعد میاں بیوی کو مل کر گاڑی چلانی چاہیے۔"

"ایسا زندگی کی گاڑی کے متعلق کہا گیا ہے۔" نگین نے تصحیح کی تھی۔

"ہم دونوں میں کچھ بھی تمہارا اور میرا نہیں بلکہ سب کچھ "ہمارا" ہے۔ نگی تم میری زندگی کی حصہ دار ہو اور یہ بات میں سارجنٹ کو بھی بتا دوں گا۔" بڑے جذباتی انداز میں کہتے ہوئے آخر میں وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تو نگین نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچ لیا۔

"آپ تو آج ڈبل چالان کرانے کے موڈ میں ہیں۔"

"تم میرا موڈ سمجھنے لگو تو بات ہی کیا ہے۔" وہ ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے ذومعنی انداز میں بولا تو اسے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ ہمیشہ کی طرح جھینپ سی گئی۔ پھر اس کا دھیان بٹانے کی خاطر بولی۔

"سامنے دیکھ کر ڈرائیونگ کریں اور یہ سوچیں کہ گھر جا کر دیر سے آنے کی کیا وجہ پیش کریں گے۔"

"ڈونٹ وری۔ بہت سے بہانے ہیں میرے پاس۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا تو نگین نے فی الفور کہا۔

"برائے مہربانی میرے والا بہانہ مت کریئے گا۔ میں پورے ٹائم پر تیار ہوئی تھی۔"

"اوکے..... کچھ اور؟" وہ فرمانبرداری سے بولا تو نگین نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔"

"ہاں..... فی الحال تو....."

اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تو اس کی شرارت بھانپ کر ہنستے ہوئے نگین سمٹ کر دروازے سے لگ کر بیٹھ گئی۔ اس کے انداز پر انس بھی محظوظ ہو کر ہنس دیا تھا۔

○○○

چھوٹی سی غلط فہمی کر دے گی جدا ہم کو
حالات نہ بدلیں گے معلوم نہ تھا ہم کو
رشتوں کی ہمیں پہچان نہ تھی اتنی
کہنے کو مراسم بھی اپنے تھے بہت گہرے

کچن کا سارا کام نمٹانے کے بعد انس سے فون پر بات کر کے صالحہ بیگم کو بتانے کے بعد وہ اپنا کمرہ سمیٹنے کے ساتھ ساتھ ہلکے سے میوزک سے بھی لطف اندوز ہو رہی تھی۔ شاعری سے قطع نظر اس کا دھیان صرف ردھم کی طرف تھا مگر درد اسی کو شدید ہوتا ہے جسے چوٹ لگتی ہے۔ تبھی تو کمرے میں داخل ہوتے نوفل کا دھیان غزل کے لفظوں میں اٹکا تھا۔

بیڈ شیٹ کی سلوٹیں دور کر کے وہ سیدھی ہوئی تو سامنے ایستادہ نوفل احمد کا "منجمد" سا انداز لحظہ بھر کو اسے ٹھٹکا گیا۔ مگر اگلے ہی پل اس نے بھرپور لاپروائی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے خود کو اس کی موجودگی سے یکسر بے نیاز ظاہر کیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور نوفل احمد اتنا بے وقوف تو نہیں تھا کہ اس کا ٹھٹکنا اور پھر سنبھلنا محسوس نہ کر پاتا۔ یوں بھی صبا کے معاملے میں اس کی حسیات کچھ زیادہ ہی تیز تھیں۔

معتدل قدموں سے چلتے ہوئے جا کر اس نے سی ڈی پلیئر آف کر دیا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی کانوں میں ٹاپس پہن رہی تھی۔ میوزک بند ہوتے ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئی پھر جیسے یاد دہانی کراتے ہوئے بولی۔

"یہ میوزک میں نے اپنے لیے لگایا تھا۔"

"اس وقت میں بھی اس کمرے میں موجود ہوں۔" نوفل نے سرد مہری سے کہا تھا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اس کمرے پر میرا بھی حق ہے۔"

اس کے جتلانے والے انداز پر تکیے کے نیچے سے اپنا والٹ اور رسٹ واچ نکالتا وہ سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

رسٹ کلر لباس میں ملبوس معمول سے ہٹ کر وہ بہت نڈر اور پراعتماد انداز لیے واقعی نوفل کو چونکا گئی تھی۔

"ویری ویل....." والٹ، ٹراؤزر کی جیب میں رکھنے کے بعد کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ بہت معتدل انداز میں اسے سراہتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"اور کون کون سے حقوق ہیں آپ کے۔ ایک ہی بار وضاحت کر دیں تاکہ آئندہ مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو اور آپ کے حقوق کی ادائیگی اچھی طرح ہو سکے۔" اس کا طنز بہت ذو معنویت لیے ہوئے تھا تبھی تو صبا کا روم روم سلگنے لگا تھا مگر وہ نوفل احمد کے سامنے کم زور نہیں پڑی۔ طنزاً بولی۔

"پہلے اپنے فرائض تو پہچان لیجیے..... حقوق کی ادائیگی کی باری تو بہت بعد میں آتی ہے۔"

وہ مضبوط قدموں سے چلتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اتنے قریب کہ صبا اس کے وجود سے اٹھتی آفٹر شیو لوشن کی مہک کو اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

"فرائض ان لوگوں کے ادا کیے جاتے ہیں جو خود سے منسلک ہوں اور خود سے منسلک وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے ہم محبت کرتے ہیں اور جن سے "میں" "محبت" کرتا ہوں ان کے حقوق و فرائض کی ادائیگی بہت ایمان داری سے کرتا ہوں۔"

اور اس کے نہ تو حقوق وہ ادا کرتا تھا اور نہ ہی فرائض۔ ایک بار پھر وہ بہت وضاحت سے اس کے وجود سے اپنی لاتعلقی اور ناپسندیدگی واضح کر گیا تھا۔

اور بہت عجیب سی بات ہوئی۔ اس سے کسی بھی قسم کی امید اور توقع نہ رکھنے کے باوجود صبا کو اس کے الفاظ نے بہت تکلیف دی تھی۔ ایک بار تو اس کا جی چاہا کہ چیخ اٹھے۔ اس سے پوچھے کہ مجھ میں کون سی ایسی کمی ہے جو تمہیں مجھ سے دور کرتی ہے۔ مانا کہ تم نے یہ شادی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کی ہے مگر مجھ سے اس قدر ناروا سلوک کی وضاحت کیا دو گے.....؟ بہت سی شادیاں سمجھوتے کی بنیاد پر بھی تو ہوتی ہیں، یوں لحظہ بہ لحظہ مجھے مٹی کرنے کی بجائے مجھے کچھ بتائے بغیر سمجھوتے کی راہ پر کیوں نہیں چل پڑے۔ تم کیا جانو نوفل احمد! میری عزت نفس میرا معصوم سا تفاخر کیسے خاک ہوا ہے۔

"مجھے یہ بھیک چاہیے بھی نہیں۔ اور یہ بھی آپ کی بھول ہے کہ آپ کسی سے محبت کر سکتے ہیں۔ آپ کو تو اس لفظ کے ہجے بھی معلوم نہیں۔ یہ جو آپ ہر وقت محبت، محبت کا راگ الاپتے رہتے ہیں تو یہ صرف ایک ڈھونگ ہے۔ آپ کا دوغلا پن ہے۔ محبت کا ماسک چہرے پر لگا کر آپ اپنی فطرت نہیں بدل سکتے۔ محبت کرنے والے آپ کی طرح "پلان میکر" نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی وہ کسی کو دکھ دیتے ہیں بلکہ خود سے منسلک ہر رشتے کو اس کا مقام اور عزت دیتے ہیں۔"

بھوری آنکھوں میں آنچ سی اٹھ رہی تھی۔ کانچ کے پیچھے جیسے شعلے لپک رہے تھے۔ وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"بعض رشتے طوق کی مانند ہوتے ہیں صبا بی بی، جنہیں عمر بھر ساتھ گھسیٹنا مجبوری تو ہو سکتی ہے، دل کا شوق نہیں، ایسے رشتے جنہیں نا چاہتے ہوئے انسان اپنا لیتا ہے۔ ساری عمر آسیب کی مانند سر پر سوار رہتے ہیں..... ان کی کوئی وقعت، کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔"

"مجھ سے زیادہ کون ان رشتوں سے واقف ہوگا۔ میں بھی تو بھگت رہی ہوں ایک ایسے ہی آسیبی رشتے کو۔"

وہ اتنی بدتمیز اور منہ پھٹ نہیں تھی، تلخی، غصہ اور نفرت اس کی سرشت کا حصہ نہیں تھے مگر یہ نوفل احمد کا ناروا سلوک اور اس کے تلخ و ترش الفاظ ہی تھے جو وہ اس قدر انتہا تک آ پہنچی تھی حالانکہ اس نے بہت برداشت کیا تھا مگر نوفل میں

برداشت کا اتنا مادہ نہیں تھا۔ اوپر سے صبا کے لب و لہجے کی تلخی..... اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ بھنچے ہوئے جبڑے ماتھے کی سبز رگیں واضح دکھائی دے رہی تھیں۔

"تو کیوں بھگت رہی ہیں۔ اتار کر پھینک کیوں نہیں دیتیں اس طوق کو؟" اس کے لہجے کی سرسراہٹ صبا کو جھنجھنا کر رکھ گئی۔ وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ اس سے نوفل احمد کی آنکھوں میں عجیب وحشت سی دکھائی دے رہی تھی جس نے صبا کے وجود میں سنسنی سی پھیلا دی تھی۔ اسی کیفیت میں آگے بڑھ کر بہت بے دردی سے نوفل نے اس کا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں جکڑ لیا تو بے اختیار ہی اس کے لبوں سے ہلکی سی چیخ آزاد ہو گئی۔ ابھی شاید وہ مزید درشتگی کا مظاہرہ کرتا مگر اسی وقت دروازے کو زوردار انداز میں کھٹکھٹایا گیا تو وہ اسے شعلہ بار نظروں سے گھورتا پلٹ گیا۔

"آ جاؤ۔" نوفل کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔ غصے یا تلخی کا شائبہ تک نہ تھا اور دروازہ کھلتے ہی نگین کی ہنستی مسکراتی شکل دکھائی دی تو صبا کو بھی بہ سرعت خود کو سنبھالنا پڑا اور اپنی اس نئی "خاصیت" پر صبا کو ہنسی بھی آئی۔ نوفل احمد کے ساتھ رہتے ہوئے جانے ابھی کس کس "خوبی" کو اپنانا باقی تھا۔

"کیا حال ہیں بڑے لوگو۔" اس سے لپٹتے ہوئے نگین نے ہنس کر کہا تو وہ مسکرا دی۔

"ہم کیسے بڑے لوگ ہو گئے؟"

"بھئی جن سے ملنے کے لیے بنفس نفیس ان کی خدمت میں حاضری دینا پڑے وہ بڑے لوگ ہی ہوئے نا....." وہ نوفل کی بے جا مصروفیت پر طنز کر رہی تھی۔

"اتنے دنوں کے بعد آئی ہو اور آتے ہی شکوے شکایات کا دفتر کھول دیا۔ انس کہاں ہے؟" نوفل نے اسے ڈپٹتے ہوئے پوچھا تو وہ بولی۔

"وہ بھی امی کے پاس بیٹھے آپ ہی کی طرح اپنی مصروفیات گنوا رہے ہیں۔"

"ایک تو تم خواتین میں شک کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ منٹوں میں شوہر کو کٹہرے میں کھینچ لیتی ہو۔" وہ ہنس کر کہتا انس سے ملنے کے خیال سے نکل گیا تو نگین نے دو قدم پیچھے ہٹ کر ناقدانہ نظروں سے اس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو.....؟" صبا نے ہونٹوں پر مصلحت آمیز مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"دیکھ رہی ہوں کہ اب صحیح معنوں میں میری بھابی لگ رہی ہو۔" اس کی بات سن کر صبا نے دلی اطمینان محسوس کیا تھا۔

آج بطور خاص اس نے بری کا نفیس سا کامدانی سوٹ پہن کر ساتھ میں ہلکی پھلکی جیولری اور میک اپ کا استعمال بھی کیا تھا اور نگین کو مطمئن ہوتا پا کر وہ خود بھی پرسکون ہو گئی تھی۔ ہلکے پھلکے سے انداز میں بولی۔

"یہ سب فقط تمہارے اطمینان اور تسلی کے لیے ہے ورنہ مجھے اپنی خوشی ظاہر کرنے کے لیے اس چمک دمک کا سہارا لینا پسند نہیں ہے۔"

"یہ سب رسم دنیا بھی ہے اور دستور بھی۔ خود کے لیے نہ سہی مگر بعض اوقات دوسروں کی تسلی کے لیے بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔" نگین نے اسے سمجھایا تو صبا نے مسکراتے ہوئے اسے باہر کی طرف دھکیلا اور بولی۔

"تو چلو پھر ذرا۔ میں اپنے بھائی کی تسلی کا بھی اندازہ کر آؤں۔"

"ان کی تسلی تو مجھ سے پوچھو۔ جناب مجھے ایک دن بھی یہاں چھوڑنے کو راضی نہیں ہیں۔" نگین نے اس کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے شکایتی انداز میں کہا تو وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے

ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"یہ تو ان کی محبت ہے جو وہ تمہیں خود سے دور نہیں کرنا چاہتے۔"
"اوہو..... پھر تو نوفل بھائی کو آپ سے عشق ہوا نا۔ شادی سے لے کر اب تک ایک دن کے لیے بھی آپ کو خود سے دور نہیں کیا۔"
اس کی جوابی شرارت پر صبا کو اپنی قسمت کی ستم ظریفی پر ہنسی آنے لگی۔
"ہاں..... بالکل..... ان کا بس چلے تو مجھے چھونے والی ہواؤں کا بھی اس گھر میں داخل ہونا بند کر دیں۔" سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولی تو نگین گہری سانس بھر کے رہ گئی جب کہ وہ انس سے ملنے لگی۔
"گھر میں سب کیسے ہیں.....؟ اُن لوگوں کو بھی لے آتے۔" وہ کہہ رہی تھی۔
صالحہ بیگم کو تب حقیقتاً اس بات کا ادراک ہوا کہ وہ اپنے گھر کے پرسکون اور مثالی ماحول میں کھو کر اس بات کو نظر انداز کیے ہوئے تھیں کہ انس کے مقابلے میں نوفل اپنی سسرال کتنی بار گیا تھا۔ بھلا کتنی بار.....؟ وہ واقعی پریشان کن سوچوں میں گھرنے لگیں۔
"تم کیا عید کا چاند ہو گئی ہو کہ سب تمہیں دیکھنے کے لیے آئیں۔" انس نے مسکراتے ہوئے کہا تو صبا کے کچھ بولنے سے پہلے ہی نوفل نے سارا الزام گویا اسی پر رکھتے ہوئے خود کو بری الذمہ کر لیا۔
"یہی بات میں انہیں سمجھاتا ہوں' بھئی شادی کے بعد میکے والے چھوٹ تو نہیں جاتے نا۔ مگر انہیں اپنے گھر کی دلچسپیوں کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔"
"یہ تو شروع ہی سے ایسی ہے۔ اور پتہ ہے سب سے زیادہ ذمہ دار طبیعت ہی اسی نے پائی ہے۔ گھر کو سنوارنا' نکھارنا' ہر وقت کچن میں گھس کر نت نئی ڈشز تیار کرتے رہنا' سچ میں تو ترس گیا ہوں اس کے ہاتھ کے کھانوں کو۔" انس کے لب و لہجے سے محبت کی آنچ اُٹھ رہی تھی۔ ہاں جائے کے انداز کی محبت اور نرمی صبا کے دل کو گداز کرنے لگی اس کی بدلتی رنگت نوفل کی گہری نگاہ سے بچ نہیں پائی تھی۔
"ارے..... کیا نگین نے وہاں اپنے جوہر دکھانے شروع نہیں کیے۔ یہ بھی کچن کی ماسٹر نہ سہی مگر اسٹوڈنٹ تو رہ ہی چکی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نگین احتجاجاً صالحہ بیگم سے اس کی شکایت کرنے لگی۔
"دیکھ رہی ہیں امی۔ یہ میرے میاں کے سامنے میری تعریفیں کرنے کی بجائے میرا مذاق اُڑا رہے ہیں۔"
"ڈونٹ وری نگی۔ تمہارے کمالات کی اُڑتی اُڑتی بلکہ گرتی پڑتی خبریں میں شادی سے پہلے ہی سن چکا ہوں۔" انس نے بھی نوفل کی شرارت کو آگے بڑھایا تو وہ ان دونوں سے اُلجھنے لگی۔ صالحہ بیگم ان کی باتوں سے لطف اندوز ہوتی پرشفقت نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ صبا کھانے کا انتظام دیکھنے کے لیے کچن میں آ گئی جہاں نوری اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ نوری کے ہاتھ کولڈ ڈرنکس بھجوا کر وہ جلدی جلدی ٹیبل لگانے لگی۔ پہلے ہی انس اور نگین کے دیر سے آنے کی وجہ سے کھانے کا ٹائم ہو چکا تھا' دوسرا اسے صالحہ بیگم کا بھی احساس تھا' وہ بھوک برداشت نہیں کر سکتی تھیں اور یوں بھی انہیں میڈیسن لینا ہوتی تھی اس لیے صبا نے حسب سابق جلدی ٹیبل لگا دی۔ نوری بھی آ کر اس کی ہدایات کی روشنی میں اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔ وہ اندر گئی تو سب کولڈ ڈرنکس سے فارغ ہو چکے تھے۔
"چلیں بھئی..... کھانا لگ چکا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اعلان کیا تو انس حیران ہوا۔
"اتنی جلدی' بیٹھو یار تھوڑی دیر باتیں واتیں تو کر لیں۔"
"جی نہیں..... پہلے ہی آپ لوگ اتنی دیر کر چکے ہیں۔ ماما کی تو میڈیسن کا بھی ٹائم ہو رہا ہے۔ باتیں کھانے کے

بعد بھی ہو جائیں گی۔" وہ صالحہ بیگم کی وہیل چیئر کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے بشاشت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"امی بہت لکی ہیں اتنا خیال تو شاید میں نے بھی کبھی نہیں رکھا تھا ان کا۔" نگین حقیقتاً صبا کی معترف تھی۔ صالحہ بیگم کی زبانی اس کے اخلاق کی تعریفیں تو وہ ویسے بھی سنتی ہی رہتی تھی مگر اس کی طرف اُٹھنے والی نوفل کی نگاہ میں بہت کاٹ تھی۔ اسے صبا کا ہر عمل ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں لگتا تھا۔

"یہ بھی ساس کو قابو میں کرنے کا ایک حربہ ہے۔ یعنی ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ۔ اب سوچ لو بدلے میں انہیں کتنا فائدہ ہوگا۔" اس کا انداز بہت سادہ اور لہجہ مسکراہٹ لیے ہوئے تھا۔ سب نے ہنس کر سُنا مگر صبا کے تو دل میں تیر سا گڑ گیا تھا۔

اتنے دنوں میں وہ نوفل کے لب و لہجے کے اُتار چڑھاؤ سے بہت اچھی طرح واقف ہوگئی تھی۔ بے اختیاری سنجیدگی سے بول اُٹھی۔

"میں رشتوں کو ان کے مقام کے مطابق عزت دیتی اور نبھاتی ہوں۔ "لوگوں" کی طرح رشتوں سے "فائدے" اُٹھانا میری سرشت میں شامل نہیں ہے۔"

نوفل کی اس کی طرف اُٹھنے والی نگاہ بہت بے ساختہ اور سرد تھی۔ طنز کرنا بہت آسان مگر اس کا جواب اپنی ذات پر سہنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور نوفل احمد تو ہمیشہ سے اپنی ذات کو سینت سینت کر رکھنے کا عادی رہا تھا۔ کسی سے بھی ایسے روابط رہے ہی کہاں تھے کہ اس طرح کی جملہ بازی سہتا' اسی وجہ سے صبا کا بھرپور طنز اسے بہت شدت سے محسوس ہوا تھا۔

دوسری طرف صبا کو اس کی سمٹتی مسکراہٹ نے بہت سکون پہنچایا تھا۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا' سبھی کھانے کی تعریف کر رہے تھے سوائے نوفل کے۔ کیسے ممکن تھا کہ نگین چُوک جاتی۔

"بھائی آپ بھی تھوڑی تعریف کر دیں۔ سبھی ڈشز آپ کی پسند کی تھیں۔" وہ اپنی سوچوں سے چونکا تھا۔ پھر قصداً مسکرا کر بولا۔

"میرے لیے تو گھر کی مرغی دال برابر ہے۔"

"بالکل غلط..... صبا کے ہاتھ کی بنی تو دال بھی مرغی برابر ہوتی ہے۔" نگین نے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔

"جنہیں خود کچھ نہ آتا ہو ان کے لیے کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر بلکہ بہترین ہوتا ہے۔" انس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو صبا نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"انس بھائی! یہی جملہ معید بھائی کے مقابلے میں ابو آپ کے لیے بولا کرتے تھے۔ یاد ہے نا۔"

اس کی بات سن کر منہ بسورتی نگین ہنسنے لگی تھی جب کہ انس نے صبا کو گھور کر دیکھا جواب مسکرا رہی تھی۔

"بھئی اب گھر کا بھیدی تو لنکا نہ ڈھائے۔" صالحہ بیگم نے ہنستے ہوئے انس کی سائیڈ لی تھی۔

"پھوپو اور ادینہ دکھائی نہیں دیں' اینکسی کا دروازہ بھی بند تھا۔" نگین کو دفعتاً یاد آیا تھا۔

"وہ حبیبہ کی طرف گئی ہوئی ہیں۔ ایک دو روز رکنے کا ارادہ تھا ان کا۔" صالحہ بیگم نے بتایا۔ حبیبہ' زرینہ بیگم کی نند تھیں۔

"خیریت تھی نا؟" نگین نے پوچھا تو وہ سرسری انداز میں بولیں۔

"خیریت ہی ہے۔ ان کی بچی کے رشتے کا کوئی معاملہ تھا اسی سلسلے میں زرینہ کو بلایا ہے۔"

نگین نے مطمئن ہو کر سر ہلا دیا۔ باتوں کے دوران ٹائم کیسے گزرا' پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

"گیارہ بج رہے ہیں۔" انس سے رہا نہیں گیا تھا۔ کلائی الٹ کر ٹائم دیکھتے ہوئے بولا تو نگین یوں ان سنی کر گئی جیسے اس کی طرف دھیان ہی نہ ہو حالانکہ کتنی ہی دیر سے وہ اسے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلتے دیکھ رہی تھی۔

"میرے خیال میں اب چلنا چاہیے....." وہ مجبوراً نگین کو متوجہ کرتے ہوئے بولا تو صالحہ بیگم نے کہا۔

"آج یہیں رُک جاؤ دونوں۔"

"نہیں آنٹی' صبح آفس جانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کل مجھے اسلام آباد بھی جانا پڑ جائے۔" انس نے بڑے طریقے سے معذرت کر لی تھی۔ پھر وہ متوقع نظروں سے نگین کو دیکھنے لگا جو ابھی بھی اُٹھی نہیں تھی۔

"تو پھر آپ جائیے' کیوں کہ نگین یہیں رہے گی۔" صبا نے نگین کے شانے پر بازو پھیلاتے ہوئے اطمینان سے کہا تو وہ جز بز ہو کر رہ گیا۔

"یہ رہنے کے ارادے سے تھوڑی آئی تھی۔ اور ویسے بھی میں تین' چار روز کے لیے اسلام آباد جانے والا ہوں' پیکنگ کا بھی مسئلہ ہوگا۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ آپ اطمینان سے اسلام آباد جائیں' نگین تین' چار دن یہاں رہ لے گی اور جہاں تک بات ہے پیکنگ کی تو حمرہ اور ضحیٰ ہیں ناں وہ کر دیں گی۔"

وہ تو جیسے سب کچھ طے کیے ہوئے تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ انس کو نگین پر بھی غصہ آنے لگا جو اب نظریں بھی نہیں ملا رہی تھی حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ انس اسے کسی بھی طور یہاں چھوڑنے پر رضامند نہیں تھا۔

"اوکے..... اگر نگی کی مرضی ہے تو....." وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تو نگین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔

"اگر آپ مجھے پہلے بتا دیتے کہ کل آپ اسلام آباد جا رہے ہیں تو میں پہلے ہی سے رہنے کا پروگرام بنا کر آتی۔"

"گاڑی میں تم سے بات ہوئی تو تھی اس معاملے پر۔" وہ یاد دہانی کرا رہا تھا مگر نگین تو یوں بھی یہیں رُکنے کی خواہش مند تھی' بھولپن سے بولی۔

"تو پھر ٹھیک ہے جب اسلام آباد سے واپسی ہو تو مجھے فون کر دیجیے گا' میں آ جاؤں گی۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو انس اس کے حواس درست کر دیتا مگر سسرال میں بیٹھ کر وہ صرف سوچ ہی سکتا تھا' بہر حال اسے نگین پر سخت غصہ تھا۔

"اوکے..... پھر میں چلتا ہوں۔"

وہ یونہی سنجیدہ صورت لیے صالحہ بیگم کے آگے جھک گیا تو انہوں نے اس کے سر پر دستِ شفقت رکھ دیا۔ نوفل سے بغل گیر ہونے کے بعد وہ صبا سے ملا مگر پورچ میں پہنچتے' گاڑی میں بیٹھنے اور پھر گیٹ سے باہر نکلنے تک بھولے سے بھی اس نے نگین کی طرف نہیں دیکھا تھا جو اس کی غیر متوقع خاموشی اور سنجیدگی پر غور ہی کرتی رہ گئی تھی۔

ooo

"یہ ضحیٰ کدھر ہے.....؟" حمرہ کو کچن میں چائے بناتے دیکھ کر چچی جان نے حیرت سے پوچھا کیوں کہ ابھی کچھ دیر پہلے وہ ضحیٰ کو شام کی چائے بنانے کا کہہ کر گئی تھیں اور اب ضحیٰ بی بی غائب تھیں۔

"وہ تو اپنے کمرے میں ہیں' کہہ رہی تھیں کہ انہیں اپنی وارڈ روب سیٹ کرنی ہے۔" حمرہ نے کہتے ہوئے چائے اوپر رکھی تھی۔ وہ سر ہلا کر ضحیٰ کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں اور حسب توقع اسے بستر پر دراز پا کر انہیں سخت غصہ آیا تھا۔

"میں نے تمہیں چائے بنانے کا کہا تھا اور تم یہاں آرام فرما رہی ہو۔"

"مجھے کچھ کام کرنا تھا اسی لیے....." وہ خفگی سے کہتی اٹھ بیٹھی تھی۔ ان کی تیوری کے بل اور گہرے ہو گئے۔

"ایک چائے تو بنائی نہیں گئی تم سے اور کون سے کام نمٹانے تھے جو بستر پر لیٹ کر نمٹا رہی ہو۔"

"اوفوہ امی..... حمرہ بنا تو رہی ہے چائے۔" وہ اکتا کر بولی تو انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

"حمرہ تو بنا ہی لے گی اس سے پہلے صبا نے اپنے سلیقے سے سارا گھر سنبھالا ہوا تھا۔ مجھے تو حسرت ہی رہے گی کہ تم بھی کچھ سنوار لو۔"

"ایک چائے بنا لینے سے کیا سنور جائے گا بھلا....."

"تمہاری زندگی تو سنور ہی جائے گی۔" وہ چڑ کر بولیں تو ضحیٰ جیسے دفعتاً ہی ان کی ناراضگی کا مطلب پا گئی۔

"میں جیسی ہوں ویسی ہی بہت اچھی ہوں۔ میرا یوں بھی بہت اچھا گزارا ہو جائے گا۔" وہ تیکھے لہجے میں بولی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو۔ کچھ عرصے میں شادی ہو جائے گی اور روٹی تک ڈالنی نہیں آتی تمہیں۔ معید تو عادی ہے بہترین کھانے کا۔"

"معید عادی ہے تو میں کیا کروں' میرا یہاں کیا تذکرہ.....؟" اس کے تیز لہجے پر وہ ناپسندیدگی سے اسے ٹوک گئیں۔

"تمہیں ان سب باتوں کا پتہ ہونا چاہیے کہ معید کو کیا پسند ہے اور کیا نہیں۔ اس سے رشتہ طے ہو رہا ہے تمہارا۔"

"مجھے اس کے متعلق یہ حساب کتاب رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور آپ لوگ بھی خواہ مخواہ رشتوں کا جوڑ توڑ مت کریں۔ میں جیسی بھی ہوں اچھی ہوں' کسی کے لیے بدل نہیں جاؤں گی۔" اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ غصے سے بھرے انداز میں بولیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا..... کون سے خواہ مخواہ کے رشتے ہیں.....؟"

"آپ کو کم از کم مجھ سے تو پوچھنا چاہیے تھا۔" وہ ابھی بھی ناگواری سے کہہ رہی تھی۔ چچی جان کو ضحیٰ کی غیر ذمہ دارانہ گفتگو ہمیشہ ہی سے ناپسند رہی تھی مگر اس وقت انہوں نے بمشکل تحمل کا مظاہرہ کیا تھا۔

"اس سے پہلے کون سے کام تمہارے مشوروں سے ہو رہے تھے جو اس اہم معاملے میں تمہارا مشورہ ضروری تھا۔ اور پھر تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"کیوں..... مجھے کون سا "مسٹر پرفیکٹ" سے بیاہ رہے ہیں آپ لوگ کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ آپ تائی جان سے انکار کر دیں بس۔" اس نے اپنے مخصوص لٹھ مار انداز میں کہا تو وہ اچھل ہی تو پڑیں۔ انہیں ذرہ برابر امید نہیں تھی کہ وہ اتنے صاف انداز میں منع کر دے گی۔

"تم حواس میں تو ہو..... کیوں منع کر دوں..... میں تو شروع ہی سے انتظار میں تھی کہ کب آپا اس رشتے کی بات کریں۔"

ان کی بات نے ضحیٰ کو سرتاپا سلگا دیا تھا۔

"ایسے کون سے ہیرے جڑے ہیں اس میں یا میں ہی اتنی فالتو ہوں کہ آپ اس شخص کے رشتے کے انتظار میں دن گن رہی تھیں۔" وہ چیخ کر رہ گئی۔

"بکو مت۔" انہوں نے اسے جھاڑ دیا تھا۔ "خاندان کا بہترین لڑکا ہے معید۔ سب گھروں میں اس کی طبیعت

اور کردار کی مثال دی جاتی ہے۔ کوئی ایک خامی بھی ہم لوگوں نے نہیں دیکھی۔ تم نے دیکھی ہو تو کہو۔ اور بی بی ہیرے تو تم میں بھی نہیں جڑے ہیں پھر بھی آپا نے خود اس رشتے کی بات کی ہے۔"

"میں کسی کی خوبی یا خامی کی بات نہیں کر رہی۔ بس مجھے اس سے شادی نہیں کرنی ہے۔ ہم دونوں کی سوچ میں بہت فرق ہے۔" اس نے تیز لہجے میں کہا تو وہ بھی اسی کے سے لب و لہجے میں بولیں۔

"تمہارا صرف دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔ خبردار جو مجھ سے یہ کتابی باتیں کرنے کی کوشش کی ہو تو۔ تمہارے بڑے بیٹھے ہیں تمہاری زندگی کا فیصلہ کرنے والے اور بہتر ہی کریں گے۔"

"مگر میں کسی بھی صورت معید سے شادی نہیں کروں گی۔ میری اس سے نہیں بن سکتی ہے۔"

"شکر کرو کہ اتنا بہترین رشتہ....."

انہوں نے غصے سے کہنا چاہا تو وہ ان کی بات کاٹ کر تلخی سے بولی۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ اتنے بہترین شخص کے لیے کوئی بہترین لڑکی ڈھونڈیں۔ یہی سمجھ لیں کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔"

"بس اب چپ رہو۔ تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے اور کچھ نہیں۔" وہ چڑ گئی تھیں۔ انہیں ضحیٰ کی باتیں بے وقوفی کے سوا کچھ بھی نہیں لگ رہی تھیں۔

"میں یونہی نہیں کہہ رہی امی۔ یہ واقعی سچ ہے' آپ معید سے پوچھ لیں وہ صرف تائی جان کی فرمانبرداری میں اس رشتے پر ہامی بھر رہا ہے۔ ہم دونوں کے خیالات میں بلکہ ہر بات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" وہ زچ ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ امی کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گی مگر ادھر تو لگ رہا تھا کہ وہ جانے کب سے اس رشتے کی راہ تک رہی تھیں۔

"اس میں ایسی کون سی نئی بات ہے۔ میاں بیوی کے درمیان آہستہ آہستہ ہی ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے نہ کہ خدا اوپر ہی سے ذہنی مطابقت کر کے بھیجتا ہے۔ تم دونوں تو پھر بھی کزنز ہو۔ بالکل انجان فریقوں میں بھی شادی کے بعد اس قدر ذہنی مطابقت دیکھی گئی ہے کہ یقین نہیں آتا۔" وہ اٹل انداز میں کہہ رہی تھیں۔ ضحیٰ کو اب رونا آنے لگا۔

بھلا وہ معید سے شادی کر سکتی تھی' اس سے زیادہ ذلت و اہانت کی اور کون سی بات ہوتی؟

وہ نہ صرف ضحیٰ اور عمر کے افیئر سے واقف تھا بلکہ خود بھی کسی اور لڑکی سے کمیٹڈ تھا۔ یہ سب کچھ جانتے سمجھتے ہوئے بھی اس سے شادی کرنا ضحیٰ کو موت کے برابر لگ رہا تھا۔

"آپ لوگوں کو صرف اپنی خوشی سے نسبت ہے میری مرضی' میری خوشی کی کسی کو پروا نہیں۔ میں کسی طور بھی اس رشتے پر راضی نہیں ہوں۔" وہ آنسو بہانے لگی تھی۔ چچی جان کو اس کی فضول اور بچکانہ ضد پر غصہ آ رہا تھا۔

"ہم اس لیے خوش ہیں کیوں کہ جانتے ہیں کہ تم بھی معید کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔ سب تمہاری پروا کرتے ہیں' تمہاری خوشی کا احساس رکھتے ہیں اسی لیے تمہارے لیے بہترین فیصلہ کر رہے ہیں۔"

"میں اتنی پرفیکٹ نہیں بن سکتی جتنا کہ وہ ہے۔ مجھ سے باورچن یا دھوبن والے کام نہیں ہوتے اور نہ ہی میں اس معاملے میں کسی کا رعب برداشت کروں گی۔ کل کو گھر کا ماحول خراب ہونے کا قصوروار مجھے مت ٹھہرایئے گا۔"

اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے اپنے تئیں انہیں دھمکایا۔ مطلب یہی تھا کہ شاید وہ اس طرح ہی اس ارادے سے باز آ جائیں مگر وہ بہت اطمینان سے بولیں۔

"آہستہ آہستہ سب سیکھ جاؤ گی۔ کون سا کہیں رخصت ہو کر جانا ہے' وہی لوگ وہی ماحول رہے گا۔ دوسرے جب ذمہ داری پڑے گی سر پر تو خود بخود آٹے دال کا بھاؤ بھی معلوم ہو جائے گا۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر جاتے جاتے اسے گویا تنبیہ کرتے ہوئے بولیں۔

"اور یہ جو اپنے دماغ کی ٹیڑھ ہے نا! اسے سیدھا کر لو۔ میں نے تو تمہاری الٹی سیدھی سن لیں' تمہارے باپ کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی تو قیامت کھڑی کر دیں گے۔ جانتی ہو اچھی طرح کہ معید اس گھر کا عزیز ترین بچہ ہے۔"

ان کے جانے کے بعد ضحیٰ پر جھنجلاہٹ اور اشتعال کا شدید حملہ ہوا تھا۔

"عزیز ترین بچہ ہنہ' ایک میں ہی ناپسندیدہ ترین اور فالتو فرد ہوں۔" اس نے تکیہ اٹھا کر پرے پھینک دیا تھا۔ بیڈ شیٹ گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دی۔ اس پر بھی غصہ کم نہیں ہوا تو غم و غصے کے مارے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

"وہ تو جیسے نواب زادہ ہے۔ ہر شے اس کی من پسند اس کی مرضی کے مطابق ہر کریڈٹ اس کے کھاتے میں' چاہے میں اپنے جذبات و احساسات پر پتھر رکھ کر اپنی تمام عمر کی خوشیوں کی قربانی دے کر ہی کیوں نہ اس شادی کے لیے ہامی بھروں' کل کو یہی کہا جائے گا کہ "معید حسن" نے ضحیٰ جیسی پھوہڑ لڑکی سے شادی کر کے اس پر احسان کیا ہے اس کے والدین کی لاج رکھی ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ دکھ کہیں بی فاختہ اور انڈے کھائیں کوے میاں مگر میں ایسا کبھی ہونے نہیں دوں گی معید حسن۔ تمہارا یہ "بے بچے" والا امیج تہس نہس کر دوں گی۔ ابھی تمہارا ضحیٰ میر سے واسطہ نہیں پڑا۔ تمہاری ساری فرمانبرداری دھری کی دھری نہ رہ گئی تو میرا نام بھی ضحیٰ میر نہیں۔"

وہ بڑے منتقمانہ انداز میں سوچ رہی تھی۔

ooo

وہ گھر پہنچا تو بھی اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

"نگین نہیں آئی....." تائی جان نے یونہی پوچھ لیا تھا۔

"صبا نے روک لیا اسے حالانکہ پتہ بھی تھا کہ میں کل اسلام آباد جا رہا ہوں۔" اسے تو موقع چاہیے دل کی بھڑاس نکالنے کا۔ بدمزگی سے بولا تو وہ اطمینان سے کہنے لگیں۔

"اچھا ہے' اس کا دل چاہ رہا ہوگا نگین سے بات کرنے کو۔ خود تو وہ کم ہی آ پاتی ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوا کہ میری بیوی پر قبضہ کر لیں وہ لوگ۔" وہ سر جھٹک کر بولا تو وہ ہنس دیں۔

"وہ بیٹی ہے اس گھر کی۔ تمہاری بیوی ہونے کے بعد اس گھر سے رشتہ ٹوٹ تو نہیں گیا اس کا۔"

"خود تو صبا آتی نہیں ہے۔ اسے اتنے دھڑلے سے روک لیا۔ میں نے کہا بھی کہ مجھے پیکنگ کا مسئلہ ہوگا۔" وہ خفیف سی جھلاہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"لو بھلا اس سے پہلے کبھی کوئی مسئلہ ہوا ہے تمہیں۔ بہنوں میں سے کوئی کر دے گا پیکنگ۔ اور ویسے بھی تم کون سا اتنا زیادہ سامان ساتھ لے جاتے ہو۔ بیوی پر اتنی زیادہ پابندی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ پہلی بار تو وہ رہنے گئی ہے۔" تائی جان نے اسے گھر کا مگر اس کا موڈ نہیں بدلا تھا۔ اسے رہ رہ کر نگین پر غصہ آ رہا تھا جو اس کے خیالات سے واقف ہونے کے باوجود اتنے آرام سے وہاں رہنے پر راضی ہو گئی تھی۔

"حمزہ اور ضحیٰ تو سو گئی ہیں چلو مجھے بتاؤ کون کون سی چیزیں پیک کرنی ہیں۔ میں کر دیتی ہوں۔" انہوں نے مصالحانہ انداز میں کہا تو وہ انہیں روک گیا۔

"آپ سوئیں جا کر' صبح دیکھی جائے گی۔ یوں بھی کون سا منہ اندھیرے نکلنا ہے۔ نو بجے تک کا ٹائم ہوگا' تب دیکھ لیجیے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی....." وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ چند لمحے وہیں کھڑے رہنے کے بعد وہ بھی ڈھیلے ڈھالے انداز میں اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔

لائٹ آن کر کے پلٹا تو وہ ٹھٹک سا گیا۔

یہ تنہائی کتنی عجیب لگ رہی تھی حالانکہ وہ شروع ہی سے اس کمرے میں رہتا چلا آ رہا تھا مگر ان چند مہینوں میں اس دشمن جاں نے جیسے اپنا عادی ہی کر لیا تھا۔

کس قدر ویران سا لگ رہا تھا یہ کمرہ جیسے کوئی بہت بڑی کمی واقع ہو گئی ہو۔

وہ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ فضا میں نگین کے استعمال شدہ پرفیوم اور کاسمیٹکس کی خوشبو ابھی بھی باقی تھی۔ یوں لگ رہا تھا ابھی کہیں سے وہ چوڑیاں کھنکاتی ہنستی ہوئی اس کے سامنے آ جائے گی۔ خود سے منسلک چیزوں سے متعلق وہ ہمیشہ ہی سے بہت پجی رہا تھا اور یہ تو ایک جیتی جاگتی ہستی کا معاملہ تھا جس کے ساتھ دل و روح کا اٹوٹ رشتہ جڑا تھا وہ کیونکر جھنجلاہٹ کا شکار نہ ہوتا۔

آئندہ کبھی میرے بغیر وہاں رہ کے تو دیکھنا۔ وہ مغلوب سے جذبات کے زیر اثر بہت جھنجلا کر سوچ رہا تھا اور یہ تو قطعی بات تھی کہ وہ اب کبھی نگین کو کہیں رہنے کی اجازت دینے والا نہیں تھا۔ چاہے کوئی ناراض ہی ہوتا رہے۔ بس میں اپنی بیوی کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتا۔

اس نے اٹل انداز میں فیصلہ کر لیا تھا اور جذباتیت کے زیر اثر وہ یہ بات بھول رہا تھا کہ نگین اس کی محبوبہ نہیں بلکہ بیوی تھی جو بہت سے معاشرتی رشتوں میں بندھی ہوئی تھی جنہیں نبھانا اس کے لیے لازم تھا۔ وہ کسی عاشق کی طرح ہر پل' ہر گھڑی اسے اپنی طرف ملتفت دیکھنے کا متمنی تھا۔

اس رات وہ بہت بے چین نیند سویا تھا۔

ooo

وہ صالحہ بیگم کو ان کے بستر پر لٹا کر آئی تو نگین اور نوفل باتوں میں مصروف تھے۔

"واٹ اے سرپرائز صبا' تم نے انہیں ماڈلنگ کی اجازت دے کیسے دی؟" نگین کا بے یقینی اور تحیر کے ریپر میں لپٹا سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ اس کے پاس بیٹھی گڑبڑا سی گئی۔ پھر قدرے سنبھل کر سنجیدگی بھری لاپروائی سے بولی۔

"انہوں نے مجھ سے ایسی کوئی اجازت نہیں لی۔ یہ ان کا ذاتی فیصلہ ہے۔" نگین کو اس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی سو وہ شاکی نظروں سے نوفل کو دیکھنے لگی جو صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر نیم دراز تھا۔ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

"سو واٹ نگی۔ میں کون سا دوسری شادی کرنے جا رہا ہوں جو ان کی اجازت....."

"اسٹاپ اٹ بھائی۔" وہ یکبارگی تیز لہجے میں اسے ٹوک گئی تھی۔

"ڈونٹ وری نگین' جو کچھ نہ کر سکتے ہوں وہ صرف باتیں ہی کرتے ہیں۔" صبا کا لہجہ بہت معتدل اور انداز پرسکون تھا۔ نوفل کی ہنسی سمٹنے میں ایک پل بھی نہیں لگا۔ اس کی سلگتی نگاہ کی تپش صبا نے اپنے چہرے پر بہت واضح طور پر محسوس کی تھی اور اپنا اطمینان بھی۔

نگین ہنسنے لگی۔
"یہ تو تم نے بالکل صحیح کہا۔"
"ابھی تو شروعات ہے۔ اس بحرِ بیکراں میں پاؤں تو دھرنے دو۔ پھر دیکھنا میری سوئمنگ....."
نوفل کا لب ولہجہ بہت بشاشت بھرا تھا مگر تاثرات میں سرد مہری تھی۔
"ویسے بہت بُری بات ہے بھائی۔ آپ کو صبا سے اس سلسلے میں اجازت ضرور لینی چاہیے تھی۔ پتہ ہے کیسی فیلڈ ہے یہ۔" نگین نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو صبا اندر ہی اندر کڑھ کر رہ گئی۔
"رکھا تو ہوا ہے انہوں نے ایک "قانونی مشیر" ڈالے آفریدی کی شکل میں۔"
"کم آن نگین۔ تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ انہیں اپنی حدود کا اچھی طرح پتہ ہے۔" اس نے گویا بات سمیٹنا چاہی تھی۔
"پھر بھی میاں بیوی کو ہر فیصلہ باہم مل کر کرنا چاہیے تاکہ کل کو صرف ایک پر بات نہ آئے۔" نگین اپنی بات پر اڑی تھی۔
اور خود صبا کون سا نوفل کے اس فیصلے پر بہت خوش تھی اس کا بس چلتا تو وہ ڈالے آفریدی کی ایڈورٹائزنگ کمپنی کو لپیٹ لپاٹ کر واپس نیویارک ایکسپورٹ کر دیتی۔
"تم عورتوں کی سوچ بہت محدود ہوتی ہے۔ بھئی یہ تو زمانہ ہی ایڈورٹائزنگ کا ہے۔"
وہ نگین کو ستانے والے انداز میں کہہ رہا تھا جبھی جانے صبا کے ذہن میں کیا سمائی۔ سرسری انداز میں بولی۔
"میں بھی سوچ رہی ہوں کہ ان کے ساتھ ایک آدھ ایڈ کر ہی لوں۔ مجھے بھی آفر کی تھی ان لوگوں نے بلکہ بقول ان کے فوٹو گرافر کے بڑا فوٹو جینک چہرہ ہے میرا۔"
نوفل کے تاثرات پل بھر ہی میں بدل گئے تھے۔
نگین لطف لینے والے انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔
"چلو بھئی۔ آپ دونوں تو گئے کام سے۔ یعنی یک نہ شد دو شد۔"
اس کے بعد باتوں کا رُخ بدل گیا تو نوفل تھکن کا عذر پیش کرتا اُٹھ گیا۔
"تم بھی تھک گئی ہوگی، سو جاؤ اب۔" صبا نے کہا تو وہ منہ بنا کر بولی۔
"قسم سے بالکل بھی نیند نہیں آ رہی حالانکہ گھر میں میں نو بجے کے بعد اپنے کمرے سے باہر نہیں ملتی۔"
"میاں کی یاد آ رہی ہوگی۔" صبا مسکرا دی تو وہ ایمان داری سے بولی۔
"صحیح کہہ رہی ہو۔ پہلی مرتبہ ان کے بغیر رہنے آئی ہوں نا اس لیے۔ کمرے میں جانے کو دل نہیں کر رہا۔"
"ادھر انس بھائی کا بھی یہی حال ہوگا۔ وہ تو یوں بھی بہت پوزیسیو ہیں تمہارے متعلق۔"
صبا نے کہا تو وہ دل میں لطیف سی کیفیت اُبھرتی محسوس کر کے شرارت سے بولی۔
"اچھا ہے نا۔ کبھی کبھار یوں اپنی قدر محسوس کرانی چاہیے۔ بچھڑنے کے بعد ملنے کا بھی ایک الگ ہی چارم ہوگا۔"
"اچھی سوچ ہے....." صبا ہنس دی تھی۔
"کیا خیال ہے پھر..... کل تم بھی میکے روانہ ہو جاؤ۔ نوفل بھائی تو انس سے زیادہ کریزی لگتے ہیں۔ دو دنوں میں مجنوں بن جائیں گے۔" وہ اسے اکسانے والے انداز میں بولی تو صبا کے پہلو میں ایک ٹیس سی اُٹھنے لگی۔
بہت سی محبتوں، شفقتوں اور ناز برداریوں کو اس نے برتا تھا مگر کس قدر اچھوتی اور الوہی تھی یہ اُلفت..... جس کا

اظہار شوہر کی طرف سے ہوتا ہے جو عورت کو خود ہی کی نہیں بلکہ سب کی نظروں میں معتبر کر دیتا ہے۔ یہ وہی محبت اور احترام ہے جو کسی بھی فیملی میں عورت کا مقام متعین کرتا ہے۔ شوہر کی منظورِ نظر اگر گھر والوں کی ناپسندیدہ بھی ہو تو بھی گھر میں اس کے قدم مضبوط ہوتے ہیں۔ یونہی تو نہیں کہا جاتا کہ سہاگن وہی جو پیا من بھائے۔
"کیا اس محبت کو برتنا کبھی بھی میرا نصیب نہیں بنے گا۔" وہ بدقت مسکرائی۔
"خیر اب ایسی بھی لوٹ نہیں مچی ہوئی۔ میں کہاں کی لیلیٰ ہوں کہ تمہارے بھائی میرے پیچھے مجنوں ہو جائیں۔"
"یہ تو تم ان سے پوچھو..... سنائی نہیں انہوں نے اپنی بے قراریوں کی داستان۔ جناب پہلی نظر کی محبت کا شکار بنے تھے شاید جبھی تو اتنے عرصے تک انتظار کرانے کے بعد تمہیں دیکھتے ہی شادی کے لیے ہاں کر دی انہوں نے۔"
نگین اسے چھیڑ رہی تھی مگر اس نے اپنے دل میں فقط درد کی لہریں پھیلتی محسوس کی تھیں۔
"ہاں..... سنائی تھی مجھے بھی اپنا دل ہارنے کی داستان۔ چودہ طبق روشن کر دیے تھے میرے۔" دل کے زخم پھر سے لو دینے لگے۔
اسے پھر سے کسی مہربان شانے کی طلب محسوس ہونے لگی تھی۔ کوئی ہو..... کوئی تو ہو جو میرے دل کے زخموں پر اپنی مسیحائی کے پھاہے رکھے۔
"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں یہاں روک کر میں کباب میں ہڈی کا کام سرانجام دے رہی ہوں۔ جاؤ بھئی جاؤ، تمہارا بہت بے صبری سے انتظار کیا جا رہا ہوگا۔"
نگین نے سانس بھرتے ہوئے واضح شرارت کے ساتھ کہا تو وہ اس کے ہاتھ پر ہلکی سی چپت لگاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"ان کے صبر و ضبط کا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ اور میں واقعی اب جاؤں گی کیوں کہ صبح نماز کے لیے اٹھنا ہوتا ہے۔" وہ کہتے ہوئے بات بدل گئی تھی۔
"چہ..... پتہ نہیں آج مجھے نیند آئے گی یا نہیں۔" نگین کو یکلخت ہی احساسِ تنہائی نے گھیرا تھا مگر وہ بے ساختہ مسکرا دی۔
"آپ نے میری عادتیں کتنی بگاڑ دی ہیں انس۔"
وہ کمرے میں پہنچی تو خلافِ توقع نوفل کو جاگتے پایا۔ رات کے اس پہر اسے سگریٹ کا دھواں اڑاتے دیکھ کر صبا کی جان جل گئی تھی۔
"یہ کام کمرے سے باہر بھی بہترین طریقے سے ہو سکتا ہے۔ ضروری تو نہیں کہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی صحت سے بھی کھیلا جائے۔"
سنجیدہ لب ولہجے میں ناپسندیدگی کی واضح جھلک تھی۔ وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو وارڈ روب میں سے اپنا نائٹ سوٹ نکال رہی تھی۔
"سمجھوتے میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔" اس کے سرد لب ولہجے نے صبا کے ہاتھوں کو لمحہ بھر کے لیے ساکت کیا تھا پھر وہ کپڑے لیے کچھ کہے بنا واش روم میں چلی گئی۔
لب بھینچتے ہوئے نوفل نے جلتا سگریٹ پانی سے بھرے گلاس میں پھینک دیا تو وہ ہلکی سی آواز کے ساتھ بجھ گیا۔ نوفل کی پیشانی پُرشکن تھی۔
وہ چہرہ دھو کر دوپٹے سے خشک کرتی واش روم سے نکلی تھی۔ پھر لائٹ آف کر کے بستر پر آ گئی۔

وہ ہنوز بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ صبا کو اُلجھن سی ہونے لگی۔ نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں وہ اس کے تاثرات تو نہیں دیکھ پا رہی تھی مگر اتنا ضرور سمجھ رہی تھی کہ اس کا موڈ کچھ بہتر نہیں ہے ورنہ اس سے پہلے تو وہ لائٹ آف ہوتے ہی صبا سے پہلے کروٹ بدل کر سونے کی تیاری کرنے لگتا تھا۔

سر جھٹک کر ذہن کو سوچوں سے پاک کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر لیٹ گئی تبھی ٹیوب لائٹ کی چکا چوند نے دفعتاً اس کی آنکھیں چندھیا دیں۔ اس نے چونک کر دیکھا تو نوفل تھا۔

"کیا ہوا.....؟" بے ساختہ اس کے ہونٹوں سے پھسلا تھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے سونے کی۔ پہلے کچھ وضاحت تو کر دیں اپنے اسٹیٹ منٹ کی۔" وہ بڑے اکھڑ سے انداز میں کہتا اپنی جگہ پھر سے براجمان ہو گیا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا..... کون سا اسٹیٹ منٹ.....؟" اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی تحیر اتر آیا تھا۔ کہنی کے زور پر وہ ذرا اونچی اٹھ کر حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہی ماڈلنگ اسٹارٹ کرنے والا۔"

"اوہ....." صبا نے گہری سانس لی تھی۔ تو جناب کو یہ انکشاف سونے نہیں دے رہا ہے۔

"آپ بھی تو کر رہے ہیں۔ آپ نے کون سا کسی کی اجازت چاہی تھی۔ مجھے بھی آفر ہوئی ہے دل چاہا تو منظور کر لوں گی۔" اب کی بار وہ رسان سے کہتی اٹھ بیٹھی تھی۔

"شٹ اپ....." وہ دفعتاً ہی مشتعل ہوا تھا۔ پھر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ "میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کے حوالے سے ایسا کچھ بھی پسند نہیں کروں گا۔"

"کمال ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے آپ عورتوں کو محدود سوچ کا طعنہ دے رہے تھے اور اب خود ویسی سوچ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ آپ خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ گلیمر اور ایڈورٹائزنگ کا دور ہے۔"

اس کے غصے نے صبا کو اندر سے ڈرا دیا تھا مگر بظاہر بڑی سادگی سے بولی تو وہ دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔

"اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنا بایوڈیٹا لے کر ماڈلنگ کرنے پہنچ جائیں۔"

"کیوں..... میرے ساتھ کیا پرابلم ہے؟ اور کچھ نہیں تو شیمپو کا ایڈ تو کر ہی لوں گی۔ اتنے خوب صورت بال ہیں میرے۔" اسے تپتے دیکھ کر صبا کو یک گونہ سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے مزید چڑانے کی خاطر بولی تو وہ دوبدو بولا۔

"نہیں سنبھالے جاتے تو کٹوا دیں۔ مگر میں کبھی بھی پسند نہیں کروں گا کہ کوئی میری وائف پر ایک نظر بھی ڈالے۔"

صبا کے دل کو جیسے کسی نے نرمی سے چھوا تھا۔ بے ساختہ اسے دیکھنے لگی تو وہ اٹل انداز میں اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

"یہ رشتہ چاہے کسی بھی بنیاد پر طے ہوا ہو دنیا کی نظر میں تو بہر حال آپ میری وائف ہیں۔ اور میں اپنی عزت کو عزت سے رکھنا بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" اس کے لفظوں نے خوش فہمی کی سیڑھیاں طے کرتی صبا کو ایک جھٹکے سے فرش پر لا پھینکا تھا۔

"بہت اچھے اگر بیوی شوہر کی عزت ہے تو شوہر بھی بیوی کی عزت ہوتا ہے۔ اگر ایک کام میرے لیے اچھا نہیں تو بہتر آپ کے لیے بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کیوں کر رہے ہیں؟" اس نے تپ کر پوچھا تو اس نے جھڑکنے والے انداز میں کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کریں اور آئندہ میں کبھی بھی آپ کے منہ سے ایسی کوئی فضول بات نہ سنوں۔"

"اگر آپ اپنی "وائف" کے لیے پوزیسیو ہیں تو میں بھی اپنے "ہسبینڈ" کے لیے اتنی ہی پوزیسیو ہوں۔ چاہے ہمارا رشتہ کیسی ہی بنیاد پر کیوں نہ طے ہوا ہو۔ میں بھی آپ کی اتنی "آزادروی" برداشت نہیں کر سکتی۔" اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

نوفل کے لیے اس کے انداز و الفاظ بہت غیر متوقع تھے۔

بے اختیار ہی اس کے تمتماتے چہرے کو نظروں کی گرفت میں لے بیٹھا۔ پھر ایک دم سے سارا غصہ بھول کر ہنس دیا۔ بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر معنی خیز انداز میں بولا۔

"کیا بات ہے صبا بی بی کہیں آپ میری محبت میں تو گرفتار نہیں ہو گئیں.....؟"

اس کے سوال نے صبا کو ایک خفیف سا جھٹکا لگایا تھا۔ یوں لگا جیسے پیشانی کو کسی نے جلتی سلاخ سے داغ دیا ہو۔ اس کی ہنسی نے جلتی پر تیل کا سا کام کیا تھا۔

"بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں آپ۔ ابھی نہ تو میرا دماغ خراب ہوا ہے اور نہ ہی میرے دل میں اتنے فضول کاموں کی گنجائش ہے۔" تلخی سے بولی مگر نوفل کے ہونٹوں پر ہنسی سمٹ کر ابھی تک مسکراہٹ کی صورت چسپاں تھی۔ جس نے صبا کے روئیں روئیں میں آگ بھر دی۔ وہ بہت معتدل مزاج اور ٹھنڈی طبیعت کی مالک "ہوا کرتی" تھی مگر حالات کی الٹ پلٹ نے جیسے اس کا روپ ہی بدل ڈالا تھا۔

"پتہ نہیں آپ کس خوش فہمی میں گھرے ہیں نوفل احمد ورنہ کبھی غور کریں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ آپ میں ایسا کچھ بھی نہیں جو صبا میر کے دل کو چھو سکے....." وہ چیخ کر رہ گئی۔

اس کی عزت نفس لہولہان تھی تبھی انا نے پورے طمطراق کے ساتھ سر اٹھایا تھا۔ اب جانے وہ مصلحتاً چپ رہ گیا تھا یا اس کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ صبا نے اس کی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھ کر لائٹ آف کی اور اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی۔

آنسو قطرہ قطرہ اس کے دل کے درد کو باہر دھکیلنے لگے۔

دُکھ پہنچتا ہے بہت دل کو رویے سے تیرے
اور مداوہ تیرے الفاظ کر نہیں سکتے

"بہت بُرے ہو تم نوفل احمد..... بہت بُرے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ بُری طرح ہرٹ ہوئی تھی۔

"عرصہ ہو گیا تھا مجھے پراٹھے کی شکل دیکھے۔ نگین نے ایک دو مرتبہ کوشش کی تھی میرے لیے پراٹھا بنانے کی مگر اس کا بنایا ہوا پراٹھا کھانے کا مطلب تھا پہلے اپنے دانتوں اور پھر اپنے معدے کی انشورنس کروا کر رکھنا۔ مجبوراً مجھے سلائس پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔" صالحہ بیگم مسکراتے ہوئے صبا کو بتا رہی تھیں۔ اس نے پلیٹ ان کے سامنے رکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آج آپ میرے ہاتھ کا بنا ہوا پراٹھا ٹیسٹ کریں۔ پھر دیکھیے گا بریڈ کی چھٹی۔" انہوں نے دلپسند نظروں سے کئی تہوں والے پراٹھے کو دیکھا تھا۔

"اس کی تو شکل ہی اتنی اچھی ہے یقیناً ذائقہ بھی بہترین ہو گا۔"

وہ ان کے لیے کپ میں چائے ڈالنے لگی تو انہیں پھر سے یاد آ گیا۔

"آٹھ بج چکے ہیں صبا! ابھی تک نوفل تیار ہو کر نہیں آیا۔ ذرا دیکھو تو۔"

"وہ جاگ چکے ہیں امی۔" چائے کا کپ ان کے سامنے رکھتے ہوئے وہ سرسری انداز میں بولی تو انہوں نے بصد اصرار کہا۔

"تم دیکھو تو جا کر' پھر جلدی جلدی کا شور مچا کر ناشتہ کیے بغیر نکل جائے گا۔ کہنا کہ میں بلا رہی ہوں فوراً۔ نگین بھی ابھی تک سو رہی ہے۔" وہ مجبوراً اس "زحمت" کے لیے اٹھی تھی۔

رات کی "منہ ماری" کا اثر ابھی تازہ تھا اس لیے وہ فی الوقت تو اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر امی کا حکم بجالانا بھی ضروری تھا۔ وہ سست روی سے چلتی کمرے تک آئی تھی۔ دروازہ کھول کر اندر جھانکا' وہ سامنے دکھائی نہیں دیا اسے مجبوراً اندر آنا پڑا تو واش روم کا بند دروازہ دیکھ کر گہری سانس لے کر رہ گئی۔ بستر پر پڑا موبائل بج اٹھا۔ صبا نے اس کی روشن اسکرین پر سرسری سی نگاہ ہی ڈالی تھی۔

"ژالے آفریدی کالنگ۔"

ژالے آفریدی کے نام کو پورے طمطراق کے ساتھ جگمگاتے دیکھ کر اس کے دل میں غصے و ناپسندیدگی کے شدید جذبات پیدا ہوئے تھے۔ دزدیدہ نظروں سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے انگلی بیل سے پہلے ہی اس نے موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے "اوکے" پریس کر دیا اور موبائل کان سے لگائی قدرے سائیڈ میں چلی آئی۔

"ہیلو پرنس چارمنگ....." ژالے کی زندگی سے بھرپور کھلکھلاتی آواز نے اسے سخت ناگواری میں مبتلا کیا تھا۔

"میں صبا بول رہی ہوں....." اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ جتانے والے انداز میں اپنا تعارف کرا گئی تھی۔

"اوہ..... ہائے صبا۔ کیسی ہو؟ یار کہاں رہتی ہو تم۔ ملتی ہی نہیں۔" وہ اپنے مخصوص بے تکلفانہ انداز میں شکوہ کر رہی تھی۔

"میرے ملنے نہ ملنے سے کیا ہوتا ہے' جنہیں ملنا ہوتا ہے وہ تو ملتے ہی رہتے ہیں آپ سے۔" اس کے لب و لہجے کی تلخی کو محسوس کیے بغیر ژالے دلکشی سے ہنسی تھی۔

"کون..... نوفل.....؟ اس سے تو تقریباً روزانہ ہی ملاقات ہوتی ہے مگر تمہیں تو جیسے اس نے سات پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ امیزنگ..... ایسی ہی بیوی چاہتا تھا وہ۔"

اس کے چہرے کو جیسے گرم شعاعیں چھو گئی تھیں۔

"ایسی بیوی۔"

یعنی گھر میں رکھنے کے لیے بیوی اور باہر کے لیے ژالے بی بی۔

اسے شاید اتنا غصہ کبھی نہیں آیا تھا۔

"بالکل' ورکنگ لیڈیز کو وہ بالکل پسند نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں گھر میں رہنے والی لڑکیاں ہی اچھی بیویاں ثابت ہوتی ہیں۔" اپنے غصے کو دبا کر اس نے بھی شیرے میں ڈبو کر کڑوی کونین ژالے کی طرف بڑھائی تھی۔

"اچھا' مجھے تو اس نے کبھی ایسی....." ژالے نے بہت حیرت سے کہنا شروع کیا مگر ابھی وہ پوری طرح اس صورت حال سے لطف اندوز بھی نہیں ہو پائی تھی کہ کسی نے چھیننے کے سے انداز میں اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا تھا۔ صبا گڑبڑا گئی۔ گیلے بکھرے بالوں کے ساتھ وہ یقیناً ابھی شاور لے کر نکلا تھا اور اسے یوں "آزادانہ" محو گفتگو پا کر شاید پہلا "حملہ" اسی پر کیا گیا تھا۔ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ژالے کی بقیہ بات سن رہا تھا۔ وہ خفیف سی ہو کر وہاں سے ہٹ گئی۔

"کم آن ژالے..... کس کی باتوں میں آ رہی ہو یار۔ بیوی کو خوش رکھنے اور اپنے بچاؤ کے لیے ایسے چھوٹے موٹے جھوٹ بولنے ہی پڑتے ہیں۔" وہ بڑی خوش دلی سے کہتا صبا کی جان جلا گیا۔

"بیوی کو خوش رکھنے کے لیے یا محبوبہ کو۔" اس نے تلملا کر سوچا تھا۔

"اوہ یس۔ آف کورس۔" وہ ہلکا قہقہہ لگاتے ہوئے بستر کی طرف آیا۔ صبا اسے صالحہ بیگم کا پیغام دینے کے لیے کھڑی تھی' نوفل نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر کلائی سے تھام کر بستر پر دھکیلا اور خود بھی وہیں ٹک گیا۔ اس قدر غیر متوقع صورت حال نے صبا کو حیران کر دیا تھا۔

"بزی تو ہوں مگر تم بلاؤ ہم نہ آئیں ایسے بھی حالات نہیں۔ تم جیسے لوگوں کے لیے تو ٹائم نکالنا پڑتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

صبا نے لب بھینچتے ہوئے اپنا بازو چھڑانا چاہا مگر اس کی طرف متوجہ نہ ہونے کے باوجود صبا کے بازو پر اس کے ہاتھ کی گرفت آہنی تھی۔

"اوکے..... میں اپنا اس ہفتے کا شیڈول چیک کر لوں گا پھر تمہیں انفارم کر دوں گا۔" اس کی "کھینچا تانی" سے قطع نظر وہ بڑے پرسکون انداز میں بات کر رہا تھا۔ "البتہ اگر کوئی بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہوئی تو تمہیں مجھ کو تھوڑی رعایت دینا پڑے گی۔ ویسے اندازاً کتنے دنوں کا پراجیکٹ ہے؟" وہ کہہ رہا تھا' پھر ژالے کا جواب سننے کے بعد پوچھنے لگا۔

"اور لوکیشن کون سی ہے.....؟" اپنے اوپر ٹکی اس کی نگاہ محسوس کر کے صبا کوفت کا شکار ہو رہی تھی۔ یوں سامنے بیٹھ کر ان دونوں کی "گپ شپ" سننا ایک امتحان ہی تھا۔ اوپر سے متوقع پوچھ گچھ کے خیال سے بھی اسے قدرے گھبراہٹ ہو رہی تھی یوں ہی تو اسے پکڑے نہیں بیٹھا تھا۔

"اٹس ویری نائس..... مری کا موسم تو ویسے بھی آج کل بہت زبردست ہو رہا ہے۔ اوکے۔ ڈونٹ وری یار۔ بس ذرا ماما سے بات کر لوں' سوچا تھا انہیں سرپرائز دوں گا مگر اب سوچ رہا ہوں جانے وہ کیسے ری ایکٹ کریں۔ اینی ویز۔ تم تسلی رکھو۔ میں ابھی آفس چینج کر باقی ڈیٹیلز تمہیں دیتا ہوں..... اوکے دین۔" موبائل آف کر کے بستر پر ڈالتا وہ صبا کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ناگواری سے پُر لہجے میں بولی۔

"میرا بازو چھوڑ دیں' بات کرنے کے اس کے علاوہ بھی بہت سے طریقے ہیں۔" دفعتاً اس کا ہاتھ بہت سبک روی سے صبا کی کلائی پر سے ہوتا اس کے ہاتھ پر آ ٹھہرا تھا۔

"آپ مجھے بتائیں آپ کون سا طریقہ پسند کرتی ہیں؟"

لب و لہجہ بہت معتدل تھا۔ نہ اپنائیت کی کوئی جھلک' نہ طنز کا شائبہ مگر کچھ خاص تھا۔ کچھ تو ایسا خاص تھا جس نے پل بھر میں صبا کو اس کی طرف ملتفت کر دیا تھا۔ شاید اس کی اس پل بہت نرم سے تاثر سے سجی آنکھوں میں یا شاید ایک برفی روی اس کے ہاتھوں کی تپش سے صبا کے وجود میں سرایت کر رہی تھی۔ دل لمحوں کے پروں پر بے خودی میں سفر کرتے رہنے کو تیار تھا مگر اگلے ہی پل یہ ذرا سی قربت بھی صبا کو بہت محسوس ہونے لگی۔ میاں بیوی والا رشتہ تو کہیں کاغذوں ہی میں لکھا رہ گیا تھا۔ اس لمحے تو یوں ہی لگا جیسے کسی انجان مرد کے سامنے اتنی بے تکلفی سے بیٹھی ہے۔ اس کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ پڑا۔ بے جان ہوتے ہاتھ کو وہ بمشکل چھڑاتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ بھی اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

صبا کا دل ہاتھوں پیروں میں دھڑکنے لگا۔

اس نے بڑی شدت سے خود کو دوبارہ کچھ دیر پہلے والی کیفیت کا شکار ہوتے محسوس کیا تھا۔ بوجھل پلکیں پُرتپش چہرہ۔

"آئندہ احتیاط کیجیے گا۔ آپ کا رویہ خصوصاً ژالے کے ساتھ آپ کا رویہ مجھے بالکل پسند نہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ وہ میرے لیے کتنی خاص ہے۔"

ایک جھٹکے سے وہ کسی طلسم سے آزاد ہوئی تھی۔

ژالے آفریدی۔

اس کے دل میں کانٹا سا چبھا تھا۔ تمام نرم گرم جذبات بھاپ کی طرح تحلیل ہو گئے۔

تلخی کہیں بہت اندر سے اُمڈی تھی۔

"سمجھوتے میں بہت کچھ ان چاہا بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہ آپ ہی نے مجھے سکھایا تھا۔ اگر میں برداشت کر سکتی ہوں تو آپ بھی عادت ڈالیں۔ ناشتے کی میز پر ماما آپ کا انتظار کر رہی ہیں آ جائیے۔" تڑخ کر کہتی آخر میں اپنی ذمہ داری نبھاتی وہ مڑ گئی۔

نوفل چہرہ موڑے اسے دروازے سے باہر نکلنے تک دیکھتا رہا تھا۔ وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچا تو صالحہ بیگم ناشتے سے فراغت کے بعد ناک پر عینک جمائے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھیں۔ انہیں سلام کرتا وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تو انہوں نے بہت خوش دلی سے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے صبا کو آواز دی تو وہ کچن میں سے اس کے ناشتے کی ٹرے لیے برآمد ہوئی تھی۔

"آج تم بھی پراٹھا کھا کر دیکھو نوفل۔ صبا بہت اچھے پراٹھے بناتی ہے۔" صالحہ بیگم کے مشورے پر وہ زیرلب مسکراتے ہوئے سلائس پر جیم کی ہلکی سی تہ پھیلانے لگا پھر جیسے اس موقع کو غنیمت جان کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"ان دنوں میں کیلوریز اور فیٹس کو نظر انداز کر رہا ہوں دراصل ژالے نے مجھے ایک بہت اچھے ایڈ میں ماڈلنگ کی آفر کی ہے۔"

صبا نے گرم چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

آج یہ میدان بھی سر ہو ہی جائے تو بہتر ہے۔

"کیا تم ماڈلنگ کرو گے.....؟" صالحہ بیگم واقعی حیران ہوئی تھیں۔

جیم لگا سلائس منہ کی طرف لے جاتے ہوئے رک کر اس نے بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر استفہامیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا تو ہونٹوں پر بڑی دلکش سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"میں اس سوال کو مائنڈ بھی کر سکتا ہوں ماما جانی' میں اس کے تمام ماڈلز سے زیادہ ہینڈسم ہوں۔"

"ماشاء اللہ....." صالحہ بیگم نے فوراً کہا تھا پھر بولیں۔ "تم کہاں ٹی وی فلموں کے چکر میں پڑ رہے ہو نوفل۔ ویسے تو تمہارے پاس ٹائم نہیں ہوتا' اب اتنے فارغ ہو کہ....."

"فارغ کہاں ہوں مما' اور پھر یہ سب میں اپنی مرضی سے تھوڑی کر رہا ہوں۔ یہ تو ژالے نے مجھے پھنسایا ہے۔ یوں سمجھیے کہ کرسی نبھا رہا ہوں۔" وہ ان کی بات کاٹ کر بولا تو انہوں نے صبا سے پوچھا۔

"تم بتاؤ صبا' تم سے پوچھا ہے اس نے؟"

وہ بُری طرح چونکی تھی۔

"جی..... کس بارے میں.....؟"
"یہی ماڈلنگ کے سلسلے میں۔"
اس نے ایک نظر ناشتہ کرنے میں مگن نوفل پر ڈالی اس کے ہمیشہ کی طرح پرسکون چہرے نے اس پل صبا کو سخت غصہ دلایا تھا۔ اسے کانٹوں پر گھسیٹ کر وہ خود کس قدر سکون میں تھا۔
"جی نہیں۔" اس نے آہستہ آواز میں کہا تو نوفل کو کچھ ایسی خاص بات محسوس نہیں ہوئی مگر اس کے بعد اس نے جو دو جملے ادا کیے انہوں نے نوفل کو حیرت کا جھٹکا لگایا تھا۔
"اور اگر یہ مجھ سے پوچھتے تو میں کبھی بھی انہیں اجازت نہیں دیتی کیوں کہ مجھے یہ شعبہ بالکل بھی پسند نہیں۔"
صالحہ بیگم نے متاسفانہ نظروں سے نوفل کو دیکھا تھا۔
"بہت بُری بات ہے نوفل۔ تمہیں کم از کم صبا سے ڈسکشن ضرور کرنا چاہیے تھی۔"
"امی..... میرے نزدیک تو اس فیلڈ میں کوئی بُرائی نہیں کم از کم مردوں کے لیے۔" ابتدائی جھٹکے سے سنبھلنے کے بعد وہ اب سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ یقیناً صبا کا "شکوہ" اسے پسند نہیں آیا تھا۔ اور یہ محسوس کر کے صبا کو بہت اطمینان حاصل ہوا تھا۔ اچھا ہے نا میں جس آگ میں جل رہی ہوں اس کی تھوڑی سی آنچ آپ تک بھی پہنچے نوفل احمد۔ وہ اب اطمینان سے چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔
"بہر حال..... شوق یا کرئیر نبھانے کے لیے ایک ہی ایڈ کافی ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ اب تک ژالے سے وعدہ کر چکے ہو مگر آئندہ کے لیے ہر کام تم دونوں کے باہمی فیصلے سے ہونا چاہیے۔" صالحہ بیگم قطعیت سے کہہ رہی تھیں۔
"السلام علیکم۔" نگین نے آ کر کرسی گھسیٹتے ہوئے ان کی بات کو آگے بڑھایا تھا۔ "بالکل صحیح کہہ رہی ہیں امی۔ میں نے بھی ان سے یہی کہا تھا۔ اگر صبا کو یہ سب پسند نہیں تو کیا ضرورت ہے اس چکر میں پڑنے کی۔"
"چہ آپ لوگ بھی حد کرتے ہیں۔ میں کون سا دُنیا سے الگ کام کرنے والا ہوں جس کے لیے صلاح مشورے کی ضرورت پڑ رہی ہے۔ مردوں کو ان کاموں کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" نوفل نے ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا اور اب وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔
"شوہروں کو ضرورت ہوتی ہے اجازت لینے کی۔" صالحہ بیگم نے بھی اسی کے سے انداز میں کہا تو بحث کو بڑھتے دیکھ کر خود صبا بلا ارادہ ہی مصالحت آمیز انداز میں بول اٹھی۔
"ڈونٹ وری امی جان۔ اب "یہ" میرے لیے اتنے بھی ناقابلِ اعتبار نہیں ہیں کہ میں اس ذرا سے "شوق" کو نبھانے کی بھی اجازت نہ دوں۔ میں تو یونہی انہیں تنگ کر رہی تھی۔"
"لو جی اسے کہتے ہیں جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔" نگین نے ٹھنڈی سانس بھری تھی۔ صالحہ بیگم پُرسوچ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ نوفل کی طرف متوجہ ہوئی جو ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔
"آپ کے لیے چائے نکالوں.....؟"
"ہوں..... ہاں....." کسی سوچ سے چونکتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ اس کے لیے گرم چائے لانے کے لیے اٹھ گئی پھر نگین سے پوچھا۔
"تم ناشتے میں کیا لو گی.....؟"
"وہی جو میرا ہاؤس میں چلتا ہے۔" وہ بے ساختہ مسکرا کر بولی تو صبا بھی مسکرا دی جب کہ وہ صالحہ بیگم کو بتا کر حیران کر رہی تھی۔

"وہاں بھی ناشتے میں پراٹھا کھاتے ہیں سالن یا انڈے کے ساتھ۔ اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ بھی ماشاءاللہ سے اتنے فٹ اور اسمارٹ ہیں۔"

"تم اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ تم بھی پراٹھے کھا کر ان ہی کی طرح فٹ اور اسمارٹ رہو گی۔ ایک بار چربی کی تہیں چڑھ گئیں تو پھر اسمارٹنس خواب بن کے رہ جائے گی۔" نوفل اسے ڈرا رہا تھا۔

نوری کے ہاتھ چائے بھجوا کر وہ نگین کے لیے پراٹھا بنانے لگی۔

"کیا بات ہے نوفل میں دیکھ رہی ہوں کہ تم گھر کو خصوصاً صبا کو بالکل بھی ٹائم نہیں دے رہے۔" صالحہ بیگم کے دل کی خلش زبان پر آ ہی گئی تھی۔ نوفل تو چونکا ہی تھا نگین بھی بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا صبا نے آپ سے کچھ کہا ہے.....؟" اس نے بلا ارادہ ہی پوچھ لیا تو وہ قدرے سختی سے بولیں۔

"اس کے کہنے کی کیا ضرورت ہے میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ تمہارے رنگ ڈھنگ میرے سامنے ہیں۔ پہلے تو تم ایسے نہیں تھے گھر اور خود سے منسلک چیزوں سے ایسی لاپروائی برتنا تمہاری فطرت میں شامل نہیں۔ پھر صبا کے معاملے میں ایسی لاپروائی کیوں.....؟" ان کے اس قدر صفا اور قطعی انداز نے نوفل کو بھی لحظہ بھر کو چکرا دیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی ایک بار وہ اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر چکی تھیں اور اپنے تئیں وہ انہیں مطمئن کر چکا تھا مگر آج اچانک پھر سے انہوں نے اس کی خامی کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ٹھیک طریقے سے اپنا کردار نہیں نبھا پا رہا تھا۔

نگین کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے بے ساختہ نوفل کی طرف دیکھا جو خود بھی قدرے حیرت سے صالحہ بیگم کی طرف متوجہ تھا۔ پھر بہت سنجیدگی کے ساتھ بولا۔

"امی! میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ صبا کو لے کر کافی پوزیسو ہو رہی ہیں۔"

"تو کیا نہیں ہونا چاہئے؟ بہو ہے وہ میری۔" انہوں نے الٹا سوال کیا تو قدرے توقف کے بعد وہ کہنے لگا۔

"لیکن میرے خیال میں شاید آپ ہماری کراس میرج (ونی سٹے کی شادی) کو سر پر سوار کر بیٹھی ہیں اسی لیے اتنی باریکیوں میں پڑی رہتی ہیں۔"

نگین نے بھی یکلخت خود کو ہلکا پھلکا ہوتے محسوس کیا تھا۔

مگر صالحہ بیگم اتنی جلدی مطمئن نہیں ہو سکتی تھیں۔ قطعیت بھرے لب و لہجے میں بولیں۔

"بہرحال میں صرف اور صرف صبا کو خوش اور مطمئن دیکھنا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں اگر تم نے کوئی کوتاہی کی تو میں فوراً گرفت کروں گی۔ یہ خیال کیے بغیر کہ تم میرے بیٹے ہو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میری کیا مجال کہ آپ کی لاڈلی بہو کو ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھوں۔ اور ویسے بھی آپ سے زیادہ اس شادی میں میں انٹرسٹڈ تھا۔ پھر بھی پتہ نہیں آپ کو اتنے سارے وہم کیوں ستاتے رہتے ہیں بہت چہیتی بیوی ہے میری وہ۔" اب کی بار وہ مسکراتے ہوئے بولا تو نگین کے لیے پراٹھا بنا کر لاتی صبا کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ اس کے "انٹرسٹ" کا صبا سے بڑھ کر بھلا کس کو اندازہ ہو سکتا تھا۔ ہر وقت طنز کے تیر چلانا اسے اس کی حیثیت یاد دلاتے رہنا محض اپنی بہن کو خوش رکھنے کے لیے وہ اسے اپنے پاس "گروی" رکھے ہوئے تھا۔ اس کے دل پر منوں بوجھ گرنے لگا۔ ایسی زندگی تو کبھی اس نے خواب میں بھی نہیں سوچی تھی۔ جھوٹ دھوکا دہی فریب.....

"تم بھی کھاؤ نا میرے ساتھ۔" نگین نے اسے بھی آفر کی تو وہ قصداً مسکرا کر بولی۔

"ابھی میرا صرف چائے پینے کو جی چاہ رہا ہے۔ تم ناشتہ کرو یہ نہ ہو کہ تمہارے میاں صاحب ہمیں لائن حاضر کر دیں کہ ان کی بیوی کا خیال نہیں رکھا۔"

"اوکے..... اب میں چلوں لیٹ ہو رہا ہوں۔" نوفل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ صبا سر جھکائے کپ میں چائے انڈیلتی رہی اور ان دونوں کے مابین اس قدر لیے دیئے رہنے والا انداز صالحہ بیگم کو پھر سے متفکر کر گیا مگر فی الحال انہوں نے خاموش رہنے ہی کو مناسب جانا تھا۔

"پتہ نہیں انس چلے گئے اسلام آباد یا نہیں۔" نگین نے کہا تو بے ساختہ مسکراہٹ صبا کے ہونٹوں پر رینگ گئی۔

"فون کریں گے تو پتہ چل جائے گا۔"

نگین نے بھنا ہوا قیمہ اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا۔

"وہ کہاں کریں گے فون تلملا رہے ہوں گے کہ ان کی مرضی کے بغیر یہاں ٹھہر گئی۔"

"بہت بری بات ہے نگی۔ کیا تم لوگ گھر سے پروگرام بنا کر نہیں چلے تھے؟" صالحہ بیگم نے تادیبی انداز میں کہا تو وہ صفائی پیش کرنے لگی۔

"ایک آدھ دن رکنے سے کیا فرق پڑتا ہے امی۔ وہ تو انہوں نے یہاں آ کر بتایا کہ وہ اسلام آباد جا رہے ہیں۔ میں نے گاڑی میں آتی دفعہ ان سے رہنے کی بات کر لی تھی۔"

"مگر انس نے منع کر دیا تھا تو ایسی بات پر اڑنے کی کیا ضرورت تھی۔" انہوں نے ذرا سی بھی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا تھا مجبوراً صبا کو بات سنبھالنا پڑی۔

"آپ نہیں جانتیں امی۔ انس بھائی بڑے تسلط پسند ٹائپ کے بندے ہیں اتنی آسانی سے تو وہ نگی کو یہاں چھوڑنے پر بالکل بھی راضی نہیں ہوتے اسی لیے تو مجھے اس کو روکنا پڑا۔"

"واقعی۔ انہوں نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ کہہ رہے تھے چاہے روزانہ گھر چلی جایا کرو مگر واپسی پر میرے ساتھ آیا کرو۔" نگین نے اپنے تئیں بڑی مظلومیت سے ماں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہی تھی جبکہ وہ اسے اس کی کھلی بے وقوفی پر تاسف سے دیکھ رہی تھیں۔

"اب میں کیا سمجھاؤں تمہیں بی بو۔ تم خود ہی اپنے دماغ کو اتنے اچھے طریقے سے استعمال کر لیتی ہو۔"

"اوفوہ..... کیا کہہ رہی ہیں آپ....." نگین پریشانی کے مارے پراٹھا کھانا بھول گئی تھی۔

"پتہ نہیں تمہیں کب عقل آئے گی۔ جب شوہر چاہتا ہے کہ بیوی اس کی مرضی کے مطابق چلے تو بیوی کو اس کی بات ماننا چاہئے۔ صبا ہی سے کچھ سبق سیکھو۔ کیا یہ نوفل سے ضد نہیں کر سکتی۔ کتنے دن ہو گئے ہیں اسے میکے گئے مگر دیکھ لو میرے کہنے کے باوجود یہ نوفل کی مرضی کو اولیت دیتی ہے۔"

"تو کیا اب شوہروں کی مرضی پہ لگ کے بیویاں اپنا میکہ ہی چھوڑ دیں۔" اب تو نگین نے باقاعدہ خفا ہو کر پراٹھا پرے کھسکا دیا تھا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی۔ صرف شوہر کی مرضی اور خوشی کا خیال رکھنے کی بات کر رہی ہوں۔ انس نے تمہیں یہاں آنے سے خدانخواستہ کبھی نہیں روکا۔ صرف ٹھہرنے پر ہی اعتراض کیا تھا مان لیتیں اس کی بات تو وہ خوش ہو جاتا۔ یہ رشتہ ہی ایسا ہے بیٹا ہر پل جوابی توجہ ضروری ہوتی ہے ورنہ آپسی رشتے میں فرق آ جاتا ہے۔"

"امی! آپ پریشان مت ہوں۔ انس بھائی خود سے منسلک تمام رشتوں بلکہ چیزوں تک کے لیے جذباتی ہیں۔ انسان تو معاشرتی رشتوں میں بندھا ہوتا ہے کسی ایک ہی کا ہو کر کیسے رہ سکتا ہے۔ اب فطری طور پر نگی کا یہاں آنے

اور ٹھہرنے کا دل چاہتا ہوگا روزانہ آنا اور شام تک چلے جانا تو زیادہ غیریت کا احساس دلاتا ہے اسی لیے میں نے اسے روک لیا تھا۔ مرد اس نزاکت کو کہاں سمجھتے ہیں۔"

صبا نے انہیں کافی ہلکے پھلکے انداز میں سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر آگے سے انہوں نے پلٹ کر اس سے جو سوال کیا صبا کو اس کی توقع بالکل بھی نہیں تھی۔

"تو پھر تم نے یہ نزاکت نوفل کو کیوں نہیں سمجھائی؟ وہ تو اس قدر انڈر اسٹینڈنگ اور کیئرنگ ہے۔ تمہارا بھی تو نگی کی طرح گھر جانے اور وہاں ٹھہرنے کو جی چاہتا ہوگا' ماشاءاللہ سے بھری پری فیملی چھوڑ کر آئی ہو۔ وہ بھی اس بات کو سمجھتا ہے پھر تم لوگ ادھر کیوں نہیں جاتے؟"

لحظہ بھر کو تو وہ گڑبڑا کر ہی رہ گئی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ صالحہ بیگم عام ساسوں سے ہٹ کر اس طرح کی "گہرائی" میں بھی پڑ سکتی ہیں۔

"یونہی..... روزانہ ہی تقریباً فون پر بات ہو جاتی ہے سب سے۔ انس بھائی اور نگی سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ چند روز پہلے ہی تو معید بھائی اور نگی مل کر گئے ہیں۔"

اس کی زبردستی کی مسکراہٹ اور لبوں سے نکلنے والے الفاظ میں کوئی تال میل نہیں تھا۔ صالحہ بیگم کے شک کو اس کی گڑبڑاہٹ ہی نے یقین کے راستے پر ڈالا تھا مگر وہ مزید کچھ نہیں بولیں جب کہ نگین اب اپنا معاملہ بھول کر صبا کے سر ہو گئی تھی۔

"بہت غلط بات ہے صبا۔ میں بھی تو روزانہ ہی آتی ہوں۔ تمہارا گھر جانے کو کیوں دل نہیں کرتا۔"

صبا کی آنکھوں میں بہت مضطربانہ سی کیفیت اتر آئی تھی جس کا ماخذ نہ جانتے ہوئے بھی صالحہ بیگم بے اختیار بات پلٹ گئیں۔

"خیر اب یہ تو مت کہو یہ سب نوفل کی بے جا مصروفیات کا قصور ہے۔ پہلے بزنس کی کھپائی کیا کم تھی جو ماڈلنگ کا بار بھی سر پر لاد لیا۔ بیوی بے چاری بھلے سے ایک کونے میں پڑی رہے۔" ان کے لب و لہجے سے واقعی ناگواری جھلک رہی تھی مگر صبا کو ان کی خفگی یا ناپسندیدگی کوئی خوشی نہیں دے سکتی تھی۔ خوش یا مطمئن تو وہ تب ہوتی جب صالحہ بیگم اصل حقیقت کا ادراک پا جاتیں مگر یہاں تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ نوفل احمد کا "اصل" کیا ہے۔

ناشتے سے فراغت پاتے ہی نگین فون سے چپک گئی۔

انس کے موبائل پر بیل جا رہی تھی۔

ایک' دو' تین.....

اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

انس کی جدائی میں بیتنے والی اس ایک رات نے اس پر بہت دلفریب سے راز افشا کر دیے تھے۔

واقعی اس کے بغیر ایک پل بھی اب گزارنا مشکل تھا۔ آدھی سے زیادہ رات نیند کے انتظار میں کروٹوں پہ کروٹیں بدلتے گزری تھی اور نیند آئی بھی تو ہر کروٹ پر آنکھ ضرور کھلی چاہے پل بھر ہی کو سہی۔ اب حکایتِ دل اس ستم گر کو بھی سنانا ضروری تھی جس کی محبت کی جنوں خیزی اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ گئی تھی۔

وہ اپنی دھڑکنوں کی بے چینی سے محظوظ ہوتی انس کی آواز سننے کی منتظر تھی مگر اگلے ہی پل لائن ڈسکنیکٹ ہو گئی۔

"ہیں....." اس نے فون کو گھورا تھا۔ پھر ری ڈائل کا بٹن پش کر دیا۔ اس مرتبہ بھی تین' چار دفعہ بیل بجنے کے بعد لائن کاٹ دی گئی۔

"اُف انس..... بات تو کریں مجھ سے۔" وہ پریشانی سے بڑبڑاتے ہوئے پھر سے کال ملانے لگی۔ یقیناً وہ فون نمبر پہچان کر لائن کاٹ رہا تھا اور نگین کو یہ بے رُخی اپنی سزا محسوس ہو رہی تھی۔ ایک تو رات کی بے خوابی اور انس کی دُوری اوپر سے اب انس کا یہ بے گانہ رویہ۔ وہ اپنی ضد پر پچھتا رہی تھی۔ انس کا اسے خود سے ایک رات کو بھی جدا نہ کرنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ رہا تھا۔ اب اس کا موبائل کوئی رسپانس نہیں دے رہا تھا۔ شاید اس نے موبائل ہی آف کر دیا تھا۔

نگین کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ انس کی اتنی خفگی تو اس کے خیال میں بھی نہیں تھی۔ اس نے فوراً میر ہاؤس کا نمبر ملایا تو دوسری طرف نگی ملی اس کے استفسار پر بولی۔

"وہ تو ابھی ابھی نکلے ہیں اسلام آباد جانے کے لیے۔"

"ابھی' میں ان کا موبائل ٹرائی کر رہی تھی مگر بات نہیں ہو پائی۔"

"اوہ..... تو وہ آپ جناب کی کالز تھیں۔ ابھی کھڑے کھڑے آٹھ مرتبہ انہوں نے لائن کاٹی تھی اور پھر موبائل ہی آف کر دیا۔ خیریت تو ہے نا؟" نگی نے بے ساختہ ہی کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"خیریت کہاں ہے' ایک رات کیا میکے میں رہ لی ان کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔ دیکھا تم نے بات تک نہیں کر رہے مجھ سے۔"

نگی کو ہنسی آ گئی۔

"پتہ تو ہے تمہیں ہر وقت شہنشاہ جذبات بنے رہتے ہیں لہٰذا تمہیں اپنی ضد کی بجائے ان کے جذبات کا خیال کرنا چاہیے تھا۔"

"حد ہو گئی۔ خیر' ویسے واپسی کب تک ہے موصوف کی.....؟" وہ حد درجہ مضطرب تھی۔

"کل شام تک واپس آ جائیں گے مگر اب تم واپسی کی دوڑ مت لگا دینا۔ خواہ مخواہ سر پر چڑھیں گے۔ یونہی شوہر کو کھینچ کر رکھنا چاہیے۔ یہ تو چاہیں گے کہ سانس بھی ان کی مرضی کے مطابق لی جائے۔" نگی نے اسے تنبیہ کی تھی۔

"ہوں' گھر میں سب کیسے ہیں.....؟" مبہم انداز میں کہتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ پھر یونہی ایک دو باتوں کے بعد فون رکھ دیا تو بے چینی پہلے سے سوا تھی۔

"کیا ہو گیا.....؟" کچن سے فراغت پا کر صبا لاؤنج میں آئی تو اسے سوچوں میں گم دیکھ کر پوچھا۔

"سزا مل رہی ہے رات رُکنے کی۔" اس نے منہ بسورا تو بے ساختہ مسکراہٹ نے صبا کے لبوں کا گھیراؤ کر لیا۔

"بات ہوئی انس بھائی سے.....؟"

"کہاں ہوئی' ہر بار لائن کاٹ دی انہوں نے۔ شاید مجھے ان کی اجازت کے بغیر نہیں رُکنا چاہیے تھا۔" وہ متفکرانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ صبا ریلیکس ہونے کے لیے صوفے میں دھنس گئی۔ لاپروائی سے بولی۔

"اتنا پتی ورتا بننے کی ضرورت نہیں۔ یہ چھوٹی موٹی جدائیاں محبت کو بڑھاوا دیتی ہیں۔ ایک دوسرے کی قدر معلوم ہوتی رہتی ہے۔" وہ آہ بھر کے بولی۔

"سچ کہہ رہی ہو۔ مجھے تو ایک ہی رات میں قدر معلوم ہو گئی ہے۔"

"یعنی عمل اُلٹا پڑ گیا ہے۔" صبا بے ساختہ مسکرا دی۔

"یہ تو جب انس واپس آئیں گے تبھی پتہ چلے گا۔ سخت خفا ہیں مجھ سے۔" وہ بے چین سی تھی۔

"یہ سب دکھاوا ہے۔ آئندہ کے لیے وارننگ دے رہے ہیں اور بس۔ کم از کم تم تو مت ڈرو۔ وہ اور شیر ہوں

گے۔" صبا نے اسے تسلی دی مگر وہ شاید خود بھی اس پہلی پہلی جدائی سے بوکھلا گئی تھی۔ جھینپ کر بولی۔

"ڈر نہیں رہی۔ بس یہاں دل نہیں لگ رہا۔ صبح واپس چلی جاؤں گی۔ یوں بھی کل شام تک تو وہ واپس آ ہی رہے ہیں۔"

صبا کی محظوظ کن ہنسی نے اسے مزید خجل کیا تھا' چڑ کر بولی۔

"مان لیا کہ میں انس کے بغیر نہیں رہ سکتی اور نہ وہ میرے بغیر' مگر تم دونوں تو ایک جان دو قالب بنے ہوئے ہو۔ ایک دن تو دور ایک پل کی جدائی بھی گوارہ نہیں۔"

"یہ میری نہیں تمہارے بھائی کی "محبت" ہے۔" اس نے ہنسی کو مسکراہٹ میں سمیٹتے ہوئے مختصراً کہا تو وہ معنی خیزی سے بولی۔

"اور ان کی محبت کا کوئی انت نہیں۔"

"محبت مت کہو نگین' نفرت' بے زاری' دھوکا' فریب۔ ان کا تو ہر جذبہ لامتناہی ہے اور تختۂ مشق..... میں۔" وہ دکھ سے سوچ کر رہ گئی۔

رات کے کھانے پر نوفل موجود نہیں تھا۔

"ایک تو میں نوفل کی طرف سے بہت پریشان رہتی ہوں۔ اکیلا پتہ نہیں کتنی مشقت کے ساتھ اتنا وسیع بزنس سنبھالے ہوئے ہے اوپر سے وقت بے وقت کی میٹنگز۔" صالحہ بیگم واقعی سخت متفکر تھیں۔

"میٹنگ نہیں ہے امی۔ بزنس ڈنر پرائیویٹ تھے وہ۔" نگین نے ان کی فکر کم کرنا چاہی۔

"کچھ بھی ہو' جو اطمینان اور خوشی گھر میں گھر والوں کے ساتھ وقت گزار کر ملتی ہے' وہ بزنس ڈنر یا بزنس پارٹی میں تو نہیں مل سکتی نا۔"

"اکلوتے ہونے کا یہی تو نقصان ہوتا ہے۔ تمام ذمہ داریاں ایک ہی شخص کے کندھوں پر آ جاتی ہیں۔" ان کے لیے پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے صبا نے دھیمے لہجے میں کہا تو وہ آہ بھر کے رہ گئیں جب کہ صبا سوچ رہی تھی کہ آج نوفل احمد اور ژالے آفریدی کے ڈنر کا مینو کیا ہوگا؟

○○○

وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہوئی تو کتاب پر سے نظر ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے چچا جان مسکرا دیے۔ وہ ان کے سامنے ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

"ابو! آپ نے بلایا تھا مجھے....."

"کوئی اعتراض.....؟" وہ اب بھی مسکرا رہے تھے۔ ضحیٰ بھی مسکرا دی اور بظاہر وہ جتنی بھی مطمئن کیوں نہ دکھائی دے رہی ہو' چچا جان کے اس طرح سونے سے پہلے کوئی بات کرنے کے لیے بلانے نے اس کے دل میں عجیب سے وسوسے پیدا کر دیے تھے۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہونے لگا۔ بلکہ میں تو خود آپ سے شکایت کرنے والی تھی کہ ان دنوں آپ کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگے ہیں۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں شکوہ سموتے ہوئے ان کی مصروفیت کی نشاندہی کی تو وہ کتاب اوندھی رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مصروفیت تو صرف بزنس کی ہے ورنہ تو سارا ٹائم اپنے بچوں اور گھر ہی کے لیے ہے۔"

"اب تو انس بھائی بھی آپ لوگوں کی ہیلپ کر رہے ہیں' پھر بھی۔"

"انس کو اس لائن میں ایڈجسٹ ہونے میں تھوڑا ٹائم لگے گا۔ تب تک تو یہ بار ہم دونوں بھائیوں ہی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ خیر' تم بتاؤ آج کل کیا مصروفیات ہیں؟" بات کرتے کرتے انہوں نے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ جو غور سے ان کی بات سن رہی تھی' گڑبڑا کر بولی۔

"میری' بھلا میری کیا مصروفیات ہوتی ہیں۔ بس یونہی ٹائم پاس ہو رہا ہے۔"

"تمہاری امی بتا رہی تھیں کہ آج کل تم کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہی ہو۔" وہ دلچسپی سے پوچھ رہے تھے مگر جانے کیا بات تھی کہ ضحیٰ کو ان تمام باتوں کے پیچھے کوئی اور ہی "بات" دکھائی دے رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ ابو محض تمہید باندھ رہے ہیں۔ بات کا رُوپ کچھ اور ہی تھا۔

"مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں ان کاموں میں۔ امی ہی کو شوق ہے مجھے کلنگ میں ماسٹرز کرانے کا۔" اس نے در پردہ شکایت کی تھی مگر اس بار انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس کی حمایت میں کچھ بولنے کی بجائے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"بیٹیوں کو ایسے کاموں میں طاق ہونا چاہیے۔ ان کے کندھوں پر تو پورے گھر کی ذمہ داری ہوتی ہے اور کچن تو گھر داری کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔"

"اب تو میں سیکھ رہی ہوں۔" اس نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی تو انہوں نے حوصلہ افزائی کرنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔ پھر قدرے توقف کے بعد دوستانہ انداز میں بولے۔

"ابھی کچھ دیر پہلے معید سے میری بات چیت ہو رہی تھی۔" انہوں نے رُک کر ضحیٰ کی طرف دیکھا جو دم سادھے ان کے باقی جملے کی منتظر تھی مگر انہوں نے اس کی توقع کے برخلاف کچھ اور ہی سوال جڑ گیا۔

"تمہارا معید کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

اس کے اعصاب تناؤ کا شکار ہونے لگے۔ تو اب امی نے یہ معاملہ ابو کے سپرد کر دیا ہے۔

"کس بارے میں.....؟" اس کی نگاہ بے اختیار اب ان کے چہرے سے ہٹ کر ٹیبل لیمپ پر مرکوز ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اگلے چند لمحوں میں گفتگو کس "ٹریک" پر چلنے والی تھی۔

"معید کے بارے میں' بحیثیت ایک انسان یا پھر کزن کے....." وہ بے حد سکون سے پوچھ رہے تھے اور ضحیٰ اندر ہی اندر اتنی ہی بے چینی اور اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ سیکنڈز میں معید حسن کی خامیاں گنوا دیتی اگر سامنے ابو نہ بیٹھے ہوتے۔

"ٹھیک ہیں....." وہ بمشکل بول پائی تھی۔ سر جھکا کر گود میں رکھے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

"بھائی جان نے مجھ سے اور زہرہ سے بات کی تھی معید کے پروپوزل کے متعلق۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر پہلے دبے لفظوں میں تمہاری امی نے اور ابھی کچھ دیر پہلے معید نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ تمہاری رضامندی کے بغیر اس پروپوزل کو قبول نہ کیا جائے تو میں نے سوچا کہ میں خود ہی تم سے پوچھ لوں۔ بھلا معید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" ان کے لب و لہجے میں معید کے لیے بہت صاف جذبات تھے۔

فخر' مان' محبت اور اعتماد۔

ضحیٰ کے انکار کی ایک بھی راہ کھلی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ مر کر بھی وہ تمام اعتراضات ابو کے سامنے دہرا نہیں سکتی تھی جن کو امی کے سامنے اٹھا چکی تھی۔

"معید ماشاءاللہ سے بے حد ہونہار اور بہترین شخص ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اچھا کوئی اور پروپوزل ہو سکتا

ہے۔ مجھے تم پر بھی اعتبار ہے اعتماد ہے۔ یقیناً تم بھی میری حمایت کرو گی کیوں کہ ایک باپ کا اپنی بیٹی کے لیے سب سے قیمتی تحفہ ایک ''بہترین زندگی'' ہی ہو سکتا ہے۔ اور مجھے پورا یقین اور خوشی ہے کہ میں انشاء اللہ اس میں کامیاب رہوں گا۔ میری نظر میں تمہارے لیے معید سے بہترین اور کوئی نہیں اور نہ ہی ہو سکتا ہے' تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ منجمد سی بیٹھی تھی' بے حس و حرکت۔

معید حسن نے صحیح معنوں میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کھلے پانیوں میں پھینک دیا تھا۔ لاکھ دل چاہنے کے باوجود وہ ہاتھ پاؤں مار کر خود کو بچا نہیں سکتی تھی۔

کتنی ہوشیاری دکھا رہا تھا وہ ''ہونہار اور بہترین'' شخص۔ اس کی رضامندی جاننے کا احسان بھی کر رہا تھا اور ساتھ ہی سارا معاملہ چچا جان کے سپرد کر کے اسے بے دست و پا بھی کر گیا تھا۔ جانتا جو تھا کہ وہ قیامت تک چچا جان یا تایا جان کے سامنے معید کے بارے میں ایک بھی غلط لفظ نہیں بول سکتی تھی۔

''اس میں جھجکنے یا ہچکچانے کی کوئی بات نہیں ضحیٰ۔ اگر تمہیں کوئی بھی اعتراض ہے تو بتا دو۔'' وہ بڑی نرمی سے پوچھ رہے تھے۔ اگر معید حسن کی بجائے کسی ایرے غیرے کا پروپوزل ہوتا تو وہ سوچ میں پڑے بغیر واضح لفظوں میں اپنی رائے دے دیتی مگر یہاں وہ جانتی تھی کہ سب فقط 'ہاں' کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ انکار کی صورت میں اٹھنے والے سوالوں کے طوفان کا سامنا کرنا تو آسان تھا مگر ان کے جواب دینا بے حد مشکل۔ اوپر سے ابو اور تایا جان کو مطمئن کرنا معید کے معاملے میں تو یہ ناممکن ترین بات ہی تھی۔

''تم خوش ہو اس فیصلے سے؟'' وہ پوچھ رہے تھے۔ بے بسی کے مارے اس کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹکنے لگا۔

''جی ابو۔'' وہ چہرہ جھکائے ہوئے بمشکل بولی تو ان کا ہاتھ اس کے سر پر آ ٹھہرا۔

''جیتی رہو۔ یہ یقیناً تمہاری زندگی کا بہترین فیصلہ ہوگا۔'' وہ بے حد خوش تھے۔ ضحیٰ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ لمحوں میں بازی اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی اور اس بات کا وہ جتنا بھی ماتم منائی وہ کم تھا۔

اب بھی کمرے میں بند ہو کر اس نے رونے کا شغل جاری کر دیا مگر ساتھ ہی ساتھ ذہن میں الجھنیں بھی سر اٹھا رہی تھیں۔ اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معید حسن آخر چاہتا کیا ہے..... ہمیشہ کی طرح سب کی نظروں میں فرمانبردار بننا چاہ رہا ہے یا پھر کچھ اور..... مگر کیا؟ اور یہاں آ کر اس کی سوچ بھی جواب دے جاتی تھی مگر یہ تو طے تھا کہ وہ چپ چاپ معید حسن کے ارادوں کی بھینٹ نہیں چڑھنا چاہتی تھی۔

صبح اپنی طرف سے وہ بہت جلدی اٹھ کر بنا ناشتہ کیے معید کے کمرے میں پہنچ گئی مگر وہ آفس جا چکا تھا۔ چمچماتا کمرہ' ہر شے اپنی مخصوص جگہ پر دھری تھی۔ فضا میں پرفیوم کی دلکش خوشبو تو چکرا رہی تھی مگر ڈریسنگ ٹیبل پر کسی قسم کی بے ترتیبی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ایسی ہی متوازن شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی ذات سے کسی بھی قسم کی بے ترتیبی منسلک نہیں تھی۔

وہ تنے ہوئے تاثرات لیے اس کی رائٹنگ ٹیبل کی طرف آئی۔ ایک طرف دو تین فائلیں سلیقے کے ساتھ دھری تھیں۔ بلا ارادہ ہی اس نے رائٹنگ پیڈ اٹھا لیا تو پہلے ہی صفحے پر اس کی نظر پھسلتی چلی گئی۔

''میری خواہش ہے کہ میری دو زندگیاں ہوتیں۔ ایک میں تمہیں دے دیتا۔ اور دوسری تمہارے لیے دے دیتا۔''

اس نے عجیب سی سنسنی محسوس کرتے ہوئے تیزی سے صفحہ الٹا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے رات نے پلکیں جھکائی ہیں

مری مٹھی میں اب تک
رات کی پلکوں سے ٹوٹے کچھ ستارے ہیں
دکھوں کے استعارے ہیں
میں ان کو دیکھتا ہوں تو
میری آنکھوں میں ڈھیروں خواب
تعبیروں کے دکھ میں کوئی چہرہ سوچتے ہیں
اور وہ چہرہ شناسا سے
کئی چہروں میں تبدیل ہوتا ہے
پھر ان چہروں سے یادوں کے کئی منظر ابھرتے ہیں
نظر میں رقص کرتے ہیں
وہ چہرے جو مری تنہائیوں کے اشک پارے ہیں
مجھے ہر حال میں خود سے بھی پیارے ہیں
سبھی چہرے تمہارے ہیں

پڑھتے پڑھتے وہ جیسے ضبط کھو بیٹھی تھی۔ ایک جھٹکے سے دونوں صفحے پیڈ سے الگ کر کے پیڈ کو ٹیبل پر پھینکا اور صفحات کے پرزے پرزے کر کے ٹیبل پر ہی بکھیر دیئے۔

''ادھر جناب پتہ نہیں کس کے عشق میں بے حال ہیں اور گھر والوں کو پھر بھی بہترین اور پرفیکٹ دکھائی دے رہے ہیں۔ جیسے معید حسن سے شادی کرنا میرے لیے عین ثواب ہے۔ معید حسن نہ ہوا سو کروڑ کی لاٹری ہو گیا جس کی جی بھر کے قدر کی جائے گی اور ساری عمر مجھ پر خوش قسمت ہونے کا لیبل چسپاں رہے گا۔''

اسے جی بھر کے غصہ آ رہا تھا معید حسن کی کمینگی پر اور اپنی بے بسی پر بھی۔ بس ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اگر معید حسن کہیں اور ''انوالوڈ'' تھا تو کس ''مجبوری'' نے اسے باندھ رکھا تھا۔ محض اپنا فرمانبردار والا امیج برقرار رکھنے کے لیے تو وہ یہ فیصلہ قطعی نہیں کر رہا تھا۔ اس بات کا ضحیٰ کو پکا یقین ہو گیا تھا کہ اصل بات کچھ اور ہی ہے۔

''لیکن اگر تمہاری وجہ سے میری زندگی داؤ پر لگی تو میں تمہیں بھی ہنستا بستا نہیں چھوڑوں گی۔''

تنفر سے سوچتے ہوئے اس نے رائٹنگ ٹیبل کے کارنر پر پڑی معید کی فریم شدہ تصویر کو انگشتِ شہادت سے دھکیل کر اوندھا کر دیا تھا۔

''اگر میرے ساتھ کوئی بازی کھیلو گے تو شکست ہی کو اپنا نصیب پاؤ گے معید حسن کہ میں تو اپنی ساری کشتیاں جلا کر اس بحرِ بیکراں میں اتروں گی مگر تمہارے پاس تو نبھانے اور مان رکھنے کو بہت سے رشتے ہیں۔ آسانی سے تو اپنا کھیل نہیں کھیل پاؤ گے۔''

ooo

اقرار گئے انکار گئے ہم ہار گئے
آنکھوں سے سب آثار گئے ہم ہار گئے
اک عمر رہے ہیں جیت سے بے پروا لیکن
جب جیتنا چاہا ہار گئے ہم ہار گئے

وہ آج صبح ہی سے ایک عجیب سی کیفیت میں گھری تھی۔

کب سے؟

تب سے جب نوفل نے اس کی کلائی کو اپنی مضبوط ہتھیلی کی گرفت میں جکڑ کر اسے خود سے قریب بٹھائے رکھا تھا۔

اُس نے اپنی داہنی کلائی کو بائیں ہاتھ سے ہولے سے سہلایا۔ ان دیکھی سُرخی سے جیسے تپش پھوٹ پڑی تھی۔

یا پھر تب سے..... جب وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اسے لگا وہ موم بن کر پگھلنے کو ہے۔

نوفل کے ہاتھ کا سرسراتا لمس کلائی پر سے ہوتا ہوا اس کی ہتھیلی پر آ کر ٹھہر گیا تھا اور دل کے تاروں کو مدھرتا سے چھیڑتا اس کا نرم لہجہ۔

وہ گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھی۔

درحقیقت اپنی یہ کیفیت خود اس کے لیے بھی بہت نامانوس اور اجنبی سی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ صبح کے ان چند لمحوں میں ایسا کیا تھا جو اسے بار بار انہی لمحات میں لے جاتا تھا۔ نوفل احمد کی نگاہوں کا انداز ان سے جھلکتی ایک نامانوس سی کیفیت' اس کا بلا ارادہ لمس' کم توجہ نظر مگر صبا کو پتا نہیں کیوں وہ سب یاد کر کے رونا آ رہا تھا۔

کس قدر ذلت آمیز لگتا ہے یہ سوچنا صبا میر کہ تم ہاں تم صبا میر' محبت کرنے لگی ہو اس شخص سے جو تم پر التفات کی ایک نظر بھی ڈالنا پسند نہیں کرتا' نوفل احمد سے۔ اسے لگا ساری دُنیا سمیٹ کر نوفل احمد کا لمس بن گئی ہو' اس کا چہرہ اس کی توجہ اس کی نگاہ بن گئی ہو۔

اور صبا میر لحظہ بہ لحظہ پگھلتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے گھٹنوں میں سر دے لیا۔ یا خدا' کیا میرے نصیب میں اس بے مہر شخص سے محبت کرنا لکھا تھا۔

صوفے میں دھنسی رات کے اس تنہا پل میں وہ سوچوں کے گھیرے میں گھری تھی۔ سامنے ٹی وی پر انگلش مووی چل رہی تھی مگر اس کی ذرہ برابر ادھر توجہ نہیں تھی۔ صالحہ بیگم تو نو بجے ہی سونے کے لیے لیٹ گئی تھیں جب کہ نگین ابھی اس کے پاس سے اٹھی تھی۔

تبھی تنہائی پاتے ہی ذہن نے ان انجان ساعتوں کو ٹٹولنا اور ان کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا جو صبح ہی سے اسے عجیب سی کیفیت میں گھیرے ہوئے تھیں اور دل نے پہلی ہی بار جو جواب دیا' اس کیفیت کو جو نام دیا اس نے صبا کو ششدر کر دیا۔

محبت اور وہ بھی نوفل احمد جیسے سنگدل اور بے مہر شخص سے جو خود تو شاید اس کیفیت کے ہجوں سے بھی ناآشنا تھا جس نے رشتوں کی آڑ میں سودے بازی کی تھی۔

مگر یہیں تو قانونِ فطرت سمجھ میں آتا ہے۔ نکاح کے دو بول ہی دو فریقین کے مابین محبت کا اٹوٹ جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ دُنیاوی رشتوں میں یہ واحد رشتہ ہے جس میں مقابل کی بے اعتنائی اور بے مہری دل سے اس محبت کو ختم کرنے کی بجائے اور بڑھاوا دیتی ہے۔ محبوب کی بے رُخی پل پل سُلگاتی ہے۔ اس کی ایک نگاہِ التفات کے لیے سو سو جتن کیے جاتے ہیں پھر بھی یہ پیار اور محبت کم نہیں ہوتی۔

یونہی سوچوں میں اُلجھتی وہ جانے کب وہیں صوفے میں دھنسی نیند کی وادیوں میں اُتر گئی تھی۔

چوکیدار کے گیٹ کھولنے پر وہ گاڑی اندر لے آیا تھا۔ کوریڈور کے داخلی دروازے کی بیل بجانے سے پہلے اس نے حسبِ عادت ناب گھمائی تو دروازہ کھل گیا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں پھیل گئیں۔

آج سے پہلے کبھی ایسی بے احتیاطی نہیں برتی گئی تھی۔ اندر آ کر اس نے دروازہ لاک کر دیا۔ لاؤنج میں آ کر وہ بے ساختہ ہی ٹھٹکا تھا۔ سامنے ہی صوفے پر وہ مجسم حسن خوابیدہ تھا۔

خود سے بے پروا' سادگی اور معصومیت کا حسین امتزاج۔

بریف کیس صوفے پر پھینکتا ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ اس کے عین سامنے والے صوفے پر آ بیٹھا تو نظروں کا محور اب بھی وہی تھی۔

پتہ نہیں شب تنہائی تھی یا پھر وہی ابھی تک اس کے دل میں روزِ اول والے مقام پر براجمان تھی جو نوفل احمد خود کو اس پل پگھلتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ نظر اس کے چہرے سے ہٹنے سے انکاری تھی۔

ابھی صبح ہی کی تو بات تھی۔

یہ سراپا' یہ دلنواز اور دلربا سا سراپا اس کے کتنے قریب تھا۔ دسترس میں تھا' بس ایک ہاتھ بڑھانے کی دیر تھی۔

اور اس پل بھر کے لمس نے نوفل احمد کو آج سارے دن میں کتنی ہی بار بے ربط کیا تھا۔ دھیان کے دھاگوں کو اپنے خیال سے اُلجھایا تھا۔

دل و ذہن پر بدگمانی کی تہ بہت دبیز تھی مگر انسان ہی تھا' فرشتہ نہیں۔ اور یوں بھی جسے پوری توجہ سے سوچا ہو' شدت سے چاہا گیا ہو اس کی جانب تو دل بار بار پلٹتا ہے۔

اس کی آنکھوں میں خفیف سی سُرخی اُتر آئی تھی۔

وہ خود کو ہمیشہ ہی سے بہت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر گردانتا آیا تھا۔ پھر ایک روز صبا میر اپنی کشش کے تیشے سے ان ساری مضبوط دیواروں کو توڑتے ہوئے اس کی ذات تک آ پہنچی تھی اور اب' خود سے بے پروا وہ اس کی ساری "پروا" سمیٹ رہی تھی۔

جانے اس پل نوفل احمد کی آنکھوں سے کیسے جذبوں کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں کہ وہ کسمسا کر جاگ گئی۔ عین سامنے بیٹھے نوفل احمد کو خود کو "سمیٹنے" کا بھی وقت نہیں ملا تھا۔ صوفے پر نیم دراز کیفیت میں دھنسا وہ خود سے بے پروا پوری طرح اس کی ذات میں گم تھا۔

صبا کے حواس نے اسے جھنجوڑ کر حواس کی دُنیا میں لا پٹخا۔ گڑبڑا کر وہ سیدھی ہوئی' دوپٹہ کھینچ کر شانوں پر درست کیا۔ اسی اثنا میں وہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ دل ہی دل میں اپنی مدہوشی پر جل ہوتی چپلوں میں پاؤں پھنساتی اٹھی اور ٹی وی آف کرنے لگی۔ پلٹ کر نوفل کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے دل میں اونچی نیچی لہریں سی موجزن ہوئی تھیں اور ابھی وہ اپنی اس کیفیت کو سمجھ بھی نہیں پائی تھی کہ اگلے ہی پل اسے اپنا ہاتھ نوفل کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں محسوس ہوا۔ وہ بے ساختہ پلٹی تو بلا ارادہ ہی دونوں کے مابین موجود فاصلہ بھی سمٹ گیا۔ اس نے حواس باختہ ہو کر نوفل کو دیکھا' اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت سُلگ رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ناول

محبت دل دستک دے

عشنہ مرزا

ضروری تو نہیں سب کچھ بتانا صاف ظاہر ہے
ترا نظر ملانا پھر جھکانا صاف ظاہر ہے
چلے آنا وہ چپکے سے ترا پلکوں کی چلمن میں
مرے خوابوں کی دُنیا کو سجانا صاف ظاہر ہے

محبت آگ کی صورت
نکھے سینوں میں جلتی ہے تو دل بیدار ہوتے ہیں
محبت کی تپش میں کچھ عجب اسرار ہوتے ہیں
کہ جتنا یہ بھڑکتی ہے عروسِ جاں مہکتی ہے
دلوں کے ساحلوں پر جمع ہوتی اور بکھرتی ہے
محبت جھاگ کی صورت
محبت آگ کی صورت

وہ صندل کی طرح دہک کر اور بھی مشکبو ہو گئی تھی۔ یوں لگا جیسے ساری جان نوفل کے ہاتھ میں دبے اس کے ہاتھ میں اتر آئی ہو۔

شنگرفی لبوں کی لرزش، گھنی سیاہ پلکوں کا بوجھل پن اور دہک اٹھنے والی رنگت، خود کو سنبھالنے کی کوشش میں بوکھلا تو نوفل بھی گیا تھا..... مگر اس کی انا..... ہاں اس کی یہ بے جا انا اور خود ساختہ اکڑ ہی تو تھی جو اسے ابھی تک صبا کے سامنے جھکنے نہیں دے رہی تھی۔

اسے اس کے سہارے پر کھڑا کرتے ہوئے وہ لمحوں میں اپنے ٹھنڈے مغرور روپ میں لوٹ گیا تھا۔

"کس دنیا میں پہنچی ہوئی ہیں آپ۔ داخلی دروازہ بند نہیں تھا جس طرح میں اندر آ گیا ہوں کوئی بھی آ سکتا ہے۔ حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی۔"

وہ جو اپنی اتھل پتھل ہوتی سانسوں میں الجھی کھڑی تھی بے حد تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ تو سمجھی تھی کہ پتھر پگھل کر پانی ہو رہا ہے۔ ابھی چند ساعت پہلے اس نے اس کے تمام خود ساختہ خول ٹوٹتے محسوس کیے تھے۔ انا کے ضد اور ہٹیلے پن کے۔ اس کی آنکھوں میں منجمد سرد مہری کو برف کی طرح پگھلتا دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل وہ پھر سے خود میں سمٹ گیا تھا۔

چہرے کی نرمی اور آنکھوں سے جھلکتی مہربان سی چمک اس کے لب و لہجے کی سرد مہری کے پیچھے چھپ گئی تھی۔

صبا کی آنکھوں میں اترے تحیر پر پہلے بے یقینی اور پھر شدید دکھ کا احساس حاوی ہو گیا تھا۔

بہت کچھ کہنے کی شدید خواہش کو اس نے لب بھینچ کر اندر ہی روک لیا اور تیزی سے اس کے قریب سے گزرتی سیڑھیاں طے کر گئی۔

وہ مٹھیاں بھینچے وہیں کھڑا اپنا ضبط آزما کر رہ گیا تھا۔

✿✿✿

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگوں نے اپنے شوہروں کا ہوا کیوں سر پر سوار کر رکھا ہے۔ انہوں نے نظر ٹیڑھی کی نہیں اور تم لوگوں کی سانس خشک ہونی نہیں۔"

حنی مسلسل اس کا دماغ کھا رہی تھی۔

اسے نگین کا اگلے ہی روز واپسی کے لئے بھاگنا بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

"تو اور کیا کروں۔ انس مجھ سے بات کر لیتے تو میں انہیں سمجھا لیتی۔ اب پتہ نہیں انہیں کتنا غصہ تھا کہ ایک مرتبہ بھی مجھ سے بات نہیں کی۔ جب بھی فون کرتی ہوں نمبر پہچان کر ہی لائن کاٹ دیتے ہیں۔" نگین نے اپنی صفائی پیش کی تھی۔

"وہ ایک مرتبہ تم سے بات نہیں کرتے تم دس مرتبہ موڈ دکھاؤ۔ پھر دیکھنا کیسے سیدھے ہوتے ہیں۔ صرف تمہیں ہی ان سے محبت ہے کیا؟" وہ ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی تھی مگر نگین جیسی شوہر کے "عشق" میں ڈوبی لڑکی کے لئے تو یہ سب دل دہلانے والی باتیں تھیں۔ حنی جیسے "بلا کو خان" ٹائپ کی لڑکی کے خیالات سن کر ہی اسے خفقان ہونے لگا تھا۔

"انہیں بھی مجھ سے محبت ہے بھی تو خفا ہیں۔ چاہتے ہی نہیں کہ میں ان سے دور جاؤں۔" اس نے انس جیسے محبوب شوہر کو ان اثرات کی فہرست سے آزاد کرانا چاہا تھا مگر حنی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ماڈرن یونی بی بی۔ یہ بھی عورتوں پر تشدد ہی کا ایک انداز ہے۔ اسے اس کے میکے والوں سے دور رکھنے کا بہانہ۔ ذہنی اذیت دینے کا بہترین فارمولا۔ "میں ایک پل بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" ہنہ..... جیسے پہلے کے چھبیس ستائیس برس بیوہگی کے عالم میں گزارے ہیں انہوں نے۔" اس قدر تخریب کارانہ گفتگو نے نگین کو واقعی بوکھلا دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ معصوم سے "مان" کو تکلیف بھی پہنچی۔

"تمہارا کیا مطلب ہے کہ انس کو مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"تو کیا تمہیں اپنے میکے والوں سے محبت نہیں ہے.....؟" حنی نے پلٹ کر وار کیا تھا پھر توقف کیے بنا بولی۔ "محبت کرنے والے تو محبوب کی خوشی میں خوش رہتے ہیں صرف اپنے لئے اپنی خوشی کے لئے سوچنا نری خود غرضی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے مجھے ان کی خوشی کا خیال کرنا چاہئے تھا۔ وہ منع کر رہے تھے مجھے وہاں رکنے سے میں نے بھی تو صرف اپنی خوشی کے لئے ہی سوچا تھا نا۔" نگین نے بڑی معصومیت سے سارا الزام اپنے سر لے لیا تو وہ سر تھام کر بیٹھ رہی پھر جلے کٹے انداز میں بولی۔

"بہت اچھا ہوتا ہے پھر تم جیسی بیویوں کے ساتھ جو شوہر کی ہر جائز و ناجائز سہ کر انہیں سر پر چڑھا دیتی ہیں پھر

دوسروں کے آگے روتی پھرتی ہیں۔ ساری عمر ان کی باتیں مان کر بھی ان کی اکڑ اور رعب ہی دیکھنا پڑتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! حنی تم تو لگتا ہے کہ اپنے بھائی کے نہیں کسی غیر کے متعلق گفتگو کر رہی ہو۔ انس ایسے تو نہیں ہیں۔" نگین کو ہنسی نے آ لیا تھا۔

"بھائی! آپ اگر آپی کی باتوں میں آئیں نا تو پھر یقیناً آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" وجدان جو ان کے پیچھے صوفے پر نیم دراز منہ پر کشن رکھے بظاہر سو رہا تھا اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا تو حنی نے مڑ کر اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی لڑکیوں کی باتیں سنتے ہوئے....."

"مجبوری..... ڈیئر آپی اب کانوں کے ڈھکن تو ہوتے نہیں کہ بند کر کے بیٹھ جاتا۔" اس نے اپنی صفائی پیش کی تھی پھر نگین سے کہنے لگا۔ "آپی کی باتیں تو محض تخریب کاری ہیں بھابی۔ اگر انس بھائی آپ سے خفا ہیں تو ان کی غلط فہمی دور کرنے کا بہت مجرب اور آزمودہ نسخہ ہے میرے پاس۔" وہ ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم لوگ بھی نا بس بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہو۔ میرے میاں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو ایشو نہیں بناتے۔"

اب کی بار حنی اور وجدان ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے پھر حنی نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"بھابھی صاحبہ کو ابھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ "حنی" چھوٹی چھوٹی باتوں کو ایشو بنا لیتے ہیں۔"

"دیکھ لیں گے تمہارے انس بھائی کو بھی۔ ڈرنے والے تو ہم بھی نہیں۔" نگین نے تلخی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

مگر رات کھانے سے ذرا پہلے جب وہ لوٹا تو اس نے سب کے چ نگین کو یوں نظر انداز کیا جیسے کہ اسے دیکھا ہی نہ ہو یا وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ حنی کی مسکراتی نظروں سے جز بز ہو کر اس نے معید کے ساتھ گفتگو کرتے انس کو متوجہ کرنا چاہا۔

"انس! آئیں ناں آپ بھی کھانا کھا لیں۔"

"تم جاؤ معید میں تو آج کافی ہیوی لنچ لے چکا ہوں وہ بھی بے وقت۔" اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے وہ معید سے کہہ رہا تھا۔

"تو پھر چائے لاؤں آپ کے لئے؟"

معید کے اٹھتے ہی نگین نے فی الفور ہونٹوں پر دلکش سی مسکراہٹ پھیلائی تھی مگر وہ اس پر نگاہ غلط انداز ڈالے بغیر کوٹ بازو پر ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"نصوئی! کھانے کے بعد ایک کپ چائے میرے کمرے میں دے جانا۔" اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے آواز لگائی تھی۔

"بہت اچھا....." حنی نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے گنگ کھڑی نگین کا ہاتھ کھینچ کر اسے ڈائننگ چیئر پر دھکیل دیا اور دھیمی آواز میں بولی۔

"یہ ہے اصلیت آپ کے لونگ اینڈ کیئرنگ شوہر نامدار کی۔" جبکہ نگین ابھی تک انس کی ناراضگی کا اندازہ سمجھنے کی کوشش میں تھی اسی پریشانی میں اس سے کھانا بھی ٹھیک طریقے سے نہیں کھایا گیا تھا۔

"وہ تو ہیوی لنچ لے کر آئے ہیں تم بھی کم از کم اتنا تو کھاؤ کہ ان کی گرج چمک کا سامنا کر سکو۔" حنی اسے مسلسل چھیڑ رہی تھی اور بظاہر مسکراتی نگین کا اضطراب اندر ہی اندر بڑھتا جا رہا تھا۔

"چھوٹی جلدی سے چائے کا پانی رکھو جا کر۔"

ابھی وہ کھانے کے برتن سمیٹ کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ چچی جان نے حکم صادر فرما دیا۔ ویسے تو وہ شاید ڈھٹائی دکھا ہی دیتی مگر آج کل وہ اسے ذرا سی بھی چھوٹ دینے کو تیار نہیں تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ جادو کے زور سے اسے "ماہر امور خانہ داری" بنا ڈالتیں اور ستم یہ کہ کوئی انہیں منع بھی نہیں کرتا تھا۔

وہ انس کے لئے چائے نکال رہی تھی جب معید اپنا کپ لئے ڈائننگ ٹیبل کے پاس چلا آیا جہاں وہ سب کے لئے چائے بنا رہی تھی جبکہ باقی تمام لوگ اب لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے براجمان تھے۔

"میری چائے میں صرف ایک چمچ چینی شاید میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا۔" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔ نمی تو یوں بھی بھری بیٹھی تھی بظاہر بڑے عام سے انداز میں بولی۔

"میں نے کبھی غیر متعلق باتوں پر توجہ نہیں دی یاد رکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

"او کے مگر دوسرا کپ تو بنا کر دے سکتی ہو نا۔" وہ ٹھنڈا ٹھار تھا۔ نمی تلملا کر رہ گئی۔ اندر کا غبار نکاسی کی راہ ڈھونڈ رہا تھا مگر مقابل کوئی موقع دینے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"میں انس بھائی کو چائے دینے جا رہی ہوں۔" نافرمانی کا ایک طریقہ بروقت سوجھا مگر نگین اسی وقت آ ٹپکی۔

"تم معید بھائی کے لئے چائے بناؤ ان کے لئے میں لے جاتی ہوں۔" نمی نے اسے خفیف سا گھورتے ہوئے کپ تھمایا اور مجبوراً معید کے لئے دوسرے کپ میں چائے نکالنے لگی۔

"چینی صرف ایک چمچ....." وہ یاددہانی کرا رہا تھا۔ وہ خود پر بہت ضبط کرتے ہوئے یونہی پھیکی چائے اس کے سامنے پٹخ کر اٹھ گئی مگر وہ کچھ کہے بغیر خود چائے میں چینی ملانے لگا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔ نمی کے اندر بھونچال سا اٹھ رہا تھا جی چاہ رہا تھا معید حسن کوئی بات کرے کوئی ایک طنز اور جواباً وہ چیخ چلا کر اپنا سارا غبار نکال لے۔ ویسے نہیں تو یونہی سب کو پتہ چل جائے کہ یہ شخص نمی میر کے لئے کس قدر ناپسندیدہ ہے مگر وہ تو جیسے ہفتہ خوش اخلاقی منانے کی قسم کھائے بیٹھا تھا۔ الٹا نمی ہی کو اپنا نشار خون بلند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو انس کپڑے تبدیل کئے بستر پر دراز آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ نگین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ لیجئے جناب گرما گرم چائے۔" سائیڈ ٹیبل پر چائے کا کپ رکھتے ہوئے وہ خوش دلی سے بولی تو وہ فوراً آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ رہی تھی۔

"میں نے تم سے تو نہیں کہا تھا....." بہت بے اعتنائی سے بھرپور لہجہ تھا۔ نگین نے مسکرا کر کہا۔

"ہمارے درمیان موجود رشتہ "کہنے" اور "کہلوانے" کا متقاضی نہیں ہے۔"

پنک کلر کے لباس میں سیاہ بالوں کے بیچ مسکراتا چہرہ لئے وہ انس کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ مگر وہ اتنی جلدی ماننا نہیں چاہ رہا تھا۔ طنز ابولا۔

"اوہو تو آپ بھی یہ بات سمجھتی ہیں؟"

"جی نا صرف سمجھتی ہوں بلکہ آپ کو بھی سمجھانا چاہتی ہوں کہ ہر رشتے کا ایک مقام اور اہمیت ہوتی ہے جس کا خیال رکھنا اور نبھانا بہت ضروری ہوتا ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تو چاروں اور نبھا آئیں رشتے داریاں۔ میاں جائے بھاڑ میں۔" وہ تنک کر کہتا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ نگین بے ساختہ پیچھے کھسکی۔

"یہ تو اب آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔ شادی کے بعد صرف شوہر ہی سے تو رشتہ نہیں رہ جاتا۔ اور بھی آفاقی رشتے ہوتے ہیں جن کے بغیر نہیں رہا جا سکتا....."

"اچھا..... اب میرے کان مت کھاؤ۔ مان لیا کہ میرے بغیر تم بہت اچھے طریقے سے رہ سکتی ہو۔ میں ہی بیوقوف ہوں جو دن رات تمہیں سوچتا رہتا ہوں۔" وہ چڑ کر بولا تو نگین کو اس کی خفگی اور غصے پر ہنسی آنے لگی۔

"آپ تو پرانے عاشقوں سے بھی بازی لے گئے ہیں انس۔ میں دو دن میکے میں رہی تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھے آپ سے محبت نہیں ہے.....؟"

"ہاں....." وہ قطعیت سے کہتا نگین کو حیران و پریشان کر گیا۔ "اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوتی تو تم ایک پل بھی میرے بغیر وہاں نہ رکتیں۔"

"کمال ہے انس اتنی چھوٹی سی بات سے آپ اتنا بڑا نتیجہ نکال رہے ہیں۔" وہ اب الجھنے لگی تھی۔ اگر وہ مذاق بھی کر رہا تھا تو بہت سنجیدگی سے۔

"تمہارے لئے یہ چھوٹی بات ہو گی میرے لئے نہیں ہے۔ جب میں تم سے کہہ رہا تھا کہ تم واپسی پر میرے ساتھ آ گئی تو تم نے میری بات کیوں نہیں مانی.....؟"

چند لمحوں تک وہ خاموشی سے انس کا چہرہ دیکھتی رہی وہ ابھی بھی ناراض تھا۔

"او کے..... آئم سوری۔" وہ بالکل ہار مان گئی تھی۔ اب انس کے پاس بھی مزید ناراض رہنے کا کوئی جواز نہیں رہا تھا تبھی تو وہ پل میں فاصلے سمیٹ گیا۔

"بہت بے وفا ہو تم نمی۔"

وہ اب شکوے شکایتوں پر اتر آیا تھا اور گزرے دنوں اس کی جدائی میں خود پر بیتنے والی کیفیت کی تفصیل بتاتے ہوئے وہ از حد جذباتی ہو رہا تھا۔ اسے بھی ہنسی آ رہی تھی اور کبھی اس کی بے پایاں محبتوں پر تفاخر سا محسوس ہونے لگتا۔

"بس اب تو پروف ہو گیا ہے نمی میں تمہارے بغیر بالکل بھی نہیں رہ سکتا۔" وہ قطعیت سے کہہ رہا تھا۔

"اور میں بھی۔ تبھی تو دوسرے ہی دن وہاں سے بھاگ آئی تھی۔" وہ مدھم سی ہنسی کے ساتھ بولی تو انس کی محبت کو جیسے دوام مل گیا۔

✿✿✿

"نوفل احمد! تم تو بزنس میں ہی غضب کے مصروف تھے اوپر سے یہ ڈالے آفریدی والا..... میرا مطلب ہے کہ ماڈلنگ کا چکر پال کر تو اور بھی عید کا چاند ہو گئے ہو۔"

آج بہت دنوں کے بعد رات کے کھانے پر سب اکٹھے ہوئے تھے۔ ارینہ نے جس انداز میں شکوہ کیا وہ صبا کے دل کو بہت لگا تھا۔

"یہی تو میں بھی اسے کہتی ہوں۔ ان چکروں سے گھر زیادہ ضروری ہے۔ بس اب جس ایڈ کی بات ہو چکی ہے اس کے بعد خبردار جو کبھی اس فیلڈ کے بارے میں سوچا بھی تو۔" صالحہ بیگم کو واقعی نوفل کی از حد مصروف زندگی دیکھ کر غصہ آنے لگا تھا۔ اوپر سے صبا اور اس کے مابین تناؤ کی سی کیفیت اب انہیں بہت اچھی طرح سمجھ میں آنے لگی تھی جس کا ماخذ انہیں نوفل کا ماڈلنگ کا فیصلہ ہی لگا تھا۔

"ابھی فی الحال تو کل ہم لوگ مری جا رہے ہیں ایڈ کی شوٹنگ کے سلسلے میں۔ کم از کم اچھی طرح وش تو کر دیں۔" وہ انہیں بہلانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تھینک یو۔" سالن کا ڈونگا پکڑتے ہوئے اس نے ایک الجھتی نگاہ صبا کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی تھی۔

"بھابی بھی ٹھیک کہتی ہیں۔ شادی شدہ بندے کے لئے گھر والوں کی زیادہ اہمیت ہونی چاہئے۔ تمہیں پہلے ہی کون سا وقت ملتا ہے گھر والوں کے ساتھ مل بیٹھنے کا۔" زرینہ بیگم نے مدبرانہ انداز میں کہا تو اوینہ انہیں خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگی۔

بنے بنائے گیم کو بگاڑنے میں تو ان کا ثانی ہی کوئی نہیں تھا۔

"ساری عمر گھر والوں کے ساتھ ہی تو بیٹھنا ہے۔ آپ لوگوں کو پتہ نہیں کون سے وہم ستا رہے ہیں۔ ایک میری مسز ہیں دیکھیں کتنے آرام سے بیٹھی ہیں نہ فکر نہ وہم۔"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صالحہ بیگم نے خاموشی سے کھانا کھاتی صبا پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"کتنے دنوں کے لئے جا رہے ہو.....؟"

"کم سے کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لئے۔" وہ اب اپنے لئے پلیٹ میں چاول نکال رہا تھا پھر صبا سے مخاطب ہوا۔

"یہ کباب دیں گی پلیز۔"

صبا نے خاموشی سے پلیٹ اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

ان دونوں کی حرکات و سکنات کو گہری نظروں سے دیکھتی صالحہ بیگم کو نوٹ کرتی اوینہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایک تو نوفل اپنی بیوی سے مخاطب ہوتے وقت بھی حفظِ مراتب کا اس قدر خیال رکھتا ہے گویا کسی اور کی بیوی سے مخاطب ہو۔" وہ باآواز بلند بولی تو نوفل محض مسکرا کر رہ گیا۔

"تو ٹھیک ہے نا بھئی بیویوں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ انہیں عزت و احترام نہ دیا جائے۔" صبا نے آرام سے اوینہ کی بات کو آگے بڑھایا تھا۔

"احترام اپنی جگہ مگر وہ جو دوستانہ سی بے تکلفی ہوتی ہے اس کا ایک اپنا ہی حسن ہوتا ہے۔" اوینہ جیسے کسی کرید میں تھی۔

نوفل نے کھانا ختم کر کے پلیٹ پرے کھسکائی اور صبا کو گلاس میں پانی ڈالنے کا اشارہ کرتے ہوئے ذومعنی انداز میں بولا۔

"بھئی اب میں وہ حسن تمہیں دکھانے سے تو رہا۔ بہت کچھ پرسنل بھی ہوتا ہے۔" بات کچھ بھی نہیں تھی اور نہ ہی بامطلب تھی۔ اگر صبا اور نوفل کے تعلق کی تہ کو سامنے رکھا جاتا تو وہ فقط بات "پھینک" رہا تھا۔ مگر یہاں ان نفوس کے درمیان اس معنی خیز جملے کا جو مطلب نکل رہا تھا اسے محسوس کر کے صبا کا دل بھی بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا تھا۔

اس نے جیسے وصل کی کسی حکایت کی جانب اشارہ کیا تھا اور کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی صبا اپنے آپ میں سمٹ سی گئی۔

"صبا بھی جا رہی ہے نا تمہارے ساتھ....." صالحہ بیگم نے پرسکون انداز میں گویا ہلچل سی مچا دی۔ اوینہ کے ساتھ ساتھ صبا نے بھی ایک دم سے نوفل کی طرف دیکھا جو ان کی بات سن کر اب پرسوچ انداز میں گھونٹ گھونٹ پانی حلق میں اتار رہا تھا۔ پھر گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے ان کی طرف دیکھ کر قصداً مسکرایا۔

"پہلے تو میں نے بھی یہی سوچا تھا پھر خیال آیا کہ آپ اکیلی رہ جائیں گی اس لئے میں نے یہ سوچ مسترد کر دی۔"

"اب تم ساری عمر میرے متعلق سوچ کر صبا کی حق تلفی تو نہیں کرتے رہو گے نا۔ خدانخواستہ میں اس بچی کو یہاں اپنی

دیکھ بھال اور خدمت کے لئے تو لے کر نہیں آئی ہوں جو تم اسے یوں میرے ساتھ باندھ رہے ہو۔ میرے پاس زرینہ ہے اوینہ ہے نگین آ جاتی ہے۔ تم اپنا پروگرام تبدیل مت کرو۔ صبا کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ جب سے بیاہ کے آئی ہے کسی ہوا میں سانس تک نہیں لیا اس نے۔ کیا خاک خیال رکھتے ہو تم اس کا۔ یہی اچھی ہے جو اتنے صبر سے برداشت کر رہی ہے کوئی اور ہوتی تو تمہاری ماں کو تمہارے سر پر ڈال میکے جا بیٹھتی۔" انہوں نے بہت اچھی طرح دل کا غبار نکالا تھا۔ نوفل دنگ سا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"امی۔" صبا خود اس صورت حال پر گڑبڑا سی گئی تھی۔ اتنی محنت سے نوفل کا کھیلے جانے والا "ہیپی لائف" ڈرامہ فلاپ ہو رہا تھا۔

"امی..... میں تو محض آپ کے خیال سے....." وہ قدرے سنبھل کر کہنے لگا تھا کہ صالحہ بیگم سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ گئیں۔

"ماں کے ساتھ ساتھ تم پر بیوی کا خیال بھی فرض ہے نوفل۔ اور تم تو اتنے سمجھدار ہو کہ مجھے تمہیں یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں۔"

"آپ بھی کمال کرتی ہیں ممانی جان وہاں جا کر نوفل کو تو اپنی ریکارڈنگ میں مصروف ہو جانا ہے اور صبا بیچاری اکیلی مزید بور ہو گی اتنے سارے اجنبی چہروں میں۔" اوینہ نے سرتاپا صبا کی ہمدردی میں ڈوب کر مسئلے کو ایک نئے زاویے سے ان کے سامنے رکھا تھا۔

"اتنے سارے اجنبی چہروں میں نوفل اس کا اپنا ہے اتنا اور کوئی بھی نہیں ہو گا اس گھر میں بھی تو یہ نوفل ہی کے باعث ہے۔ باقی ہر رشتہ تو اس کے بعد آتا ہے۔" وہ اٹل انداز میں کہتی صبا کا دل بھرا گئیں۔

اس سے ان کی محبت اور مخلصی کو صبا نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

"اوکے..... آپ تو جذباتی ہی ہو گئی ہیں۔ میں نے کب انکار کیا ہے ان کو لے جانے سے۔ کہا نا صرف آپ کے خیال سے کہہ رہا تھا مگر اب آپ خود کہہ رہی ہیں تو میں پھر سے پہلے والا پروگرام ہی رکھ لیتا ہوں۔" اتنی جلدی خود کو کمپوز کر لینا تھا یہ بندہ کہ حد نہیں۔ مسکرا کر نرمی سے بولا تو صالحہ بیگم کا ہاتھ اس کے سر پر ٹھہر گیا۔

"خوش رہو۔"

"میں بھی خوش رہوں گا جب آپ خوش رہیں گی۔" ان کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے وہ بولا تو انہوں نے فی الفور کہا۔

"اور میں بھی خوش رہوں گی جب میری بہو کو تم خوش رکھو گے۔"

وہ اب بھنچ کر خفیف سا مسکرایا تھا پھر ایک نظر صبا پر ڈال کر بولا۔

"لگتا ہے خوب شکایتیں ہوتی ہیں میری۔" اس کے عام سے انداز کے پیچھے سلگتی کیفیت صبا کو بہت اچھی طرح محسوس ہوئی تھی مگر وہ نظر انداز کئے اپنا کھانا ختم کرتی رہی۔

"مجھے تو حسرت ہی رہی کہ کبھی یہ تمہاری شکایت کرے۔ اس کے منہ سے تو کبھی اف تک نہیں نکلی۔" صالحہ بیگم نے صاف گوئی سے کہا تو وہ دوبدو بولا۔

"اس بات کو آپ باز بنو بھی تو لے سکتی ہیں کہ میں نے کبھی انہیں کوئی تکلیف ہونے ہی نہیں دی۔"

"جی امی آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ رہی بات گھومنے پھرنے کی تو میں خود اوائیڈ کرتی ہوں۔ مجھے گھر میں رہنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔" اپنی ازدواجی زندگی کو یوں ڈسکس ہوتے دیکھنا صبا کے لئے ایک تکلیف

وہ مرحلہ تھا۔ اسے ہر پل لگ رہا تھا کہ ابھی نوفل کا ضبط جواب دے گیا تو وہ اسے بے مایہ کرنے میں پل بھی نہیں لگائے گا۔ سونے چاہتے ہوئے بھی اسے بہت اچھی بیویوں کی طرح اپنے شوہر کو ڈیفینڈ کرنا پڑ گیا تھا۔

"تم بس اپنی پیکنگ کرو بھلا اور کون سے دن ہوتے ہیں گھومنے پھرنے کے۔ کل کلاں کو بچے ہو گئے تو فرصت کو ترسو گے۔"

صالحہ بیگم نے ڈپٹ کر کہا تو ان کا اگلا جملہ سن کر صبا کو اپنے بے وقت بولنے پر جی بھر کر افسوس ہوا۔ اپنے چہرے سے نکلتی تمتماہٹ وہ تو کیا یقیناً باقی سب بھی نوٹ کر رہے ہوں گے۔

"میں سوٹ ڈش لاتی ہوں۔" وہ فوراً ہی اٹھ گئی تھی۔ ادینہ بدمزہ سی ہو کر نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بازی الٹ کر صبا کے حق میں چلی گئی تھی اور وہ کچھ نہیں کر پائی تھی۔

"اور جو نوفل کی سوئی محبت جاگ اٹھی تو.....؟" اس کے دل میں ایک نئی بے چینی جاگ اٹھی تھی۔

نوفل کمرے میں داخل ہوا تو وہ وارڈ روب کھولے کھڑی تھی۔ کھٹکے کی آواز پر چونک کر دیکھا تو وہ جوتے اتارتا بستر پر لیٹ رہا تھا۔

"آج کل موسم کیسا ہے مری کا تاکہ اس کے مطابق کپڑے رکھوں۔" جس طرح وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا اس سے صبا کو لگا کہ وہ اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"بہت شوق ہو رہا ہے تفریح کی ڈور پر جانے کا۔" اس کی سرد مہری کے باوجود صبا اس کی چڑ کو محسوس کر گئی تھی۔ بلا ارادہ ہی ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔

"کیا نہیں ہونا چاہئے؟ شادی کے بعد آپ کے ساتھ پہلی مرتبہ کہیں جا رہی ہوں۔" فوراً پوچھا تو اس کے چہرے پر استعجاب اتر آیا۔ صبا کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے ان کے مابین بہت دوستانہ روابط رہے ہوں۔

"یہ زبردستی کا سودا ہے ڈیئر ڈاٹ۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تو لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ سرسری لہجے میں بولی۔

"آپ یہ بات کسے سمجھاتے رہتے ہیں مجھے یا خود کو؟"

نوفل کی نگاہ بہت جانچتی ہوئی اور بارادہ تھی۔ صبا کو لگا شاید وہ بھڑک اٹھے مگر اس کے خیال کے برعکس وہ بڑے معتدل لہجے میں بولا۔

"ان دنوں وہاں موسم کافی ٹھنڈا ہو رہا ہے سردیوں کا اسٹارٹ ہے اس لیے بارشوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی مناسبت سے پیکنگ کر لیں۔"

"آپ کو اگر کوئی خاص کپڑے رکھنے ہوں تو....." وہ پلٹتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"اوپر والے کیبنٹ میں جو دو سوٹ پیک پڑے ہیں وہ یاد سے رکھیے گا۔ بس باقی کوئی سے بھی دو چار۔" ناچار اسے کہنا ہی پڑا تھا۔ وارڈ روب میں سے کپڑے نکالتی صبا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

✿✿✿

"کیا عیش ہیں بھئی۔ صبا بیگم مری کی سیریں کرتی پھر رہی ہیں۔ مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے نوفل بھائی کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت کیسے دی۔" ثمینی کو جب سے اس سلسلے کا پتہ چلا تھا تب سے وہ بے لاگ تبصرے کیے جا رہی تھی۔

"اف..... میں تو سب کو بتاؤں گی کہ اس ایڈ میں میرے بہنوئی کام کر رہے ہیں۔" حمرہ نے جوش سے مٹھیاں بھینچی

تھیں۔ وجدان نے نظر بھر کر اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا تھا پھر آرام سے پوچھنے لگا۔

"تو اس میں تمہارا کیا کمال ہے؟"

"یہ کمال کیا کم ہے کہ میں ان کی سالی ہوں۔" اس نے تفاخر سے پُر انداز میں کہا تو وہ اسے چڑانے والے انداز میں گہری سانس بھر کے بولا۔

"بیچارے نوفل بھائی....."

"یہ کیوں کہا تم نے.....؟" وہ تلملا گئی تھی۔

"بس یونہی....." وجدان جیسے کترایا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کچھ چھپانا چاہ رہا ہو۔

"لو جی..... اب تو ممکن ہی نہیں کہ بات معلوم کیے بغیر حمرہ بی بی کو رات نیند بھی پڑ جائے۔"

وجدان اٹھ کر چل پڑا تو وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"بتاؤ نا وجی....."

"تم بھی تو دیکھو کہ نوفل بھائی کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت دینے کے بعد وہ خود بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے۔" ثمین نے ثمینی کی فکر دور کرنی چاہی تھی۔

"بھئی کچھ بھی ہو میاں خوب صورت ہو تو اسے خود بھی بہت زیادہ نہیں دیکھنا چاہئے۔ کہا اسکرین پر چپکانا۔ یہ تو نرا رسک ہے لڑکیاں تو دل لگا کے ان کا ایڈ دیکھیں گی بلکہ جس پراڈکٹ کا ایڈ ہو گا دیکھنا وہ اس سال ریکارڈ سیل کرے گی۔" وہ بڑے تیقن سے کہہ رہی تھی ثمین ہنسنے لگی۔

اسی وقت چچی جان ثمین کے کمرے میں چلی آئیں۔

"تم یہاں بیٹھی باتیں بگھار رہی ہو اور وہ جو کھیر رکھی تھی چولہے پر اس کا کیا ہوا؟" وہ غصے میں تھیں مٹھی تکیہ پر پے پھینکتی ہڑبڑا کر اٹھی۔

"وہ تو میں دھیمی آنچ پر رکھ آئی تھی گاڑھی ہونے کے لیے۔"

"وہ بن بھی چکی اور آپا نے ڈونگوں میں نکال بھی دی۔" انہوں نے طنز کیا تو وہ سمجھے بغیر تشکرانہ انداز میں بولی۔

"شکر ہے تائی جان نے بچا لیا۔"

"بس یونہی بیٹھے بٹھائے عمر گزار دینا۔" چچی جان جل کر بولی تھیں۔ پھر اسے شرم دلانے والے انداز میں بولیں۔ "یہ ثمین ہی کو دیکھ لو اسے بھی تو کوکنگ نہیں آتی تھی مگر اسے کم از کم شوق تو ہے سیکھنے کا۔ جب سے اس گھر میں آئی ہے اس کے لئے ایک سے ایک ڈش بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔"

"تو اس میں ثمین کا کیا کمال ہوا کمال تو اس بھائی کے معدے کا ہے جو اس کی بنائی ہوئی ڈشز ہضم کر جاتا ہے۔" اس نے شرارت سے کہا تو ثمین ہنسنے لگی۔

"بس اپنی ہی بک بک کرتی رہنا۔ چلو جاؤ سعید کے چند دوست آئے ہیں ان کے لئے چائے بناؤ۔" انہوں نے چڑ کر کہتے ہوئے آرڈر دیا تو اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"لو جی..... اب اس کے دوستوں کے لئے بھی میں ہی چائے بناؤں یہ اچھی بیگار ہے بھئی۔"

"کتنی بار کہا ہے کہ ٹوٹر اخ سے بات مت کیا کرو سعید کے ساتھ۔ اس سے ایک دو ماہ ہی چھوٹا ہے وہ۔ تم سے تو پورے چار سال بڑا ہے۔" چچی جان نے ہمیشہ کی طرح اسے گھر کا تو وہ سرتاپا سلگ اٹھی مگر بظاہر بڑے رسان سے بولی۔

"اچھا تو کتنے دوست آئے ہیں "معید بھائی" کے؟"
نگین کو بڑے زور سے ہنسی آئی تھی۔ خود چچی جان بھی جز بز ہو کر رہ گئیں۔
"بہت بدتمیز ہو گئی ہو تم۔ چلو جلدی سے کچن میں۔"
"یہ اچھی رہی۔ اتنی تمیز سے تو بلا رہی ہوں اب کیا سر تاج کہہ کر....." اس نے تیز لہجے میں کہنا چاہا مگر بیچ جملے ہی میں دانتوں تلے زبان دبالی۔ جملہ ہی کچھ اتنا فضول تھا۔ نگین کے قہقہے پر جل ہو کر وہ منہ پھلائے کمرے سے نکل گئی تھی۔
"پتہ نہیں کب یہ عقل سے کام لینا شروع کرے گی۔" چچی جان سخت ناامید تھیں۔
"آپ بیکار میں فکر کر رہی ہیں۔ تھوڑی سی لاپروا اور غیر ذمہ دار ہے اور کچھ نہیں۔ میں بھی شادی سے پہلے یونہی ہر کام سے بھاگتی تھی۔" نگین نے انہیں تسلی دی مگر انہیں تھی پر کوئی خاص اعتبار نہیں تھا۔
"میں ذرا جا کر دیکھوں پھر سے کہیں ادھر اُدھر نہ بیٹھ جائے۔" وہ چلی گئیں۔
"یہ کس بات پر مسکرایا جا رہا ہے وہ بھی اکیلے اکیلے؟" انس کی آمد بہت اچانک تھی وہ ڈر سی گئی پھر فوراً مسکرا دی۔
"آپ کب آئے.....؟" اس کے ہاتھ سے کوٹ اور بریف کیس تھامتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو وہ اسے گھور کر بولا۔
"کتنی مرتبہ کہا ہے کہ جب میں آفس سے لوٹوں تو ایک اچھا سا استقبال کیا کرو۔"
نگین اس کا کوٹ ہینگر پر لٹکاتے ہوئے ہنس پڑی تھی۔
"ہنستے ہوئے استقبال کو آپ استقبال نہیں مانتے؟"
"لگی تم بھی نا اتنے مہینے میرے ساتھ رہ کر بھی کچھ نہیں سیکھا تم نے۔" وہ قدرے جھنجلایا تو وہ وارڈ روب کا دروازہ بند کرتی ہنستے ہوئے اس کی طرف آئی جو اسی فاصل سی ڈریسنگ میں بیچ بستر کے آڑھا ترچھا ٹانگیں لٹکائے دراز ہو گیا تھا۔
"یہی انس اگلی اوسٹوری آپ کی اور میری ہونی ہے ہیر رانجھا اور لیلیٰ مجنوں وغیرہ کے بعد۔" وہ اس کے قدموں میں بیٹھ کر اس کے جوتوں کے تسمے کھولنے لگی تو اس کا مطلب پا کر وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھا اور ساتھ ہی اس کا بازو تھام کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے جھنجلا کر بولا۔
"کتنی بار کہا ہے کہ میرے شوز کو ہاتھ مت لگایا کرو سخت ان رومینٹک حرکت ہے یہ۔"
"اللہ....." نگین کو بے ساختہ ہنسی آئی۔ "یہ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں میں آپ رومینس ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ میں تو یونہی آپ کی تھکن کے خیال سے....." وہ کہہ رہی تھی جب وہ اس کی بات کاٹ گیا۔
"اسی "خیال" کو رومینس کہتے ہیں میری جان۔ مگر تمہیں اس کا سلیقہ نہیں ہے۔ اگر تم میری تھکن کا خیال کر کے میرے رقیب جوتوں کو ہاتھ لگانے کی بجائے یہی خوب صورت ہاتھ میرے بالوں میں پھیرتیں....."
"جی اور دھیرے سے آپ کی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولتی وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں میں آپ کے منہ سے ہزاروں بار سن چکی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تو وہ بدمزہ ہو کر اسے گھورنے لگا۔
"تم کبھی نہیں سدھر سکتیں نگی....."
"اوہو بگڑے ہوئے تو آپ ہیں نا کہ میں۔ یہ سارا قصور اس کیبل کا ہے۔ عماد بھائی بتا رہے تھے کہ ان سے پہلے

آپ جناب ڈیمی مور پر فریفتہ تھے ان ہی کی مووز دیکھ دیکھ کر آپ نے اپنا دماغ خراب کیا ہوا ہے۔" نگین نے بھی ادھار نہیں رکھا تھا۔
"تو کیا غلط ہے انسان اپنی بیوی سے رومینس نہیں کرے تو اور کس سے کرے؟" اس نے جیسے بحث شروع کی تھی۔
نگین نے ہاتھ جوڑ دیئے۔
"اس موضوع پر تو آپ ایک ہزار ایک دلیل دے سکتے ہیں۔"
"بے وقوف لڑکی اپنے شوہر کو قابو میں رکھنے کا یہ بھی ایک گر ہے۔"
"اوہو آج آتے ہی کیا فضول بحث شروع کر دی آپ نے۔ چلیں جلدی سے کپڑے چینج کریں آج میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کے لئے کھانا بنایا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے موضوع بدلا مگر انس کا موڈ نہیں بدل پائی تھی۔
"کام کی بات تو تمہیں اچھی لگ ہی نہیں سکتی ہے۔"
وہ جلتا بھنتا کپڑے بدلنے واش روم میں چلا گیا تو وہ باہر سے چلائی۔
"کبھی اس بات میں بھی رومینس کو محسوس کر لیا کریں۔ کھانا میں نے خود آپ کی خاطر بنایا ہے اور آپ کے کہنے سے پہلے آپ کے کپڑے واش روم میں لٹکا رکھے ہیں۔"
"یہ کام تو ہر بیوی کرتی ہے۔" وہ اندر سے بولا تو نگین نے تصحیح کی۔
"ہر بیوی نہیں بلکہ ہر اچھی بیوی کرتی ہے۔"
وہ کپڑے تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔
"بیوی اس وقت تک "اچھی بیوی" نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کا شوہر اس کے اچھے ہونے کی سند جاری نہ کر دے۔" وہ جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا مگر نگین نے اس کی بات کا کوئی اثر نہیں لیا۔
"بھئی آپ نہ بھی کہیں خود مجھے پتہ ہے کہ میں کتنی اچھی ہوں اور کتنی بری۔ اب چلیں کھانا کھانے۔"
"بڑی خود ستائش ہو تم نگی۔ اپنی تعریف میرے لئے بھی رہنے دیا کرو۔" وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال سنوارتا طنزاً کہہ رہا تھا۔
"خود ستائش نہیں خود آگاہ۔ یونہی تو آپ میرے پیچھے پاگل نہیں ہو گئے۔" آئینے میں اس کی شبیہ دیکھتے ہوئے نگی نے اس کی دیوانگی پر چوٹ کی تو وہ جیسے تڑپ کر پلٹا تھا اسے مسکراتے دیکھ کر اور بھی دل جلا۔
"تمہارے پیچھے نہیں بلکہ تمہیں سمجھا سمجھا کر پاگل ہو گیا ہوں۔ لڑکیاں تو پتہ نہیں کس کس کے ساتھ افیئر چلا لیتی ہیں۔ اور ایک تم ہو جسے شوہر کے ساتھ افیئر چلانا نہیں آتا۔"
اس کی بات سن کر نگین نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔
"اوہ گاڈ....." وہ یونہی ہنسی کے درمیان اسے مزید تنگ کرنے کی خاطر بولی۔ "یعنی اب میں ایک شادی شدہ بندے کے ساتھ افیئر چلاؤں؟"
"لگی تم....." اس کی بات سمجھتے ہوئے وہ دانت پیستا اس کے پیچھے لپکا تو وہ دروازہ کھول کر تیزی سے باہر بھاگ گئی۔
لاؤنج میں اور ہی منظر سب کا منتظر تھا۔ محترم معید حسن صاحب منی بی بی کے کان صاف کر رہے تھے۔
"تمہیں کہا کس نے تھا وہ نادر و نایاب چائے بنانے کو۔ بلکہ اسے چائے کے علاوہ اور کسی بھی نام سے پکارا جا سکتا ہے۔" وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تمہارے لئے....." وہ بھڑک کر بولنے لگی تھی جب ایک دم سے انس اس کے سامنے آ کر اسے روک گیا۔ وہ اسے دیکھ کر جل سی ہو گئی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا.....؟"

"وہ..... میں تو یونہی....."

"معید بڑا ہے تم سے' تمیز سے بلایا کرو۔ اور اگر یہ ڈانٹ رہا ہے تو کسی وجہ سے نا۔ آگے سے زبان چلانے کا مطلب؟" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

نگین کو سُرخ چہرہ لئے کھڑی تحی پر ترس آنے لگا۔

"تو میں نے کون سا کوکنگ میں جھنڈے گاڑھ رکھے ہیں' سبھی کو غصہ آتا ہے کہ میں کچن کا کام کیوں نہیں کرتی' اس پر ڈانٹ اور اگر کچھ بنا ہی لوں غلطی سے تو وہ اور بھی بڑا جرم۔"

اس کا دل تو پہلے ہی سے بھرا رہا تھا۔

معید کچھ کہے بنا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تحی نے بھی وہاں سے ہٹنا چاہا تھا مگر انس اس کا ہاتھ تھامے کھانے کی میز پر لے آیا۔

"ناراض ہو گئی ہو.....؟"

"اب اتنی ڈانٹ کھا کے انسان کھل کر گلاب ہونے سے تو رہا۔ ظاہر ہے جل کر کباب ہی ہو گا نا۔"

نگین نے کچن کی طرف بڑھتے ہوئے انس کو سنایا تو وہ اسے خفیف سا گھور کر تحی کی طرف متوجہ ہو گیا جو ابھی بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے شوئی۔ پچھلے کئی دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں تمہارا موڈ خراب ہی رہتا ہے۔"

وہ اب بہت نرم لہجے میں دریافت کر رہا تھا۔ تحی کا دل پسیجنے لگا۔ وہ تو کب سے کسی ہمدرد کی تلاش میں تھی جس پر وہ معید حسن کی اصلیت ظاہر کر سکتی۔

"کیا بات ہے..... ہوں؟" وہ منتظر تھا۔

"میں اپنا ماسٹرز کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو.....؟ پہلے بھی تمہیں کسی نے منع نہیں کیا تھا۔"

"مگر اب بات اور ہے۔ میں پڑھائی کے ساتھ کوئی اور چکر پال کر خود کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔" تحی نے گفتگو کو مطلوبہ لائن پر لانے کی کوشش کی مگر انس اتنا زیرک نہیں تھا کہ معید کی طرح محض "سوکھ" کر ہی بات کا اندازہ لگا لیتا۔

"کون سا چکر.....؟" وہ حیران سا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہی..... منگنی وغیرہ۔" وہ دبے لہجے میں بولی تو وہ اپنی حیرت دباتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولا۔

"مگر یہ تو گھر کی بات ہے۔ نہ تو وہ منگنی کے بعد کوئی نیا شخص بن جائے گا اور نہ ہی تم بدل جاؤ گی۔"

"آپ کو پتہ نہیں۔ ابھی منگنی ہوئی نہیں اور سب کو مجھ میں خامیاں دکھائی دینا شروع ہو گئی ہیں۔ میرے اٹھنے بیٹھنے' بولنے چلنے پر تنقید ہونے لگی ہے اس سے زیادہ ڈسٹربنس اور کیا ہو گی؟ ہر ایک کو وہ پرفیکٹ لگتا ہے اور میں خامیوں کا مجموعہ۔ تو پھر اس سارے تماشے کی ضرورت ہی کیا ہے' اس کے لئے اس جیسی "کھل" لڑکی ڈھونڈیں۔" وہ نروٹھے پن سے کہہ رہی تھی۔ انس بے یقینی سے بولا۔

"تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو؟"

قدرے توقف کے بعد وہ یونہی سر جھکائے مدھم لہجے میں بولی۔

"ہم دونوں میں بہت فرق ہے انس بھائی۔ سوچ کا' ذہن کا' خیالات کا۔" اس کی بات نے انس کو اطمینان دلایا کہ مسئلہ زیادہ سیریس نہیں تھا۔ پھر سالن کا ڈونگا لے کر آتی نگین کو دیکھ کر طنز بولا۔

"ہمارے ملک میں ننانوے فیصد شادیاں یونہی بے جوڑ اور بے ڈھنگی ہوتی ہیں۔ ایک مثال تو ہمارے گھر ہی میں موجود ہے۔"

اس کا طنز پا کر نگین بڑے زور و شور سے بولی۔

"وہی تو میں نے امی سے کہا بھی کہ اچھی طرح سوچ لیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اتنی اچھی بہو کے ساتھ بے ڈھنگا داماد فری میں ملے تو کچھ زیادہ برا نہیں ہے۔"

"دیکھا..... بھائی ہے جو بھی خاموشی سے میرا طنز سن لے۔" انس نے تحی سے شکایت کی تو اپنی بات پس پشت رہ جانے پر وہ ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی۔

مگر یہ محض تحی کا خیال ہی تھا کہ انس اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا' کھانے کے بعد نگین کو چائے آرڈر کر کے وہ تحی کے ساتھ لان میں نکل آیا۔

"اب بتاؤ' کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

تحی نے حیران ہو کر انس کی طرف دیکھا جو اس وقت بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"معید کے پروپوزل سے متعلق۔"

اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ بولا تو تحی کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ انس اس کی بات کو اتنی سنجیدگی سے لے گا۔ مگر پھر بھی انتہائی احتیاط سے کی جانے والی بات تھی۔ انس سے لاکھ بے تکلفی رکھنے کے باوجود وہ سیدھے سجاد معید سے شادی سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔

"وہ..... میں نے امی سے کہا تھا کہ ابھی میں اس جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتی مگر وہ میری ایک نہیں سن رہیں۔" اس نے دبے لفظوں میں بات شروع کی تو وہ اس کی بات قطع کر کے سنجیدگی سے بولا۔

"ابھی' نہیں کرنا چاہتیں یا 'معید' سے نہیں کرنا چاہتیں۔"

وہ دھک سے رہ گئی۔ اسے قطعاً امید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی نتیجے پر پہنچ جائے گا۔ مگر معاملہ معید کا ہو اور انس چوک جائے..... یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی خیال کو لے کر تحی مزید محتاط ہو گئی۔ فی الحال سارا ملبہ معید حسن پر گرانا ٹھیک نہیں تھا۔

"میں نے کہا نا۔ ہم دونوں میں بہت فرق ہے۔ وہ ہر لحاظ سے مجھ سے بہتر بلکہ بہترین ہے' سب کی گڈ بک میں شمار ہوتا ہے مگر میری اور اس کی سوچ میں بہت فرق ہے۔"

تحی نے چن کر الفاظ کا استعمال کیا تھا۔ وہ انس کے سامنے معید حسن کی شخصیت کو ناپسندیدہ قرار دینے کی بے وقوفی نہیں کر سکتی تھی کیوں کہ پھر اس کا جواز بھی اسی کو پیش کرنا پڑتا۔

"جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں تحی۔ اور یہ تو ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ وہاں جو ہوتا ہے ہمارے لئے بہتر ہوتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ دنیا میں جتنی بھی شادیاں ہوتی ہیں وہ لڑکے اور لڑکی کی ذہنی مطابقت کے بعد طے کی جاتی ہیں؟ ساتھ رہنے اور بات چیت کرنے سے بہت کچھ بدل جاتا ہے۔" وہ اتنا سنجیدہ بھی کبھار ہی ہوتا تھا۔ کوئی اور مسئلہ ہوتا تو وہ ٹونس ہو بھی جاتی مگر اب فقط ٹینس ہونے لگی۔

"شروع ہی سے اکٹھے رہتے آئے ہیں بات چیت کرتے رہے ہیں تب تو کچھ نہیں بدلا اب کیا خاک بدلے گا۔"
"ہر رشتے کی اپنی ایک ڈیمانڈ ہوتی ہے پاگل۔" وہ اس کے ساتھ ٹہلتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہہ رہا تھا۔
ضحیٰ کو لگا کہ سب گھر والے زبردستی ہی سہی مگر یہ شادی کر کے ہی دم لیں گے اور یہ انس یوں تو بہت لاابالی سا تھا مگر جونہی بات معید پہ آئی موصوف کے پاس ایک سو ایک دلائل آ گئے۔
"آپ یقین کریں انس بھائی وہ بھی مجھے پسند نہیں کرتا۔" وہ اس کے سامنے کرزج آنے والے انداز میں بولی تو وہ رک کر تشبیہی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔
"بی ہیو یو ضوئی۔ کم از کم بات تو اخلاق سے کرو اس کے متعلق۔"
"اف....." ضحیٰ کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔
مگر بہر حال اس وقت گدھے کو باپ کہنے ہی میں عقلمندی تھی۔ بھنچے ہوئے لہجے میں بولی۔
"آپ" ان سے" پوچھ سکتے ہیں۔ وہ صرف تائی جان کی بات رکھ رہے ہیں۔"
"تمہیں کیسے پتہ؟"
"انہوں نے مجھ سے خود کہا ہے۔"
ضحیٰ نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا تو وہ بے یقینی سے اسے گھورنے لگا۔
"معید نے.....؟"
ضحیٰ نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ صاف گوئی سے بولا۔
"مجھے یقین نہیں آ رہا۔ وہ محض امی کی بات رکھنے کے لئے تمہاری زندگی تو برباد نہیں کرے گا۔ اس نے اپنی رضامندی دی تھی اس رشتے پر۔"
"آپ تو اپنے بھائی ہی کی سائیڈ لیں گے۔"
ضحیٰ کو برا لگا تو وہ طنز سے بولا۔
"تمہیں بھی ہم نے گود نہیں لے رکھا۔ تم بھی اتنی ہی سگی ہو۔"
"میں سچ کہہ رہی ہوں۔"
"دیکھو ضوئی۔ وہ اگر تمہیں ڈانٹتا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ تم سے بڑا ہے۔ تمہارا برا بھلا سمجھتا ہے یقین کرو ہماری فیملی کے بہترین لڑکے کو تمہارے لئے چنا گیا ہے۔ ابھی تو تم یوں باتیں بنا رہی ہو بعد میں اسی زبان سے اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکو گی۔" انس ہلکے پھلکے انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ قدرے توقف کے بعد پھر بولا۔
"بس تھوڑا ریزرو رہتا ہے اس لئے موڈی اور مغرور لگتا ہے مگر اس کے قریب رہنے والا بہت جلد اس کے متعلق اپنی رائے بدل لیتا ہے۔ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔"
وہ اس کی ستی ہوئی شکل دیکھنے لگا تو اسے اچانک خیال آیا۔
"یا پھر تم اس کے تھپڑ کو نہیں بھول پا رہیں جو اس نے تمہاری بیماری کے دوران رسید کیا تھا۔"
"آپ پتہ نہیں کیوں میری بات نہیں سمجھ رہے۔" وہ جھنجلا کر رہ گئی۔
"بات میں کچھ دم بھی تو ہو۔"
"اچھا آپ یہ تو مانیں گے ناں کہ وہ کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔" وہ بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی تھی مگر انس نے قطعیت بھرے انداز میں انکار کر دیا۔

"وہ ایسا بندہ ہے ہی نہیں۔"

"یقین کریں انس بھائی اس نے خود میرے سامنے اعتراف کیا تھا کہ وہ ایک ایسی لڑکی کو پسند کرتا ہے جو اسے پسند نہیں کرتی۔ اور ہاں اس کی الماری کے لاکر میں ایک لڑکی کی تصویر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور ڈائری میں شعر بھی لکھے ہوئے تھے۔" ضحیٰ نے اب کے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ وہ بہر طور اس طوق سے رہائی چاہتی تھی جو منگنی کی صورت اس کے گلے میں ڈالا جانے والا تھا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ضوئی..... لڑکی کی تصویر وہ بھی معید کے پاس؟"

انس اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا اور یہ تو ضحیٰ اول روز ہی سے جانتی تھی کہ معید کو رد کرنے کے لئے بہت سی ہمت اور لامحدود دلائل کا ہونا بے حد ضروری تھا ورنہ تو اس گھر میں سبھی اسے فرشتہ مانتے تھے۔

"آپ خود جا کر دیکھ لیں۔" وہ بڑے تحمل سے بولی تھی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا اس بات کا؟"

"آپ کی منگنی کے فنکشن کی تصویریں ڈھونڈتے ہوئے میں نے اس کا لاکر چیک کیا تو وہیں پر وہ تصویر اور ڈائری پڑی ہوئی تھی۔" وہ بولی۔ مگر یہ حقیقت بتانے کی غلطی بالکل نہیں کی کہ وہ تصویر اس نے دیکھی نہیں تھی۔

"اگر وہ کسی کو پسند کرتا ہے تو پھر اسے تمہارا پرپوزل منظور کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ خود کلامی کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ انداز سے حد درجہ بے یقینی عیاں تھی۔

"سارے بدلے ایک ہی بار چکانے کا ارادہ ہوگا موصوف کا۔"

ضحیٰ اب مطمئن تھی مگر انس نے اسے جھاڑ دیا۔

"بکو مت..... وہ ایسا بندہ نہیں ہے۔"

"سوری....." اس نے دانتوں تلے زبان دبالی۔

"تو یہ وجہ تھی اس منگنی سے انکار کی؟"

انس پوچھ رہا تھا۔ اس نے کچھ کہے بغیر مظلومیت سے سر جھکا دیا ورنہ دل تو مارے خوشی کے ڈگمگی رفتار میں دوڑ رہا تھا۔

"او کے..... میں دیکھ لیتا ہوں بلکہ میں معید سے بھی صاف لفظوں میں پوچھوں گا۔ اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوا کہ وہ محض امی کی بات رکھنے کی خاطر اس رشتے پر ہامی بھر رہا ہے تو میں سرے سے بات ختم کرا دوں گا لیکن اگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا یہ سب تمہارا وہم ہوا تو پھر تم انکار کی پوزیشن میں نہیں ہوگی۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ کھل اٹھی۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ معید کے لاکر کی تلاشی کے بعد کسی لڑکی ہی کی تصویر برآمد ہوگی۔

"بالکل پھر تو جو آپ لوگوں کا فیصلہ ہوگا وہی میرا۔" اس نے بڑی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا تھا۔

"او کے..... اب تم جاؤ۔ باقی سارا معاملہ میں دیکھ لوں گا۔"

انس نے اسے فارغ کیا تو وہ بخوشی وہاں سے بھاگی تھی۔

اس کی تیزی پر چائے لے کر آتی ثمین ہول گئی۔

"یا الٰہی..... اس کو کیا ہوا؟"

"شکر ہے کہ آپ کی چائے آج ہی کی تاریخ میں تیار ہوگئی۔" انس نے اسے دیکھتے ہی خوشدلانہ طنز کیا جسے حسب عادت وہ مسکرا کر نظر انداز کر گئی۔

پہلا گھونٹ بھرتے ہی انس نے منہ بنایا تھا۔

"ایمان سے لگی جتنی دیر لگا کر چائے بناتی ہو اتنی ہی بُری بھی بناتی ہو۔"

"کبھی تو تعریف کر دیا کریں۔ دل لگا کے بنائی ہے میں نے۔"

"کبھی دھیان لگا کے بناؤ تو بنے نا تعریف کے قابل۔ چینی اتنی زیادہ ہے کہ اچھے خاصے تندرست بندے کو شوگر ہو جائے۔ ہمیشہ غلط کاموں میں دل لگاتی ہو۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ میرے کام سے خوش نہیں ہوں گے۔ ابھی کھانے پر بھی صرف آپ ہی نے میری تعریف نہیں کی ورنہ سبھی نے میری بنائی ہوئی چکن جلفریزی بہت شوق سے کھائی ہے۔"

نگین نے دُکھے دل کے ساتھ شکوہ کیا تو وہ لگی لپٹی رکھے بغیر بولا۔

"وہ سب رواداری میں کھا رہے تھے ورنہ جتنا نمک میری پلیٹ میں تھا اُف..... لگ رہا تھا نمک کی کان ہمارے گھر ہی میں دریافت ہوگئی ہے۔ پتہ نہیں کس بات کا بدلہ لے رہی ہو مجھ سے۔"

"کوئی نہیں۔ باقی سب کی پلیٹوں میں نمک بالکل ٹھیک تھا۔" وہ کہہ کر خود ہی دانتوں تلے زبان دبا گئی تھی۔ انس نے حیران ہو کر اسے دیکھا تو جلدی سے بولی۔

"میرا مطلب ہے کہ باقی سب بھی تو تعریف کر رہے تھے۔ آپ بھی خاموشی سے کھا لیتے تو میرا دل بڑھ جاتا۔"

"ایک اور بے وقوفی..... دل کا بڑھ جانا بھی ایک بیماری ہے محترمہ یو آر نوٹ فل ان رومینٹک۔" وہ سخت مایوس تھا۔ نگین زچ آ گئی۔

"آپ مجھے بیدل کا روگ لگا کر ہی رہیں گے۔" انس بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

✿✿✿

مری کی بجائے ان کا پڑاؤ ایوبیہ میں پڑا تھا۔

"اسد نے یہاں بہت زبردست لوکیشن دیکھی ہے جو کہ ہمارے ایڈ کے لئے بالکل پرفیکٹ ہے۔" ژالے نے اپنے فوٹو گرافر کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا تھا۔

یونٹ کے لوگ اپنی گاڑی میں تھے جبکہ ژالے اور صبا نوفل کے ساتھ اس کی گاڑی میں تھیں۔

"بھئی ہمارا کیا ہے۔ اب تو تمہارے رحم و کرم پر ہیں جہاں جی چاہے لے جاؤ۔" نوفل نے بڑی خوشدلانہ معنی خیزی سے کہا تو ژالے کا قہقہہ صبا کو سنسنا گیا اور اب یہاں کاٹیج میں پہنچ کر بھی وہ ان دونوں کا انداز بھول نہیں پا رہی تھی۔

پہلے مری کا خوب صورت سفر اور اب خانسپور ایوبیہ کی خوب صورت وادی بارش ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تھمی تھی۔ بادلوں نے سورج کو ڈھانپ کر پوری وادی میں شام کا سا سماں پیدا کر دیا تھا مگر اسے کوئی بھی خوب صورتی نہیں بھا رہی تھی۔

اسے کاٹیج میں چھوڑ کر وہ خود کچھ فاصلے پر موجود ہوٹل چلا گیا جہاں صرف یونٹ کے لوگ ہی نہیں بلکہ ژالے آفریدی بھی رہائش پذیر تھی اور اس کے ساتھ ایک ماڈل گرل رائمہ کمرہ شیئر کر رہی تھی جو کہ نوفل احمد کے ساتھ ایڈ میں کام کرنے والی تھی۔

"پتہ نہیں اس ایک ہفتے میں کیا کیا تماشے دیکھنے پڑیں گے۔" وہ کاٹیج سے باہر برآمدے میں آ گئی جہاں جانی سے

سارا برآمدہ کور کر کے مضبوط جالی دار ہی دروازہ لگایا گیا تھا۔ وہاں بیٹھ کر سامنے سڑک اور پھر سڑک کے بالکل ساتھ ہی وسیع و عریض کھائی کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ ابھی بادل زور سے گرجے تو وہ پوری جان سے لرز اٹھی اور الٹے قدموں دوڑ کر واپس کمرے میں چلی گئی تھی۔ موسم کی شدت سے اسے یوں بھی بہت خوف آتا تھا چہ جائیکہ بادلوں کا گرجنا یا بجلی کا کڑکنا۔ تھی تو خوب انجوائے کرتی تھی مگر صبا کا تو دل ہی بند ہو جاتا تھا۔ وہ کمبل میں گھس کر بارش رُکنے کی دُعائیں مانگا کرتی تھی اور سب اس کی بزدلی پر ہنسا کرتے تھے۔

اور یہاں اسے شدت سے اپنی بے مائیگی کا احساس ہوا تھا۔ اسے انجان جگہ پر تنہا چھوڑ کر وہ خود کتنے مزے سے اپنی ژالے آفریدی کے پاس چلا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اپنی حالت کا احساس کر کے وہ رو پڑتی اسی وقت دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ بُری طرح چونکی تھی۔ جھانک کر دیکھا تو جالی دار دروازے کے پار نوفل کھڑا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہاتھوں میں تھامے شاپر زاسے تھما کر نوفل نے کنڈی لگا کر ساتھ ہی تالا بھی لگا دیا تھا۔ صبا کا دل لرزنے لگا۔

"یہ کیوں لگایا ہے؟"

"ایسی جگہ پر اتنی احتیاط تو واجب ہے نا۔"

"تو جو کنڈی لگے ہونے کے باوجود آ جائے وہ کیا تالے میں نہیں آ سکتا؟" صبا کو اس کی منطق عجیب سی لگی تو کہہ دیا جواباً وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"آپ کھانا نکالیں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

صبا کو سب کچھ بھول بھال کر یک گونہ خوشی کا سا احساس ہوا کہ وہ ژالے کے ساتھ کھانا کھا کر نہیں آیا تھا۔

برتن تو تھے نہیں اس نے یونہی بستر پر اخبار بچھا کر باکس کھول دیے۔ روغنی نان کباب اور بریانی کے علاوہ چٹنی اور سلاد تھا۔ وہ ہاتھ دھو کر بستر پر آ بیٹھا۔ صبا ہاتھ دھو کر آئی تو وہ یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے اس کے سامنے آ بیٹھی۔

"غلطی ہو گئی۔ مجھے ڈسپوزیبل برتن بھی لانے چاہئے تھے۔" وہ اسے مخاطب کئے بغیر بولا تو صبا نے عام سے انداز میں کہا۔

"یوں بھی تو کھایا جا سکتا ہے۔"

"اوکے..... شروع کریں۔" اس نے قدرے توقف کے بعد کہتے ہوئے اسے بھی کھانے کی دعوت دی تو وہ جھجک سی گئی۔ ایک میز پر سب کے بیچ بیٹھ کر کھانا کھا لینا اور بات تھی مگر یہاں اجنبی سے ماحول میں بالکل تنہائی میں نوفل کے ساتھ اکیلے بیٹھ کر کھانا کھانے کا الگ ہی تجربہ تھا۔ وہ اس کی طرف توجہ دیے بغیر بڑی رغبت سے کھانا کھا رہا تھا جیسے وہاں بالکل اکیلا بیٹھا ہو۔

لذیز کھانے کی پُراشتہا مہک معدے پر اثر انداز ہونے لگی تو وہ بھی شرم و جھجک کو بالائے طاق رکھ کر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی۔

"اگر آپ کو چاول کھانے ہوں تو آپ سلاد کے پتے یوز کر سکتی ہیں۔ چمچ تو ہیں نہیں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ اور اس نے بریانی کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھایا تھا شاید اسی کے لئے لایا تھا۔ صبا کے دل میں خوش گمانی کی ہلکی سی رمق جاگی تھی۔

اس نے سلاد کا پتا آدھا کر کے اس کے ساتھ چاولوں کا نوالہ بنا کر منہ میں رکھ لیا جیسے کہ روٹی کے نوالے کسی بھی اسٹیک سالن کے ساتھ بنائے جاتے ہیں۔ تو بغیر چمچ کے بھی بریانی کھانا ایک آسان عمل بن گیا تھوڑی دیر کے بعد نوفل

نے بھی بریانی کے چند ایک نوالے لیے ہی لئے تھے۔

کھانے سے فراغت پا کر سب کچھ سمیٹنے کے بعد وہ یونہی آ کر کمرے میں موجود واحد کرسی میں آ دھنسی۔ نوفل بستر پر کہنی کے بل نیم دراز کسی میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ یونہی صفحات پر نگاہ دوڑاتے ہوئے پرسکون انداز میں بولا۔

"دیکھ لیا آپ نے یہاں آ کے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ میں آپ کو ہر جگہ تو ساتھ لے کر نہیں پھر سکتا۔"

وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی تھی۔ پھر یاد دہانی کرانے والے انداز میں بولی۔

"یہ میری نہیں بلکہ امی جی کی خواہش تھی کہ میں آپ کے ساتھ آؤں۔"

"انکار کے سو طریقے ہوتے ہیں۔ اگر کرنا ہو تو....." بہت جتلاتا ہوا انداز تھا جس نے صبا جیسے ٹھنڈے مزاج کی لڑکی کو بھی سرتاپا سلگا دیا۔

"تو آپ ہی انکار کر دیتے۔ میں خواہ مخواہ کیوں خود کو سب کی نظروں میں بُرا بناؤں۔"

"میں نے تو کہا تھا اور سب کے بیچ کہا تھا۔ باقی سب تو آپ کے جواب پر منحصر تھا۔" وہ اس کے سُرخ ہوتے چہرے کو نظر کی گرفت میں لئے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ وہ چیخ گئی۔

"تو مت لاتے مجھے آپ کی مرضی تھی بھی مجھے ساتھ لائے ہیں ورنہ....." وہ ایک دم سے چپ ہو گئی۔ مارے غصے کے منہ سے اتنی ہی بات نکلی چلی جا رہی تھی۔

"چہ..... خوب۔" وہ یکلخت ہی مسکراتا ہوا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ "بہت اچھے یعنی میری مرضی تھی آپ کو اپنے ساتھ ایوبیہ کی اس خوب صورت وادی میں لانے کی۔ یہاں کے چپے چپے پر اپنی حسین یادیں ثبت کرنے کے لئے۔ رومینٹک موسم انجوائے کرنے کے لئے۔ انٹرسٹنگ!" وہ جیسے اس کی بات سے بہت لطف اٹھا رہا تھا۔ وہ جل سی ہو کر غصے سے بولی۔

"میں نے کبھی ایسی فضول سوچیں نہیں پالیں۔ آپ جس کے ساتھ آئے ہیں اسی کے ساتھ اپنا وقت یادگار بنائیں۔ میں نے صرف امی کی خواہش کا مان رکھا ہے ورنہ آپ اپنی پسندیدہ دوستی کے ساتھ ہی آتے۔"

وہ اس کی بات کا کچھ بھی جواب دیے بغیر یونہی مسکراتا ہوا کپڑے تبدیل کرنے کے لئے اٹھ گیا تو وہ وہیں بیٹھ کر بادلوں کی ہلکی ہلکی گرج پر غور کرنے لگی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے آیا تو وہ یونہی کرسی میں دھنسی گود میں دھرے ہاتھوں پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

پہلی نظر میں نوفل کو لگا شاید وہ رو رہی ہے مگر ذرا سا غور کرنے پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ زیر لب کچھ پڑھ رہی تھی۔

لاپروائی سے شانے جھٹک کر وہ کمرے کی واحد کھڑکی کے پٹ کھولنے لگا جس میں جالی کے ساتھ گرل بھی لگی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پل بھر میں کمرے کی تپش سمیٹ کر لے گئے۔ آسمان کو سیاہ بادلوں نے پوری طرح ڈھانپ لیا تھا۔ بادلوں کے گرجنے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں آسمان پر بجلی بھی چمکتی دکھائی دے رہی تھی۔ گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے موسم کی دلفریبی کو جیسے خود میں سمونا چاہا تھا پھر پلٹ کر بستر کی طرف آ گیا۔

"اگر آپ کو مراقبے سے فرصت مل گئی ہو تو بستر پر آ جائیں۔ میں لائٹ آف کرنا چاہتا ہوں۔ صبح مجھے یونٹ کے ساتھ لوکیشن دیکھنے بھی جانا ہے۔" کلائی سے گھڑی اتار کر تکیے کے نیچے رکھتا ہوا وہ جتلا کہہ رہا تھا۔ صبا کو مجبوراً اٹھنا ہی پڑا۔

"ہم لائٹ آن بھی تو رکھ سکتے ہیں۔" کچھ دیر پہلے کی سی تندی و تیزی کی بجائے اس کے لب و لہجے میں مصالحانہ پن تھا۔ نوفل کی اس کی طرف اٹھنے والی نظر بے ساختہ تھی۔

"کیوں..... ایسی کیا بے اختیاری ہوگئی ہے آپ کو؟" اس کا انداز سو فیصد تمسخرانہ تھا مگر وہ بہت ضبط سے بولی۔
"نئی جگہ ہے اور پھر بادل بھی گرج رہے ہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"
"بہت نئی اطلاع ہے کہ آپ بھی کسی سے ڈرتی ہیں۔" چڑ کر کہتے ہوئے وہ بستر پر دراز ہو گیا تھا۔
"کھڑکی تو بند کر دیں۔" صبا کو اعتراض ہوا تھا "کیا خبر پہاڑی موسم میں بجلی اسی راستے کمرے میں آ گرتی۔ خوف کوئی ایک روپ تھوڑی ہوتا ہے۔ طرح طرح کے وہم چھلاوا بن کر ڈراتے رہتے ہیں۔
"یہاں ایسا کیا ہو رہا ہے جو کھڑکی بند رکھنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔" وہ تلخی سے بولا تھا۔
صبا نے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر کھڑکی کے پٹ بھیڑ دیئے تھے۔ نوفل نے بیزار ہو کر تکیہ منہ پر رکھا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔
نئی جگہ کی اجنبیت اور تنہائی کا احساس تو تھا ہی اس پر موسم کی شدت کا خوف سونے پر سہاگہ ہو گیا تھا۔ نوفل تو کب کا سو بھی چکا تھا مگر صبا کو بہت مشکل سے نیند آئی۔
رات کا جانے کون سا پہر تھا جب بجلی کی زوردار کڑک سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ یقیناً موسم کی خرابی کے باعث بجلی جا چکی تھی۔ خوف سے اس کا دم گھٹنے لگا۔ اسی وقت بادل زور سے گرجے تو سرکش ہوا ایک دھماکے سے کھڑکی کے پٹ کھولتی پورے کمرے میں چکرانے لگی۔ ساتھ ہی آسمانی بجلی کی کڑک اور چمک نے لمحہ بھر کو پورا کمرہ روشن کر دیا۔ اپنے حلق سے نکلتی بے اختیارانہ چیخ کو وہ کسی طور بھی روک نہیں پائی تھی۔
نوفل ہڑبڑا کر جاگ اٹھا تھا مگر غنودہ ذہن اور گھپ اندھیرے کی وجہ سے کچھ اندازہ نہیں لگا پایا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ مگر اب کی بار بادل زور سے گڑگڑائے تو وہ اس کے بہت پاس چلی آئی۔
"مم..... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بے حد خوفزدہ تھی۔ اس کا لرزتا کپکپاتا لمس نوفل کو حواس کی دنیا میں لانے کا باعث بنا تھا۔ بادل کے گرجتے ہی اس کے وجود کو جھٹکا سا لگا تو بے ارادہ و بے اختیاری نوفل نے اس کے گرد بازو پھیلا کر جیسے اسے تسلی دی۔
"لائٹ آن کر دیں ناں پلیز۔" وہ گھبرا کر رو دی تھی۔
پہاڑی علاقے کی یہ رات واقعی بہت طوفانی اور بھیانک تھی۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ چھت کی کڑیاں بھی محسوس ہو رہی تھیں اور آسمانی بجلی خوف ناک کڑک کے ساتھ لپک کر جیسے کھڑکی کے راستے کمرے میں گھسی چلی آ رہی تھی۔
خود نوفل نے بھی ایسا شدید موسم پہلی بار دیکھا تھا۔ مگر فی الحال موسم کی شدت، بادلوں کی گرج یا بجلی کی چمک کچھ بھی اس کے خیال میں نہیں تھی۔ اس کی دھڑکنیں اس پل کسی اور کی دھڑکنوں کی ہم آہنگ تھیں اور خیالات کا تانا کسی کی بے ترتیب سانسوں سے الجھ رہا تھا۔ اسی ہر پل ٹھکرانے والی، اسے مجبوری اور جبر کا نام دینے والی اس وقت اس کے بے حد نزدیک بے دست و پا مدد کی طالب تھی۔
انہی قربتوں کے کبھی نوفل احمد نے سپنے دیکھے تھے۔
مگر نہیں.....
نوفل کا دل پل بھر میں اوب گیا تھا۔
یہ وہ قرب تو نہیں تھا جو مشام جاں کو معطر کر کے صدیوں کی تشنگی کو مٹا دیتا۔ یہ وہ قربت تو نہیں تھی جو من و تو کا فرق مٹا کر محبوب اور محب کو ہمیشہ کے لئے ایک اٹوٹ بندھن میں باندھ دیتی ہے۔ اس سپردگی میں وہ محبت نہیں تھی وہ

[illegible] نہیں تھی جو دلوں کو ایک ہی تال پر مجبور رقص کر دیتی ہے۔
یہ قربت فقط ایک مجبوری تھی اور اس سپردگی میں فقط خوف پنہاں تھا۔
اس کا بڑھا ہوا بازو سست گیا تھا۔
پل بھر میں تمام جذبات بھاپ بن کر اڑ گئے۔
اسے پیچھے ہٹا کر وہ اٹھا اور جا کر کھڑکی کے دونوں پٹ بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ کڑکتی بجلی کی چمک کی ترسیل کا راستہ بند ہوا تو کمرہ مکمل تاریکی میں ڈوب گیا۔ نوفل نے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ہاتھ مار کر لائٹر برآمد کیا اور جلا دیا۔ وہ اب گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھی تھی۔
"اب اگر ساری رات موسم بگڑا رہا تو کیا آپ یونہی تماشا لگائے رکھیں گی؟" اس کے لب و لہجے کی تلخی بے وجہ نہیں تھی۔ رات کے اس پل صبا کی ذرا سی "بے احتیاطی" اس کی تمام تر حسیات کو جھنجوڑ کر رکھ گئی تھی۔
"مجھے بہت ڈر لگتا ہے اس موسم سے۔" اس نے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہا تھا۔ لائٹر کی پراسراری روشنی میں وہ زیادہ دیر تک اس کی آنسو بھری آنکھیں نہیں دیکھ پایا تھا کہ لائٹر بجھ گیا۔
"روشنی کریں پلیز۔" وہ مضطرب ہوا تھی۔ نوفل جھنجلایا تھا۔
"اتنی نازک تو نہیں ہیں آپ۔" وہ لائٹر جلا کر اٹھا اور سامنے موجود پرانی طرز کے آتش دان کی طرف گیا وہیں صبح اس نے ادھ جلی موم بتی پڑی دیکھی تھی۔ وہ جلا کر لائٹر بجھا دیا۔
"ڈر بھی انسانوں ہی کو لگا کرتا ہے۔" وہ اب قدرے سنبھل کر جیسے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔
"اچھا..... بہت نئی خبر ہے میرے لئے۔" نوفل کا انداز تمسخر لئے ہوئے تھا جو کم از کم صبا کو تو بہت چبھا تھا۔
"ہر کوئی آپ کی طرح نڈر نہیں ہوتا۔"
"بے خوفی ان میں ہوتی ہے جن کے اندر ڈر چھپے ہوئے نہ ہوں۔ خود کو چھپانے کی کوشش میں ہلکان ہونے والا [illegible] کے ہلنے سے بھی خوف زدہ ہو جاتا ہے۔"
سائیڈ ٹیبل کی دراز سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے وہ بہت پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا پھر تکیے سے ٹیک لگا کر نیم دراز کیفیت میں بیٹھ کر سگریٹ نکال کر لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے آگ دکھانے لگا۔
وہ بوا اس کے لفظوں کے معنی و مطلب سمجھنے کی کوشش میں غلطاں تھی، بے ارادہ ہی اسے دیکھنے لگی۔ وہ بڑے آرام سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا جیسے اب کافی دیر تک جاگنے کا ارادہ ہو۔ پہلی بار صبا کو اس کے سگریٹ پینے پر غصہ نہیں آیا تھا۔
"اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں آپ سے ڈرتی ہوں تو آپ سراسر غلط سوچتے ہیں۔" کافی دیر کے بعد اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ سگریٹ کی راکھ فرش پر جھاڑتا اسے دیکھنے لگا۔
موم بتی کی کم زور سی زرد روشنی میں وہ اسے پہلے سے بے خوف لگی تھی۔ ابھی چند لمحے پہلے والی ڈرپوک سی صبا اسے [illegible] لگی۔
"میں نے آپ کو کبھی نہیں ڈرایا اور نہ ہی میں عورتوں پر خواہ مخواہ کا رعب رکھنے کا شوقین ہوں۔ آپ سے بھی میں [illegible] روز ہی کہہ دیا تھا کہ آپ بلا خوف و خطر جو چاہیں فیصلہ کر سکتی ہیں۔" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔ صبا کا دل ڈوب کر [illegible] تھی۔ سانی سے وہ اتنی بڑی بات کہہ جاتا تھا جسے سوچنے میں صبا کو شاید زمانے لگ جاتے۔
"مجھے لمحوں کو مان دینا آتا ہے نوفل۔ میں نے اس گھر میں پرورش پائی ہے جہاں کا ہر مکین ایک دوسرے کے اندر

بستا ہے۔ محبت ہمیشہ سے میرا دین میرا ایمان رہی ہے۔ میں کسی بھی تعلق کو بے ایمانی سے پروان چڑھاتے پر یقین نہیں رکھتی تھی مگر بہت ساری محبتوں کو کراکس سے بچانے کی خاطر مجھے یہ ذلت بھی گوارہ ہے۔ مجھے آپ کی چاہت یہاں لائی تھی خواہ مقصد کچھ بھی رہا ہو مگر اب میں یہاں اپنی مرضی سے رہ رہی ہوں کیوں کہ میں اپنے بھائی کا گھر برباد نہیں کر سکتی اور نہ ہی نگین نے میرا کچھ بگاڑا ہے۔ ہاں مگر آپ کی طرف میرے بہت سے قرض نکلتے ہیں۔"

"ہنہ۔۔۔ چاہت۔۔۔" وہ دفعتاً طنز سے ہنس دیا تھا پھر جھک کر سرخی مائل فرش پر سگریٹ مسل کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"بھول ہے آپ کی محترمہ۔۔۔ مجھے کبھی بھی کسی بھی دور میں آپ کی چاہت نہیں رہی ہے اور خواہ مخواہ کے مفروضوں کو سوچ کر اپنا دماغ مت تھکائیں۔ میں سونا چاہتا ہوں اگر آپ کو نیند نہیں آ رہی تو بخوشی باہر جا کر موسم انجوائے کر سکتی ہیں۔" وہ بے رخی سے کہہ رہا تھا پھر وہ اپنی جگہ پر لیٹ گیا اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا مگر وہ کسی اور ہی دھیان میں تھی۔

"یہ مفروضے نہیں ہیں۔ ہاں مگر یہ سچ ہے کہ فطری طور پر میں نے بھی اس پروپوزل کے بعد آپ کے بارے میں سوچا تھا تب مجھے لگا کہ آپ کی آنکھیں سچ کہتی ہیں۔ وہ ایک سچے آدمی کی آنکھیں تھیں اب تو آپ کی آنکھیں بھی آپ کے لفظوں کا ساتھ نہیں دیتی ہیں۔"

کسی دھیان میں ڈوبی آواز نوفل احمد کو ساکت کر گئی تھی۔ کتنی ہی دیر اس کی سوچوں کے تانے بانے اسی آواز کے معنی و مطلب میں الجھے رہے تھے پھر اس نے دھیرے سے بازو ہٹا کر دیکھا تو وہ چادر اوڑھے دوسری جانب کروٹ لے لیٹ چکی تھی۔

کاش کہ صبا میر تم بھی اتنی ہی سچی اور خالص ہوتیں تو میں اپنی نظر انتخاب پر ذرا بھی نہ پچھتاتا۔ تم اپنے پورے کھرے پن کے ساتھ مجھے ملتیں تو میں آج اپنے پیار کی برکھا میں تمہیں یوں شرابور کرتا کہ اس موسم کا ڈر تمہارے قریب بھی نہ پھٹکتا۔ اس کمرے میں اجنبیت کی بجائے محبت بھری سرگوشیاں رقص کرتیں۔ میری محبت تمہیں ایسا زوپ سروپ عطا کرتی کہ تم اپنے ہونے پر نازاں ہوتیں۔

مگر کاش کہ۔۔۔۔

اس کے دل میں پھر سے سگریٹ کی طلب جاگی تو وہ لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ لئے اٹھ کر باہر برآمدے میں چلا آیا جہاں جاتے جاتے موسم اپنی تمام تر شدت کے ساتھ پھنکار رہا تھا۔

بادلوں کی گرج بجلی کی چمک اور گہرائی کی طرف بہتا پانی۔۔۔۔

وہ سگریٹ سلگا کر جالی کے قریب آن کھڑا ہوا۔

کچھ ایسا ہی شور اور شدت وہ اپنے اندر بھی محسوس کر رہا تھا۔

✿✿✿

میں اکثر بیٹھی سوچتی ہوں
میری قسمت کا جو تارہ ہے
جانے کیسا ہے اور کہاں ہے
جو میرے خوابوں میں آتا ہے
مجھے سوچتا تو ہوگا
میں ہر چہرے میں اسے ڈھونڈتی ہوں

وہ بھی
مجھے کھوجتا تو ہوگا
مجھے پانے کی طلب بڑھتی ہوگی
ویسی ہی آگ میں جلتا ہوگا
بے چین دل حد سے سوا ہوتی ہوگی
محفلوں سے دور بھاگتا ہوگا
بے چینی سے سگریٹ سلگا کر
رات جاگتا ہوگا
وہ مجھے پکارنے کی خاطر
چپکے سے کوئی نام لیتا ہوگا
میں اکثر بیٹھی سوچتی ہوں

"واہ۔۔۔ واہ کیا بات ہے۔" وہ ڈائری تھامے باقاعدہ سر دھن رہا تھا۔ واش روم سے نکلتی حمرہ جیل کی طرح اس پر جھپٹی تھی۔

"کس قدر بے ہودہ ہو تم وجدان شرم نہیں آتی کسی کی پرسنل ڈائری پڑھتے ہوئے۔"

"اے۔ ذرا دھیان سے بڑا ہوں میں تم سے۔" اس نے ہاتھ اوپر کر کے ڈائری اس کی پہنچ سے دور کر کے تنبیہی انداز میں کہا تھا۔ اب اس "چھوٹے" کے آگے گڑگڑا کر حمرہ کیا چلتی تھی رہ باکسی ہونے لگی۔

"کبھی حرکتیں بھی بڑوں جیسی کر لیا کرو کسی کی پرسنل ڈائری پڑھنا بہت گھٹیا حرکت ہے۔"

"مائنڈ یو ڈیئر کزن۔ انسان کو اپنے پرسنلز کو "پرسنل" ہی رکھنا چاہئے۔ اب میں تمہارے کمرے میں آیا تو سامنے میز پر یہ ڈائری کھلی پڑی دعوت عام دے رہی تھی۔" وہ مزے سے کہہ رہا تھا۔ حمرہ نے دانت پیسے۔

"پھر بھی کسی کی چیز کو بنا اجازت ہاتھ لگاتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔"

"لو جی شرم کاہے کی؟ بلکہ سارا قصور ہی تمہارا ہے۔ تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ کھلی ڈائری سامنے رکھ کر دوسروں کا خاص طور پر مجھ جیسے شریف نوجوان کا ایمان آزماؤ؟"

"تم جس قدر شریف ہو یہ میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔" حمرہ نے طنز سے کہتے ہوئے ڈائری لینے کی خاطر ہاتھ بڑھایا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹتا ہوا اطمینان بھری شرارت سے بولا۔

"اب اس قدر سر نفسی سے تو کام مت لو ابھی میں جا کر سب گھر والوں کو تمہاری یہ "آزاد خیال" نظم سناؤں گا تاکہ ان سب کو بھی پتہ چلے کہ کیسی پائے کی شاعرہ اس گھر میں سکونت پذیر گمنامی کی زندگی گزار رہی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ اور تو اور میرے بابا جی کے موکل بھی معاملے کی تہ تک نہیں پہنچ پائے۔"

اس کا ارادہ جان کر حمرہ چیخ ہی تو اٹھی۔

"سر توڑ دوں گی تمہارا۔"

"اوہو۔ ناراض مت ہو یار تمہارے فائدے کے لئے ہی تو کہہ رہا ہوں۔ اس سے گھر والوں کو تمہارا آئیڈیل ڈھونڈنے میں آسانی رہے گی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر تک تایا جان تمہیں رخصت بھی کر دیں گے۔" وہ بظاہر بہت دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا مگر حمرہ جانتی تھی کہ ذرا سی نرمی دکھانے پر وہ ایسا کر بھی سکتا تھا۔

"بکواس مت کرو وجی۔ ڈائری دو مجھے۔" وہ غصے سے بولی تو اب کی بار اس نے شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈائری واپس کر دی۔

"باقی دادے نیا اتنی پھٹیچری شاعری کس بدنصیب کے لئے کی ہے تم نے؟" وہ بڑے دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ حمرہ کا جی چاہا ڈائری اس کے سر پر دے مارے۔

"کسی کے لئے بھی ہو مگر تمہارے لئے ہرگز نہیں تھی۔" بے رخی سے کہا۔

"تھینک گاڈ....." وہ فوراً ہی مشکور ہوا تھا۔ "میں کہاں تمہاری نظم کے ہیرو کی طرح سگریٹ پی پی کر کلیجہ سیاہ کرتا رہتا یا گلی گلی پاگلوں کی طرح تمہارا نام پکارتا۔"

"وجدان اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"چلا جاتا ہوں یار۔ میں تو تمہارے پاس ایک "چھوٹے سے" کام کے لئے آیا ہوں۔ وہ تو راستے میں تمہاری ڈائری نے ایمان خراب کر دیا۔" وہ مسکین انداز میں کہتا ابھی بھی اس کی ڈائری کو دیکھ رہا تھا جسے وہ اپنی کتابوں کے نیچے رکھ چکی تھی۔ اس کی نظر کا محور جانتے ہوئے وہ غیر محسوس کن طریقے سے کتابوں کی طرف پشت کئے اس کے آگے دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔

"تو تم اپنا یہ "چھوٹا سا" کام اپنی جھنڈے والی سرکار کے مونگوں سے کیوں نہیں کروا لیتے جو انہوں نے تمہیں خدمت گار کے طور پر دے رکھے ہیں۔" حمرہ نے بھی اس کی طرح "چھوٹا سا" کو خاصا لمبا کر کے ادا کیا تھا۔

"لو بھلا ان سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرواتا کیا میں اچھا لگوں گا؟ ان کے لئے تو میں نے بہت شان دار کام سوچا ہوا ہے۔"

حمرہ کا دل ہول گیا۔

"ضرور میرا ہی کچھ برا سوچا ہو گا تم نے۔"

"تمہارا نہیں اپنا سوچا ہے اور بہت خوب صورت سوچا ہے۔" وہ اپنی شرارت سے چمکتی ذہین نگاہیں اس پر جمائے دفعتاً مسکرایا تو وہ اکتا کر بولی۔

"اب یہ خیالی پلاؤ پکانا بند کرو اور نکلو یہاں سے۔ پہلے کالج میں دماغ کھپا کے آئی ہوں گھر آتے ہی تم وارد ہو گئے ہو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"یہ تو اب تم بہت زیادتی کر رہی ہو۔ آج آپی ہڑتال پر ہے بھابھی میکے جا چکی ہیں میں تو تمہارے پاس فقط پانچ کپ چائے کی فرمائش لے کر آیا تھا۔"

"ہاں ہاں اور تم نے سوچا ہو گا کہ حمرہ تو ضرور ہی تمہارے فضول قسم کے دوستوں کے لئے چائے بنا دے گی جو شاید ویسے تو میں بنا ہی دیتی مگر میری پرسنل ڈائری کو چھیڑ کر تم نے جو صریحاً گناہ کیا ہے اس کی سزا کے طور پر ان سب کو اپنے اپنے گھر جا کر چائے پینا پڑے گی۔"

"سزا تو تمہارے ہاتھ کی بنی چائے پی کر بھی انہیں مل سکتی ہے ـــــ میرا مطلب ہے کہ میں نے کوئی گناہ تھوڑی کیا ہے۔ غلطی کہہ لو جس پر میں سوری کر سکتا ہوں اگر تم کہو تو۔"

"وجی پلیز گیٹ آؤٹ۔"

حمرہ نے کمال بے مروتی کا مظاہرہ کیا تو اس کے تاثرات فوراً ہی بدل گئے۔

"او کے۔ تو میں ابھی جا کے سب کو تمہاری نظم سناتا ہوں۔ وہ کیا لکھا ہوا تھا۔

محفلوں سے دور سگریٹ سلگا کر
آگ کے شعلوں میں لپٹا
الوؤں کی طرح جاگتا پاگلوں کی طرح پکارتا
پھر دیکھنا دسمبر کے پہلے ہفتے میں ہی تمہاری رخصتی عمل میں آ چکی ہو گی۔" وہ دھمکانے والے انداز میں اس کی نظم کی "آزادی" میں مزید اضافہ کرتا آئندہ صورت حال کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔

"خبردار جو یہ ساری بکواس کسی کے سامنے کی ہو تو۔"

"نہیں کروں گا۔ اگر تم میرے دوستوں کے لئے چائے بنا دو گی تو۔" اس نے بڑی بے نیازی سے مشروط حل پیش کیا تھا۔

"اور بعد میں بھی کبھی کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ یہ میری شاعری ہے۔ اور نہ ہی میرا مذاق اڑاؤ گے۔" وہ وعدے لے رہی تھی۔ وجدان اسے یقین دلانے والے انداز میں بولا۔

"بالکل بھی نہیں بلکہ میں تو کسی کو شک بھی نہیں ہونے دوں گا کہ ایک عظیم شاعرہ اپنی عاجزی کے باعث کیسی گمنامی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔"

"اور اگر تم اپنے کہے سے مکر گئے تو میں ساری زندگی تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی۔" وہ نروٹھے پن سے بولی تو وجدان نے بمشکل ہونٹ بھینچ کر مسکراہٹ روکی پھر اپنے جملوں پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"اسٹامپ لکھوا لو۔ میں زندگی بھر تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"خیر اتنے فرمانبردار تو تم کبھی بھی نہیں رہے ہو۔" حمرہ ابھی بھی مشکوک ہی تھی۔

"اگر تمہاری قسم کھاؤں گا تو پھر سے تمہیں کوئی وہم لگ جائے گا۔ اب تم چل کر چائے بنا دو وہ خبیث میری جان کو رو رہے ہوں گے۔ یونیورسٹی سے سیدھے یہیں آ رہے ہیں ہم سب۔ اگر چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو بھی ہو جائے تو برا نہیں مانیں گے۔ عاصم اور روحیل کو بھوک بھی لگ رہی ہے۔" وہ مزید پھیلا تو دروازے سے باہر نکلتی حمرہ ٹھٹک گئی۔

"میں صرف چائے بناؤں گی۔" اسے باور کرایا تو وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔

"چ..... چلو اب اتنے بڑے راز کو چھپانے کی اتنی کم قیمت....."

"بہت گھٹیا ہو تم۔"

اس کا مطلب پا کر سلگ کر کہتی وہ باہر نکل گئی۔ وہ ہنستا ہوا اس کے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

✿✿✿

وہ شاور لینے کے بعد تولیے سے بال رگڑتا اپنی دھن میں باہر نکلا تو اپنے بستر پر نیم دراز انس کو دیکھ کر ٹھٹک سا گیا۔ پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوتے ہوئے اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"کیا بات ہے کہیں بھابھی سے جھگڑا تو نہیں کر بیٹھے۔ آفس کے بعد سیدھے میرے کمرے میں دکھائی دے رہے ہو۔" اس کا اشارہ انس کی فارمل ڈریسنگ کی جانب تھا۔

"رانگ..... میری سزا اپنے میکے میں ہے اس لئے اس سے جھگڑے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ تم سے جھگڑا شاید ہو ہی جائے۔" وہ کہتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا۔

سفید ٹی شرٹ پہنتا اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھا۔

"ایسی کیا خطا ہوگئی مجھ سے؟"

"تم مجھ سے اپنی باتیں چھپانے لگے ہو۔" انس سنجیدہ تھا۔

"یہ کیا ڈائیلاگ بازی ہے یار۔ کھل کر بات کرو میں بھلا کیا چھپاؤں گا تم سے؟" وہ مسکرا رہا تھا۔ انس نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو میں یہ سمجھوں کہ جو منی کہہ رہی ہے وہ جھوٹ ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا مگر انس خاموش ہی رہا۔

"کچھ کہو گے تو ہی مجھے پتہ چلے گا نا کہ محترمہ نے میرے متعلق کیا بیان جاری کیا ہے۔" وہ بڑے تحمل سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے تمہاری الماری کے لاکر کی چابی چاہئے۔" انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو وہ نا سمجھنے والے انداز میں پوچھنے لگا۔

"اس کا کیا کرو گے تم؟"

"تم چابی دے رہے ہو یا نہیں؟" اب کی بار وہ ڈپٹ کر بولا تو معید نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے تو میں نے اپنی لاکر کو لاک نہیں کر رکھا پھر بھی اگر تمہیں اس کی چابی چاہئے تو وہ رائٹنگ ٹیبل کی دائیں دراز میں رکھی ہے۔"

وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتا اٹھ کر الماری کی جانب بڑھا تو معید گہری سانس بھرتا اٹھ کر آئینے کے سامنے کھڑا بال بنانے لگا۔

وہ اس کے لاکر میں ہاتھ مارتا پتہ نہیں کون سا گوہر نایاب دریافت کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف تھا پھر ناکام ہو کر معید کی طرف پلٹا جو اسی کے انتظار میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔

"اب اگر تم چاہو تو میرے بینک کا لاکر بھی چیک کر سکتے ہو۔" وہ بڑے تحمل انداز میں کہہ رہا تھا۔ انس ڈھیلا سا پڑ کر پھر سے اس کے بستر پر دراز ہو گیا۔

"یہ جو منی کی بچی کسی دن پٹ جائے گی مجھ سے۔"

"بات کیا ہے آخر۔ کیوں شرلاک ہومز بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"وہ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ وہ اس رشتے سے ناخوش ہے کیوں کہ تم نے خود اس کے سامنے کسی اور لڑکی سے وابستگی اور پسندیدگی ظاہر کی ہے جس کی نہ صرف تصویر تمہارے لاکر میں رکھی ہے بلکہ اس کے لئے تم نے بہت سی شاعری بھی کر رکھی ہے۔" انس نے مختصراً تفصیل بتائی تھی۔ مگر معید کے اطمینان میں قطعی فرق نہیں پڑا تھا۔

"اور تم نے اس کی بات مان لی؟"

"یونہی شک سا ہوا تھا پھر وہ بات بھی تو اتنے مضبوط انداز میں کر رہی تھی۔ مگر اب مجھے لگ رہا ہے کہ اس کا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ بھلا اس غلط بیانی کا کیا مقصد تھا؟" اب انس کو جو منی پر غصہ آنے لگا جس کی وجہ سے آج وہ معید کا لاکر چیک کرنے نکل پڑا تھا بھلا اس نے کب معید پر کسی بے اعتباری کی تھی مگر معید رسانیت سے بولا۔

"وہ یقیناً مذاق کر رہی تھی تمہیں تنگ کرنا چاہ رہی ہوگی۔"

"اس بات پہ تو میں نے غور ہی نہیں کیا۔" انس کو بھی اپنی غلطی کا خیال آیا تھا پھر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"ویسے معید رشتہ تو تم دونوں کے ساتھ ایک جیسا ہی ہے مگر میں پھر بھی تم سے ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ واقعی تم دونوں کی طبیعتوں میں بہت فرق ہے۔ تم جس قدر سنجیدہ اور ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہو وہ اسی قدر ان کیئر اور جذباتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری جتنی اہمیت ہم سب کے لئے ہے وہ تمہاری اتنی قدر نہیں کرتی۔"

اس کی پُرمحبت سی تشویش معید کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"جب میں اس کی قدر کروں گا تو اسے خود بخود میری قدر کرنا آ جائے گی۔ تم کیوں اتنی ثقیل باتوں میں دماغ کھپا رہے ہو؟"

"ویسے وہ بھی اپنی جگہ بالکل صحیح ہے جس طرح تم اس کی طبیعت صاف کر رہے تھے اس سے تو اس کا مستقبل اندھیرے میں ہی لگ رہا تھا۔ کبھی پیار سے بات کی ہو تو اس کے خیالات بدلیں ناں۔"

"مشورے کا شکریہ۔" معید نے سادگی سے کہا تو وہ چڑ کر بولا۔

"کبھی ایسے مشوروں پر عمل درآمد بھی کر لیا کرو۔ شاید یونہی تمہاری سوکھی سڑی زندگی میں بہار آ جائے۔"

"خالی پیٹ اتنی ثقیل گفتگو معدے کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ فی الحال تو کپڑے چینج کر کے کھانے کی میز پر پہنچو تمہارے فرمودات سے میں پھر استفادہ کر لوں گا۔" معید نے نرمی سے کہا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا بھی سو فیصد یہی خیال ہے۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے جانے کا یقین کر لینے کے بعد معید اپنی جگہ سے اٹھ کر رائٹنگ ٹیبل کی طرف آیا۔ دائیں دراز کھول کر اس میں سے لاکر کی چابی اور اپنی ڈائری نکالی۔ ڈائری کھولتے ہی صفحات کے بیچ رکھی تصویر جیسے روشن سی ہو گئی۔

معید کو لگا وہ مسکراتا ہوا چہرہ ماحول پر چھانے لگا ہو۔

"تم کیا جانو انس میر' میری زندگی میں تو جانے کب سے بہار آ چکی ہے۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوچتے ہوئے اس نے پھر سے ڈائری کو لاکر میں رکھ کر لاک لگایا اور اس بار چابی بک شیلف کی پلاسٹک شیٹ کے نیچے رکھ دی۔

محض اتفاق ہی تھا کہ گل لان میں کھلنے والی اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا وہ خود سے محض چند فٹ کے فاصلے پر کھڑے انس اور جو منی کی ساری گفتگو سے واقف ہو گیا تھا۔ وہ تو کمرے میں تاریکی کے باعث اسے دیکھ نہیں پائے مگر معید نے ان کی ہر بات سنی تھی۔ کبھی تو وہ تمام تر سنجیدگی بھلا کر بیٹھا ہوا تھا اور نا ابھی تک انس پر ہر راز آشکار ہو چکا ہوتا۔

وہ مطمئن سا ہو کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ooo

ساناں اک پل چین نہ آوے سجناں تیرے بنا

ہو سجناں تیرے بنا

وہ مسکراتے ہوئے خود بھی گلوکار کے ساتھ سُر ملا رہا تھا۔ نگین نے سخت چڑ کر ہاتھ مار کر ڈی پلیئر آف کر دیا تھا۔

وہ گاڑی کی رفتار کم کرتا اس کا خفا سا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی۔

"یہ میرے دل کی آواز تھی جس کا تم نے بے دردی سے گلا گھونٹ دیا ہے۔"

"آپ نے کبھی میرے دل کی آواز سنی ہے جو میں آپ کا خیال کرتی پھروں۔" وہ حد درجہ ناراضگی سے بولی تو وہ اسے اپنے ہی انداز میں لے گیا۔

"کیوں نہیں سنی تمہارے دل کی آواز بلکہ میں تو ایسے کئی مواقع گنوا سکتا ہوں۔ جب میں نے تمہاری دھڑکنوں کو

اپنے دل کے ساتھ دھڑکتے سنا ہے۔" باوجود ضبط کے اس کے چہرے پر پہلے سرخی پھیلی اور پھر وہ محجوب سی ہو کر ہنس دی۔

"بات کو گھمانا پھرانا تو آپ کو بہت اچھی طرح آتا ہے۔"

"میری اتنی ساری خصوصیات میں سے تمہیں ایک یہی خوبی دکھائی دی ہے۔" اسے جیسے افسوس ہوا تھا مگر نگین اب پھر سے سنجیدگی کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔ جواب میں کچھ نہیں بولی تو وہ اس کا دل بہلانے کو پوچھنے لگا۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟"

"نہیں..... فی الفور جواب آیا تھا۔

"چلو پان کھلاتا ہوں۔"

"ابھی تو کھانا کھا کے آ رہے ہیں میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔" وہ ابھی بھی اسی موڈ میں تھی۔

"یہ کیا لگی..... ابھی تک اسی بات کو لے کر بیٹھی ہوئی ہو۔" وہ جیسے خفا ہوا تھا۔

"ہاں تو جیسے بہت چھوٹی بات ہے نا۔" وہ نئے سرے سے کڑھنے لگی۔

"چہ..... جانتی تو ہو میری عادت کو یار۔ پھر بھی ہر بار بحث کرتی ہو۔" وہ بھی جھنجلا گیا تھا۔

"تو کیا اب ساری زندگی میں صرف ایک ہی دن کے لئے امی کے گھر جایا کروں گی؟" اسے صدمہ سا لگ گیا۔

"لو جی محبت نہ ہوئی تیر عشبوت ہو گئی۔ مکھی کی طرح اوپر تلے دائیں بائیں سے گھرے ہوئے ہیں۔ بھلے لوگ سانس تو لینے کی اجازت دو۔ کم آن گی دو منٹ کی ڈرائیو ہے جب جی چاہے آ جایا کرو۔" وہ اب بھی اس معاملے کو بڑے ہلکے پھلکے انداز میں لے رہا تھا مگر اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ایک لڑکی کے لئے اس کے میکے کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ وہ بس نگین کی ہر بیتابی صرف اپنے لئے ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اس کے انداز محبت سے سہم کر رہ گئی تھی۔

"کبھی آپ اپنے گھر والوں سے دور رہ کر دیکھیں پھر پوچھوں گی آپ سے۔" اسے اس کی یہ فرمانبرداری بالکل بھی نہیں بھائی تھی ناراضگی سے منہ موڑ کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔

"دیکھو جب شادی ذرا پرانی ہو جائے گی تب چاہے مہینہ بھر وہیں ٹھہرا کرنا۔ میں کوئی پابندی نہیں لگاؤں گا۔" وہ ابھی بھی مصالحت کے موڈ میں تھا۔ نگین بھنا کر بولی۔

"یوں کہیں ناں ابھی صرف نئے نئے کا خمار ہے خود غرض ہیں۔"

اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"یہ خود غرضی تو ہرگز نہیں کہلا سکتی۔ کیا میں تمہارے جذبات کا پاس نہیں کرتا؟ سچی بتاؤ ذرا یہ "نئے نئے" کی محبت سے تمہارا دل بھر گیا ہے کیا؟"

"اچھا بس....." وہ جھل سی اسے ٹوک گئی تھی۔ مجال تھی جو بولتے وقت "تول" لیتا۔

"بھئی میں تمہاری طرح دوغلا نہیں ہوں۔ ہاں مجھے تم سے عشق ہے میرا دل چاہتا ہے کہ تم ہر پل میری نظروں کے سامنے رہو اور مجھ سے ایسی ہی محبت کرو ٹوٹ کر۔" وہ بڑی صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ نگین کے دل میں بڑے زور کی ہلچل مچی تھی۔ کوئی عاشق اپنی محبوبہ سے ایسی باتیں کہہ رہا ہو تو ایسی بری بات نہیں لگتی مگر ایک شوہر کے ہونٹوں سے اپنی بیوی کے لئے ایسے اعترافات "اعزاز" ہی کہے جا سکتے تھے۔ اس کا دل بھی تفاخر سے بھر گیا تھا مگر اسے حدود میں رکھنے کے لئے مصنوعی خفگی سے بولی۔

"مجھے نہیں آتی آپ کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر محبت کرنی۔"

"تو یار میں کس لئے ہوں۔ اتنے مہینوں سے سکھا تو رہا ہوں تم ہی اناڑی ہو ورنہ اب تک مجھے سکھا رہی ہوتیں۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔ وہ مارے حیا کے اسے صحیح طرح سے ڈانٹ بھی نہیں پائی تھی۔

"آپ کو تو بس موقع چاہئے۔ انگلی پکڑاؤ تو فوراً ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔" وہ اس کے احساسات کو بہت اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ ہنستے ہوئے بولا۔

"میں کیا کروں میری فطرت میں رومینس ہے۔"

"جس کا بھگتان مجھے بھرنا پڑتا ہے۔" وہ بے ساختہ بولی تو اس نے ذومعنی انداز میں دوہرا کہا۔

"اتنا جنگلی تو نہیں ہوں میں۔ جانتا ہوں مقدس صحیفے کو کیسے چھوا جاتا ہے۔"

"اچھا بس....." وہ فوراً ہی حیا کے لپیٹے میں آ گئی تھی اور اس کے یہی ڈھکے چھپے انداز تو اس کو مزید دیوانہ بنا جاتے تھے۔ کبھی لاپروائی تو کبھی حد درجہ بے نیازی۔ اس کی بے توجہی سے مضطرب ہوتی مگر اس کی بھرپور توجہ پاتے ہی روز حال کی طرح سراسیمگی کی حدوں کو چھونے لگتی تھی۔

اور اس کی یہی سادگی اس کی توجہ کو کہیں نہیں جانے دیتی تھی۔

"تمہی میری چاہتوں کے امیں ہو
تمہی آسمان میرا اور تمہیں زمیں ہو
روح ہر پل تمہارے ساتھ رہتی ہے
جسم میرا چاہے جہاں کہیں ہو
نگاہوں میں کوئی چہرہ جچتا ہی نہیں
تم سب سے بڑھ کے حسیں ہو"

وہ گنگنا رہا تھا۔ نگین ہنس دی۔

"آپ بھی بس ہر وقت ناکام عاشق بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

"میرے درد دل کی کتنی داستاں جسے تم ہنسی میں اڑا گئے۔" اس نے بڑے دکھی انداز میں مصرعہ پڑھا تھا۔

"بہت ہوشیار ہیں آپ۔ ایک تو غلطی کرتے ہیں اوپر سے ناراض بھی نہیں ہونے دیتے۔" نگین نے شکوہ کیا تھا۔

"اس میں بھی تمہارا ہی بھلا ہے۔ اگر تمہیں ناراض رہنے دیتا تو فرشتے ساری رات تم پر لعنت بھیجتے رہتے۔"

"بہت شکریہ اتنا خیال کرنے کا۔ مگر کبھی وہ باب بھی پڑھ لیں جہاں عورتوں کے حقوق لکھے ہوئے ہیں۔ اپنے مطلب کی ساری باتیں تو خوب یاد رکھی ہوئی ہیں۔" نگین نے لطیف سا طنز کیا تو وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اطمینان سے بولا۔

"اسی پر عمل کرتے ہوئے تو تمہیں اتنی محبت سے رکھا ہوا ہے۔ پھر بھی تمہاری تسلی نہیں ہو رہی۔"

"چہ..... محبت صرف عملی نہیں ہوتی انس۔" وہ چڑ کر بولی مگر وہ اس کی بات کو سنجیدگی سے لئے بغیر ہنسنے لگا۔

"اوہو۔ تو جناب کو بھی محبت کی کیٹگریز کا علم ہے۔"

"میرے نزدیک کسی کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے اور دوسرے کی خوشی میں خوش ہونے کا نام محبت ہے۔" وہ بولی تو اس نے فوراً کہا۔

"تو کرو نا مجھ سے محبت۔ کبھی جو تم نے میرے جذبات و احساسات کی پروا کی ہو۔"

"اف....." نگین نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا۔ "پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔"

"مرنے کی دعائیں ہو سکتی ہیں اگر تم میری محبت کا" عملاً" جواب دو۔ اپنے ایمان سے بتاؤ میرے آفس جاتے ہوئے یا واپسی پر آج تک کیا کبھی خود سے بڑھ کر میرے قریب آئی ہو؟"

"مجھے فلمی ہیروئن بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ چڑ کر بولی تو اس نے گہری سانس بھری۔

"ہائے میرا نصیب۔ ہونے کو تو میری شادی کسی مغربی دوشیزہ سے بھی ہو سکتی تھی۔ کیا رومینٹک لائف گزرتی۔ بس ہم مشرقی لڑکے ہمیں پہ تو مار کھا جاتے ہیں جہاں گھر والوں نے کہہ دیا سر جھکا کر ہاں کر دی۔"

"توبہ۔ یوں کہیں کہ "جہاں جہاں" گھر والوں نے کہا وہیں پہ سر جھکا دیا۔ ایک سے کب تسلی ہوتی ہے آپ لوگوں کی۔" نگین نے طنز کیا تو وہ فی الفور بولا۔

"کبھی بات کا روشن پہلو بھی دیکھ لیا کرو۔ چار چار کے جنازے جائز کرا رہے ہیں ہم۔"

"اف....." نگین کو اس کی لاف زنی پر ہنسی آ گئی تو وہ اصل مسئلے کے دب جانے پر اطمینان کی سانس لینے لگا۔

اگلی صبح آفس جانے سے پہلے وہ تھی کے کمرے میں گیا تھا۔ وہ سر جھاڑ منہ پھاڑ اپنی کپڑوں کی الماری صحیح کرنے میں غرق تھی۔

"یہ ہوتا ہے نقصان کبھی کام نہ کرنے کا۔" انس نے اس پر نکتہ چینی کی تو وہ ناراضگی سے بولی۔

"بس ایک آپ ہی رہ گئے تھے طنز کے تیر چلانے والے۔"

"ابھی شکر کرو میرے ہاتھ میں اصلی تیر نہیں ورنہ جتنا غصہ تم پر آ رہا ہے وہ بھی چلا دیتا۔"

وہ ٹھٹک کر انس کو دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی یاد آ گیا کہ وہ ایک انتہائی خاص "مہم" سر کر کے لوٹا تھا۔

"کچھ ملا.....؟" اس کے اندر سنسنی پھیلی تھی۔

"تمہارا سر..... اور معید کے سامنے جو شرمندگی ہوئی وہ الگ۔" وہ جھنجلایا تھا۔ تھی چکرا کر رہ گئی۔

انس کے ساتھ کل رات کیا "معاہدہ" پورے سیاق و سباق کے ساتھ نظروں کے آگے گھوم گیا تھا۔

"آپ غور سے دیکھتے انس بھائی یقین کریں وہ آپ کے ساتھ فاؤل کھیل رہا ہے۔" وہ مضطرب ہوا تھی۔

"اگر میں خوردبین لے کر بھی دیکھتا تو وہاں سے کچھ نہ ملتا۔ میں نے معید سے بھی تمہارے بے وقوفانہ بیان کی وضاحت چاہی تو وہاں بھی شرمندگی ہی ہوئی۔ وہ کسی بھی لڑکی کے لئے ہاں کہہ سکتا تھا سو اس نے تمہارے لئے کہہ دی۔ وہ خود انٹیریر چلا کر لڑکی پسند کرنے والا لڑکا نہیں ہے۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ معید کے اس قدر جھوٹ نے اسے سرتاپا ہلا دیا۔ مگر وہ یہ بھی بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ معید کے جھوٹ کے آگے اس کے کسی بھی سچ کو محض بچپنا جذباتیت ہی تصور کیا جائے گا۔ سو مزید بات بڑھانے کی بجائے تھی بھرے غصے سے بولی۔

"وہ محض اپنا اسٹیج بنا رہا تھا مگر کوئی بھی میری بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب اس کی اصلیت آپ سب کے سامنے آ جائے گی تب آپ کو میری باتوں پر یقین آئے گا کہ آپ کا فرمانبردار اور باکردار بھائی نہ صرف کسی لڑکی پر فریفتہ ہے بلکہ اس سے افیئر بھی چلا رہا ہے۔"

"شٹ اپ تھی۔ اور اپنا لب و لہجہ درست کرو۔ اگر بھی کسی نے تمہیں ٹوکا نہیں تو اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ تمہیں معید کی عزت نہیں کرنی چاہئے۔ وہ کیسا ہے یہ سب جانتے ہیں تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" انس نے بہت سنجیدگی سے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

وہ سرخ چہرہ لئے ہونٹ بھینچے بہت ضبط سے اسے دیکھتی رہی تھی مگر آگے سے جواباً ایک لفظ بھی نہیں بولی تھی۔

"صرف وہی میرا بھائی نہیں تم بھی میری بہن ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ تم ہم سب کا مان رکھو گی۔ تھوڑی سی

واقف ہو مگر خود غرض نہیں ہو اس لئے باہمی اختلافات کو اگر اتنی خوب صورتی سے ختم کرنے کا موقع مل رہا ہے تو اسے مت گنواؤ۔ یقین کرو معید کے ناتے گھر والوں کو اور بھی پیاری ہو جاؤ گی۔" وہ اب بہت دوستانہ انداز میں اسے سمجھا رہا تھا مگر وہ تو جیسے جھکڑوں کی زد میں تھی۔

معید حسن فرمانبردار ابا کردار۔

اور اگر مجھے کوئی عزت یا مقام ملے گا تو اسی کے توسط سے یعنی میں خود سے کچھ بھی نہیں۔

اور ایسا کب تک ہوگا.....؟

تمام عمر وہ یونہی اپنے چہرے پر فرمانبرداری کا نقاب اوڑھے سب کی نظروں میں معتبر بنا رہے گا اور تھی میر.....؟

تھی میر اس کے نام سے جانی جائے گی۔

معید حسن وہی جس نے لاپروا اور جذباتی تھی میر سے شادی کر کے اس کی زندگی سنوار دی اور اپنی طبیعت پر جبر کر کے زندگی گزار دی۔ فیصلے کا حق ہوتے ہوئے بھی جس نے اپنی منہ بولی ماں کا مان رکھنے کی خاطر ان کے فیصلے پر سر جھکا دیا۔

معید حسن پرفیکٹ مین ویری میچور مین۔ انس کتنی ہی دیر اسے سمجھانے اور معید کی شان میں رطب اللسان رہنے کے بعد چلا گیا تو وہ ضبط کھو کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور اس کا ہر آنسو شکست کی سرزمین سے پھوٹتا تھا۔

"وہی..... تمہارے موکل کچھ کام نہیں کر رہے۔"

نگین سخت مایوس تھی۔

وہ اس وقت کچن میں موجود وجدان کے لئے چائے کے ساتھ فنگر چپس بنا رہی تھی۔

"ارے بھابی ماں آپ ایک تو جلدی بہت مچاتی ہیں۔ بھئی ان کا اثر ہوگا ذرا دیر سے مگر اتنا ہی اثر پذیر بھی ہوگا۔ اب تائیس سالوں کے بگڑے چند دنوں میں تو ٹھیک ہونے سے رہے۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"آپ بس انہیں ذم کیا ہوا نمک اور چینی کھلاتی رہیں۔"

"دے تو رہی ہوں اتنی ڈانٹ کھا کھا کی ہوں۔ بھئی چائے میں چینی زیادہ ہو جاتی ہے تو کبھی کھانے میں نمک۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تو وجدان نے چپس اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے بڑے مدبرانہ انداز میں کہا۔

"اسی نمک چینی سے مل کر زندگی بنی ہے بھابی ماں۔ آپ کچھ دن اور انہیں یہی دونوں چیزیں کھلاتی رہئے۔ بے وفا ہو جائے گا آپ کے قدموں میں ہوگا۔"

"اوہو..... بے وفا تو نہیں وہ۔ بس میرا کہنا نہیں مانتے۔" نگین نے جلدی سے تردید کی تو وہ بولا۔

"وہی وہی۔ بے مہر شوہر کے دل پر راج کریں گی آپ۔"

"اگر میرا کام نہیں ہوا تو وجدان تو دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کروں گی۔" نگین نے اسے دھمکایا۔

پچھلے دو ہفتوں سے وہ وجدان کا دیا ذم کیا ہوا نمک اور چینی اس کی ہر کھانے کی ڈش میں ملا رہی تھی بقول وجدان کے

"بابا جی جھنڈے والی سرکار نے مجھے بخشش دی ہے کہ میں ایسے چھوٹے موٹے عملیات کر کے لوگوں کی مشکلات حل کر سکوں اللہ کے حکم سے۔"

اور نگین کا دھیان فوراً انس کی طرف گیا تھا۔

"کاش کبھی وہ میرے بس میں آ جائیں۔"

"وہ آپ کے بس تو کیا ٹرک میں بھی آسکتے ہیں۔ وہ بھی بہت آسانی سے۔" وجدان تو یوں بھی موقع کی تلاش میں رہتا تھا چٹکی بجا کر بولا تو اسے کھد بد لگی۔

"وہ کیسے؟"

"بس ذرا سا دم کیا ہوا نمک اور چینی کھلا دیں انہیں پھر دیکھیے گا جھنڈے والی سرکار کا کمال۔" وہ مسکراہٹ دبا کر کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ فوراً اس کی شرارت بھانپ گئی۔ اس نے اسی وقت نگین کو منع کر دیا۔

"یہ سب اس کی بکواس ہے۔"

"تم بتاؤ وہی ایسا ہو سکتا ہے کیا؟" وہ بڑی آسانی سے فریب ہو گئی تھی۔ ضحیٰ سر تھام کر بیٹھ رہی۔

"ہاں ہو تو سکتا ہے مگر کچھ نذر و نیاز دینا پڑے گی۔" وہ بڑی ہوشیاری سے کہہ رہا تھا۔

"وہ کیا.....؟"

"بھئی یہی میرے موکلوں کو میرا مطلب ہے کہ کبھی کبھار میرا کوئی کام کر دیا کریں میرے دوستوں کو چائے پانی پوچھ دیا کریں اور بس۔" اس نے کہا تو نگین بخوشی مان گئی تھی۔

اور آج یہ اسی گزشتہ سے پیوستہ سین تھا۔

"ایک تو آپ جلد باز بہت ہیں۔ یہ نہ ہو کہ عمل الٹا پڑ جائے۔" وہ چائے کا کپ اور فنگر چپس کی پلیٹ اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"الٹا ہی تو پڑ رہا ہے۔" وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی تھی۔ وجدان مسکراتا ہوا کچن سے نکل گیا۔

انس کے لئے چائے لے کر وہ تائی جان کے کمرے میں چلی آئی جہاں کوئی بحث بہت زور و شور سے جاری تھی۔

"یوں ہتھیلی پہ سرسوں مت جماؤ انس۔ اور ویسے بھی جب تک صبا اور نوفل واپس نہیں آجاتے تب تک کچھ نہیں ہو سکتا۔" تائی جان کہہ رہی تھیں پھر نگین کو دیکھ کر گفتگو میں شامل کر لیا۔

"معید اور ضحیٰ کے رشتے کی بات کر رہا ہے۔ یہی تو مواقع ہوتے ہیں اپنوں کے مل بیٹھنے کے۔ میں ابھی کچھ نہیں کرنے والی۔"

"وہ لوگ کون سا دور گئے ہیں اور اب تو ویسے بھی ان کی واپسی میں تین چار روز ہی رہ گئے ہیں۔" انس کو چائے کا مگ تھماتے ہوئے نگین نے انہیں تسلی دی تھی۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں ان سے گھر ہی کی تو بات ہے منگنی کی ڈیٹ تو کم از کم فائنل کر لیں۔ باقی سب نوفل اور صبا کے آنے پر ہو جائے گا۔" انس نے کہا تھا۔

"ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آگے جو امی مناسب سمجھیں۔" نگین نے سادگی سے کہا تو اس کی فرمانبرداری پر تائی جان مسکرا دیں۔

"میں کہتی ہوں تمہارے ابو سے۔ چاہے گھر ہی کی بات ہے مگر تاریخ لینے کے لئے بھی کچھ رسومات کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ ہم باقاعدہ ضحیٰ کا رشتہ مانگ کر منگنی کی تاریخ طے کریں گے۔" انہوں نے اپنا پلان بتایا تھا پھر فوراً بولیں۔

"میں مریم کو بھی بلاؤں گی۔ اس کے تو دو ہر رشتے ہیں بھانجی بھی ہے اور بھتیجی بھی۔"

"تو پھر کل کا دن رکھ لیتے ہیں۔ آج آپ ابو سے بات کرنے کے بعد مریم پھوپھو کو فون کر لیجئے گا۔"

انس کو تسلی ہوئی تھی۔

"توبہ ہے آپ سے معید بھائی کی آزادی برداشت نہیں ہو رہی۔" تائی جان کے کمرے سے نکلتے ہوئے نگین نے

اسی انداز میں اس پر طنز کیا تو وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"مجھے تو حسرت ہی رہی اس قید کا مزہ چکھنے کی۔ میں تو ترس رہا ہوں قیدی بننے کے لئے۔ پتہ نہیں کون اس رشتے کو لٹکا رہا ہے۔"

"ہر بات کا سرا خود سے ضرور جوڑا کیجئے آپ۔" اس نے ناک سکوڑ کر کہا تھا۔

"شرم کرو تمہارے تمام سلسلے ویسے بھی مجھ سے ملنے چاہئیں۔" انس نے کہتے ہوئے اس کی کمر میں بازو حمائل کیا تو وہ اسے اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف آ ہمعید یہ نظارہ دیکھتے ہی واپس پلٹ گیا۔

نگین نے تڑپ کر انس کا ہاتھ پیچھے ہٹایا تو وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

"بس کچھ دنوں ہی کی بات ہے۔ پھر یہ حضرت بھی ایسے ہی سین پارٹ کرتے دکھائی دیں گے۔"

"کم از کم کمرے کے باہر تو اپنی حرکتوں پر قابو رکھا کریں۔" نگین کو معید کا سامنا کرنے کے خیال ہی سے شرم آ رہی تھی۔ انس پر بگڑی تو وہ کورنش بجا لایا۔

"شکریہ آپ نے کمرے کے اندر کی حرکتوں پر بین نہیں لگایا۔"

"آپ کبھی نہیں سدھر سکتے۔" وہ دانت پیس کر کہتی لاؤنج میں رکے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ انس مسکراتے ہوئے وہیں معید کے پاس براجمان ہو گیا۔

"شرم کرو پورے گھر کو "لوا سپاٹ" بنا کے پھر رہے ہو۔"

اس کی مستقل مسکراہٹ نے معید کو ٹی وی اسکرین پر سے نگاہ ہٹانے پر مجبور کر دیا۔ انس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا پھر اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"اچھا ہے نا تم بھی کچھ سیکھ لو۔ مستقبل قریب میں ایسی بہت سی "شرمیلی" حرکتیں کرنا پڑیں گی۔"

"شٹ اپ۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"یار کبھی تو دادا ابا کی کرسی چھوڑ کر اپنی عمر انجوائے کر لیا کرو۔" انس نے اسے مشورہ دیا تھا۔ اس کی بات پر معید کو ناچار مسکرانا پڑا تب انس نے اصل بات شروع کی۔

"میں نے امی سے کہہ دیا ہے اور وہ بھی اب باقاعدہ طور پر چچی جان سے ضحیٰ کا رشتہ مانگنے پر تیار ہو گئی ہیں۔ بس آج والد صاحب سے بات ہو جائے پھر کل مریم پھوپھو بھی آ جائیں گی اور یہ بیل منڈھے چڑھ جائے گی۔"

وہ خاموش ہو کر معید کو دیکھنے لگا جیسے اس کے تاثرات جاننا چاہتا ہو مگر وہ اطمینان سے بیٹھا صرف سن رہا تھا۔

"اب کچھ پھوٹو نا منہ سے۔" انس کو غصہ آیا تھا۔

"اس سارے معاملے سے میرا کیا تعلق؟" وہ بڑی سادگی سے پوچھ رہا تھا۔ انس کی ساری تقریر دھری کی دھری رہ گئی۔ پھر اسے سخت طرارہ آیا تھا دانت پیستے ہوئے بولا۔

"سمجھ میں نہیں آتا تمہارا دماغ ٹھکانے لگاؤں یا بے چاری ضحیٰ کی قسمت پہ افسوس کروں۔ تمہاری شادی ہو رہی ہے دیواروں سے نہیں بلکہ ایک عدد جیتی جاگتی لڑکی سے۔ اس سارے معاملے سے تمہارا تعلق نہیں ہو گا تو کیا ہمسایوں کا ہو گا۔"

"اف اتنا غصہ۔" معید بے ساختہ ہنس پڑا جس پر انس کا خون ایک پوائنٹ مزید جلا تھا۔

"اب تم میرے منہ سے ضرور کچھ الٹا سیدھا سن لو گے۔" انس نے لب بھینچ لئے جیسے واقعی کچھ کہہ جانے کا خدشہ ہو۔ معید نے دانتوں تلے لب دبا کر مسکراہٹ روکی تھی۔

"اچھا مجھے کہنا کیا ہے وہ تو بتا دو؟"

"اس مسئلے کو اتنا ایزی مت لو معید۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا پھر مزید کہنے لگا۔

"میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تمہی اس رشتے سے خاص خوش نہیں ہے تبھی تو سب معاملے طے ہو جانے کے بعد بھی وہ تمہاری مخالفت میں بات کر رہی ہے۔"

"یہ سب اس کا بچپنا ہے انس اور کچھ نہیں۔ میں نے چھوٹے ماموں کو صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ میری طرف سے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں اور یہ بھی کہ وہ تمہی کو مکمل آزادی رائے دیں۔ چھوٹی مامی بتا رہی تھیں کہ تمہی کو کوئی اعتراض نہیں اس نے چھوٹے ماموں کے سامنے اس رشتے پر ہامی بھری تھی۔"

معید نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے اسے ریلیکس کرنا چاہا تو وہ بولا۔

"مگر میں پھر بھی چاہتا ہوں کہ ایک بار یہ رشتہ طے ہونے سے پہلے تم دونوں میرے سامنے اس مسئلے پر بات کرو۔"

"کم آن انس تم خواہ مخواہ ایک بے بنیاد بات کو طول دے رہے ہو۔ کل جب بڑی مامی باقاعدہ چھوٹی مامی سے بات کریں گی تو ہر بات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ اگر تمہی کو ذرا سا بھی اعتراض ہوا تو کوئی بھی نظر انداز نہیں کرے گا۔ ہاں اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس بے وقوف اور جذباتی لڑکی کو کوئی بھی ٹیکل کر سکتا ہے تو پھر کہیں بھی اس کا رشتہ طے کر دو۔ بہر حال یہ بڑی مامی کی خواہش تھی میں اس سارے معاملے سے بے خبر تھا۔"

معید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں ہی خاموش تھے۔

پھر کچھ توقف کے بعد انس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"یہ بات تو تم نے سو فیصد سچ کہی ہے۔ تمہی کی بے وقوفیوں کو صرف تمہی برداشت کر سکتے ہو اور سدھار سکتے ہو۔ گھر کی مٹی گھر ہی میں لگ جائے گی۔ اچھا خیال ہے۔"

معید بھی مسکرا دیا تھا۔ تبھی انس کو کوئی خیال گزرا تو وہ تیزی سے سیدھا ہو بیٹھا۔

"بے وقوفیوں کی گٹھڑی کو کوئی یونہی پہ راضی و رضا تو سر پہ نہیں لیتا۔ سچ بتاؤ معید کہیں تمہیں اس سے محبت تو نہیں ہو گئی؟" اس کے پر جوش انداز پر معید نے بے ساختہ ذہن آنے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"عادت ہو گئی ہے۔"

انس مایوس ہوا تھا۔ پھر بھی خوش دلی سے بولا۔

"جو بھی کہو قافیہ تو سب کا ایک ہی ہے۔ عادت کو عقیدت میں اور عقیدت کو محبت میں بدلتے دیر نہیں لگتی۔"

"اچھی لوجک ہے۔ صاف لگ رہا ہے کہ نیند پوری طاقت سے تمہارے دماغ پر حملہ کر چکی ہے۔ اب جا کر سو جاؤ صبح تک کافی افاقہ ہو جائے گا۔"

وہ متاسفانہ انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"پھر بھی یار۔ میری ریکوئسٹ ہے کہ محض سمجھوتا نہیں بلکہ محبت کرنا۔ کسی کو زندگی دینے کے لئے صرف محبت دینا ہی کافی ہوتا ہے۔"

اس نے کوریڈور میں قدم رکھتے ہوئے اپنے پیچھے انس کی بات سنی تھی۔

وہ جیسے خود پر ہنس دیا۔

"میں تو محبت کر چکا ہوں انس میر۔ اب تو جو فریق ثانی کے تیور ہیں ان کے مطابق ہی لائحہ عمل طے ہو گا اور اس میں سرفہرست کیا ہو گا.....؟"

شاید سمجھوتا ہی.....

اپنے کمرے میں داخل ہونے تک وہ اپنی آئندہ زندگی کا تجزیہ کر چکا تھا۔

❁❁❁

اگلے روز تائی جان نے باقاعدہ رشتہ مانگنے کا اہتمام کیا تھا۔

مریم پھوپو کے ساتھ شوخ و شریر عماد بھی آ گیا تھا اور اب وہ مسلسل معید کو اپنی شوخیوں کی زد میں لئے ہوئے تھا جو آج زبردستی کی چھٹی پر تھا۔

"عماد عماد۔"

مریم پھوپو مسلسل اسے پکار رہی تھیں مگر میوزک کے ساتھ ساتھ خود ان کا بھی اتنا شور تھا کہ وہ سن کے نہیں دے رہا تھا۔ انہوں نے خود نفس نفیس جا کر اس کے شانے پر تھپڑ رسید کیا تب وہ انس سے بات ادھوری چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"کس قدر ڈھیٹ ہو تم۔ مجال ہے جو ایک آواز سن لو۔" انہوں نے جھلا کر کہا تھا۔

"میں پہلی ہی آواز سن چکا تھا والدہ محترمہ مگر آج میں "احتجاج" پر ہوں سب کی شادیاں ہو رہی ہیں سوائے میرے۔" اس نے ان سے کام پوچھنے کی بجائے ناراضگی کا اعلان کر دیا تو سبھی بڑے شوق سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"جس طرح کی غیر ذمہ دارانہ حرکات ہیں ناں تمہاری ڈیکھ لینا اگلے ہی روز بیوی میکے جا بیٹھے گی۔"

انہیں کام کے وقت بیٹے کی شوخی بالکل نہیں بھائی تھی۔ چچی جان کی طرح وہ بھی کبھی کبھار ہی ان سب کی شوخیوں سے محظوظ ہوتی تھیں۔ کام کے وقت وہ سب کی پوری توجہ کی متمنی رہتی تھیں مگر وائے قسمت۔

"تو اور لے آئیں گے ورنہ پھر اگلی اور پھر اس سے بھی اگلی۔" وہ دو بدو بولا تو انس نے ہانک لگائی۔

"یار دو والا "اگلی" ہے یا انگلش والا "اگلی" (بدصورت)۔"

"مسخرہ پن بند کرو۔ تبھی لوگوں کا آئیڈیا تھا کہ اس پورشن سے باقاعدہ رشتہ لے کر چھوٹی بھابی کے ہاں جایا جائے اور اب یوں تماشوں میں جتے ہوئے ہو ٹائم دیکھو ذرا۔ صبح سے وہ لوگ اپنے پورشن میں بندھے ہوئے ہیں اب اٹھ جاؤ سب۔" انہوں نے اسے گھر کا تو وہ شرافت سے نہ صرف خود اٹھ کھڑا ہوا بلکہ معصومیت سے پوچھنے لگا۔

"وہاں وکیل کی بھی ضرورت پڑے گی۔ معید کو ساتھ لے لیں؟"

"تم بالکل لاعلاج ہو۔" مریم پھوپو مایوس سی ہو گئیں تو اس نے ہنستے ہوئے انہیں بازو کے گھیرے میں لے لیا۔

وہ لوگ باقاعدہ مٹھائی اور فروٹ لے کر چچی جان کے ہاں گئے تھے۔ تایا جان پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔

"یہ لیں ہم بڑے ماموں کو وہاں تلاش رہے ہیں اور یہ یہاں بیٹھے ہیں۔" عماد کو اعتراض ہوا تھا۔ چچا جان نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے شکوہ کیا۔

"اب بالکل تو پرایا مت کرو۔"

وہ سب اطمینان سے بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہوئے۔ نگین نے چچی جان کے ساتھ کچن کا رخ کیا تھا اور باقی سب نے تبھی کے کمرے کا۔

وہ سر منہ لپیٹے بستر پر دراز تھی۔

"اوہو..... تو یہاں فراق کی گھڑیاں گنی جا رہی ہیں۔" عماد نے معنی خیزی سے جملہ کسا تھا۔ وہ تپ کر اٹھ بیٹھی۔

"اب آپ لوگ میرا دماغ مت کھائیے گا۔"

"کھسکا ہوا تھا جو اُن کا دماغ
ٹھکانے لگانے کے دن آرہے ہیں"

انس گنگنایا تو وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی جبکہ عماد نے اس کا شانہ تھپک کر اسے داد دی تھی۔

پھر وہ سب وہیں جم کر بیٹھ گئے۔ حمزہ ان کے لئے وہیں جوس کے گلاس لے آئی تھی۔ ذرا دیر میں نگین بھی آپہنچی۔

"مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تم میری دیورانی بن رہی ہو۔" اس نے مٹھی کو لپٹا کر کہا تو ناگواری کے باوجود وہ اپنے چہرے سے نقلی تمتماہٹ کو چھپا نہیں پائی تھی۔

"یار ہم اس نالائق کے لئے اتنا اچھا رشتہ لے کر آئے ہیں اور یہاں منہ پہ پھٹکار برس رہی ہے۔" عماد کو تشویش لاحق ہوئی تھی۔

"کوئی نہیں۔ ایسے ہی آپ اب تنگ مت کریں اسے۔" نگین نے مٹھی کی سائیڈ لی تھی مگر وہ لوگ کہاں باز آنے والے تھے۔ انس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"سنا نہیں تم نے شاعر مشرق کا مصرعہ کہ

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

اس نے "بڑی" پر خاصا زور دیا تھا۔

"کبھی خود سے بھی آئینہ دیکھ لیا کریں۔ آپ کے چہرے بھی کوئی خاص پُرنور نہیں ہیں۔" مٹھی کی قوت برداشت کوئی خاص پائے کی نہیں تھی فوراً ہی جواب دے گئی تو وہ چیخ کر بولی۔

"اب مجھے تسلی ہو گئی ہے کہ اتنے ہنر دنایاب پروپوزل کی خوشی میں اس کا دماغ پھرا نہیں ہے بلکہ یہ اب بھی اتنی ہی بددماغ ہے جتنی کہ اس سے پہلے تھی۔"

انس کو تسلی ہو گئی تھی مگر اس کی تنقیدی نگاہ مٹھی اچھی طرح محسوس کر رہی تھی تبھی تو لامحالہ اسے اپنا موڈ ٹھیک کرنا پڑا۔

"بھئی بہت بورنگ کپل ہے یار۔ اُدھر وہ گھنا ادھر یہ میسنی۔" عماد سخت مایوس ہو رہا تھا۔ مٹھی نے طنز کیا۔

"ہر کوئی آپ کی طرح "شاہراہ عام" نہیں ہوتا۔"

اس کے جملے سے ہر کوئی محظوظ ہوا تھا۔

"اوہو۔ یعنی اندر سے کچھ اور ہی معاملہ ہے تم دونوں کا۔" وہ اب بھی باز نہیں آرہا تھا۔

اور چاہے وہ سب کتنے ہی خوش گوار موڈ میں کیوں نہیں تھے مٹھی کو ان کی کوئی بھی بات "چھیڑ" نہیں پا رہی تھی۔

ایک مسلسل بے زاری، کوفت اور سب سے بڑھ کر جبر کا احساس۔

پھر منگنی کی تاریخ نوفل اور صبا کے لوٹ آنے کے اگلے دن طے ہوئی تھی اور وہ ساکت بیٹھی اپنی قسمت کے اوراق کو الٹتے پلٹتے دیکھ رہی تھی۔

✿✿✿

ژالے نے اسے بھی زبردستی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"یہ بھلا وہاں کیا کریں گی؟" نوفل نے دبے لفظوں میں اپنی ناگواری کا اظہار کیا تو وہ متاسفانہ انداز میں اسے تاڑنے لگی۔

"قسمت سے اگر بیوی اچھی مل ہی جائے تو بہت ناشکرے ہو جاتے ہو تم مشرقی مرد۔ ہر چیز کو قسمت سے "اپنا حق"

سمجھ کر وصول کرتے ہو حالانکہ سوچو تو تم لوگوں پر تا عمر سجدۂ شکر واجب ہو جاتا ہے مگر سوچتے نا۔"

"میں تو اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہم کام میں مصروف ہو جائیں گے تو یہ بور ہوتی رہیں گی۔ اور پھر یونٹ کے لوگ....."

وہ فوراً سنبھلا تھا۔

"مانا کہ تمہاری بیوی بہت خوب صورت ہے اور تم اس کے لئے بہت پوزیسیو ہو مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے دنیا سے چھپانے کی خاطر تنہائی کی مار مارتے رہو۔"

صبا نے ان دونوں کی ساری گفتگو واش روم میں کپڑے تبدیل کرنے کے دوران سُنی تو خود میں عجیب سی شرمندگی محسوس کرنے لگی۔

"کم آن ژالے۔ اتنا ظالم نہیں ہوں میں، وہ خود بھی ایسی پچویشن کو اوائیڈ کرتی ہیں۔ میں بھلا ان پر پابندی کیوں....."

وہ صبا کو واش روم سے باہر نکلتے دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔ ژالے نے اس کی نظروں کے تعاقب میں پلٹ کر دیکھا تو جدید تراش کے ریڈ اینڈ اورنج خوب صورت سی کڑھائی سے مزین لباس میں ملبوس صبا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ستائش ہی اُتر آئی جس کے اظہار میں اس نے قطعاً کنجوسی سے کام نہیں لیا تھا۔

"مائی گاڈ۔ یو آر لکنگ بیوٹی فل صبا لیکن اگر تم روزانہ یونہی لگتی ہو تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نوفل کے حواس کیسے قائم ہیں؟"

مغرب کی یہی خوبی یا خامی کہہ لیں، وہاں لوگ بات کو دل میں نہیں رکھتے۔ ہر بات چاہے اچھی ہو یا بُری فوراً "آئی" دینے کے عادی ہیں تبھی تو انہیں ہماری طرح "آر یا پار" کے خدشات نہیں ستاتے۔

مگر ادھر صبا تھی۔

اس قدر کھلے الفاظ نے لمحہ بھر میں اسے برافروختہ کر ڈالا۔ چہرے سے پھوٹتی تپش تو الگ رہی، وہ نوفل کی طرف دیکھنے لائق بھی نہیں رہی تھی۔ اس کا بش کرتا چہرہ اس سے ژالے کو مشرق کا حسن لگا تھا۔ وہ بے ساختہ ہنسنے لگی۔

"امیزنگ..... تم واقعی لکی ہو نوفل۔ تمہاری بیوی تو ابھی تک تم سے بھی شرماتی ہے۔"

اب چاہے نوفل اور صبا کے درمیان کچھ بھی نہ رہا ہو وہ اس سے کتنی بھی ناراض کیوں نہ ہو فطری احساسات پر تو اپنا کنٹرول نہیں تھا کہ اپنی حیا کو بولڈنیس کا روپ دے کر ژالے کی گفتگو انجوائے کرتی رہتی۔ وہ مرد تھا، وہ کر سکتا تھا تبھی تو اس گفتگو کے دوران سینے پر بازو لپیٹے کھڑا مسکراتا رہا تھا۔ خود صبا ہی کو کوشش کر کے موضوع بدلنا پڑا۔

"ویسے میرا کوئی اتنا خاص دل نہیں کر رہا جانے کو خواہ مخواہ کی بوریت۔"

"چہ۔ چہ۔ ایسے تو گزارہ نہیں ہونے والا تمہارا نوفل کے ساتھ۔ بہت ایکٹو بندہ ہے یہ۔ اس کے تو ہر وقت سر پہ سوار رہنا پڑتا ہے تب قابو میں آتا ہے یہ جن۔" ژالے شرارت سے کہتی نوفل کو دیکھ رہی تھی۔ صبا دل مسوس کر رہ گئی مگر نوفل ذو معنی انداز میں بولا تھا۔

"تمہیں تو ایسا نہیں کرنا پڑتا نا۔ یہ جن تو ویسے ہی تمہارے قبضے میں ہے۔" ژالے نے بلا کا قہقہہ لگا کر اس کے طنز کو انجوائے کیا تھا پھر اسے دھمکانے والے انداز میں بولی۔

"ویسے ایک مشرقی بیوی کے سامنے ایسی باتیں کرنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"نہیں بھئی میری مسز بہت معصوم ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"معصوم یا بے وقوف؟" صبا کا دل گرایا تھا۔

"صبا پلیز چلو نا۔ اور کچھ نہیں تو اپنا ہنی مون ٹرپ سمجھ کر ہی انجوائے کر لو۔" ژالے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ صبا تو کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ نوفل اسے ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتا۔ وہ خود بھی اس کے اعصاب پر سوار ہونے کی چاہت نہیں رکھتی تھی مگر ژالے..... یہ کیا چاہتی ہے.....؟ اسے تو چاہئے تھا کہ میرے انکار پر "خس کم جہاں پاک" کہتی نوفل کو لے کر چلی جائے۔

اور اوپر سے اس کا کھلا ڈلا انداز گفتگو۔ اتنی بے باک تو وہ کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ ژالے کے فقروں کو نوفل کے سامنے انجوائے کر سکتی۔ سوائے اقرار کرتے ہی بنی تھی۔ اگرچہ وہ نوفل کی نگاہوں کی ناپسندیدگی کو بنا دیکھے بھی پہچان رہی تھی۔

"ویٹس گریٹ....." ژالے خوش ہو گئی۔

"یہ کون سا میری پروا کر رہے ہیں جو میں ان کی مرضی کی فکر کروں۔" صبا کو سوچ کر تسلی ہوئی تھی۔

"شال ضرور لے لینا صبا۔ باہر بہت ٹھنڈ ہو رہی ہے۔" ژالے نے اسے تنبیہ کی تو وہ الماری کی طرف بڑھ گئی۔

کاٹیج سے باہر نکلتے ہی اسے احساس ہوا کہ اکتوبر کا وہ موسم جسے لاہور والے کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہوتے تھے بارش کی وجہ سے سرد لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں سفید اور سیاہ بادلوں کے مرغولے دکھائی دے رہے تھے۔ مسلسل چلنے والی خنک ہوا نے اسے شال مضبوطی سے لپیٹنے پر مجبور کر دیا۔

ڈھلی نکھری سڑک پر چلتی قدرت کی صناعی کے حسین مناظر میں محو وہ ساتھ چلتے نوفل اور ژالے آفریدی سے بالکل لاپروا تھی جو اس وقت اپنے کام کو ڈسکس کر رہے تھے۔

ایک دوراہے پر پہنچ کر ژالے رک گئی۔ ایک طرف سڑک سیدھی جا رہی تھی اور دوسری طرف اترائی کا راستہ تھا۔

"تم لوگ اس طرف سے چلو نوفل تمہیں راستے کا تو پتہ ہی ہے۔ میں ذرا ہوٹل سے ہوتے ہوئے آؤں گی۔"

ژالے نے اترائی والے راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو قدرے توقف کے بعد نوفل نے اس کا مشورہ رد کر دیا۔

"اکٹھے ہی چلتے ہیں۔ پانچ سات منٹ کی تو واک ہے۔"

"ڈفر ہو تم بھی نوفل۔" ژالے نے دانت پیستے ہوئے ملامتی انداز میں اسے دیکھا پھر قدرے سرگوشی میں بولی۔

"کام سے ہٹ کر پانچ سات منٹس اسے بھی دے لو۔"

نوفل نے بے ساختہ صبا کی طرف پلٹ کر دیکھا مگر وہ ان دونوں کی طرف سے لاپروا ٹہلنے کے سے انداز میں چلتی اردگرد کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ پھر سے ژالے کی طرف مڑ گیا جو اپنے اس آئیڈیے پر کافی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔

"پانچ سات منٹس سے کیا ہوتا ہے یار۔ اس کے نام تو پوری زندگی کر رکھی ہے۔" اسے بے پروا کرنا چاہا مگر اب کی بار وہ ڈانٹنے کے سے انداز میں بولی۔

"اسی زندگی میں سے پانچ سات منٹس کہہ رہی ہوں جنہیں تم ناشکری کرتے ہوئے گنوا رہے ہو۔"

"اوکے یار۔ تم امریکی تو ایک ڈیڑھ منٹ کی بھی پوری "فلم" بنانے کے عادی ہو۔ ہمارے پہلے بیس منٹس بھی "تمہید" میں لگ جاتے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے چوٹ کر رہا تھا ژالے نے بے اختیار اس کے مضبوط شانے پر مکا دے مارا۔

"فوراً اتفاقی جائزے پر اتر آتے ہو۔ اب جاؤ اور ذرا آرام سے آنا۔ اتنی دیر میں میں جا کر لوکیشن کا فائنل جائزہ لے لوں۔ پتہ نہیں وہ رائٹر تیار ہوئی کہ نہیں۔ جتنی خوب صورت ماڈل ہے اتنی ہی کوڑھ مغز بھی۔ پتہ نہیں کتنے ری ٹیکس دے گی۔"

وہ اسے تنبیہ کرتی ڈسکس کرتی اپنی راہ پر چل دی۔ صبا نے حیران ہو کر نوفل کی طرف دیکھا جو وہیں جما کھڑا تھا۔

"چلیں....."

اسے متوجہ پا کر سنجیدگی سے کہتے ہوئے اترائی والے راستے کی طرف اشارہ کیا تو وہ کچھ پوچھے بنا اپنی حیرت کو دبائے اس کے ساتھ چل دی۔

یہ راستہ بھی قدرت کی صناعی کا حسین شاہکار تھا۔ گرد و غبار سے پاک ماحول ہر طرف سے بلند و بالا درختوں سے اٹا اٹا سا ماحول داہنی سائیڈ پر نیچے کھائی سے اٹھتے درخت پورے تفاخر کے ساتھ سر بلند کئے اپنی خوب صورتی پر نازاں تھے تو بائیں طرف خوب صورت کاٹیج جن کے لان چھوٹی چھوٹی باؤنڈری وال پر سے بھی دکھائی دے رہے تھے اور ہر طرف پھیلا سکوت اور تنہائی لفظ وہ دونوں۔

"ابھی یہاں تھی ہوتی تو بول بول کر اس ساری خاموشی کو درہم برہم کر ڈالتی۔ وجدان کی شوخیاں ماحول کو مزید گلرنگ بنا دیتیں۔ حمزہ کی انس اور اگر یہ سب لوگ یہاں ہوتے تو یہ تنہائی بھلا اس تنہائی کو یہاں کہیں منہ چھپانے کی جگہ ملتی؟"

اس کا دل بھرانے لگا۔

پتہ نہیں وہ بادلوں کا دھواں تھا یا اس کی آنکھوں میں اترتی نمی کا غلاف جو اس کی نگاہ کے آگے پھیل گیا تھا۔ ایک دم سے کسی پتھر پر سے پاؤں رپٹا تو وہ لڑکھڑا کر کھائی کی طرف گرنے کو ہو گئی۔

حواس تو نوفل کے بھی مختل ہوئے تھے مگر وہ بروقت اس کا بازو تھام کر بڑی پھرتی سے اپنی طرف کھینچ گیا۔ وہ کسی بیلی ڈانس کی طرح اس کی گرفت میں آئی تھی۔ اس اچانک افتاد پر تنفس تیز تر تھا تو ذہن ماؤف اور دھڑکن..... اسے حواس کی دنیا میں لوٹتے ہی خیال آیا تھا کہ اس کا دل اکیلے نہیں دھڑک رہا تھا کسی اور کی دھڑکنیں بھی اس میں مدغم تھیں۔

"صبا..... ٹھیک ہیں آپ؟" وہ پرتشویش لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ اس کا کولون سے مہکتا وجود مضبوط بانہوں کا آنچ دیتا حصار۔ سب کچھ ہی ناقابل یقین تھا اور شاید ناقابل برداشت بھی۔ بھی تو وہ تڑپ کر مچل کر اس کی گرفت سے اپنا آپ چھڑا کر پیچھے ہٹی تو پھر سے لڑکھڑا کر کئی قدم کھائی کے کنارے تک جا پہنچی۔

"پلیز فش گرل....." وہ تحیر و بے یقینی کا شکار اسے گھسیٹ کر ایک سائیڈ پر لے آیا تو اب کی بار اس کے لب و لہجے میں برہمی کے ساتھ گرفت میں بھی سختی تھی۔

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا آپ کا۔ خودکشی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کبھی اکیلے میں کیجئے گا۔ میرے سامنے ڈرامے کر کے خود کو دنیا کی مظلوم ترین خاتون ثابت کرنے کی کوشش مت کیجئے۔" وہ بول نہیں رہا تھا بلکہ دبے لہجے میں غرا رہا تھا۔

صبا کے حواس بحال ہوئے تو انا بھی پورے طمطراق کے ساتھ بیدار ہو گئی۔

بے اختیاری میں اس سے بے احتیاطی تو ضرور ہوئی تھی مگر وہ کیا کہہ رہا تھا یعنی اس کی نظر میں وہ اس کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اتنے "سیریس ڈرامے" کر رہی تھی جبکہ اس کے ذہن سے تو یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا۔

"میرا خودکشی کرنے کا نہ تو ارادہ ہے اور نہ ہی شوق۔ اور نہ ہی میں نے آپ کی طرف مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ گر بڑھا دیتے شاید بھی آپ کی زندگی میں سکون آ جاتا۔" اپنی طرف سے بہت سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھی اس کی

آواز بھرا گئی تو وہ لب بھینچے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تلخی سے بولا۔

"کاش مجھ میں انسانیت نہ ہوتی تو میں ایسا بھی کر گزرتا۔ آزادی ملتی تو سکون کا بے پایاں احساس بھی ہوتا۔ ہوتا ہے تب میں شکرانے کے نفل بھی پڑھ ڈالتا۔" اس نے بولتے ہوئے ایک پل کو بھی اس نازک سی لڑکی کے جذبات و احساسات کی تباہی کا خیال نہیں کیا تھا۔

"اب بھی کون سا ظلم کر رہے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ اپنے ہاتھوں سے مجھے کھائی میں دھکیل دیتے۔" وہ فوراً سے آنکھیں پونچھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی تب اسے احساس ہوا کہ خوف سے ابھی بھی اس کا وجود لرز رہا تھا۔

"اتنی آسان موت؟" وہ سنگدلی کی حد پر تھا۔ صبا مارے دکھ کے اس وجیہہ چہرے کو دیکھنے لگی جہاں اب طوفان گزرنے کے بعد والے سکوت جیسا اطمینان ٹھہرا ہوا تھا۔

آف وائٹ اینڈ نیوی بلیو ٹراؤزر شرٹ میں وہ بے حد مکمل دکھائی دے رہا تھا کسی ریاست کا شہزادہ۔ بعض اوقات خدا کسی کو بظاہر مکمل بنا کر درحقیقت اس میں کتنی بڑی کمی رکھ دیتا ہے۔ یہ خیال صبا کو اس پل نوفل کو دیکھ کر آیا تھا۔

"ایسا اعزاز تو کسی چاہنے والے شوہر کے ہاتھوں اس کی محبوب بیوی کو ملتا ہوگا۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔ ذہن ابھی بھی صبا کی کچھ دیر پہلے والی بے رخی بلکہ بدتمیزی میں اٹکا اٹل رہا تھا۔ شوق سے تو ویسے بھی اس کو خود سے قریب نہیں کیا تھا محض وقتی کارروائی کی تھی۔ بنا سوچے سمجھے کیا جانے والا اقدام تھا مگر جو اباً وہ اسے کسی ناپاک شے کی طرح جھٹک کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ جیسے اس کے قریب آنا صریحاً گناہ ہو۔

صبا کی یہ حرکت تو گویا اس کے دل میں ترازو ہو گئی تھی۔

"میں اسے چھونا نہیں چاہتا تو یہ بھی میرے قریب آنا پسند نہیں کرتی۔" پلڑا پھر سے برابر ہو گیا تھا۔ اور یہ "برابری" نوفل کو بھڑکتا ہوا لاوا بنا رہی تھی۔

"آپ جیسے ظالم انسان کو تو یہ اعزاز ہی ملتا ہوگا۔ چاہے کسی کی جان کا خون ہو یا جذبات کا۔" وہ حد درجہ بے بس تھی اس کے ساتھ چلنا مجبوری تھا ورنہ یہیں سے واپس پلٹ جاتی۔

"یہاں ہر کسی کو صرف اپنے ہی جذبات اور احساسات کی فکر ہے۔ میں بھی انسان ہوں میرا بھی ٹینشن فری رہنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر ہر جگہ آپ کو ان چاہے بوجھ کی طرح شانوں پر لادے پھرنا پڑتا ہے۔ مجھ سے تو کوئی ہمدردی کرے آپ کو۔"

صبا کی ٹینشن حد سے سوا ہونے لگی۔ اس لمحے اس نے اپنے آپ کو پوری طرح نفی ہوتے محسوس کیا تھا۔

چلو چھوڑو!
محبت جھوٹ ہے
"عہد وفا" ایک شغل ہے بے کار لوگوں کا
"طلب" سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
"خلش" دیمک زدہ اوراق پر
بوسیدہ سطروں کا ذخیرہ ہے
چلو چھوڑو!
کہ اب تک میں اندھیروں کی
دھمک میں سانس کی ضربوں پہ
چاہت کی بنا رکھ کر سفر کرتی رہی ہوں

مجھے احساس ہی کب تھا
کہ تم بھی موسموں کے ساتھ
اپنے پیرہن کے رنگ بدلو گے
چلو چھوڑو!
مرا ہونا نہ ہونا اک برابر ہے
تم اپنے خال و خد کو آئینے میں پھر نکھرنے دو
تم اپنی تیرگی کی بستی میں پھر سے اک نیا موسم اترنے دو
"مرے خوابوں کو مرنے دو"
چلو چھوڑو
محبت جھوٹ ہے

موسم کی خوب صورتی، ماحول کا سحر اور معنی خیز سی تنہائی۔ کچھ بھی تو ان کے دھیان میں نہیں تھا۔ آس پاس پھیلے جنگل کی الہڑ درختوں کی مسحور کن خوشبو بھی ان کے احساسات کو مہکانے میں ناکام تھی۔

وہ ناک کی سیدھ میں دیکھتا ٹھوکروں سے پتھر اڑاتا چل رہا تھا۔ مغرور تنے ہوئے نقوش سے اس وقت صرف اور

میڈیکل سائنس کہتی ہے کہ ہیپاٹائٹس بی اور سی کا علاج نہیں

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی جس کی دوا نہ ہو

ہیپاٹائٹس بی اور سی کا علاج ہم بھی کرتے ہیں

15 سے 90 دن کے دوران ہیپاٹائٹس بی اور سی کی ایگو ve- ہونے والی رپورٹس ملک کی نامور لیبارٹریوں سے ملاحظہ کی جا سکتی ہیں

ہیپاٹائٹس
ایک خطرناک دیرینہ اور مہلک بیماری ہے
اس کے علاج میں لاپرواہی نہ کریں

کیا آپ کے ساتھ کوئی دل کا معاملہ ہے؟
آرتھرائٹس کا بچہ دل کے دروازے کا ٹیڑھا ہونا
دل کا دورہ پڑنا، دل کا بھیجا، معذور ہونا
جیسی کمزوری، بے چینی، انجائنا کیا یہاں کے اسباب کیا ہیں

ہو سکتا ہے ہومیو ادویات کے استعمال سے دل کے ہائی پاس کی ضرورت ہی نہ رہے

مزید تفصیلات کیلئے (ہومیو پروفیسر ڈاکٹر آر اے امتیاز ایم اے۔ ڈی ایچ ایم ایس)
گولڈ میڈلسٹ
ماہر امراض دل و جگر (ہیپاٹائٹس)
611 کھاتم بلاک (نزد گلشن اقبال پارک پٹرول پمپ) اقبال ٹاؤن لاہور
فون: 042-7831011, 042-7830994 موبائل 0300-4212350
Web: www.imtiazmedicalcomplex.com E.mail: doctorraimtiaz@yahoo.com

راولپنڈی: روزانہ 10-3 بجے تک
فون: 051-4580212
0320-4658758
0300-4212350

صرف سرد مہری عیاں تھی۔

اور صبا

اس کی حالت اس وقت کسی لٹے ہوئے قافلے کے سفیر کی سی تھی جو اپنا سب کچھ ہار چکا ہو اور دنیا کی کوئی بھی رعنائی اس کے لئے کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو۔

ٹوٹی پھوٹی سڑک سے اتر کر وہ پتھریلے راستے پر ہو لیا۔ وہ کسی روبوٹ کی مانند اس سے دو قدم پیچھے چل رہی تھی۔ اگلی اونچائی طے کرتے ہی صبا نے خود کو ایک وسیع و عریض سرسبز گھاس کے میدان میں پایا تو خود سے بے ہونے کے باوجود لمحہ بھر کے لئے ہی سہی مگر اس دلکش مقام نے صبا کی توجہ ضرور سمیٹی تھی۔

اپنے یونٹ کے لوگوں سے بات چیت کرتی ژالے تیزی سے ان کی طرف بڑھی تھی۔

"کیا بات ہے.....؟" اس نے صبا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے پوچھا۔ اس کی شرمیلی آنکھوں میں شرارت کا عکس واضح تھا مگر صبا کو یوں لگا جیسے وہ اس کی ہر بات سے واقف ہو۔ جیسے وہ جانتی ہو کہ نوفل اچھا سے کس "مقام" پر رکھے ہوئے ہے۔ وہ کوشش کے باوجود بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے نہیں دے سکی تھی۔

ساتھ ہی نوفل نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا تو وہ صبا کو ایک طرف رکھی کرسی پر بیٹھنے کا کہتی اپنے یونٹ کے لوگوں کی طرف بڑھ گئی۔ کیمرہ لائٹس اور دیگر انتظامات بالکل مکمل تھے۔ اسٹل فوٹو گرافی کے لئے اسد مستعد پھر رہا تھا۔ ماڈل گرل رائمہ خوب صورت سے گیٹ اپ میں چہک رہی تھی۔

اس نے خالی نظروں سے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ ہر کوئی خوش باش اور مطمئن تھا جیسے دنیا میں کوئی غم ہی نہ ہو۔

ژالے نے نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا اور وہ مسلسل بولتی ہوئے رائمہ کو ایکٹ کر کے بتا رہی تھی۔ اس کا شانہ نوفل کے شانے سے مس ہوا تھا۔

ایک بار پھر دوسری بار۔

پھر اس نے نوفل کو اس کا سین سمجھایا۔

وہ دونوں کتنے پاس تھے۔ ہنستے مسکراتے بالکل مکمل۔

صبا کو لگا اس کے دماغ کی نسیں پھٹ جانے کو ہوں۔

سب لوگ اپنے کام میں مصروف تھے اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب اس پر ہنس رہے ہوں جس کا شوہر اسے چھوڑ کر اس کی نظروں کے سامنے کسی اور کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔

اندرونی خلفشار حد سے باہر ہوا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

ایڈکی شوٹنگ شروع ہو گئی تھی۔ یونٹ کا ہر شخص محویت سے نوفل اور رائمہ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

وہ کسی کی بھی پروا کئے بغیر تیز قدموں سے ایک طرف کو چل دی۔ یکلخت ہی دھوئیں جیسے سفید بادلوں نے ہر طرف دھاوا شروع کر دیا تو اسد نے آواز لگائی۔

"میڈم پیک اپ کریں کسی وقت بھی یہ بادل برسنا شروع ہو جائیں گے۔"

"نو وے....." ژالے کوفت کا شکار ہونے لگی۔ ابھی بمشکل چند سین ہی ریکارڈ ہوئے تھے مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آسمان پر جمع ہونے والے سیاہ و سفید بادلوں نے بنا وارننگ کے برسنا شروع کر دیا تو سبھی بوکھلا کر چیزیں سمیٹنے لگے۔

"بہت اچھے جا رہے ہو تم دونوں۔ خلاف توقع اس بار رائمہ جلدی پک کر رہی ہے۔"

ژالے نے ان دونوں کی تعریف کی تھی۔

مگر نوفل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس کی نظریں کسی کو تلاش رہی تھیں۔

"ژالے! صبا کہیں یونٹ کی گاڑی میں تو نہیں جا بیٹھیں؟" وہ متفکر ہوا تھا۔ پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا مگر وہاں ڈرائیور کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا۔ دونوں اسپاٹ بوائے تیزی سے سارا سامان گاڑی میں لادنے لگے۔ بارش اب تیزی پکڑ رہی تھی۔

"کیا ہوا نوفل..... نہیں ہے؟" ژالے از حد پریشان سی اس کی طرف لپکی جس کے اپنے حواس مختل ہو رہے تھے۔

"اوہ گاڈ..... کہاں جا سکتی ہے وہ۔" وہ دیوانوں کی طرح گھوم کر چاروں طرف اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھی۔

"ریلیکس نوفل اسد۔ کم ہیئر ہری اپ۔" وہ اس کے ساتھ کھڑی بارش میں بھیگ رہی تھی۔ تیزی سے اسد کو بلانے لگی۔

"ابھی کسی سے کچھ مت کہو ژالے۔ تم لوگ اپنے راستے پر سے جاؤ ہو سکتا ہے وہ اسی راستے سے گئی ہو جہاں سے ہم آئے تھے۔"

بات ژالے کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ کسی کو صبا کی گمشدگی کی خبر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

اسد تیز ہوتی بارش میں بھیگتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ ژالے وہیں سے چلائی۔

"ٹارچ لے آؤ اسد۔"

دو بے چارہ وہیں سے پلٹا اور اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ایک ٹارچ موجود تھی۔

"میں بھی تمہارے ساتھ....."

"نہیں تم یونٹ کے ساتھ ہوٹل جاؤ۔ یہ لوگ پتہ نہیں کیا سوچیں گے۔ میں آگے سے تم لوگوں کو ملوں گا۔ اگر کوئی پریشانی ہوئی تو فون کر دوں گا۔" اس نے تیز لہجے میں بات ختم کرتے ہوئے اسد کے ہاتھ سے ٹارچ تھام لی اور اسی راستے کی طرف بڑھ گیا جہاں سے وہ صبا کے ساتھ آیا تھا۔

ژالے حیران کھڑے اسد کو جلدی سے گاڑی میں بیٹھنے کا کہتی آگے بڑھ گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

نوفل تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ شام اتنی گہری نہیں تھی جتنا بادلوں نے اسے سیاہ کر دیا تھا۔ اس نے پاور فل بیٹری والی ٹارچ آن کر لی۔

اس پل اس کا ذہن فقط ایک ہی نقطے پر رکا ہوا تھا۔

صبا

"خودکشی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کبھی اکیلے میں کیجئے گا۔"

اسے خیال آیا ابھی کچھ دیر پہلے شاید وہ انسان نہیں رہا تھا۔

"کاش مجھ میں انسانیت نہ ہوتی تو میں ایسا بھی کر گزرتا۔ آزادی ملتی....."

"اتنی آسان موت....."

"میرے خدا....."

نوفل کا دل خدشات سے بوجھل ہونے لگا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ ان لمحات میں صبا کچھ بھی کر سکتی تھی۔ شاید خودکشی بھی.....

(باقی انشاء اللہ آئندہ ماہ)